

تحقیقی، اصلاحی اور علمی

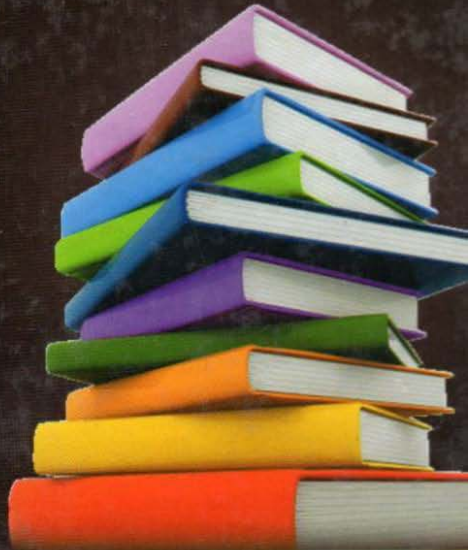
# مقالات

جلد پنجم

تالیف  
حافظ زبیر علی زئی

الکتاب انٹرنیشنل

جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵



[www.ircpk.com](http://www.ircpk.com)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تحقیقی، اصلاحی اور علمی

# مقالات

(جلد پنجم)

تالیف  
حافظ زبیر عثمانی



الکتاب انٹرنیشنل، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۲۵

## جملہ حقوق محفوظ ہیں!

مقالات تحقیقی، اصلاحی اور علمی	:	نام کتاب
حافظ زبیر علی زئی	:	تالیف
سید شوکت سلیم سہوانی	:	ناشر
پنجم	:	جلد
مارچ ۲۰۱۴ء	:	اشاعت
350/- روپے	:	قیمت



## الکتاب انٹرنیشنل

F-50 B، مرادی روڈ، بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵  
 Phone: 9312508762, 011-26986973  
 E-mail: alkitabint@gmail.com

## ملنے کے پتے

- ۱۔ مکتبہ دارالسلام، گاؤ کدل، سرینگر، کشمیر
- ۲۔ القرآن پبلیکیشنز، میسومہ بازار، سرینگر، کشمیر
- ۳۔ مکتبہ دارالسلام، اللہ ناگ، کشمیر
- ۴۔ مکتبہ المعارف، محمد علی روڈ، ممبئی
- ۵۔ مکتبہ ترجمان، اردو بازار، دہلی۔ ۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## فہرست

حرف اول ..... ۷

## عقائد (توحید و سنت) سے متعلق مسائل

- ۱۱ ..... ختم نبوت پر چالیس دلائل
- ۳۸ ..... قادیانیوں کی متدل مردود روایات اور ان کا رد
- ۵۴ ..... عقیدہ وحدت الوجود اور آل دیوبند
- ۶۳ ..... آل دیوبند اور وحدت الوجود
- ۷۴ ..... اجماع امت حجت ہے
- ۱۱۱ ..... چالیس (۴۰) مسائل جو صراحۃً صرف اجماع سے ثابت ہیں
- ۱۱۵ ..... اجماع خبر واحد سے بڑا ہے
- ۱۱۷ ..... اہل حدیث کے پندرہ امتیازی مسائل اور امام بخاری رحمہ اللہ
- ۱۲۴ ..... فرقہ مسعودیہ اور اہل الحدیث

## نماز سے متعلق بعض مسائل

- ۱۴۷ ..... نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم، سرایا جبراً؟
- ۱۵۰ ..... امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم
- ۱۵۸ ..... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور رفع یدین



- الیاس گھسن کے ”بیس رکعات تراویح کے (۱۵) دلائل“ اور ان کے جوابات ..... ۱۵۹
- گیارہ رکعات قیام رمضان (تراویح) کا ثبوت اور دلائل ..... ۱۶۷

### اصول حدیث کے بعض اہم مباحث

- محمد شین کرام اور ضعیف + ضعیف کی مروجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ؟ ..... ۱۷۳
- ابن حزم اور ضعیف + ضعیف کی مروجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ ..... ۱۸۶

### قربانی اور عقیقے کے مسائل

- قربانی کے احکام و مسائل (بادل لائل) ..... ۱۹۹
- ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنا، جائز ہے ..... ۲۰۶

### تذکرۃ الراوی

- حمید بن ابی حمید الطویل رحمہ اللہ ..... ۲۱۵
- محمود بن اسحاق البخاری الخزازی القواس رحمہ اللہ ..... ۲۱۸
- ابو حفص عبد اللہ بن عیاش القصبانی المصری رحمہ اللہ ..... ۲۳۰
- ابو یعلیٰ عبد اللہ بن عبد الرحمن بن یعلیٰ بن کعب الطائفی الشقی ..... ۲۳۲
- ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری اور محمد شین کی جرح ..... ۲۳۵
- امام ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ ..... ۲۴۵

### باطل مذاہب و مسالک کا رد

- اہل باطل کا رد ..... ۲۵۳
- محمد رضوان دیوبندی کی ایک تازہ تحریف ..... ۲۶۱

- ۲۶۲ ..... سر فراز خان صفدر کے دفاع میں ناکامی
- ۲۶۳ ..... شبیر احمد میرٹھی دیوبندی اور انکارِ حدیث
- ۲۶۵ ..... مرزا غلام احمد قادیانی کون تھا؟
- ۲۷۷ ..... فیصل خان بریلوی رضا خانی کی دو بڑی خیانتیں
- ۲۸۳ ..... حنیف قریشی بریلوی اپنی کتاب کے آئینے میں
- ۲۹۴ ..... ساقی بریلوی کے مزید پانچ جھوٹ
- ۳۰۴ ..... امتیاز حسین کاظمی بریلوی کے تین جھوٹ
- ۳۰۶ ..... آصف دیوبندی اور آلِ دیوبندی شکست فاش
- ۳۲۸ ..... امام ابو حنیفہ پر الیاس گھمن دیوبندی کا بہت بڑا جھوٹ اور بہتان
- ۳۳۰ ..... الیاس گھمن صاحب کے قافلے (جلد ۶ شمارہ نمبر ۱) کا جواب
- ۳۳۷ ..... عباس رضوی صاحب جواب دیں!
- ۳۵۹ ..... رب نواز دیوبندی اور بے بسیاں!؟

### تحقیق و تنقید

- ۳۶۷ ..... سیف الجبار فی جواب ظہور و نثار
- ۳۶۶ ..... رب نواز دیوبندی کا تعاقب
- ۴۷۱ ..... بعض آلِ تقلید کا مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے محرّفانہ استدلال
- ۴۷۲ ..... کتاب سے استفادے کے اُصول
- ۴۷۵ ..... حکیم نور احمد یزدانی اور اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ؟
- ۴۸۷ ..... مسئلہ رفع یدین اور مزارِ دیوبندی کے شبہات
- ۴۹۷ ..... الیاس گھمن کی دیوبندی نماز اور موضوع و متروک روایات
- ۵۰۸ ..... الیاس گھمن صاحب کے ”رفع یدین نہ کرنے“ کا جواب

- ۵۱۷ ..... ابو دؤیو بندی کی ”تحقیق حق“ کی دس باطل و مردود روایتیں
- ۵۲۳ ..... صلوٰۃ الرسول پر دؤیو بندی نظر کا جواب
- ۵۳۳ ..... ایک جھوٹی روایت اور الیاس گھمن صاحب کا قافلہ
- ۵۳۹ ..... ایک جھوٹی روایت اور حنیف قریشی بریلوی
- ۵۴۳ ..... امتیاز حسین کاظمی بریلوی کا صحیح مسلم پر افتراء

### متفرق مضامین

- ۵۴۷ ..... مسجد میں ذکر بالجہر اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ
- ۵۵۶ ..... جبری طلاق واقع نہیں ہوتی
- ۵۶۵ ..... لا یرفع بعد ذلك کی تحقیق

### فہارس

- ۵۶۹ ..... فہرس الآیات والا حدیث والآثار
- ۵۷۹ ..... اسماء الرجال
- ۶۰۲ ..... اشاریہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## حرفِ اوّل

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسولہ الامین، اما بعد:  
توحید و سنت کے احیا، شرک و بدعت کے استیصال اور منہج سلف صالحین کی ترویج کے لئے ایک عرصہ پہلے ماہنامہ الحدیث حضور کا اجراء کیا گیا تھا، جو اپنے مقاصد و عزائم کے مطابق بحمد اللہ کامیابی کے مراحل طے کر رہا ہے اور بہترین نتائج حاصل ہو رہے ہیں، جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کی دعوت کھری، سچی اور سچی ہے۔

لوگوں کی آسانی اور سہولت کے پیش نظر اس مجلے میں مطبوع: علمی، تحقیقی و اصلاحی مضامین کو مقالات کی صورت میں شائع کرنے کا مفید سلسلہ بھی جاری ہے، جسے قارئین پسندیدگی کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ اس سے قبل فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے مقالات چار جلدوں میں چھپ چکے ہیں، اور اب اسی سلسلے کی پانچویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے جسے استاذ محترم حفظہ اللہ نے اپنے خاص اسلوب میں علم کے حسن اور تحقیق کے زیور سے آراستہ کیا ہے، نیز احقاقِ حق اور ابطالِ باطل اس پر طرہ ہے۔

خوش نصیب ہے وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی سمجھ عطا فرمائے اور پھر دینِ حنیف کی خدمت کے لئے چن لے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين..))

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر (بھلائی) کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۷۱)

اسی طرح فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

(( نَصَرَ اللّٰهُ اَمْرًا سَمِعَ مِنْهُ حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يَبْلُغَهُ ))

اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، پھر اسے یاد کیا تاکہ اسے (دوسروں تک) پہنچائے۔ (سنن ابی داؤد: ۳۶۶۰ سندہ صحیح)

اللہ رب العزت کا ہمارے شیخ حفظہ اللہ پر فضل عظیم ہے کہ ان سے تحریر، تقریر اور تدریس جیسے تین اہم میدانوں میں کام لے رہا ہے۔ اللّٰهُمَّ زِدْهُ فِرْدَ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ استاذ محترم کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور انھیں حاسدین و معاندین کے شر سے محفوظ رکھے اور ان کے علم، عمل اور قلم میں برکت فرمائے۔ (آمین)

حافظ ندیم ظہیر

(۱۳/ شعبان ۱۴۳۳ھ)

عقائد (توحید و سنت) سے متعلق مسائل



## ختم نبوت پر چالیس دلائل

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على محمد بن عبد الله بن عبد المطلب: رسول الله الأمين وخاتم النبيين أي آخر النبيين ورضي الله عن آله وأصحابه وأزواجه وذريته أجمعين ورحمة الله على التابعين وأتباع التابعين وأتباع أتباع التابعين وهم السلف الصالحين من خير القرون ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ سیدنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب: رسول اللہ ﷺ آخری نبی اور آخری رسول ہیں، آپ کے بعد قیامت تک نہ کوئی رسول پیدا ہوگا اور نہ کوئی نبی پیدا ہوگا۔

اس متفقہ اور ضروریات دین میں سے اہم ترین عقیدے پر بے شمار دلائل میں سے چالیس (۴۰) دلائل درج ذیل ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن آپ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔ (الاحزاب: ۴۰)

اس آیت کریمہ کی تشریح میں مشہور مفسر قرآن امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) نے لکھا ہے:

”بمعنی انه آخر النبيين“ اس کا معنی یہ کہ آپ آخری نبی ہیں۔

(تفسیر طبری، مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ مصر ۹/۲۳۳)

اس آیت کی یہ تشریح و تفسیر درج ذیل ائمہ اسلام سے بھی ثابت ہے:

۱: الامام الثقف دایمہ المؤمنین فی الخواہر اوزکرہ ماتکی بن زیاد بن عبد اللہ بن منظور الدیلمی



الاسدي الكوفي النحوي الفراء، صاحب الكسائي (متوفى ٢٠٤هـ)

☆ معاني القرآن للفراء (٢/٣٣٣ مكتبة شاملة)

٢: امام ونحوي زمانه ابواسحاق ابراهيم بن محمد بن السري بن سهل، الزجاج البغدادي (متوفى

٣١١هـ)

☆ معاني القرآن واعرابه للزجاج (٢/٢٣٠ شاملة)

٣: الامام المفسر ابو بكر محمد بن عزيز (أوعز بن) البجستاني العزيري (متوفى ٣٣٠هـ)

☆ غريب القرآن للبجستاني (١/٢١١ شاملة)

٣: العلامة وامام العربية ابو جعفر احمد بن محمد بن اسماعيل بن يونس المرادي النحوي المصري

(متوفى ٣٣٨هـ)

☆ اعراب القرآن للنحاس (٣/٢١٤ شاملة، نسخة مطبوعة دار المعرفة لبنان ص ٤٤٢)

٥: ابوالليث نصر بن محمد بن احمد بن ابراهيم السمرقندي (متوفى ٣٨٥هـ)

☆ تفسير السمرقندي المسمى بحر العلوم (٣/٥٢-٥٣)

٦: العلامة المفسر ابو منصور محمد بن احمد بن طحان الازهر بن طلحة الازهرى اللغوي (متوفى ٣٤٠هـ)

☆ معاني القراءات للازهرى (٢/٢٨٣ شاملة)

تهذيب اللغة للازهرى (٤/١٣٨، شاملة)

٤: المفسر وامام النحو ابو الحسن علي بن فضال بن علي بن غالب الجاشعي القيرواني التميمي

الفرزدقي (متوفى ٣٤٩هـ)

☆ الكتبة في القرآن الكريم للجاشعي القيرواني (١/٣٩٣ شاملة)

٨: الامام المفسر ابو الحسن علي بن احمد الواحدي النيسابوري (متوفى ٣٦٨هـ)

☆ الوسيط في تفسير القرآن المجيد (٣/٣٤٢)

٩: ابو نصر اسماعيل بن حماد الجوهري الفارابي (متوفى ٣٩٣هـ)

☆ تاج اللغة وصحاح العربية المسمى الصحاح للجوهري (٣/١٥٥٠، قال: "و خاتمة

الشيء: آخره“)

١٠: ابو عبد الرحمن خليل بن احمد الفراهيدي (متوفى ١٧٥هـ)

☆ كتاب العين (ص ٢٣١ قال: ”و خاتمة السورة: آخرها. و خاتم العمل و كل شيء: آخره“)

١١: ابو الحسين احمد بن فارس بن زكريا (متوفى ٣٩٥هـ)

☆ معجم مقاييس اللغة (٢/ ٢٣٥ قال: ”والنبي ﷺ خاتم الأنبياء لأنه آخرهم“)

١٢: ابو عبد الله الحسين بن محمد الدماغاني (متوفى ٤٧٨هـ)

☆ الوجوه والنظائر لالفاظ كتاب الله العزيز (ص ٢٠٦)

١٣: ابو المنظر منصور بن محمد بن عبد الجبار بن احمد المروزي السمعاني التميمي (متوفى ٤٨٩هـ)

☆ تفسير السمعاني (٣/ ٢٩٠ شامله)

١٤: ابو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد البغدادي عرف ابن الجوزي (متوفى ٥٩٧هـ)

☆ زاد المسير في علم التفسير (٦/ ٣٩٣)

١٥: محيى الله ابو محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوي (متوفى ٥١٦هـ)

☆ معالم التنزيل يعني تفسير البغوي (٣/ ٥٣٣)

١٦: قاضي ابو بكر محمد بن عبد الله يعني ابن العربي المالكي (متوفى ٥٤٣هـ)

☆ احكام القرآن (٣/ ١٥٣٩)

١٧: الامام العلامة الحافظ شيخ التفسير ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراهيم النيسابوري (متوفى

٤٢٢هـ)

☆ الكشف والبيان يعني تفسير العلوي (٨/ ٥٠)

١٨: العلامة الماهر والحقق الباهر ابو القاسم الحسين بن محمد بن الفضل يعني الراغب الاصبهاني

(متوفى ٥٠٢هـ تقريباً)

☆ مفردات الفاظ القرآن فی غریب القرآن (ص ۱۳۳، قال: لأنه ختم النبوة أي تممها بمجئہ)

۱۹: ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المفسر (متوفی ۶۷۱ھ)

☆ الجامع لاحکام القرآن (۱۹۶/۱۳)

۲۰: ابو القاسم شہاب الدین عبد الرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان المقدسی الدمشقی ابوشامہ (متوفی ۶۶۵ھ)

☆ ابراز المعانی من حرز المعانی (۱/۲۵۰ شاملہ)

نیز دیکھئے جۃ القراءات لعبد الرحمن بن محمد ابی زرعة بن زحله (۱/۵۷۸ شاملہ) تفسیر ابن کثیر (۵/۱۸۵، دوسرا نسخہ ۱۱/۱۷۵-۱۷۶) القاموس المحیط للفيروز آبادی (ص ۱۳۲۰) تاج العروس مع جواهر القاموس لمحمد مرتضى الزبيدي (۱۶/۱۹۰) اور لسان العرب لابن منظور (۱۲/۱۶۳) وغیرہ۔

اس آیت کریمہ کی متفقہ تفسیر سے ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کا مطلب آخر النبیین ہے اور اسی پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔

تنبیہ: مدینہ منورہ والے قرآن مجید میں خاتم النبیین (تاء کی زیر کے ساتھ) ہے اور یہ قراءت بھی اسی کی دلیل ہے کہ اس سے مراد آخر النبیین ہیں۔ ﷺ

۱: قراءت قالون (ص ۳۷۱) مطبوعہ ليبيا

۲: قراءت ورش (ص ۳۳۶) مطبوعہ مصر

دوسرا نسخہ (ص ۴۹۰) مطبوعہ الجزائر

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۴۰ کے مفہوم پر بیس سے زیادہ حوالوں کے بعد عرض ہے کہ اس آیت کے علاوہ بہت سی دوسری آیات بھی ہیں، جن سے اہل اسلام ختم نبوت پر استدلال کرتے ہیں، جن کی تفصیل مطول کتابوں میں ہے اور اب احادیث صحیحہ متواترہ پیش

۱/۲) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے (سند عامر بن سعد بن ابی وقاص) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا:

((أما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لانبوة بعدي.))  
کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا میرے ساتھ وہ مقام ہو جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۲۰۴/۳۲، ترقیم دارالسلام: ۶۲۲۰) صحیح مسلم کے علاوہ یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند احمد (۱/۱۸۵ ج ۱۶۰۸) سنن ترمذی (۲۹۹۹، ۳۷۲۴، ۳۷۲۵) حسن غریب صحیح

خصائص علی للنسائی (۱۱) اور مسند سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (روایۃ الدورق: ۱۹) وغیرہ

اس کے راوی ابو محمد بکیر بن مسمار القرشی الزہری المدنی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے ثقہ و صدوق ہیں اور ان پر امام بخاری کی جرح ثابت نہیں، بلکہ وہ دوسرے راوی بکیر بن مسمار پر ہے اور اگر یہی راوی مراد ہوں تو یہ ہلکی سی جرح (فیہ بعض النظر) جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے، نیز بکیر اس روایت میں منفرد نہیں بلکہ سعید بن المسیب نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔ دیکھئے فقرہ: ۲/۳

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((... إلا أنه ليس بعدي نبي.)) سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی ۲/۴۹۹ ج ۵۵۷ سند صحیح)

۲/۳) سعید بن المسیب نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا:

((أنت مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي.))

(صحیح مسلم: ۳۲۰۶/۳۰، دارالسلام: ۶۲۱۷)

۳/۴) مصعب بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ((ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من

موسیٰ إلا أنه ليس نبي بعدي))

(صحیح بخاری: ۴۴۱۴، صحیح مسلم: ۲۴۰۴، مسند سعد بن ابی وقاص روایۃ الدورق: ۴۹۰، والحکم بن عتیبہ صرح بالسماع) (۴/۵) ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ((ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي))

(خصائص للنسائی: ۵۳، سند حسن، السيرة النبوية لابن هشام: ۱۶۳، و تحقیقی مخطوط مصوص: ۲۰۵ ج ۲۰۷) اس حدیث کے راوی امام محمد بن اسحاق بن یسار المدنی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں اور انھوں نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ امام ابو نعیم الاصبہانی نے اس حدیث کو ایک اور صحیح سند سے روایت کر کے فرمایا:

”صحيح مشهور من حديث شعبة“ (حلیۃ الاولیاء: ۱۹۴/۷)

(۵/۶) عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص عن ایہا کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ((أو ما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا النبوة)) (مسند احمد: ۱۴۶۳ ج ۱۷۰، سندہ صحیح)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو پانچ تابعین نے روایت کیا ہے: عامر بن سعد بن ابی وقاص، سعید بن المسیب، مصعب بن سعد بن ابی وقاص، ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص اور عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص رحمہم اللہ اجمعین۔

(۷) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((و أنا العاقب .)) اور میں عاقب (آخری نبی) ہوں۔

(صحیح بخاری: ۳۵۳۲، ۳۸۹۶، والزہری صرح بالسماع عندہ، صحیح مسلم: ۲۳۵۴، دارالسلام: ۶۱۰۵، ۶۱۰۷) اس حدیث کے راوی امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ (ثقة بالاجماع اور جلیل القدر تابعی) نے العاقب کی تشریح میں فرمایا: ”الذي ليس بعده نبي.“ وہ جس کے بعد کوئی

نبی (پیدا) نہ ہو۔ (صحیح مسلم بترقیم دارالسلام: ۶۱۰۷)

اس حدیث کی تشریح میں امام سفیان بن حبیب بن حسن الواسطی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”آخر الأنبياء“ (تاریخ المدینہ لعر بن شبہ: ۶۳۱/۲، وسندہ صحیح الیہ، المعجم الکبیر للطبرانی ۱۵۲۶ ج ۱۲۲/۲)

یہ حدیث بہت سی کتابوں میں موجود ہے، مثلاً دیکھئے: مسند الحمیدی (تحقیقی: ۵۵۵)

سنن ترمذی (۲۸۴۰) وقال: هذا حديث حسن صحيح (مسند احمد (۸۳، ۸۱/۳) اور

السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۵۹۰) وغیرہ

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو ان کے دونوں بیٹوں محمد بن جبیر بن مطعم

اور نافع بن جبیر بن مطعم نے بیان کیا ہے۔ (نافع بن جبیر کی روایت کے لئے دیکھئے مسند احمد

۸۳/۴۔ ۱، البحر الرخا: ۳۳۰/۸ ج ۳۱۳ وقال المزاري: ”واسنده صحيح“)

۸) سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَأَنَا الْمَقْفِيُّ)) اور میں مقفی (آخری نبی) ہوں۔

(شکل الترمذی تحقیقی: ۳۶۶-۳۶۷ وسندہ حسن، كشف الاستار للمزار: ۱۲۰/۳ ج ۸۳۷۸)

یہ روایت ابو بکر بن عیاش عن عامر بن ابی النجد و عن ابی وائل شقیق بن سلمہ عن حذیفہ کی

سند سے ہے اور حماد بن سلمہ کی سند سے عامر بن ابی النجد و عن زر بن حبیش عن حذیفہ رضی اللہ عنہ

مروی ہے۔ (دیکھئے مسند احمد ۵/۴۵۵، صحیح ابن حبان: ۲۰۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۷/۳ ج ۳۱۶۸۳)

یہ حدیث دونوں سندوں سے حسن لذاتہ ہے۔ قاری ابو بکر بن عیاش اور قاری عامر

بن ابی النجد دونوں جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی

ہیں۔

مقفی کی تشریح میں حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے لکھا ہے:

”لأنه آخر الأنبياء“ کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ (التمہید لمافی الموطأ من المعاني والاسانید ۱۹/۳۵)

حدیث تاسع و أربعون لأبي الزناد، الاستاذ: ۳۷۵/۲ فقرہ: ۳۹۶)

۹) سیدنا ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ((أنا محمد و أنا أحمد و المقفی...))  
میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور المقفی ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/۳۵۷ ج ۳۱۶۸۳ وسندہ صحیح، مسند احمد ۴/۳۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۵۵، دار السلام: ۶۱۰۸)  
نیز دیکھئے حدیث سابق: ۸

تنبیہ: امام کعبہ اور ابو نعیم الفضل بن دکین کا امام عبدالرحمن بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن مسعود السعودی الہذلی رحمہ اللہ سے سماع ان کے اختلاط سے پہلے کا ہے۔

(دیکھئے الکواکب النیرات ص ۲۹۳)

۱/۱۰ عمرو بن عبداللہ الحضرمی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابو امامہ الباہلی (صدی بن عجلان) رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَأَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَ أَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ)) اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔

(کتاب الأحاد والثنائی لابن ابی عاصم ۲/۳۳۷ ج ۱۲۳۹، وسندہ صحیح، السنن لابن ابی عاصم ص ۱۷۱ ج ۳۹۱، دوسرا نسخہ ۱/۲۷۹ ج ۲۰۰، المعجم الکبیر للطبرانی ۸/۱۷۲-۱۷۳ ج ۱۷۳۵ مختصر، مسند الزویانی ۲/۲۹۵ ج ۱۲۳۹، الشریعہ للآجری ۳/۱۳۱۲ ج ۸۸۲، المسند رک للحاکم ۴/۵۳۶ ج ۸۶۲۰ صحیح علی شرط مسلم وواقفہ الذہبی، کتاب الفتن للامام نعیم بن حماد الصدوق رحمہ اللہ ۲/۵۱۷ ج ۱۳۳۶، دوسرا نسخہ: ۱۳۱۳، الفتن للامام ضیل بن اسحاق [بحوالہ مکتبہ شاملہ: ۳۷-]

عمرو بن عبداللہ الحضرمی کو امام معتدل عجلی، نیز ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے ثقہ قرار دیا ہے، لہذا وہ ثقہ صحیح الحدیث راوی ہیں اور باقی سند صحیح ہے۔

۲/۱۱ شریح بن مسلم اور محمد بن زیاد کی سند سے روایت ہے کہ سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ! أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ.)) اے لوگو! بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۸/۱۳۶ ج ۵۳۵، وسندہ حسن،

السنن لابن ابی عاصم ۲/۷۱۵-۷۱۶ ج ۱۰۹۵، دوسرا نسخہ: ۱۰۶۱)

اسماعیل بن عیاش کی یہ روایت شامیوں سے ہے اور انہوں نے سماع کی تصریح کر دی

ہے، لہذا یہ سند حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۰، اور ۱۱ سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے ختم نبوت والی حدیث تین راویوں نے بیان کی ہے: عمرو بن عبد اللہ الحضری، شریح بن مسلم اور محمد بن زیاد، لہذا ان سے یہ حدیث صحیح مشہور ہے۔

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اسد بن وואعہ (صدوق) راوی نے بھی بیان کی ہے۔ (دیکھئے المعجم الکبیر للطبرانی ۱۶۲/۸-۱۶۳-۱۶۴ ح ۷۶۲۲)

۱۲) سیدنا ثوبان (مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انہ نبی، وانا خاتم النبیین، لا نبی بعدی۔)) اور بے شک میری امت میں تیس کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ اور میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (سنن ابی داؤد: ۴۲۵۲، سندہ صحیح)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند احمد (۵/۲۷۸ ح ۲۳۹۵) سنن ترمذی (۲۲۱۹) وقال: ہذا حدیث صحیح

اور صحیح ابن حبان (الاحسان: ۱۹۴، دوسرا نسخہ: ۷۲۳۸) وغیرہ

اس حدیث کے راوی امام ابو قلابہ عبد اللہ بن زید الجری رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں اور ان کا مدلس ہونا ثابت نہیں، لہذا یہ سند بالکل صحیح ہے۔

اس حدیث پر عبد الرحمن خادم قادیانی نے دو عجیب اعتراض کئے ہیں:

۱: ثوبان ناقابل اعتبار ہیں۔

۲: ابو قلابہ ناقابل اعتبار ہیں۔ (پاکٹ بک ص ۳۱۲)

اس قادیانی جرح کا جواب یہ ہے کہ حافظ ذہبی کی کتاب: میزان الاعتدال (۱/۷۳)،

دوسرا نسخہ ۱/۷۳ ت ۱۴۰۳) میں جس ثوبان بن سعید پر ازودی (ضعیف و مجروح) کی جرح

”یتکلمون فیہ“ ہے، وہ دوسرے آدمی تھے اور ان کے بارے میں امام ابوزرعمہ الرازی نے



فرمایا: ”لا بأس به“ (دیکھئے کتاب الجرح والتعديل ۱/۴۷۰، اور لسان المیزان ۲/۸۵، دوسرا نسخہ ۲/۱۵۰) جبکہ ہماری ذکر کردہ حدیث میں سیدنا ثوبان الباشمی الشامی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام یعنی مولیٰ تھے۔

(دیکھئے الاصابہ لابن حجر ۲۰۴/۱، ۹۶۷ اور تقریب التہذیب: ۸۵۸)

نیز دیکھئے میری کتاب: تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات (۳/۳۹۷-۳۹۸) ابو قلابہ پر قادیانی جرح کے جواب کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات (۳/۳۹۶-۳۹۷) ۱۳) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لو كان نبي بعدي لكان عمر بن الخطاب...)) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۶ وقال: ”هذا حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث حديث مشرح بن هاعان“ متداحمد ۱۵۳/۲، متدرک الحاکم ۵/۸۵ ح ۴۳۹۵ وقال: ”هذا الحديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه“ وقال الذهبي: صحيح)

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے اور اسے درج ذیل علماء نے حسن یا صحیح قرار دیا ہے:

۱: ترمذی (حسن)

۲: حاکم (صحیح)

۳: ذہبی (صحیح)

اس حدیث کے راوی مشرح بن ہاعان جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے

صدق حسن الحدیث ہیں۔ (دیکھئے میری کتاب: نور العینین ص ۱۸۲-۱۸۳)

۱/۱۴) ابوصالح السمان ذکوان الثریات رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إن مثلي و مثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتاً فأحسنه و أجمله إلا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به و يتعجبون له ويقولون: هلا و ضعت هذه اللبنة؟ قال: فأنا اللبنة و أنا خاتم النبيين...)) بے شک میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس آدمی کی

طرح ہے، جس نے بہت اچھے طریقے سے ایک گھر بنایا اور اسے ہر طرح سے مزین کیا، سوائے اس کے کہ ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ (چھوڑ دی) پھر لوگ اس کے چاروں طرف گھومتے ہیں اور (خوشی کے ساتھ) تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ اینٹ یہاں کیوں نہیں رکھی گئی؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: پس میں وہ (نبیوں کے سلسلے کی) آخری اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (صحیح بخاری: ۳۵۳۵، صحیح مسلم: ۲۲/۲۲۸۶، دار السلام: ۵۹۶۱) یہ حدیث دوسری بہت سی کتابوں میں بھی ہے۔ مثلاً دیکھئے:

مسند احمد (۲/۳۹۸ ح ۹۱۶) السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۳۲۲) صحیح ابن حبان (الاحسان: ۶۲۰۵) اور شرح السنۃ للبخاری (۱۳/۲۰۱-۲۰۲ ح ۳۶۲۱) وقال: هذا حديث متفق على صحته (وغیرہ۔

۲/۱۵) مشہور ثقہ تابعی امام ہمام بن منبہ بن کامل الصنعانی البیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۲ھ) کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر [کے کمرے] بنائے اور انھیں خوب آراستہ پیراستہ کر کے مکمل کر دیا، لیکن گھروں [یعنی کمروں] کے کناروں میں سے ایک کنارے پر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ اب تمام لوگ آتے ہیں اور (عمارت کو) چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں، اور وہ عمارت انھیں تعجب میں ڈالتی ہے، لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ جس سے اس (عمارت) کی تعمیر مکمل ہو جاتی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ہی وہ اینٹ ہوں۔“

(الصحيحه الصحيحه، حيفه همام بن منبه مترجم ص ۳ ح ۲، دوسرا نسخہ ص ۶۶-۶۸، تیسرا نسخہ ص ۲۸، چوتھا نسخہ ص ۷، صحیح مسلم ۲۱/۲۲۸۶، دار السلام: ۵۹۶۰، مسند احمد ۲/۳۱۲ ح ۸۱۰۱، شرح السنۃ للبخاری ۱۳/۱۹۹ ح ۳۶۱۹) وقال: هذا حديث متفق على صحته

۲/۱۶) امام عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خوبصورت عمارت تعمیر کرنے کی مرفوع حدیث مذکور ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ

نے فرمایا: ”فكنت أنا تلك اللبنة“ پس میں وہ آخری اینٹ ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۰/۲۲۸۶، دارالسلام: ۵۹۵۹، مسند احمد: ۲/۲۳۴، مسند الحمیدی تحقیقی: ۱۰۳۳، دوسرا نسخہ: ۱۰۳۷)

۴/۱۷) عبد الرحمن بن یعقوب رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فضلت على الأنبياء بست: أعطيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب وأحلت لي الغنائم وجعلت لي الأرض طهوراً ومسجداً وأرسلت إلى الخلق كافة وختم بي النبيون.))

مجھے انبیاء پر چھ فضیلتیں عطا کی گئی ہیں:

۱: مجھے جوامع الکلم (جامع کلام) عطا کیا گیا۔

۲: رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔

۳: میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا۔

۴: میرے لئے زمین کو پاک کرنے والی اور مسجد بنایا گیا۔

۵: مجھے ساری مخلوق (تمام انسانوں اور جنوں) کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا۔

۶: اور میرے ساتھ نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۵۲۳، دارالسلام: ۱۱۶۷، مسند احمد

۲/۴۱۱، سنن ترمذی: ۱۵۵۳، وقال: هذا حديث حسن صحيح)

۵/۱۸) ابو حازم سلمان الأشجعی الکوفی رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((وانه لا نبي بعدي.)) اور بے شک میرے بعد کوئی نبی

نہیں۔ (صحیح بخاری: ۳۳۵۵، صحیح مسلم: ۱۸۴۲، دارالسلام: ۴۷۷۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((كلما ذهب نبي خلفه نبي وإنه ليس كائناً فيكم نبي بعدي.)) جب بھی ایک

نبی جاتا تو اس کے بعد دوسرا نبی آتا تھا اور میرے بعد تم میں کوئی نبی (پیدا) نہیں ہوگا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۸/۱۵، ۳۷۹۷۲۷۷، سندہ صحیح)

۶/۱۹) عبد اللہ بن ابراہیم بن قارظ رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (( فباني آخر الأنبياء وإن مسجدي آخر المساجد )) پس بے شک میں آخری نبی ہوں اور بے شک میری مسجد آخری مسجد (ہے) جسے کسی نبی نے خود تعمیر کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۰۷/۱۳۹۳، دار السلام: ۶۱/۳۳۷)

آخر المساجد کی تشریح میں حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۶ھ) نے لکھا ہے: ”فربط الكلام بفاء التعليل مشعراً بأن مسجده إنما فضل على المساجد كلها لأنه متأخر عنها و منسوب إلى نبي متأخر عن الأنبياء كلهم في الزمان.“ پس آپ نے فاء تعلیل کے ساتھ یہ بتانے کے لئے کلام مربوط کیا کہ آپ کی مسجد اس وجہ سے تمام مساجد پر فضیلت رکھتی ہے، کیونکہ یہ ان کے بعد ہے اور تمام انبیاء کے بعد آنے والے نبی آخر الزمان کی طرف نسبت رکھتی ہے۔

(المفہم لما اشکل من تخیص کتاب مسلم ۵۰۶/۳ ج ۱۳۶۶)

قاضی عیاض المالکی اور محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی دونوں نے اس حدیث سے یہ مراد لی کہ آپ ﷺ کی مسجد دوسری مسجدوں سے افضل ہے۔

(اکمال المعلم بقوائد مسلم ۵۱۲/۳، اکمال الکمال المعلم ۵۰۹/۳)

آخر الانبیاء کی نسبت سے آخر المساجد کا صرف یہی مطلب ہے کہ آخر مساجد الانبیاء، اس کے علاوہ دوسرا کوئی مطلب ہو ہی نہیں سکتا اور نہ ایسا معنی سلف صالحین کے کسی مستند عالم سے ثابت ہے۔

۲۰/۷-۸) ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف اور ابو عبد اللہ الاغر (دوتابعین) کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”فبان رسول اللہ ﷺ آخر الأنبياء وإن مسجده آخر المساجد.“ پس بے شک رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی مسجد (مساجد انبیاء میں سے) آخری مسجد ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۰۷/۱۳۹۳، دار السلام: ۶۱/۳۳۷، سنن نسائی: ۶۹۵، الکبریٰ ل: ۶۸۳)

نیز دیکھئے حدیث سابق: ۱۹

۹/۲۱) امام سعید بن المسیب کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَمْ يَبْقَ مِنَ النَّبُوءَةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ.)) نبوت میں سے سوائے مبشرات کے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ لوگوں نے کہا: مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ((الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ.)) نیک خواب۔ (صحیح بخاری: ۶۹۹۰)

۱۰/۲۲) جعصہ بن مالک رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّهُ لَيْسَ يَبْقَى بَعْدِي مِنَ النَّبُوءَةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ.)) بے شک میرے بعد نبوت میں سے اچھے خواب کے علاوہ کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ (موطأ امام مالک، روایت: بخاری ۹۵۶/۲-۹۵۷ ج ۱۸۳، وسندہ صحیح، ردیۃ ابن القاسم تحقیقی ص ۳۱۵ ج ۱۲، سنن ابی داؤد: ۵۰۱۷ صحیحہ الحاکم ۴/۳۹۰-۳۹۱ ج ۸۱۷ ووافقہ الذہبی)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ختم نبوت والی حدیث کو دس تابعین نے روایت کیا ہے:

- ۱: ابوصالح السمان
- ۲: ہمام بن منبہ
- ۳: عبدالرحمن بن ہرمل الاعرج
- ۴: عبدالرحمن بن یعقوب
- ۵: ابو حازم الاشجعی
- ۶: عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ
- ۷: ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف
- ۸: ابو عبد اللہ الاغر
- ۹: سعید بن المسیب
- ۱۰: جعصہ بن مالک

ثابت ہوا کہ یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متواتر ہے۔

۲۳) سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

نبی ﷺ نے ایک بہترین اور مکمل گھر (محل) کی مثال کونیوں کی مثال قرار دیا۔ جس کی ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فأنا موضع اللبنة، جنت فخرت الأنبياء عليهم السلام))۔ پس میں اس اینٹ کی جگہ ہوں، میں آیا تو انبیاء ﷺ کا سلسلہ ختم کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۲۲۸۷، دارالسلام: ۵۹۶۳)

یہ حدیث مختصراً صحیح بخاری (۳۵۳۳) میں بھی موجود ہے۔

(۲۴) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي))

بے شک رسالت اور نبوت منقطع (یعنی ختم) ہوگئی، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۲۲۷۲ وقال: "هذا حديث صحيح غريب من هذا الوجه" وسندہ صحیح، مسند احمد ۳/۳۶۷ و صحیح الجامع ۳/۳۹۱ علی شرط مسلم ووافقه الذہبی)

اس صحیح حدیث پر قادیانیوں کی جرح کے جواب کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی

مقالات (۳/۲۸۵-۲۸۹)

(۲۵) صحابیہ ام کرز الکعبیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ((ذهب النبوة و بقيت المبشرات))۔ نبوت ختم ہوگئی اور مبشرات (نیک خواب) باقی رہ گئے۔ (مسند الحمیدی تحقیقی: ۳۳۹ وسندہ حسن، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۶، مسند احمد ۶/۳۸۱، سنن دارمی ۲/۱۲۳ ح ۲۱۳۲، صحیح ابن حبان الاحسان: ۶۰۱۵ وغیرہ)

بوصیری نے زوائد ابن ماجہ میں کہا: "إسناده صحيح و رجاله ثقات" (۳۸۹۶ ح)

(۲۶) سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما دونوں جب سیدہ ام ایمن (برکہ رضی اللہ عنہا) حاضہ النبی ﷺ کے پاس گئے تو ام ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور فرمایا: "ولكن أبكى أن الوحي قد انقطع من السماء." اور لیکن میں روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا آنا منقطع (ختم) ہو گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۵۳، دارالسلام: ۶۳۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۵)

پھر وہ دونوں بھی ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ رونے لگے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

(۲۷) سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرمایا: ”مات صغيراً و لو قضي أن يكون بعد محمد ﷺ نبي عاش ابنه و لكن لا نبي بعده“ وہ بچپن میں ہی وفات پا گئے اور اگر محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو آپ کے بیٹے زندہ رہتے، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح بخاری: ۶۱۹۴)

(۲۸) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے (مرضِ وفات میں) فرمایا: ((أيها الناس! إنه لم يبق من مبشرات النبوة إلا الرؤيا الصالحة يراها المسلم أو ترى له.)) اے لوگو! مبشرات میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا، سوائے اچھے خواب کے جسے کوئی مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۷۹، دار السلام: ۱۰۷۳)

(۲۹) سیدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی سند سے سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(( ذهبت النبوة فلا نبوة بعدي إلا المبشرات ))

نبوت ختم ہو گئی، پس میرے بعد کوئی نبوت نہیں، سوائے مبشرات کے۔ پوچھا گیا: مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اچھا خواب جو آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

(العجم الكبير للطبرانی ۳/۱۷۹ ح ۳۰۵۱ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے مجمع الزوائد (۷/۱۷۳)

(۳۰) سیدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ اللیثی الکنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبوت نہیں، سوائے مبشرات کے... نیک خواب۔

(مسند احمد ۵/۳۵۲ ح ۲۳۷۹۵ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے موسوعہ حدیثیہ لمسند الامام احمد (۳۹/۲۱۳-۲۱۴)

(۳۱) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

(( لا يبقى بعدي من النبوة شيء إلا المبشرات ))

میرے بعد نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، سوائے مبشرات کے۔  
لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: نیک خواب جسے آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

(مسند احمد ۶/ ۲۹ ج ۲۴۹۷ سنده حسن، شعب الايمان للمبقي ۵۰: ۴، زوائد البر ۲۱۸)

بطور فائدہ عرض ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اسے (دجال کو) قتل کریں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام عادل امام اور انصاف کرنے والے حکمران بن کر زمین میں چالیس سال رہیں گے۔

(مسند احمد ۶/۷۵ ج ۲۴۶، سند حسن، موسوعہ حدیثیہ ۴۱/۱۵-۱۶، ویکی بن ابی کثیر صرح بالسماع)

(۳۲) سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(( مثلي و مثل النبين من قبلي كمثل رجل بنى داراً فاتمها إلا لبنة واحدة، فجئت أنا فاتممت تلك اللبنة. )) میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے ایک مکمل گھر بنایا، سوائے ایک اینٹ کے۔

پس میں آگیا تو میں نے اس اینٹ (کی جگہ) کو مکمل کر دیا۔

(مسند احمد ۳/۹۷۱، صحيح مسلم ۲۲/۲۲۸۶، دار السلام: ۵۹۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/۳۹۹، ج ۶۰/۳۱۷)

فائدہ: صحیحین میں مدلسین کی معصن روایات بھی سماع و متابعات معتبرہ پر محمول ہیں اور اس بات کو تلقی بالقبول حاصل ہے، لہذا صحیحین کی کسی حدیث پر تدلیس کا اعتراض صحیح نہیں بلکہ غلط ہے۔ والحمد للہ

(۳۳) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أنا أولى الناس بعيسى ابن مريم فى الأولى والآخرة.)) میں دنیا اور آخرت میں عیسیٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: ((الأنبياءِ اخوة من علالت و أمهاتهم شتى و دينهم واحد فليس يميننا نبى.)) انبیاءِ علاقائی بھائی ہیں، ان کی شریعتیں علیحدہ ہیں اور دین ایک ہے، پس



(صحیفہ ہمام: ۱۳۳، صحیح مسلم: ۲۳۶۵، دارالسلام: ۶۱۳۲)

اور میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۴۳/۲۳۶۵، دارالسلام: ۶۱۳۱)

اس حدیث سے دو باتیں صاف ثابت ہیں:

۱: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں تھے۔

۲: سیدنا محمد ﷺ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے (آسمان سے) نزول تک کوئی نبی نہیں ہوگا اور دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول از آسمان کے بعد قیامت تک بھی کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

(۳۴) سیدنا عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إني عند الله لخاتم النبيين وإن آدم عليه السلام لمنجدل في طينته...)) میں اللہ کے ہاں (تقدیر میں) خاتم النبیین (آخری نبی) تھا اور آدم علیہ السلام اس وقت مٹی سے وجود میں نہیں آئے تھے۔ (مسند احمد ۲/۱۲۷ ج ۱۵۰ و اسندہ حسن وأخطأ من ضعفه، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۳۰۳، مستدرک الحاکم ۲/۶۰۰)

۳۵) سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ((یا علی! أنت منی بمنزلة هارون من موسى إلا أنه ليس بعدي نبی...)) اے علی! تمہارا میرے ساتھ وہی مقام ہے جو ہارون کا موسیٰ (علیہ السلام) سے تھا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (خصائص علی الامام النسائی: ۶۳، سندہ صحیح)

نیز دیکھئے مسند احمد (۶/۳۳۸) فضائل الصحابہ للامام احمد (۱۰۲۰) مصنف ابن ابی شیبہ (۶۰/۱۲) اور الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم (۱۳۳۶) وغیرہ۔

۳۶) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ((ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي))

کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا میرے ساتھ وہ مقام ہو جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا، سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ۱۹۶/۷، وسندہ صحیح)

اس حدیث کے راوی عباس بن محمد الجاشعی رحمہ اللہ تھے۔ رحمہ اللہ

۳۷) سیدنا ابوقتیلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے دوران، لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا: (( لا نبی بعدی ولا امة بعدکم )) میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی (دوسری) اُمت نہیں۔ (الآحاد والثانی لابن ابی عاصم ۲۵۲/۵ ح ۷۹۷۲) یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

المعجم الکبیر للطبرانی (۲۲/۳۱۶ ح ۷۹۷) مسند الشامین (۲/۱۹۳-۱۹۴ ح ۱۱۷۳) اور السلسلۃ الصحیحہ للالبانی (۷/۷۰۷ ح ۳۲۳۳) وغیرہ۔

اس حدیث کے بارے میں تین فوائد پیش خدمت ہیں:

۱: بقیہ بن الولید اگرچہ صدوق مدلس تھے، لیکن بحیر بن سعد سے ان کی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے، کیونکہ یہ باب الروایۃ عن الکتاب میں سے ہے اور بقیہ رحمہ اللہ کی یہ روایت بحیر بن سعد ہی سے ہے، لہذا صحیح ہے۔

ابن عبدالبہادی نے فرمایا: ”ورواۃ بقیۃ عن بحیر صحیحۃ، سواء صرح بالحديث أم لا.“ بقیہ (بن الولید) کی بحیر (بن سعد) سے روایت صحیح ہوتی ہے، چاہے وہ سماع کی تصریح کریں یا نہ کریں۔ (تعلیق علی العلل لابن ابی حاتم ص ۱۲۴ ح ۱۲۳/۳۵)

۲: ابوقتیلہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ دیکھئے تجرید اسماء الصحابة للذہبی (۲/۱۹۳ تا ۲۲۳۵)

۳: محمد بن الحسین الازدی کی کتاب: الکافی من لا یعرف لہ اسمہ میں (بغیر سند کے) اس روایت میں بقیہ کے بحیر بن سعد سے سماع کی تصریح ہے۔ (۱/۱۳۵ ح ۵۵، شاملہ) لیکن یہ تصریح دو وجہ سے مردود ہے:

اول: ازدی بذاتِ خود ضعیف متروک بلکہ خت مجروح ہے۔

دوم: یہ متصل سند سے موجود نہیں۔

۳۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمھارا وہی مقام ہو جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا، سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (کشف الاستار عن زوائد المعز ۱/۳، ۱۸۵ ج ۲۵۲، سند حسن)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث کے لئے دیکھئے فقرہ سابقہ: ۲۸

۳۹) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((بعثت أنا والساعة كهاتين)) میں اور قیامت ان دونوں (انگلیوں) کی طرح

(نزدیک نزدیک) بھیجے گئے ہیں۔ (صحیح بخاری: ۶۵۰۳، صحیح مسلم: ۲۹۵۱، دارالسلام: ۷۴۰۴)

دو انگلیوں سے مراد سبابہ اور درمیانی انگلی ہیں۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۷۴۰۵)

اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حبان نے فرمایا:

”أراد به أني بعثت والساعة كالسبابة والوسطى من غير أن يكون بيننا نبي

آخر لأنني آخر الأنبياء وعلني أمتي تقوم الساعة.“

اس حدیث سے آپ کی مراد یہ ہے کہ میں اور قیامت اس طرح مبعوث کئے گئے ہیں جس

طرح سبابہ (شہادت والی انگلی) اور درمیانی انگلی ہیں، ہمارے درمیان دوسرا کوئی نبی

نہیں، کیونکہ میں آخری نبی ہوں اور میری امت پر ہی قیامت قائم ہوگی۔

(صحیح ابن حبان، الاحسان ۱۵/۱۳ ج ۶۲۴۰، پرانا نسخہ: ۶۲۰۶)

۴۰) عبدالرحمن بن آدم کی سند کے ساتھ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا:

(تمام) انبیاء، علاتی بھائی ہیں، ان کا دین ایک ہے اور ان کی مائیں (شریعتیں) جدا جدا ہیں

اور لوگوں میں سب سے زیادہ میں عیسیٰ بن مریم کے نزدیک ہوں، کیونکہ میرے اور ان کے

درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ نازل ہونے والے ہیں... الخ

(مسند احمد ۲/۴۳۷ ج ۹۶۳۰، سند صحیح، قتادہ صرح بالسماع، صحیح ابن حبان، الاحسان ۸۴/۶۷۷، دائرۃ منہ)

نیز دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج ۱ ص ۱۰۷-۱۰۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دیگر روایات کے لئے دیکھئے فقرات سابقہ: ۱۴-۲۲، ۳۳،  
فہم حدیث کے لئے دیکھئے فقرہ سابقہ: ۳۳

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں، مثلاً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”وإن الوحي قد انقطع“ اور بے شک وحی (کا آنا) منقطع ہو گیا ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۶۴۱)

قارئین کرام! قرآن مجید کی آیت مذکورہ (و دیگر آیات) نیز احادیث مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے دور سے لے کر قیامت تک، کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور اسی پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، لہذا ختم نبوت بمعنی آخری نبی کا انکار کرنے والا کافر و مرتد اور امت مسلمہ سے خارج ہے۔

ختم نبوت کی احادیث بیان کرنے والے صحابہ کرام کے نام حروفِ تہجی کی ترتیب سے مع حوالہ جات درج ذیل ہیں:

- ۱: ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ۳۰
- ۲: ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ ۱۰-۱۱
- ۳: ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ۲۶
- ۴: ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ۳۲
- ۵: ابو قتیلہ رضی اللہ عنہ ۳۷
- ۶: ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ ۹
- ۷: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۴-۲۲، ۳۳، ۴۰
- ۸: اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ۳۵
- ۹: ام ایمن رضی اللہ عنہا ۲۶
- ۱۰: ام کرز الکعبیہ رضی اللہ عنہا ۲۵
- ۱۱: انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۳۹، ۴۳
- ۱۲: ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ ۱۲

- ۱۳: جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ ۲۳
- ۱۴: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ ۷
- ۱۵: حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ ۲۹
- ۱۶: حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ۸
- ۱۷: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۶-۲
- ۱۸: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۳۱
- ۱۹: عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ۲۷
- ۲۰: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۳۸، ۲۸
- ۲۱: عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ ۳۴
- ۲۲: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ۱۳
- ۲۳: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۳۶
- ۲۴: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۲۶

یہ وہ عقیدہ ہے، جس پر صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین اور سلف صالحین کا اجماع رہا ہے اور اسی عقیدے کی بنیاد پر مسلمہ کذاب اور دوسرے مدعیان نبوت کو قتل کیا گیا تھا۔

ختم نبوت والی متواتر احادیث اور اس مسئلے پر امت مسلمہ کے اجماع کے بعد عرض ہے کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قیامت سے پہلے، آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے:

۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثم ينزل عيسى بن مريم عليه السلام من السماء...)) پھر عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے نازل ہوں گے۔ الخ (البحر الزاخر ۱/۹۶ ج ۹۶۴ و عندہ بعدہ: فيوم الناس، كشف الاستار عن

روايت البخاري ۱۴۲-۱۴۳ ج ۳۹۶ و عندہ بعدہ: فيقوم الناس، مجمع الزوائد ۳/۳۴۹)

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۱۱۱-۱۱۲)

حدیث کے لفظ فی قوم کا مطلب یہ ہے کہ لوگ (نماز پڑھنے کے لئے) کھڑے ہو جائیں گے۔ فیوم کا مطلب یہ ہے کہ نزول از سماء والے دن کے بعد باقی نمازوں میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام امامت فرمائیں گے، لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

۲: سیدنا نواس بن سماعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ... اچانک اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا، وہ شہر دمشق کے مشرق کی طرف سفید منارے کے پاس دو چادریں لپیٹے، اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے نازل ہوں گے۔ الخ (صحیح مسلم: ۲۹۳۷، تحقیقی مقالات ۱/۱۱۷)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) دو فرشتوں کے پروں پر دونوں ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔

۳: نبی ﷺ جب معراج والی رات آسمان پر تشریف لے گئے تو آپ کے سامنے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (ناصری اسرائیلی) نے فرمایا: میرے ساتھ قیامت سے قبل (نزول) کا وعدہ کیا گیا ہے، لیکن اس کا وقت اللہ کو ہی معلوم ہے۔

پھر انھوں نے دجال کے خروج کا ذکر کیا اور فرمایا: میں نازل ہو کر اسے قتل کروں گا۔ الخ

(سنن ابن ماجہ: ۴۰۸۱ و سندہ صحیح، تحقیقی مقالات ۱/۱۲۱-۱۲۲)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہی آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

۴: قرآن مجید میں آیا ہے: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ اور اہل کتاب میں سے ہر ایک اس پر ضرور ایمان لائے گا اُس کی موت سے پہلے۔

(النساء: ۱۵۹)

اس آیت کی تشریح میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”موت عیسیٰ“ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۴/۵۱۳ و سندہ حسن)

مشہور فقیہ و مجتہد اور امیر المؤمنین فی الحدیث جلیل القدر صحابی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس آیت سے نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر استدلال کیا۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۳۳۳۸، صحیح مسلم: ۱۵۵، ترمذی: ۳۹۰)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ الزخرف کی آیت: ﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ کی تشریح میں فرمایا: ”خروج عیسیٰ قبل یوم القیامۃ“ قیامت سے پہلے عیسیٰ (علیہ السلام) کا خروج۔

(صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۷۷۸، دوسرا نسخہ: ۶۸۱۷)

اس کی سند صحیح ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۸۶)

اس آیت کی تشریح میں مشہور ثقہ تابعی اور امام: حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

”قبل موت عیسیٰ، واللہ إنه الآن لحي عند الله و لكنه إذا نزل آمنوا به أجمعون“ عیسیٰ کی موت سے پہلے، اللہ کی قسم! وہ اب اللہ کے پاس (آسمان پر) زندہ ہیں، لیکن جب وہ نازل ہوں گے تو (اس زمانے کے بقیہ) سارے (اہل کتاب) ان پر ایمان لے آئیں گے۔ (تفسیر ابن جریر الطبری ۳/۲۵۳ ح ۱۰۸۲۲، وسندہ صحیح)

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے ﴿إِنِّي مُتَوَقِّئُكَ﴾ کی تشریح میں فرمایا: ”متوَقِّئُكَ مِنَ الْأَرْضِ“ تجھے (میں) زمین سے اٹھانے والا ہوں۔

(تفسیر طبری ۳/۲۳۳ ح ۱۲۸، وسندہ صحیح، تفسیر عبدالرزاق ۱/۱۲۹ ح ۴۰)

موثق عندا الجہو اور صدوق حسن الحدیث تبع تابعی مطرب بن طہمان الوراق نے فرمایا:

”متوَقِّئُكَ مِنَ الدُّنْيَا و ليس بوفاة موت“ تجھے دنیا سے اٹھانے والا ہوں اور یہ موت والی وفات نہیں۔ (تفسیر طبری ۳/۲۳۳ ح ۱۲۸، وسندہ صحیح)

خیر القرون میں کوئی بھی ان کا مخالف معلوم نہیں، لہذا اس پر اجماع ہے کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم الناصری علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت سے پہلے نازل ہوں گے۔

مشہور مفسر ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۵ھ) نے فرمایا:

”وأجمعت الأمة على ما تضمنه الحديث المتواتر من أن عيسى في

السماء وأنه ينزل في آخر الزمان۔“ حدیث متواتر کے اس مضمون پر امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور وہ آخری زمانے میں آسمان سے نازل ہوں گے۔ (تفسیر البحر المحیط ج ۲ ص ۳۹۷)

آخری عمر میں حق کی طرف رجوع کرنے والے ابو الحسن الاشعری رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۹ھ) نے اپنی مشہور کتاب ”الابانۃ عن أصول الديانة“ میں فرمایا:

”وأجمعت الأمة على أن الله عز وجل رفع عيسى إلى السماء۔“ اور امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا ہے۔ (ص ۳۴)

یاد رہے کہ مستدرک للحاکم (۱/ ۱۱۶) وغیرہ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اجماع اُمت شرعی دلیل و حجت ہے، بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”الأصل قرآن أو سنة فإن لم يكن فقياس عليهما۔  
وإذا اتصل الحديث عن رسول الله (ﷺ) وصح الإسناد (به) فهو سنة۔  
والاجماع أكبر من الخبر المنفرد۔

والحديث على ظاهره۔

وإذا احتمل المعاني فما أشبه منها ظاهر الأحاديث أو لاها به۔

وإذا تكافأت الأحاديث فأصحها إسناداً أو لاها۔“

☆ قرآن و سنت اصل ہیں، پھر اگر (معلوم) نہ ہو تو ان دونوں پر قیاس ہے۔

☆ جب رسول اللہ ﷺ تک حدیث متصل ہو اور سند صحیح ہو تو یہ سنت ہے۔

☆ اجماع خبر واحد سے بڑا ہے۔

☆ حدیث اپنے ظاہر پر رہتی ہے اور اگر کئی معنوں کا احتمال ہو تو احادیث کے ظاہر سے

مشابہ ہی اولیٰ (سب سے رائج) ہے اور اگر حدیثیں برابر ہوں تو زیادہ صحیح سند والی حدیث

رائج ہے۔ (آداب الشافعی و مناقب لابن ابی حاتم ص ۱۷۷-۱۷۸، دندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۲۳۱-۲۳۲)



اجماع کے بارے میں امام شافعی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ خبر واحد کی غلط تاویل ہو سکتی ہے، لیکن اجماع کی تاویل نہیں ہو سکتی، لہذا اجماع خبر واحد سے بلحاظ صراحت بڑا ہے۔  
○ دلائل صحیحہ متواترہ کے بعد بطور الزامی دلیل عرض ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنا ایک اہم اصول درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

”و القسم يدل على أن الخبر محمول على الظاهر لا تأويل فيه ولا استثناء  
والافاقى فائدة كانت في ذكر القسم فتدبر كالمفتشين المحققين.“  
(حملة البشرى ص ۵۱، روحانی خزائن ج ۷ ص ۱۹۲)

اس عبارت کا لفظی ترجمہ درج ذیل ہے:  
اور قسم دلالت کرتی ہے اس پر کہ خبر ظاہر پر محمول ہے، اس میں تاویل نہیں اور نہ استثناء ہے، ورنہ قسم کے ذکر میں کیا فائدہ تھا؟ پس تفتیش کرنے والے محققین کی طرح تدبر کر۔  
اس مرزائی اصول سے معلوم ہوا کہ جس پیشین گوئی میں قسم کے الفاظ موجود ہوں تو وہ اپنے ظاہری الفاظ پر ہی محمول ہوتی ہے اور اس کی تاویل و استثناء غلط ہوتا ہے۔  
اس مرزائی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے دو حدیثیں پیش خدمت ہیں:  
اول: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((والذي نفسي بيده! اليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكماً مقسطاً  
فيكسر الصليب و يقتل الخنزير و يضع الجزية و يفيض المال حتى لا  
يقبله أحد.)) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ضرور عنقریب تم میں  
ابن مریم حاکم، عادل بن کرنازل ہوں گے، پھر وہ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں  
گے، جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال کی فراوانی ہوگی حتیٰ کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔  
(صحیح بخاری: ۲۲۲۲، صحیح مسلم: ۱۵۵، سنن ترمذی: ۲۲۳۳، وقال: ”هذا حديث حسن صحيح“ میری کتاب: تحقیقی

مقالات ج ۱ ص ۱۰۰-۱۰۱)

دوم: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((واللہ! لنزلن ابن مریم حکماً عادلاً...))

اللہ کی قسم! ابن مریم ضرور عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے...

(صحیح مسلم: ۱۵۵، تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۱۰۴-۱۰۵)

۶: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ (سیدنا) عیسیٰ علیہ السلام زمین میں

چالیس سال رہیں گے۔ دیکھئے فقرہ سابقہ: ۳۱

۷: کسی ایک صحیح یا حسن لذاتہ حدیث میں یہ قطعاً موجود نہیں کہ عیسیٰ بن مریم یا مسیح موعود

(آسمان سے) نازل نہیں ہوں گے، بلکہ اُمت میں پیدا ہوں گے۔!!!

اگر ایسی کوئی حدیث کسی قادیانی کے پاس موجود ہے تو پیش کرے، ورنہ کفر و ارتداد

سے سچی اور واضح توبہ کر کے صحیح العقیدہ مسلمان ہو جائے۔ وما علینا الا البلاغ

(۲۱/اپریل ۲۰۱۲ء)

## قادیانیوں کی مستدل مردود روایات اور ان کا رد

مسلمانوں کو درغلانے، گمراہ کرنے اور مرتد بنانے کے لئے قادیانی و مرزائی ”حضرات“ کچھ روایات بھی پیش کرتے ہیں جو کہ اصول حدیث کی رو سے باطل اور ناقابلِ حجت ہوتی ہیں، لہذا اس مضمون میں قادیانیوں مرزائیوں یعنی ختم نبوت کے منکرین کی مستدل ضعیف، مردود اور موضوع روایات مع رد پیش خدمت ہیں:

(۱) ”ولا مہدی إلا عیسیٰ بن مریم“

اور عیسیٰ بن مریم کے علاوہ کوئی مہدی نہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۹)

اس روایت کی سند چار وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

اول: حسن بصری مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے۔

جس راوی کا مدلس ہونا بالاتفاق یا جمہور محدثین سے ثابت ہو، چاہے وہ حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کے طبقہ ثانیہ میں مذکور ہو یا طبقہ اولیٰ میں، صحیح بخاری و صحیح مسلم کے علاوہ ہر کتاب میں اس مدلس کی عن والی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہے، جیسا کہ امام شافعی کے اصول اور محدثین کرام کی تخصیصات سے ثابت ہے اور سنن ابن ماجہ والی اس روایت میں سماع کی تصریح موجود نہیں۔

دوم: محمد بن خالد الجندی مجہول ہے اور امام یحییٰ بن معین سے باسند صحیح اس کی توثیق ثابت نہیں۔

سوم: سند میں (اضطراب والا) اختلاف بھی ہے۔

چہارم: ابان بن صالح نے حسن بصری سے نہیں سنا، لہذا یہ سند منقطع بھی ہے۔

اس روایت پر مزید جرح کے لئے دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (۵۱۸، ۵۱۶/۴)

(۲) ”ولو عاش لکان صدیقاً نبیاً“ اور اگر (ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ) زندہ

رہتے تو صدیق نبی ہوتے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۱)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

اول: اس کا بنیادی راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی جمہور محدثین کے نزدیک سخت مجروح ہے۔ اس کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: ”منکر الحدیث“

(سنن ترمذی: ۱۰۲۶)

امام نسائی نے فرمایا: ”متروک الحدیث“ (کتاب الضعفاء المتروکین: ۱۱)

امام شعبہ نے فرمایا: ”کذب واللہ! اللہ کی قسم! اس نے جھوٹ بولا ہے۔“

(العلل ۱۲۱۲ امام احمد: ۳۶۲، وسند صحیح)

قدوری حنفی نے لکھا ہے: ”و لأن أبا شيبه إبراهيم بن عثمان قاضي واسط كذاب“ اور کیونکہ بے شک واسط کا قاضی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کذاب ہے۔

(الترغید للقدوری ۱/۲۰۳ فقرہ: ۶۳۲)

جمہور محدثین کی جرح کے بعد یزید بن ہارون وغیرہ بعض علماء کا ابو شیبہ کی تعریف کرنا جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے، لہذا عبد الرحمن خادم قادیانی کا اپنی پاکٹ بک (ص ۲۶۹-۲۷۰) میں اس راوی کا دفاع کرنا اصول حدیث اور اسماء الرجال کی رو سے غلط ہے۔

دوم: حکم بن عتیبہ مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے، اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ حدیث حکم بن عتیبہ نے مقسم سے سنی تھی۔

عبد الرحمن خادم قادیانی نے اس روایت کے تین شواہد پیش کئے ہیں:

پہلی روایت: ”دوسری حدیث: علامہ قسطلانی نے حضرت انس بن مالک سے ایک روایت نقل کی ہے وَقَدْ رَوَى مِنْ حَدِيثِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَوْ بَقِيَ يَعْنِي إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَكَانَ نَبِيًّا وَلَكِنْ لَمْ يَبْقَ لِأَنَّ نَبِيَّكُمْ أَجْرُ الْأَنْبِيَاءِ. (مواہب اللدنیہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۰)

کہ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ (ابراہیم) باقی رہتا تو نبی ہو جاتا۔ اس کے آگے (ناقل) اپنی رائے لکھتا ہے کہ مگر وہ زندہ نہ رہا۔ کیونکہ ہمارے نبی ﷺ آخری نبی ہیں راوی کا اپنا اجتہاد حجت نہیں اور وہ کس قدر غلط ہے۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں گویا۔۔۔“ (پاکٹ بک ص ۲۷۱)

اس عبارت میں خادم قادیانی نے جھوٹ بولے ہیں:

☆ خادم قادیانی کا یہ کہنا کہ ”آنحضرت ﷺ نے فرمایا“ بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ اس روایت میں ”قال رسول اللہ ﷺ“ کے الفاظ نہیں۔

دیکھئے المواہب اللدنیہ للقسطلانی (طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱/ ۳۹۹، شرح المواہب اللدنیہ للزرقاتی طبع ایضاً ج ۳ ص ۳۵۳)

بلکہ زرقاتی نے لکھا ہے: ”موقوفاً علیہ“ یہ روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر موقوف (یعنی ان کا قول) ہے۔

اس موقوف روایت کو صراحت کے ساتھ مرفوع بنادینا خادم قادیانی کا کذب و افتراء ہے۔

☆ خادم قادیانی کا یہ کہنا: ”اس کے آگے (ناقل) اپنی رائے لکھتا ہے“ بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ یہ ناقل کی رائے نہیں بلکہ مذکورہ قول بیان کرنے والے صحابی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے، جیسا کہ المواہب اور اس کی شرح میں لکھا ہوا ہے۔

مواہب والے نے یہ قول حافظ ابو عمر (ابن عبد البر رحمہ اللہ) سے نقل کیا ہے اور ابن عبد البر کی کتاب: الاستیعاب فی اسماء الاصحاب میں پوری سند کے ساتھ یہ قول اسی طرح مکمل مذکور ہے۔ (طبع دار الفکر لبنان ۱/ ۴۳، ترجمہ ابراہیم ابن النبی رحمہ اللہ)

یاد رہے کہ قائل اپنے قول کو اور راوی حدیث اپنی روایت کو دوسروں کی بہ نسبت بخوبی جانتا ہے۔

تنبیہ: ابن عبد البر، قسطلانی اور زرقاتی والی روایت کے ایک بنیادی راوی ابو یوسف

یعقوب بن المبارک کی توثیق کہیں نہیں ملی اور جسے مل جائے تو مکتبہ الحدیث حضور ضلع انک کے پتے پر روانہ کرے تاکہ قادیانیوں کے خلاف دلائل متواترہ میں ایک اور روایت کا اضافہ ہو جائے۔

بعد میں تاریخ دمشق لابن عساکر (۱۳۴/۳-۱۳۵) میں اسی متن کے ساتھ دوسری سند مل گئی، جس میں یعقوب بن المبارک موجود نہیں۔ واللہ اعلم

ابن عساکر والی روایت میں بھی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا قول ”لَا نَنْبِيَكُمْ آخِرَ الْأَنْبِيَاءِ“ موجود ہے لہذا یہ موقوف اثر قادیانیوں کی دلیل نہیں بلکہ مسلمانوں کی دلیل ہے۔ واللہ اللہ دوسری روایت: ”وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ بِسَنَدِهِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّهُ لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ لَهُ مَرْضِعًا فِي الْحَنَةِ تُتِمُّ رِضَاعَهُ وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا.“ (قادیانی پاکت بک ص ۲۷۲ بحوالہ تاریخ ابن عساکر)

یہ روایت درج ذیل کتابوں میں محمد بن یونس الکدیمی کی سند سے موجود ہے:

دلائل النبوة للبیہقی (۲۸۹/۷، دوسرا ۲۲۹/۷ ج ۳۳۴)

تاریخ دمشق لابن عساکر (۱۳۴/۳)

محمد بن یونس الکدیمی البصری کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا:

”وكان يضع على الثقات، الحديث وضعا ولعله قد وضع أكثر من ألف حديث“ وہ حدیث گھڑ کر ثقہ راویوں کی طرف منسوب کرتا تھا اور شاید اس نے ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں گھڑی ہیں۔ (کتاب الحج و ص ۳۱۳، دوسرا صفحہ ۳۳۲)

ابن عدی نے اس کی گواہی دی کہ کدیمی حدیثیں وضع کرتا تھا۔

(دیکھئے الکامل لابن عدی ۶/۲۲۹۶، دوسرا صفحہ ۵۵۵)

دارقطنی اور جمہور نے اس پر شدید جرح کی اور جمہور کی اس جرح کے مقابلے میں اسماعیل الخطمی اور بعض الناس کی توثیق مردود ہے۔

کدیمی کے بارے میں قاسم المطر زرحمہ اللہ نے فرمایا: ”أنا أجهل بين يدي الله“

تبارک و تعالیٰ یوم القیامۃ و اقول: اِنَ ہذا کان یکذب علی رسولک و علی العلماء ” میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر (بطور گواہی) کہوں گا: بے شک یہ شخص (کذیبی) تیرے رسول اور علماء پر جھوٹ بولتا تھا۔

(سوالات الہی: ۴: ۷۷ سندہ صحیح)

امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ کے سامنے جب محمد بن یونس الکدیبی کی بیان کردہ بعض حدیثیں پیش کی گئیں تو انھوں نے فرمایا: ”لیس هذا حدیث اهل الصدق“ یہ سچے لوگوں کی حدیثیں نہیں ہیں۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۱۲۲/۸)

تیسری روایت: ”وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ مَرْفُوعًا لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ لَكَانَ نَبِيًّا.“ (پاکٹ بک ص ۲۷۲ بحوالہ ابن عساکر اور الفتاویٰ المدنیہ)

تاریخ دمشق لابن عساکر (۳/ ۱۳۸-۱۳۹) کی اس روایت میں ابو حمزہ الثمالی ثابت بن ابی صفیہ جمہور کے نزدیک مجروح راوی ہے اور حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”ضعیف رافضی“ (تقریب التہذیب: ۸۱۸)

الحسن بن ابی عبد اللہ الفراء کے حالات مطلوب ہیں اور حافظ احمد بن محمد بن سعید الکوفی یعنی ابن عقدہ رافضی چور ساقط العدالت ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۱/ ۴۷۷-۴۷۹)

ابن عقدہ کے بارے میں مشہور حنفی عالم ابو الحسین احمد بن محمد بن جعفر البغدادی القدوری (متوفی ۴۲۸ھ) نے لکھا ہے: ”وہو معروف بوضع الحديث“ اور وہ حدیثیں گھڑنے کے ساتھ مشہور ہے۔ (التقریب ص ۳۱۸-۱۳۸۲، فقرہ: ۶۰۴۱)

عبید بن ابراہیم النخعی کے حالات بھی مطلوب ہیں۔

ثابت ہوا کہ لکان نبیاء والی روایت اپنے تمام شواہد کے ساتھ سخت ضعیف، مردود اور موضوع ہے۔

۳) امام ابن ابی شیبہ نے فرمایا: ”حدثنا حسین بن محمد قال: حدثنا جریر بن حازم عن عائشة قالت: قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لانی بعدہ۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔  
(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱۰/۹ ج ۲۶۶۴۳)

یہ روایت سخت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ۵۷ھ میں فوت ہوئیں۔ (تقریب التہذیب: ۸۶۳۳)

اور جریر بن حازم ۷۰ھ میں فوت ہوئے۔ (تقریب التہذیب: ۹۱۱)

یعنی ۱۱۳ سال بعد، اور کسی دلیل سے جریر بن حازم رحمہ اللہ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دور میں پیدا ہونا بھی ثابت نہیں۔

۴) امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے فرمایا: ”حدثنا أبو أسامة عن مجالد قال: أخبرنا عامر قال قال رجل عند المغيرة بن شعبه: صلى الله على محمد خاتم الأنبياء لا نبي بعده. قال المغيرة: حسبك إذا قلت خاتم الأنبياء فإنا كنا نحدث أن عيسى خارج فإن هو خرج فقد كان قبله و بعده.“

عامر (الشعمی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک آدمی نے کہا: محمد خاتم الانبیاء (ﷺ) پر درود ہو، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مغیرہ نے کہا: جب تو نے خاتم الانبیاء کہہ دیا تو تیرے لئے یہی کافی ہے کیونکہ ہمیں بتایا جاتا تھا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) خروج فرمائیں گے، پس جب وہ خروج فرمائیں گے تو وہ آپ سے پہلے کے نبی ہیں اور بعد والے نبی بھی ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱۰/۹ ج ۲۶۶۴۵)

اس روایت کا راوی مجالد بن سعید الہمدانی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔

(دیکھئے مجمع الزوائد ۹/۴۱۶، اور تحقیقی مقالات ۳/۴۰۱)

اس ضعیف و مردود روایت سے بھی قادیانیوں کا رد ہوتا ہے کیونکہ اس میں بنی اسرائیل والے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی صراحت کے ساتھ دوبارہ خروج کا تذکرہ ہے، جب کہ قادیانی یہ کہتے ہیں کہ ”عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل نہیں ہوں گے بلکہ امت میں پیدا ہوں گے یا پیدا ہوئے ہیں“ اور پیدا ہونے والی بات کسی حدیث یا کسی صحیح العقیدہ مسلمان عالم



سے صراحتاً ثابت نہیں۔

(۵) ”لو كان موسى و عيسى حيين لما وسعهما إلا اتباعي“ (قادیانی پاکٹ بک ص ۲۰۰ بحوالہ تفسیر ابن کثیر، البیواقیت والجواہر، شرح الموابب اللدنیہ، فتح البیان اور طبرانی کبیر)

طبرانی کی الحکم الکبیر میں یہ روایت یقیناً موجود نہیں، لہذا عبد الرحمن خادم قادیانی نے طبرانی کبیر پر جھوٹ بولا ہے اور باقی تمام مذکورہ وغیرہ مذکورہ کتابوں میں یہ روایت بغیر کسی سند کے مذکور ہے اور بے سند روایت مردود ہوتی ہے۔

اگر کسی قادیانی کو حدیث کی کسی مستند کتاب میں اس روایت کی کوئی متصل اور صحیح سند مل جائے تو مکتبۃ الحدیث حضرو (انک) کے عنوان پر اطلاع روانہ کرے، ورنہ جان لے کہ جس طرح ختم نبوت کا انکار کرنا انسان کے دوزخی بننے کے لئے کافی ہے، اسی طرح نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولنا بھی موجب عذاب النار ہے۔

البحر المحیط، مدارج السالکین، بشارات احمدیہ، براہین احمدیہ اور شرح فقہ اکبر وغیرہ کتابوں میں بھی اس روایت کی کوئی سند موجود نہیں۔

تنبیہ: ایک روایت میں آیا ہے کہ ”لو كان موسى حيا ما وسعه إلا أن يتبعني“ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۳۱۲ ح ۲۶۳۲۱ شاملہ، والفظ لہ، مسند احمد موسوعہ حدیثیہ ۲/۴۶۸ ح ۱۴۶۳۱، مسند ابی یعلیٰ: ۲۱۳۵، سنن دارمی: ۴۴۹)

یہ روایت مجالد بن سعید (ضعیف عند الجمهور) کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کا کوئی شاہد بھی صحیح یا حسن نہیں۔ اس روایت کے ضعیف و مردود شواہد کے لئے دیکھئے ارداء الغلیل للالبانی (۱۵۸۹، وقال: ”حسن“!!)

ان شواہد کے الفاظ میں بھی بہت بڑا فرق ہے۔

(۶) ”و أخبرني أنه أخبره: أنه لم يكن نبي إلا عاش نصف عمر الذي قبله و أنه أخبرني أن عيسى ابن مريم عاش عشرين و مائة سنة و لا أراني إلا ذاهباً على

رأس الستين۔ “ اور (رسول اللہ ﷺ نے) مجھے حدیث سنائی، بے شک آپ کو (جبریل علیہ السلام نے) حدیث بیان کی: ہر نبی کے بعد جو دوسرا نبی آیا تو اس کی عمر پہلے نبی کی عمر کی آدمی تھی اور بے شک اس (جبریل علیہ السلام) نے مجھے حدیث بیان کی کہ بے شک عیسیٰ ابن مریم ایک سو تیس سال زندہ رہے اور میں یہی سمجھتا ہوں کہ میں ساٹھ ہجری کے شروع والے حصے میں (دنیا سے) جانے والا ہوں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/۴۱۷ ح ۱۰۳۱)

یہ روایت محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان الدبیاج عن أمه فاطمة بنت الحسين بن علی بن ابی طالب کی سند سے مروی ہے۔ محمد بن عبد اللہ الدبیاج سے راویوں کا اختلاف درج ذیل ہے:

☆ نافع بن یزید عن عمارة بن غزوة عن محمد بن عبد اللہ الدبیاج عن فاطمة بنت الحسين أن عائشة زوج النبي ﷺ كانت تقول: إلخ نافع بن یزید سے اسے سعید بن الحكم بن ابی مریم المصری نے بیان کیا اور سعید سے درج ذیل راویوں نے بیان کیا:

۱: عمر بن الخطاب (الآحاد والثانی لابن ابی عاصم: ۲۹۷۰)

۲: یوسف بن یزید (شرح مشکل الآثار: ۱۳۶، ۱۹۳)

۳: یحییٰ بن ایوب العلاف المصری وعنه الطبرانی فی المعجم الکبیر (۲۲/۴۱۷ ح ۱۰۳۱)

یحییٰ بن ایوب العلاف کی روایت میں اختلاف ہے۔ امام طبرانی نے ان سے اسی طرح روایت بیان کی لیکن ابوالحسن علی بن محمد المصری نے اسی سند سے ”أن أمه فاطمة بنت الحسين حدثته أن عائشة حدثتها أنها كانت تقول “إلخ کے متن سے بیان کی۔ (دلائل النبوة للبيهقي ۷/۱۶۶-۱۶۷ ح ۳۱۵۶، مجلسان من المالی ابی الحسن بن بشران ۳/۲۱۲ ح ۳)

یہ روایت ثقہ راویوں کی روایات اور نافع بن یزید کی کتاب سے نہیں ملتی، لہذا تصریح سامع والی روایت مرجوح ہے۔

۴: ابو خالد یزید بن سنان (الذریۃ الطاهر للذوالبی والدہ والابی فی نفعہ ضعیف: ۱۹۴)

۵: یعقوب بن سفیان الفارسی (تاریخ دمشق ۴۸۱/۴۷۷)

۶: محمد بن مسلم بن واره (تاریخ دمشق لابن عساکر ۴۸۱/۴۷۷، نیز دیکھئے الکفایہ ۱/۳۳۱)

یہ نافع بن یزید کی کتاب سے روایت ہے۔

۷: محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحیم البرقی (ائمید لابن عبد البر ۱۴۳/۲۰۰-۲۰۱)

☆ عبد اللہ بن لہیعۃ عن عمارۃ بن غزیۃ عن محمد بن عبد اللہ الدیباج

عن فاطمۃ بنت الحسین عن فاطمۃ بنت رسول اللہ ﷺ إلخ

(العلل للدارقطنی ۱۵/۱۷۵-۱۷۶، تفسیر طبری ۶/۳۹۸ ح ۷۰۳۲)

یہ سند منقطع ہے۔ فاطمہ بنت الحسین کی پیدائش سے پہلے سیدہ فاطمہ الزہراء وفات پا

گئی تھیں۔ رحمہم اللہ

☆ عبد الرحمن بن أبی الرجال الأنصاری عن محمد بن عبد اللہ الدیباج

عن أمہ فاطمۃ بنت الحسین عن أمہا (أي جدتها) فاطمۃ رضي اللہ

عنها۔ إلخ (العلل للدارقطنی ۱۵/۱۷۵، سوال ۳۹۳۲)

یہ سند بھی منقطع ہے۔

☆ امام ابن شاہین البغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”حدثنا عبد اللہ بن محمد

البغوي: ثنا سريج بن يونس: ثنا يوسف بن يعقوب الماجشوني عن محمد

ابن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان أن فاطمة رضي اللہ عنها قالت قال

رسول اللہ ﷺ ... “إلخ (فضائل فاطمہ لابن شاہین ۹)

اس روایت کی سند محمد بن عبد اللہ الدیباج تک صحیح ہے لیکن ان کے بعد سخت منقطع

ہے۔

خلاصۃ التحقيق یہ ہے کہ اس روایت میں دیباج کی والدہ فاطمہ بنت الحسین کے سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کی صراحت ثابت نہیں، لہذا شبہ انقطاع ہے۔

ہمارے علم کے مطابق کسی قدیم محدث نے اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیا، بلکہ حافظ

پیشی نے (تساہل ہونے کے باوجود) اسے ضعیف کہا۔

(مجمع الزوائد ۳۳/۹ قال: رواه الطبرانی باسناد ضعیف)

تنبیہ: محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان الدیباج پر بخاری، مسلم، ابن خزمہ، ابوالاحمد الحاکم اور حافظ ذہبی نے جرح کی ہے۔ (دیکھئے مقالات الحدیث ص ۳۳۰)

ابن الجارود اور ابن حبان سے بھی جرح نقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن ان کے مقابلے میں ابن حبان (الثقات ۷/ ۴۱۷ صحیح ابن حبان) ابن خزمہ (۲۶۳۰) حاکم (۱۶۵۳، ۵۲۶۰) عجل، دارقطنی (سنن الدارقطنی ۱/ ۲۶۲ ح ۵۱۷) ضیاء المقدسی (المختارہ ۴/ ۲۷۵ ح ۱۴۷۰) اور ذہبی نے توثیق کی ہے، لہذا یہ راوی قول راجح میں صدوق حسن الحدیث ہیں اور ان کی بیان کردہ یہ مضطرب روایت وہم، شاذ اور مردود ہے۔

اس ضعیف روایت کے معنوی شواہد درج ذیل ہیں:

۱: عن زید بن أرقم رضي الله عنه بلفظ: ما بعث الله نبياً إلا عاش نصف عمر الذي قبله. (كشف الاستار: ۲۳۳۱، تاریخ الکبیر للبخاری ۷/ ۲۳۳-۲۳۵، اکال لابن عدی ۶/ ۲۱۰۲، حلیۃ الاولیاء ۵/ ۶۸ و عند الدیلمی ۴/ ۲۸ کا بلغنی، مشکل الآثار للطحاوی ۵/ ۲۰۰ ح ۱۹۳۸)

نیز دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ للالبانی (۹/ ۲۲۲ ح ۴۳۳۲) کنز العمال (۱۱/ ۳۲۵۹ ح ۳۲۵۹) اور مقالات الحدیث (ص ۳۳۵-۳۳۶)

اس روایت کی سند عبید بن اسحاق العطار (متروک راوی) کی وجہ سے سخت ضعیف و مردود ہے۔

۲: عبد الكريم بن يعقوب (!) عن جابر عن أبي الطفيل عن عائشة عن فاطمة. (المجموع الكبير للطبرانی ۲۲/ ۴۱۷-۴۱۸ ح ۱۰۳۰)

اس کی سند میں جابر الجعفی سخت مجروح اور ضعیف رافضی ہے۔

(نیز دیکھئے مقالات الحدیث ص ۳۳۲)

۳: ابن لهيعة عن جعفر بن ربيعة عن عبد الله بن عبد الله بن الأسود عن

عروۃ عن عائشة: (كشف الاستار: ۸۴۶، التہدید ۱۴/۱۹۹-۲۰۰، الذریۃ الطاہرہ للہ ولابی: ۱۷۸)

اس سند میں ابن الاسود کی توثیق نامعلوم اور ابن لہیعہ اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہیں۔

نیز دیکھئے مقالات الحدیث (ص ۳۳۴-۳۳۵)

۴: عن أبي معشر نجیح بن عبد الرحمن عن یزید بن زیاد.

(طبقات ابن سعد/۲، ۱۹۵، تاریخ دمشق/۲، ۲۸۲)

اس سند میں ابو معشر ضعیف اور سند منقطع ہے۔

۵: عن ابن مسعود رضي الله عنه .

یہ بے سند ہے۔ دیکھئے مقالات الحدیث (ص ۳۳۷)

۶: عن ام حبیبة رضي الله عنها ۴۰ سال

یہ روایت بے سند ہے۔

۷: مرسل یحییٰ بن جعدہ رحمہ اللہ (طبقات ابن سعد/۲، ۳۰۸ و سندہ صحیح الیہ)

یہ سند مرسل ہے۔

۸: مرسل ابراہیم النخعی رحمہ اللہ (طبقات ابن سعد/۲، ۳۰۸-۳۰۹ وغیرہ)

یہ مرسل ہے اور سند میں سفیان ثوری اور اعمش دونوں مدلس ہیں اور روایت عن سے

ہے۔

۹: یحییٰ بن جعدۃ عن فاطمة رضي الله عنها.

(دیکھئے کتاب العلل للہ ارطقی ۱۵/۳، اسناد ۲۹۳)

یہ سند منقطع ہے۔

۱۰: اثر ابراہیم النخعی (تاریخ دمشق/۲، ۲۸۳)

اس کی سند میں اعمش مدلس ہیں اور سند عن سے ہے۔

۱۱: اثر سعید بن جبیر رحمہ اللہ (الفتن لایمام الصدوق نعیم بن حماد/۲، ۱۹۸۷)

یہ اثر مرسل حکماً ہے۔

خلاصہ یہ کہ ”یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے اور اس کا متن بھی باطل ہے“ جیسا کہ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے ایک شاگرد خیب احمد (فیصل آبادی) صاحب نے بھی لکھا ہے۔ (دیکھئے مقالات الحدیث ص ۳۲۹، اور ماہنامہ الحدیث حضرت شمارہ: ۴۴)

جولوگ ضعیف + ضعیف روایات اکٹھی کر کے ضعیف روایات کو حسن لغیرہ قرار دیتے ہیں، ان کے لئے یہ روایت بہت بڑی ”پھکی“ ہے اور حق یہی ہے کہ روایات ضعیفہ کو جمع تفریق کر کے حسن لغیرہ و قابلِ حجت قرار دینا غلط و مردود ہے۔

۷) ”لو لم أبعث فيكم لبعث عمر بن الخطاب“

اگر میں تمہارے درمیان (نبی کی حیثیت سے) مبعوث نہ ہوتا تو عمر بن خطاب مبعوث ہوتے۔ (فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل ۱/۴۲۸ ج ۶۷)

اس کی سند میں محمد بن عبید اللکونی مجروح ہے: ”لہ مناکیر“ اس کی منکر روایتیں ہیں۔ (دیکھئے لسان المیزان ۵/۲۷۶، دوسرا نسخہ ۶/۳۳۰)

اور ”رجل“ مجہول ہے۔

دوسری سند: الکامل لابن عدی (۳/۱۰۱۴، دوسرا نسخہ ۴/۸)

اس میں رشدین بن سعد ضعیف عند الجمہور، ابن لہیعہ مدلس اور محمد بن عبد اللہ بن سعید الغزی (?) ہے، نیز یہ روایت مقلوب ہے جیسا کہ ابن عدی نے صراحت کی ہے اور مقلوب ضعیف کی قسم ہے۔

تیسری سند: عن بلال رضي الله عنه ، الکامل (۳/۱۰۷۱، دوسرا نسخہ ۴/۱۷۵)

الموضوعات لابن الجوزی (۱/۳۲۰ ج ۵۹۴) تاریخ دمشق لابن عساکر (۴/۱۱۶)

اللالی المصنوعہ للسبوطی (۱/۳۰۲)

اس روایت کی سند میں زکریا بن یحییٰ الوتار کذاب اور ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی مریم

الغسانی ضعیف ہے، نیز ابن عدی نے اسے غیر محفوظ اور مقلوب قرار دیا ہے۔

چوتھی سند: الکامل لابن عدی (۴/۱۵۱۱، دوسرا نسخہ ۵/۳۲۴)

اس سند میں تین وجہ ضعف ہیں:

ابوقنادہ عبداللہ بن واقد الحرانی متروک مدلس تھا۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۴۰۹۰)  
مصعب بن سعد ابوخیثمہ المصیصی ضعیف عند الجہور مدلس تھا، بلکہ ابن عدی نے  
فرمایا: ”یحدث عن الثقات بالمناکیر و یصحف“  
یعنی وہ ثقہ راویوں سے منکر روایتیں بیان کرتا تھا اور تھیف (روایتیں پڑھنے میں غلطی) کرتا  
تھا۔ (نیز دیکھئے میری کتاب: الفتح المبین ص ۶۳-۶۴)  
عمر بن الحسن بن نصر الحکمی کی توثیق بھی مطلوب ہے۔

پانچویں سند: حدیث ابی بکر والی ہریرہ بنی فہن (مسند الفردوس للذہبی ۳/۵۱۶، ابن الجوزی فی  
الموضوعات ۱/۳۲۰، تاریخ دمشق لابن عساکر ۴/۱۱۳، وقال: ”غریب“ اللآلی المصنوعہ ۲/۳۰۲)  
اس کی سند میں اسحاق بن نجیح المملطی کذاب ہے اور دوسری علتیں بھی ہیں۔

ایک اور سند میں بھی عبداللہ بن واقد الحرانی متروک ہے۔  
دیکھئے اللآلی المصنوعہ (۱/۳۰۲) والفوائد المجموعۃ (للبحر ح علی کلام السیوطی ص ۳۳۷)  
عراقی نے تخریج الاحیاء میں فرمایا: ”وہو منکر“ (۳/۱۶۱)

خلاصۃ التحقيق: یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے۔

نیز دیکھئے طبقات الشافعیہ للسیکی (۳/۵۰۹) اور موسوعۃ الاحادیث والآثار الضعیفۃ  
والموضوعۃ (۸/۳۶۸-۳۶۹، ۲۱۰۷-۲۱۰۸)

۸) ”اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسیٰ انتقل من مکان الی مکان لثلاث تعرف  
فتؤذی۔ (کنز العمال جلد ۲ ص ۳۴)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ! تو ایک جگہ سے دوسری  
جگہ چلا جا۔ تا ایسا نہ ہو کہ تو پہچانا جائے اور تجھے تکلیف دی جائے۔“

(قادیانی پاکت بک ص ۲۰۳-۲۰۴)

اس روایت کے بعد صاحب کنز العمال نے لکھا ہے:

”کبر عن أبي هريرة وفيه هاني بن المتوكل الاسكندر راني، قال في المغني: مجهول“ اسے ابن عساکر نے (تاریخ دمشق میں) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا اور اس سند میں ہانی بن متوکل الاسکندرانی ہے، اس کے بارے میں (ذہبی نے) المغنی میں فرمایا: مجهول ہے۔ (ج ۳ ص ۱۵۸ ح ۵۹۵۵)

نیز دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (۵۶/ ۱۸۸- ۱۸۹) تاریخ بغداد للخطیب (۴/ ۵۳۳ ت ۱۱۳۴)

عبدالرحمن خادم قادیانی نے صاحب کتاب کی اس جرح کو چھپا کر ان لوگوں کی یاد تازہ کر دی، جنہیں بندر اور خنزیر بنادیا گیا تھا۔

ہانی بن المتوکل کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا: ”فكشرو المناكير في روايته فلا يجوز الاحتجاج به بحال.“ پس اس کی روایتوں میں منکر روایتوں کی کثرت ہوگئی لہذا کسی حال میں بھی اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (الجزء ۳/ ۹۷) حافظ ذہبی نے اسے المغنی فی الضعفاء میں ذکر کیا (۲/ ۷۰۷ ت ۷۲۵) اور ابن حبان کی جرح کی طرف اشارہ کیا۔

اس روایت کی باقی سند بھی مشکوک و مردود ہے۔

۹) ”ما حدثكم عن الله سبحانه، فهو حق و ما قلت فيه من قبل نفسي فانما انا بشر اخطئ و اصيب (نبراس شرح الشرح العقائد نسفی ص ۳۹۲) کہ جو بات میں اللہ تعالیٰ کی وحی سے کہوں تو وہ درست ہوتی ہے (یعنی اس میں غلطی کا امکان نہیں) لیکن جو بات میں اس وحی الہی کے ترجمہ و تشریح کے طور پر اپنی طرف سے کہوں تو یاد رکھو کہ میں بھی انسان ہوں، میں اپنے خیال میں غلطی بھی کر سکتا ہوں۔“ (قادیانی پاکت بک ص ۱۸۷) یہ بالکل بے سند اور بے اصل روایت ہے، ہمارے علم کے مطابق حدیث کی کسی مسند کتاب میں اس کی کوئی سند مذکور نہیں اور ایسی روایت موضوع (من گھڑت) ہوتی ہے۔ نیز اس روایت کا قادیانی ترجمہ و تشریح بھی باطل ہے۔



۱۰۔ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر افضل هذه الامة الا ان يكون نبی (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق ص ۴) کہ ابو بکرؓ اس اُمت میں سب سے افضل ہے سوائے اس کے کہ اُمت میں سے کوئی نبی ہو۔ یعنی اگر نبی ہو تو حضرت ابو بکرؓ اس سے افضل نہیں لہذا امکان نبوت فی خیر الامت ثابت ہے۔ (نیز دیکھو جامع الصغیر السیوطی مصری حاشیہ ص ۶)“ (قادیانی پاکٹ بک ص ۲۷۲)

کنوز الحقائق میں یہ روایت بحوالہ فر (الفردوس للدیلمی) مذکور ہے، لیکن یہ روایت الفردوس للدیلمی (مطبوع) میں ”إلا أن يكون نبی“ کے اضافے کے ساتھ نہیں ملی بلکہ صرف ”و أبو بکر أفضل هذه الامة“ تک موجود ہے۔ (دیکھئے ج ۱ ص ۴۳۷ ج ۲ ص ۷۷۹) اور دیلمی والی روایت بھی بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے، لہذا ثابت ہوا کہ قادیانی کی پیش کردہ یہ روایت بھی بے سند یعنی موضوع ہے۔

☆ ایک روایت میں ہے: ”أبو بکر خير الناس بعدي إلا أن يكون نبی۔“ دیکھئے اکال لابن عدی (۵/۲۷۶ ترجمہ عکرمۃ بن عمار) اخبار اصحابان لابن نعیم (۲/۱۲۲) تاریخ دمشق لابن عساکر (۳۰/۱۲) دیلمی (۱/۷۷۱) بحوالہ الضعیفۃ للالبانی ۴/۱۷۰ ج ۶ ص ۱۶۷ المحقق والمفتی للخطیب (۲/۶۸ ج ۱۸۱) الطبرانی (مجمع الزوائد ۹/۴۴) وقال: فيه إسماعيل بن زياد وهو ضعيف

یہ روایت اسماعیل بن زیاد کی وجہ سے مردود یا موضوع ہے۔ اسے شیخ البانی اور غماری دونوں نے بھی موضوع قرار دیا ہے۔ (الضعیفۃ ۴/۱۷۰ ج ۶ ص ۱۶۷، المغیر للغماری ص ۸)

☆ ایک روایت میں آیا ہے: ”أبو بكر وعمر خير أهل الأرض وخير الأولين وخير الآخرين إلا أن يكون نبی“

(المؤتلف والمختلف للبخاری ج ۲ ص ۸۴۹، اکال لابن عدی ۲/۱۸۰)

یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی جبرون بن واقد الافریقی متہم ہے۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ۱/۳۸۷-۳۸۸ و لسان المیزان ۲/۴۱ طبع دار الفکر)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ ”ما طلعت الشمس و لا غربت علی أحد افضل من ابی بکر الصدیق إلا أن یکون نبی“

دیکھئے فضائل الصحابة لعبد اللہ بن احمد (۳۵۲/۱ ح ۵۰۸) مسند عبد بن حمید (ج ۲۱۲)

اس روایت کی سند میں ابو بکر یا ابوسعید البکری نامعلوم راوی ہے، لہذا یہ روایت مردود ہے۔

ایک روایت میں ہے: ”ما بالمدينة رجل إلا أن یکون نبی افضل من عمر“

(زوائد من البحار ج ۲/۵۹۵ ح ۹۶۹)

اس میں ”رجل“ مجہول ہے اور سند بھی منقطع ہے۔

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے۔

قادیانیوں اور دیگر منکرین اسلام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ضعیف، مردود، موضوع اور بے سند روایات پیش کرتے ہیں اور صحیح و ثابت روایات کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایسے تمام لوگوں کی سازشوں اور اکاذیب و افتراءات سے محفوظ رکھے۔ آمین

(۲۸/۱ اپریل ۲۰۱۲ء، جامعہ امام بخاری، مقام حیات سرگودھا)

## عقیدہ وحدت الوجود اور آل دیوبند

رب نواز دیوبندی نے سرفراز حسن خان حمزہ دیوبندی کے نام لکھا ہے:

”آج کل غیر مقلدین نے دیوبندیوں کے عقائد کو کفریہ و شرکیہ قرار دینے کی مہم چلا رکھی ہے، وہ لوگ فردی مسائل میں پے در پے شکستوں سے دوچار ہوئے، تو اب فروع کے بجائے عقائد کو تختہ مشق بنا رہے ہیں۔ جن عقائد کو انہوں نے کفریہ قرار دیا ہے ان میں ”وحدة الوجود“ بھی ہے۔

بندہ کے پاس کئی مضامین لکھے ہوئے غیر مطبوعہ موجود ہیں، مگر چونکہ دورِ حاضر میں اس کی شدید ضرورت ہے کہ خود غیر مقلدین کا وحدة الوجودی ہونا ثابت کیا جائے، اس لیے بندہ نے آپ کے مجلہ کے لیے یہی مضمون ”وحدة الوجود..... اور..... آلِ غیر مقلدیت“ ارسال کرنا پسند کیا ہے۔“ (مجلہ صفدر گجرات، شمارہ نمبر ۵ ص ۴۶)

درج بالا عبارت میں پانچ باتیں قابلِ بحث و تحقیق ہیں:

۱: ”غیر مقلدین“ کا تنابز بالالقب واللقب۔

عرض ہے کہ ہم مسلمان (مسلمین) ہیں اور اہل حدیث و اہل سنت ہمارا پسندیدہ لقب و صفاتی نام ہے، لہذا ہمیں ”غیر مقلدین“ کے ناپسندیدہ تنابز بالالقب سے موسوم کرنا باطل ہے۔

اگر کوئی دیوبندی یہ کہے کہ آپ بھی تو ہمیں ”آلِ دیوبند“ کے لقب سے موسوم کرتے ہیں؟ تو عرض ہے کہ دیوبندی ”حضرات“ اپنے آپ کو علانیہ دیوبندی کہتے ہیں مثلاً امین اوکاڑوی نے کہا: ”اور ہمارا دیوبندی مسلک کا ایک ہی گھر تھا“ (تجلیات صفدر ج ۱ ص ۷۹)

دیوبندی مسلک اور آلِ دیوبند میں دیوبند کا لفظ مشترک ہے۔

۲: ”دیوبندیوں کے عقائد“

عرب علماء کو بھی دیوبندیوں کے عقائد سے سخت اختلاف ہے۔ مثلاً شیخ حمود بن عبداللہ التویجری (سعودی، حنبلی) کی کتاب ”القول البلیغ فی التحذیر عن جماعۃ التبلیغ“ کا مطالعہ کریں، لہذا اس سلسلے میں صرف اہل حدیث اہل سنت کو مورد الزام قرار دینا غلط ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ”کشف الستار عما تحمله بعض الدعوات من أخطار“، یعنی ”تبلیغی جماعت علمائے عرب کی نظر میں“، تالیف: محمد بن ناصر العرینی ۳: ”پے درپے شکستوں سے دوچار“ !!!

یہ دعویٰ حقیقت کے سراسر خلاف ہے، مثلاً کوہاٹ والے مناظرے میں راقم الحروف نے وتعاونوا علی البر والتقویٰ کے اصول پر طالب الرحمن صاحب کی معاونت کی تھی، جبکہ مد مقابل ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب تھے اور مناظرے کے اختتام پر سلطان نامی دیوبندی نے اہل حدیث ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

۴: اہل حدیث نے وحدت الوجود کو کفریہ عقیدہ قرار دیا ہے۔ (مفہوم) عرض ہے کہ ملا علی قاری (حنفی) نے بھی ”الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود“ کے نام سے اس باطل عقیدے کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے، جو دار المامون للتراث دمشق (شام) سے شائع شدہ ہے۔

تنبیہ: مروجہ وحدت الوجود کا عقیدہ قرآن و حدیث کے سراسر خلاف بلکہ کفر و باطل ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ اور ماہنامہ الحدیث حضور: ۵۴

۵: ”کہ خود غیر مقلدین کا وحدۃ الوجودی ہونا ثابت کیا جائے۔“ عرض ہے کہ اگر ”غیر مقلدین“ سے آپ لوگوں کی مراد اہل حدیث اہل سنت ہیں تو آپ اپنی کوششوں میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ ان شاء اللہ رب نواز دیوبندی نے اپنی سعی نامسعود میں جو پانچ حوالے پیش کئے ہیں، ان کی

تحقیق اور مدلل رد و درج ذیل ہے:

۱: پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ (اہل حدیث) کا حوالہ۔

خطبات بہاولپوری کے ہمارے نسخے میں یہ حوالہ جلد نمبر ۱ ص ۳۲۶ (خطبہ نمبر ۱۳)

میں ہے اور اگلے صفحے پر حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کا درج ذیل فرمان لکھا ہوا ہے:

”اب وحدت الوجود کا عقیدہ صوفیوں کا بنیادی عقیدہ ہے آپ سب کچھ نہ کچھ سکول کی تعلیم رکھتے ہیں۔ یہ جدھر دیکھتا ہوں تو یہی تو ہے اور ہمہ اوست کا عقیدہ یہ وحدت الوجود کا عقیدہ ..... اور یہ خالصتاً کفر ہے۔ ایسا گندہ عقیدہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔“

(خطبات بہاولپوری ج ۱ ص ۳۲۷)

ثابت ہوا کہ حافظ بہاولپوری رحمہ اللہ نے وحدت الوجود کے عقیدے کو خالصتاً کفر اور گندہ عقیدہ قرار دیا ہے، لہذا اہل حدیث اس عقیدے سے بری ہیں۔

آل دیوبند جس باطل اور گندے عقیدے کو اہل حدیث کے ذمہ ”مڑھنا“ چاہتے ہیں، اس عقیدے کا کفریہ ہونا خود رب نواز کی مذکورہ کتاب سے ثابت ہو گیا۔

اگر کوئی کہے کہ بہاولپوری صاحب رحمہ اللہ نے میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی طرف اس عقیدے کا انتساب کر رکھا ہے؟ تو عرض ہے کہ میاں صاحب رحمہ اللہ ۱۹۰۲ء میں فوت ہوئے اور حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ (اپنے پاسپورٹ کے مطابق) ۱۹۳۳ء میں پیدا ہوئے تھے، لہذا یہ سند مرسل و منقطع ہے اور اہل حدیث کے نزدیک مرسل و منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا:

”و المرسل من الروایات فی أصل قولنا و قول أهل العلم بالأخبار ليس بحجة“ ہمارے اور علمائے حدیث کے اصل قول میں مرسل روایات حجت نہیں ہیں۔

(مقدمہ صحیح مسلم ص ۲۰، طبع دار السلام)

سید نذیر حسین رحمہ اللہ تو مذکورہ الزام سے بری الذمہ ہوئے اور وحدت الوجود کے خلاف حافظ بہاولپوری رحمہ اللہ کا اپنا فتویٰ ثابت ہے۔

۲: رب نواز دیوبندی نے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کا گول مول حوالہ اُن کے بیٹے کی کتاب ”ماثر صدیقی“ (حصہ چہارم ص ۳۹) سے پیش کیا ہے۔ حالانکہ نواب صاحب نے خود اپنے قلم سے اپنی خودنوشت کتاب میں لکھا ہے:

”اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ وحدت الوجود کا مسئلہ کتاب وسنت کے واضح اور صریح نصوص کی بنیاد پر بے شک وشبہ کفر بواح ہے۔ لیکن ہم متعین طور پر اس کے قائل اولیائے کرام کو خواہ وہ مغلوب تھے یا مائل، کافر نہیں کہہ سکتے قس علیٰ ہذا۔“

(ابقاء السنن ص ۱۹۳، دوسرا نسخہ ص ۲۵۸)

اس صریح حوالے کے مقابلے میں سید محمد علی حسن خان کا حوالہ شاذ یا منسوخ ہے، لہذا اصول حدیث کی رُو سے اس سے استدلال غلط ہے۔

۳: وحید الزمان حیدر آبادی تنازعہ شخصیت ہیں اور جمہور اہل حدیث علماء مثلاً مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا محمد حسین لاہوری، مولانا عبد اللہ غازی پوری اور مولانا فقیر اللہ پنجابی وغیرہم نے اُن پر جرح کی ہے۔ (دیکھئے لغات الحدیث کتاب ش ص ۵۰، حیات وحید الزمان ص ۱۰۱) جب اہل حدیث کے نزدیک عند الجمہور مجروح راوی کی روایت ضعیف و مردود ہوتی ہے تو ہمارے خلاف ایسے مجروح راوی کا قول کیوں کر پیش کیا جاسکتا ہے؟!

نیز دیکھئے امین اوکاڑوی دیوبندی کی تجلیاتِ صفر (ج ۱ ص ۶۷، ج ۳ ص ۳۷۸)

دوسرے یہ کہ وحید الزمان نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ہدیۃ المہدی میں صاف لکھا ہے: ”ولا یحل فی غیرہ“ اور اللہ اپنے غیر میں حلول نہیں کرتا۔ (ص ۴)

معلوم ہوا کہ وحید الزمان حلول کے قائل نہیں تھے، جب کہ وحدت الوجود کا مطلب درج ذیل ہے:

”تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا“ الخ (حسن اللغات فارسی اردو ص ۹۴)

”صوفیوں کی اصطلاح میں تمام موجودات کو خدا تعالیٰ کا وجود ماننا اور ماسوا کے وجود کو محض

اعتباری سمجھنا۔“ (علمی اردو سنت ص ۱۵۵۱)

اس تعریف کی رو سے وحدت الوجود کا عقیدہ صریحاً حلول کا عقیدہ ہے۔

۴: حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ نے وحدت الوجود کی تاویل میں جو گول مول باتیں لکھی ہیں، ان سے استدلال کئی وجہ سے غلط ہے۔ مثلاً:

اول: ان کا کلام جمہور اہل حدیث کے خلاف ہے۔

دوم: خود حافظ روپڑی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”اب رہی ”توحید الہی“ سو اس کے متعلق بہت دنیا بہکی ہوئی ہے۔ بعض تو اس کا مطلب ”ہمہ اوست“ سمجھتے ہیں یعنی ہر شے عین خدا ہے۔“

پھر اس کے بعد لکھا ہے:

”صحیح راستہ اس میں یہ ہے کہ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ سوا خدا کے کوئی شے حقیقہً موجود نہیں اور یہ جو کچھ نظر آ رہا ہے یہ محض توہمات ہیں جیسے ”سوفسطائیہ“ فرقہ کہتا ہے کہ آگ کی گرمی اور پانی کی برودت وہی اور خیالی چیز ہے تو یہ سراسر گمراہی ہے۔“ الخ

(فتاویٰ الہمدیث ج ۱ ص ۱۵۴)

ثابت ہوا کہ خود حافظ صاحب مروجہ وحدت الوجود کو گمراہی اور بہکنا سمجھتے تھے۔

سوم: جب حافظ روپڑی صاحب نے ابن عربی وغیرہ کے بارے میں غلط تاویل سے کام لیا تو مولانا ابوالسلام محمد صدیق سرگودھوی رحمہ اللہ نے درج ذیل الفاظ میں اُن کا رد فرمایا:

”یہ محدث روپڑی کی اپنی رائے ہے ورنہ بعض علماء نے اعتقاد کی بنا پر ابن عربی کو کافر کہا ہے۔ (م)“ (فتاویٰ الہمدیث حاشیہ ص ۱۵۵ ج ۱)

ذاتی رائے کو تمام اہل حدیث کے خلاف کیوں کر پیش کیا جاسکتا ہے!؟

۵: شیخ ثناء اللہ امرتسری نے ”وحدۃ الوجود“ کی دو قسمیں بیان کیں:

”ماہہ الموجدیہ..... وحدۃ الموجودات“

پھر انھوں نے ”وحدۃ الموجودات“ کے تحت وحدت الوجود والے لوگوں کے ”ہمہ اوست“ وغیرہ عقائد کا ذکر کیا اور فرمایا:

”یہ تشریح ایسی ہے کہ اس کو کوئی اہل شرع نہیں مان سکتا۔ بد قسمتی سے یہی تشریح زیادہ مشہور بھی ہو گئی ہے۔“ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۳۹-۱۵۰)

ثابت ہوا کہ امرتسری صاحب بھی مروجہ وحدت الوجود کے سخت خلاف تھے اور اسے خلاف شریعت سمجھتے تھے۔

بطورِ فائدہ عرض ہے کہ مولانا ابوسعید شرف الدین الدہلوی رحمہ اللہ نے فتاویٰ شریفہ میں فرمایا: ”میں کہتا ہوں یہ (مروجہ) تصوف جو گیوں اور سادھویوں کا فلسفہ ہے۔ ہمہ اوست کا عقیدہ صریح کفر ہے یہ قرآن وحدیث کی تکذیب ہے۔ اس عقیدہ پر نہ اللہ تعالیٰ معبود رہتا ہے نہ خالق، نہ رازق، نہ عابد، نہ معبود۔ پھر نہ کچھ حلال نہ حرام۔ ایسے خیالات رکھنے والے اور پھر مسلمانی کا دم بھرنے والے حقیقت میں شیطان کے بندے ہیں۔ بے ایمان ہیں۔ یہ لوگ محض تقیہ اور نفاق کے طور پر شریعت کا دم بھرتے ہیں۔ رکی طور پر نہ دل سے۔“

(فتاویٰ شریفہ بر فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۳۸)

رب نواز دیوبندی کے مشارالیه مضمون میں پانچ حوالے پیش کئے گئے، حالانکہ مذکورہ پانچوں علماء صوفیاء کے مروجہ وحدت الوجود (جس میں خالق و مخلوق میں فرق نہیں کیا جاتا بلکہ ہر چیز کو ”خدا“ قرار دیا جاتا ہے) سے بری بلکہ سخت مخالف تھے۔

دوسری طرف ایک آدمی نے دیوبندیوں کے ”سید الطائفہ“ حاجی امداد اللہ صاحب سے ان کے ایک مضمون کے بارے میں پوچھا:

”اس مضمون سے معلوم ہوا کہ عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے۔“ تو حاجی امداد اللہ نے جواب دیا: ”کوئی شک نہیں کہ فقیر نے یہ سب ضیاء القلوب میں لکھا ہے“ (ثام امدادیہ ص ۳۴)

رب نواز دیوبندی اور تمام آلِ دیوبند سے سوال ہے کہ کیا کسی ثقہ بالا جماع یا ثقہ و صدوق عند الجمہو راہل حدیث عالم نے بھی اپنی کسی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ ”عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے۔“؟ حوالہ پیش کریں!

(۲۴/ جولائی ۲۰۱۱ء)



مزید: رب نواز دیوبندی نے ماہنامہ ”صفدر“ گجرات (عدو: ۶) میں صوفی ابن عربی (الخلولی الاتحادی) کے بارے میں بعض اہل حدیث و بعض غیر اہل حدیث علماء کے چند تعریفی اقوال لکھے ہیں جو اس بات پر محمول ہیں کہ انھیں ابن عربی کے عقائد کا صحیح علم ہی نہیں تھا، یا وہ اس شخص کے باطل عقائد کو اس سے ثابت ہی نہیں سمجھتے تھے یا پھر وہ تاویلاتِ باطلہ کی عینک سے ان عقائدِ باطلہ میں تاویل کرتے تھے۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضور: ۳۹ ص ۲۳-۲۴

ابن عربی نے کسی سے مخاطب ہو کر کہا:

پس تو بندہ ہے اور تُو رب ہے۔ (فصوص الحکم ص ۷۷، کلمہ اسماعیلیہ، الحدیث: ۳۹ ص ۱۴)

ابن عربی الحاتمی المرسی الصوفی (م ۶۳۸ھ) نے مزید کہا:

”الرَّبُّ حق و العبد حق یالیت شعری من المکلف

إن قلت عبد فذاک میت أوقلت رب أنى یکلف “

رب حق ہے اور بندہ حق ہے، کاش مجھے شعور ہوتا کہ کون مکلف ہے؟

اگر میں کہوں: بندہ ہے، تو وہ مُردہ ہے اور (اگر) کہوں: رب، تو وہ کس طرح مکلف ہو سکتا

ہے؟ (الفتوحات المکیہ ج ۱ ص ۱۵)

اس قسم کے خطرناک عقائد کی وجہ سے قاضی صدر الدین علی بن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ

(متوفی ۷۹۲ھ) نے فرمایا:

”ولکن ابن عربی و أمثاله منافقون، زنادقة اتحادية فی الدرك الأسفل من

النار....“ اور لیکن ابن عربی اور اس جیسے لوگ زندیق منافق اتحادی ہیں، وہ آگ کے

نچلے حصے میں ہوں گے۔ (شرح عقیدہ طحاویہ مع تحقیق الابانی ص ۵۵۷)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ”صاحب فصوص الحکم، من طالع کتابہ عرف

انحرافہ و ضلالہ“ فصوص الحکم والا، جس نے اس کی کتاب کا مطالعہ کیا تو وہ اس کا

(سیدھے راستے سے) انحراف اور گمراہی جان لے گا۔ (المغنی فی الضعفاء ۳۵۲/۲ ت ۵۸۴)

ملا علی قاری حنفی نے کہا: پھر اگر تم سچے مسلمان اور یکے مومن ہو تو ابن عربی کی جماعت کے کفر میں شک نہ کرو اور اس گمراہ قوم اور بے وقوف اکٹھ کی گمراہی میں توقف نہ کرو۔

(الرد علی القائلین بوحدة الوجود ص ۱۵۵، الحمدیث: ص ۳۹ ص ۲۰)

شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۵ھ) وغیرہ کے اقوال ماہنامہ

الحدیث (عدد ۴۹) میں باحوالہ موجود ہیں۔

☆ سخاوی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر العسقلانی (رحمہ اللہ) علانیہ ابن عربی اور اس جیسے لوگوں پر رد کرتے تھے... ایک دفعہ آپ کا ابن عربی کے ایک معتقد سے مباہلہ ہوا تھا تو وہ شخص سال ختم ہونے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا تھا۔ (الجواہر والدرر ص ۳۳۷-۱۰۴۸)

سخاوی نے مزید لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر نے ابن عربی کے ایک جیالے سے بحث و مباحثہ کیا اور ابن عربی کو اس کے بُرے کلام کی وجہ سے بُرا کہا... پھر کہا: آؤ ہم دونوں مباہلہ کر لیں، عام طور پر دو مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ مصیبت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس آدمی نے کہا: اے اللہ! اگر ابن عربی گمراہ تھا تو تو مجھ پر لعنت فرما۔

اور حافظ ابن حجر نے کہا: اے اللہ! اگر ابن عربی ہدایت پر تھا تو تو مجھ پر لعنت فرما۔ وہ معاند شخص روضہ میں رہتا تھا، وہ رات کو کسی مہمان کے ساتھ گھر سے باہر نکلا اور واپسی پر کہنے لگا کہ مجھے کسی چیز نے پاؤں پر ڈس لیا ہے، جب وہ گھر پہنچا تو اندھا ہو گیا تھا اور صبح سے پہلے مر گیا۔ مباہلہ رمضان ۷۹۷ھ میں ہوا تھا اور وہ شخص ذوالقعدہ ۷۹۷ھ میں مر گیا تھا۔

(ملخصاً از الجواہر والدرر ج ۳ ص ۱۰۰۱-۱۰۰۲)

اس مباہلے کا ذکر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی کیا ہے۔

(دیکھئے ج ۸ ص ۹۵ ح ۴۳۸۰-۴۳۸۲ باب قصۃ اہل نجران، کتاب المغازی)

یہ ظاہر ہے کہ حافظ ابن تیمیہ، حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ الاسلام بلقینی، علامہ ابن ابی العزائم حنفی اور ملا علی قاری وغیرہم (مقتدین) کے مقابلے میں چودھویں صدی ہجری کے وحید الزمان (غیر اہل حدیث) اور میاں نیر حسین دہلوی، ثناء اللہ امرتسری اور نواب

صدیق حسن خان وغیرہم کے اقوال کی اہل حدیث کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہے، لہذا رب نواز دیوبندی کا بُنا ہوا بیت العنکبوت بے کار ہے۔

بطور یاد دہانی عرض ہے کہ خود نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھا ہے:  
 ”وحدت الوجود کا مسئلہ کتاب و سنت کے واضح اور صریح نصوص کی بنیاد پر بے شک و شبہ کفر  
 بواح ہے لیکن.....“ (ابقاء السنن ص ۱۹۳، دوسرا نسخہ ص ۲۵۸)

رب نواز صاحب کی ”خدمت“ میں عرض ہے کہ اس وحدت الوجود کا ثبوت پیش کریں، جس  
 میں آل دیوبند کے بقول: بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے۔ !!! (۱۵/ اگست ۲۰۱۱ء)

## آل دیوبند اور وحدت الوجود

حافظ نثار احمد الحسینی (دیوبندی) کے نام:

بعد از سلام مسنون، عرض ہے کہ آپ کی طرف سے ایک کتاب ”علمائے دیوبند....“ پر زیر علی زئی کے الزامات کے جوابات“ شائع ہوئی ہے جس میں آپ لوگوں نے میرے ایک مختصر رسالے ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ وغیرہ کا بزعم خویش جواب دینے کی کوشش کی ہے! عرض ہے کہ آپ اپنے عقیدے وحدت الوجود پر اعتراضات کے جوابات دینے سے عاجز ہیں، جنہیں کتاب مذکور کے نمبر میں باحوالہ پیش کیا گیا ہے، کجا یہ کہ پوری کتاب کا جواب آپ کی طرف سے لکھا جائے۔!؟

آپ نے صفحہ نمبر ۱، پر سات بے دلیل دعوے لکھنے، پھر وحید الزمان، نواب صدیق حسن خان، حکیم فیض عالم ناصبی، بعض علمائے اہل حدیث کے غیر مفتی بہا اقوال، اختر کاشمیری (?) اور اپنے تقلیدی مولویوں کی عبارات پیش کرنے کے سوا کیا کام کیا ہے؟ راقم الحروف نے نواب صدیق حسن خان، میاں نذیر حسین، نواب وحید الزمان، مولوی محمد حسین اور (مولانا) ثناء اللہ (امرتسری) وغیرہم کے بارے میں ماسٹر امین اکاڑوی دیوبندی حیاتی کا قول نقل کیا تھا کہ ”لیکن غیر مقلدین کے تمام فرقوں کے علماء اور عوام بالاتفاق ان کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں....“

(بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۳۲، بحوالہ مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۲۲، تحقیق مسئلہ تقلید ص ۶)

امین اکاڑوی کا قول اس لئے پیش کیا تھا کہ دیوبندیہ حیاتیہ کے نزدیک اُن کا بہت بڑا مقام ہے مثلاً قاضی ارشد الحسینی (انک) نے انھیں ”ایک عظیم انسان“ قرار دیا ہے۔

دیکھئے ماہنامہ الخیر ملتان کا اکاڑوی نمبر (ج ۱۹ شمارہ: ۸ تا ۵) ص ۲۳۳

جن حوالوں اور عبارات کو تمام اہل حدیث علماء اور عوام بالاتفاق غلط قرار دے کر

مسٹر ذکر چکے ہیں، اصولاً آپ انھیں ہمارے خلاف پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ فریقِ مخالف کے خلاف وہی دلیل پیش کرنا جائز ہے جسے وہ صحیح اور حجت تسلیم کرتا ہے۔ آپ لوگوں کا اہل حدیث کے خلاف بالاتفاق غلط حوالے پیش کرنا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کے پاس اہل حدیث کے خلاف پیش کرنے کے لئے کوئی دلیل ہی نہیں، ورنہ آپ ایسی حرکتیں نہ کرتے۔ راقم الحروف نے علمائے دیوبند کے چند خطرناک عقائد میں سے پہلا عقیدہ وحدت الوجود بالاختصار پیش کیا تھا جس میں حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں:

”مکتہ شنا سا مسئلہ وحدت الوجود حق و صحیح ہے، اس مسئلہ میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔“

(بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۲، بحوالہ شائم امدادیہ ص ۳۲، کلیات امدادیہ ص ۲۱۸)

اس کے بعد لغت کی دو مشہور کتابوں سے وحدت الوجود کا مطلب و مفہوم پیش کیا تھا:

”تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا۔ اور وجود ماسوی کو محض اعتباری سمجھنا جیسے قطرہ، حباب، موج اور قعر وغیرہ سب کو پانی معلوم کرنا۔“ (حسن اللغات فارسی اردو ص ۹۴۱)

”صوفیوں کی اصطلاح میں تمام موجودات کو خدا تعالیٰ کا وجود ماننا اور ماسوا کے وجود کو محض اعتباری سمجھنا۔“ (علمی اردو لغت، تصنیف وارث سربندی ص ۱۵۵)

اس لغوی مفہوم و تشریح سے معلوم ہوا کہ عقیدہ وحدۃ الوجود میں خالق و مخلوق میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا بلکہ مخلوقات کو بھی اللہ تعالیٰ کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے۔

﴿سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا﴾ [بنی اسرائیل: ۴۳]

حافظ ظہور احمد الحسینی صاحب نے اس لغوی مطلب و مفہوم کا کوئی جواب نہیں دیا اور محمد تقی عثمانی صاحب کی عبارت لکھ دی ہے کہ ”صحیح مطلب یہ ہے کہ....“ (علمائے دیوبند پر ص ۲۵)

تقی صاحب کا ”صحیح مطلب“ کتب لغت کے مطلب، حاجی امداد اللہ صاحب کی تصریحات اور رشید احمد گنگوہی صاحب کی عبارات (وغیرہ) کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب نے خدا کا خلیفہ کہہ کر ایک بندے کے بارے میں لکھا ہے:

”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے۔“

(بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۴، کلیات امدادیہ ص ۳۶، ۳۵)

حاجی صاحب نے مزید کہا: ”اور اس کے بعد اس کو ہو ہو کے ذکر میں اس قدر منہمک ہو جانا چاہئے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہو جائے“ (ایضاً ص ۱۴، بحوالہ کلیات امدادیہ ص ۱۸)

حافظ ظہور احمد صاحب نے یہ دونوں عبارتیں نہ تو نقل کیں اور نہ ان کا کوئی جواب دیا بلکہ یہ لکھ دیا کہ ”چنانچہ زیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

دیوبندی حضرات اس وحدت الوجود کے قائل ہیں جس میں خالق و مخلوق، عابد و معبود، اور خدا و بندے کے درمیان فرق مٹا دیا جاتا ہے۔ (بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۵)

حالانکہ یہ زیر علی زئی کا تعصب یا تجاہل عارفانہ ہے کہ ”وحدت الوجود“ میں خالق و مخلوق اور عابد و معبود میں فرق نہیں رہتا۔“ (علمائے دیوبند پر..... ص ۲۶)

عرض ہے کہ یہ تعصب یا تجاہل عارفانہ نہیں بلکہ ”باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ اور ”(اللہ) ہو جائے“ کا یہی مطلب ہے کہ جس کے جواب سے آپ نے چشم پوشی برتی ہے۔ اب ایک اور حوالہ پڑھ لیں:

ایک آدمی نے دیوبندیوں کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں ان کے ایک مضمون کے بارے میں سوال کیا:

”اس مضمون سے معلوم ہوا کہ عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے۔“

حاجی صاحب نے جواب دیا:

”کوئی شک نہیں ہے کہ فقیر نے یہ سب ضیاء القلوب میں لکھا ہے“ (ثانم امدادیہ ص ۳۴)

حاجی صاحب تو تسلیم کر رہے ہیں کہ عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے اور ظہور احمد صاحب اس کا انکار کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ!

میں نے رشید احمد گنگوہی صاحب کا حوالہ پیش کیا تھا جس میں وہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتے ہوئے لکھتے ہیں: ”اور وہ جو میں ہوں وہ تُو ہے...“

(بدعتی کے پیچھے نماز... ص ۱۵، بحوالہ مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰، فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶)

تنبیہ نمبر ۱: خط کشیدہ لفظ کمپوزنگ کی غلطی سے کتاب: ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ میں چھپنے سے رہ گیا ہے۔ نیز دیکھئے ماہنامہ الحمدیث: ۲۳ ص ۴۴

تنبیہ نمبر ۲: مذکورہ الفاظ ”فضائل صدقات“ سے نقل کئے گئے ہیں۔

ظہور احمد صاحب نے اپنے تسلیم شدہ بزرگ گنگوہی صاحب کی عبارت کا تو کوئی جواب نہیں دیا مگر حافظ عبداللہ روپڑی صاحب کی عبارتیں لکھ دی ہیں جن میں وحدت الوجود کی تاویل کی گئی ہے اور ”بندہ خدا ہو جاتا ہے، ذکر کرنے والا خود اللہ ہو جائے اور بندہ کہے: یا اللہ وہ جو میں ہوں وہ تو ہے“ کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ حافظ روپڑی صاحب تاویل کے ذریعے سے جس وحدت الوجود کو ”مراد ان کی صحیح ہے۔“ قرار دے رہے ہیں وہ وہ نہیں جو دیوبندیوں کا عقیدہ ہے بلکہ اسی حوالے میں دیوبندیوں کا نام لئے بغیر وحدت الوجود کے غلط عقیدے کے بارے میں حافظ عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

”اب رہی ”توحید الہی“ سو اس کے متعلق بہت دنیا بہکی ہوئی ہے۔ بعض تو اس کا مطلب ”ہمہ اوست“ سمجھتے ہیں یعنی ہر شے عین خدا ہے۔“ (فتاویٰ الحمدیث ج ۱ ص ۱۵۴)

کیا ظہور احمد صاحب نے یہ عبارت نہیں پڑھی یا تعصب و تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے؟ بہکے اور پھسلے ہوئے لوگ صحیح ہوتے ہیں یا غلط؟

جن لوگوں کو حافظ روپڑی صاحب بہکے ہوئے قرار دے رہے ہیں، وہ دیوبندی ہی تو ہیں۔

تنبیہ: وحدت الوجود اور ابن عربی کے بارے میں حافظ عبداللہ روپڑی کی عبارات تین وجہ سے غلط ہیں:

اول: یہ تاویلات ہیں جو کہ دیوبندی علماء کی عبارات اور علمائے حق مثلاً حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ کی تحقیقات کے خلاف ہیں۔

دوم: حافظ روپڑی کی مذکورہ عبارت کے آخر میں اُن کے شاگرد مولانا محمد صدیق سرگودھوی حاشیہ لکھتے ہیں:

”یہ محدث روپڑی کی اپنی رائے ہے...“ (فتاویٰ الحمدیث ج ۱ ص ۱۵۵)

سوم: حافظ روپڑی صاحب لکھتے ہیں کہ ”کیونکہ ابن عربی کی کتاب ”عوارف المعارف“ سے ماخوذ ہے۔۔۔“ (فتاویٰ الہمدیہ ج ۱ ص ۱۵۵)

حالانکہ عوارف المعارف کا مصنف سہروردی ہے۔ دیکھئے کشف الظنون (ج ۲ ص ۱۱۷) معلوم ہوا کہ حافظ عبداللہ روپڑی صاحب رحمہ اللہ ابن عربی کی کتابوں سے صحیح طور پر واقف نہیں تھے، لہذا ان کی تاویلات سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہیں۔

ظہور احمد صاحب نے حاجی امداد اللہ اور گنگوہی صاحبان کی عبارات کا جواب دینے کے بجائے میاں نذیر حسین دہلوی، فضل حسین بہاری، نواب صدیق حسن، حافظ عبداللہ روپڑی، وحید الزمان حیدر آبادی، ابراہیم سالکوٹی، فیاض علی اور عبدالسلام مبارکپوری سے ابن عربی کی تحریف میں کچھ عبارات نقل کر دی ہیں جو چاروجہ سے مردود ہیں:

اول: یہ علماء ابن عربی سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔ دیکھئے المحدث: ۳۹ ص ۲۴  
دوم: یہ علماء ابن عربی کی کتابوں سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔

سوم: ان علماء کی تاویلات ان سے بڑے اور جمہور علماء کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ مثلاً امام بلقینی، العزیز عبدالسلام، ابو حیان الاندلسی، ابن کثیر، ابن تیمیہ، ابن حجر العسقلانی اور محدث بھاعی وغیرہم نے ابن عربی پر شدید جرح کر رکھی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ المحدث: ۳۹ ص ۲۱-۲۳

چہارم: فصوص الحکم اور الفتوحات المکیہ میں ابن عربی کی عبارات سے ان تاویلات کا باطل ہونا صاف ظاہر ہے۔

رشید احمد گنگوہی صاحب نے ”ارشاد فرمایا“:

”ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت رنڈیاں مرید تھیں ایک بار یہ سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے سب مریدیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کیلئے حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی میاں صاحب بولے کہ فلائی کیوں نہیں آئی رنڈیوں نے جواب دیا ”میاں صاحب ہم نے اُس سے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو اُس



نے کہا میں بہت گناہگار ہوں اور بہت روسیاء ہوں میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں میں زیارت کے قابل نہیں۔ ”میاں صاحب نے کہا نہیں جی تم اُسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیاں اُسے لیکر آئیں جب وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا ”بی تم کیوں نہیں آئی تھیں؟“ اُس نے کہا حضرت روسیاء ہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں۔ میاں صاحب بولے ”بی تم شرماتی کیوں ہو کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے“ رنڈی یہ سن کر آگ ہو گئی اور خفا ہو کر کہا لا حول ولاقوة اگرچہ میں روسیاء و گناہگار ہوں مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔“

میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گئے اور وہ اٹھکر چل دی۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۳۲) اس عبارت سے ظاہر ہے کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک توحید میں غرق میاں صاحب کا یہ عقیدہ تھا کہ زنا کرنے اور کرانے والا تو وہی ہے۔ معاذ اللہ، استغفر اللہ وحدت الوجود کے گندے عقیدے کی اس عبرت ناک مثال کو میں نے ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ میں مختصراً پیش کیا تھا۔ (ص ۱۵) مگر حافظ ظہور صاحب نے اس کے جواب سے خاموشی برتی لہذا ثابت ہوا کہ وہ میری اس چھوٹی سی کتاب کے صرف ایک باب اور بارہ خطرناک عقائد میں سے صرف ایک عقیدے کے جواب سے بھی عاجز رہے ہیں۔

جواب دینے سے پہلے فریق مخالف کی عبارت تو پڑھ لیں ورنہ یہی انجام ہوگا جو ظہور احمد کا ہوا ہے۔ جب تک میری ہر دلیل اور ہر اعتراض کا صریح جواب نہیں آئے گا ”الزامات کے جوابات“ کی حیثیت باطل و مردود ہی رہے گی۔

غار صاحب! آپ نے عرض ناشر میں بے دلیل اور بے حوالہ دعوے کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”علمائے دیوبند کی ان خدمات سے سب سے زیادہ ڈرا نگریز حکومت کو تھا“ (ص ۱) آپ کے اس دعوے کی تردید و ابطال میں آل دیوبند اور انگریز کے سلسلے میں دس حوالے پیش خدمت ہیں:

① عاشق الہی میرٹھی و یوبندی اپنے امام ربانی یعنی رشید احمد گنگوہی صاحب کے بارے

میں لکھتے ہیں: ”ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بند و چٹپوں سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتنا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پراجہ کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کے لئے تیار ہو گیا۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۵، ۷۶)

معلوم ہوا کہ دیوبندی اکابر نے اپنی انگریز سرکار کے مخالف باغیوں سے شامی میں جنگ لڑی جس میں حافظ ضامن صاحب باغیوں کے ہاتھوں سے مارے گئے۔ میرٹھی دیوبندی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تا زیت خیر خواہ ہی ثابت رہے۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۹)

انگریز سرکار مسلمانوں کا قتل عام کر رہی تھی اور دیوبندی اکابر اسے مہربان سرکار قرار دے کر خیر خواہ ثابت ہو رہے تھے۔ سبحان اللہ!

② ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بارے میں عاشق الہی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”جب بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو۔۔۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۶)

انگریزوں کی حکومت (اور انگریز سرکار) کو رحمدل کہنے والے کس منہ سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ان سے، سب سے زیادہ ڈرا انگریز حکومت کو تھا!

③ دیوبندیوں کے اکابر میں سے ایک مملوک علی صاحب تھے، جن کے بارے میں لطیف اللہ نے لکھا ہے:

”اول یہ کہ مولانا موصوف دہلی کالج میں انگریزی حکومت کے بمشاہرہ سوروپے ماہانہ پر ملازم تھے۔“ (انفاس امدادی ص ۸۰ احاشیہ نمبر ۱۱)

محمد انوار الحسن شیر کوئی دیوبندی لکھتے ہیں: ”دہلی کالج کے تمام انگریز پرنسپل ان کی قدر کرتے

اور ان پر اعتماد کرتے تھے۔ بلکہ گورنر جنرل نے مولانا مملوک علی کو انعام بھی دیا۔“

(سیرت یعقوب و مملوک ص ۳۳)

کیا خیال ہے ۱۸۲۵ء میں ایک روپے کا کتنا سونا ملتا تھا اور انگریز گورنر جنرل نے کس خوشی میں مملوک علی صاحب کو انعام دیا تھا؟

حفظ الرحمن دیوبندی نے اپنی تقریر میں فرمایا:

”مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی جانب سے

بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔“ (مکالمۃ الصدرین ص ۸)

تبلیغی جماعت کو انگریزی حکومت کی طرف سے کتنا روپیہ ملتا تھا اور کیوں ملتا تھا؟

جواب دیں، خاموش کیوں ہو گئے ہیں؟

⑤ حفظ الرحمن صاحب کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے ”علامہ عثمانی“ دیوبندی صاحب

نے فرمایا: ”دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے

مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ اون کو چھ سو

روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے۔۔۔“

(مکالمۃ الصدرین ص ۹)

ممکن ہے کہ پہلے علم نہ ہو لیکن بعد میں انھیں علم ہو گیا کیونکہ تھانوی صاحب خود فرماتے ہیں:

”تحریرات کے زمانہ میں میرے متعلق یہ مشہور کیا گیا تھا کہ چھ سو روپیہ ماہانہ گورنمنٹ سے

پاتا ہے۔“ (ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۵۶ ملفوظ نمبر ۱۰۸، دوسرا نسخہ ج ۶ ص ۱۰۲)

⑥ اشرف علی تھانوی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ اگر تمھاری حکومت ہو جائے تو انگریزوں

کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے؟ تھانوی صاحب نے جواب دیا:

”مملوک بنا کر رکھیں کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو مملوک ہی بنا کر رکھیں گے مگر ساتھ ہی

اسکے نہایت راحت اور آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہونچایا

ہے۔“ (ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۵۵، ملفوظ: ۱۰۷، دوسرا نسخہ ج ۶ ص ۱۰۲)

④ محمد قاسم نانوتوی صاحب کے بیٹے محمد احمد کے بارے میں دیوبندیوں کی ایک معتبر کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ  
 ”۱۳۳۔ محمد احمد حافظ شمس العلماء

(۱) پسر محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند۔ یہ مدرسہ کا مہتمم یا پرنسپل ہے اور وفادار ہے۔“

(تحریک شیخ الہند ص ۴۴۹)

کیا خیال ہے؟ جس شخص کے بارے میں انگریز حکومت خود اقرار کرے کہ ”وفادار ہے“ تو وہ کتنا بڑا وفادار ہوگا؟!

⑤ محمد احسن نانوتوی کے بارے میں محمد ایوب قادری دیوبندی لکھتے ہیں:  
 ”۲۲/ مئی کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نوحہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے“  
 (کتاب: ”مولانا محمد احسن نانوتوی“ ص ۵۰)

ایوب صاحب مزید لکھتے ہیں: ”اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگا دی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہو گئے۔ اگر کو تو ال شہر شیخ بدر الدین کی فہمائش پر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا“ (محمد احسن نانوتوی ص ۵۱)

⑥ پی سی پگاٹ نامی ایک انگریز لکھتا ہے:

”مجھ کو آج مدرسہ عربیہ دیوبند کے معائنہ سے غیر معمولی مسرت ہوئی... میں نہایت خوشی سے اپنا نام چندہ دہندگان میں شامل کرتا ہوں۔ پی سی پگاٹ، جنٹ مجسٹریٹ سہارنپور، ۶/ اپریل ۱۸۹۷ء“ (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۳۴۹)

کیا خیال ہے؟ پگاٹ صاحب کتنا چندہ دے گئے تھے اور کس وجہ سے نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے تھے؟

⑩ ایک انگریز پامر نامی نے کیا کہا تھا؟ اس کا جواب پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی

سے سنئے، لکھتے ہیں:

”اس مدرسہ نے یونانی و ترقی کی ۳۱/ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لفٹنٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسکی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں

”جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار و مدد معاون سرکار ہے۔۔۔“ (محمد احسان فوتوی ص ۲۱۷، نیز دیکھئے کتاب: فخر العلماء ص ۶۰)

نثار صاحب! اس طرح کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً عبید اللہ سندھی (سابق نام: یونٹا سنگھ) نے اپنے ایک خط میں مدرسہ دیوبند کے بارے میں فرمایا:

”مالکان مدرسہ سرکار کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں“ (دیکھئے تحریک شیخ الہند ص ۳۵۸)

آپ ایسا کریں کہ حافظ ظہور احمد صاحب اور دوسرے لوگوں سے میری چھوٹی سی کتاب ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ کا مکمل اور موضوع کے مطابق جواب لکھوائیں۔ اسی طرح ماہنامہ الحدیث حضرو میں آل دیوبند پر جو تحقیقی رد کیا گیا ہے مثلاً ”انور اکاڑی صاحب کے جواب میں“ اور ماہنامہ الحدیث: ۴۹ میں شائع شدہ تحقیقی مضمون ”وحدت الوجود کیا ہے؟“ اور اس کا شرعی حکم“ (ص ۱۲-۲۶) وغیرہ، ان تحریرات کا بھی مکمل اور بمطابق تحریر جواب لکھیں یا لکھوائیں۔

المہند الدیوبندی جیسی بے ثبوت اور اصل عبارات سے فرار والی تحریرات شائع کر کے اپنی جگہ ہنسائی نہ کروائیں۔

تنبیہ: ہم نے وحید الزمان حیدر آبادی، نواب صدیق حسن خان، فیض عالم صدیقی اور بعض علماء وغیرہم کے بارے میں صراحتاً یا اشارتاً اعلان کر رکھا ہے کہ یہ ہمارے اکابر میں سے نہیں ہیں یا ہم ان کی تحریرات سے بری ہیں۔ اگر آپ کے پاس میرے اعلانات نہیں

پہنچے تو اس تحریر کو میرا اعلان سمجھ لیں۔

میرے خلاف آپ درج ذیل دلائل پیش کر سکتے ہیں:

۱: قرآن مجید

۲: صحیح اور حسن لذاتہ مرفوع احادیث

۳: اجماع ثابت

اگر آپ ہمارے علماء کرام کے اجتہادات پیش کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل شرائط کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں:

۱۔ وہ عالم ہمارے نزدیک ثقہ و صدوق عندا لجمہور ہو اور صحیح العقیدہ اہل حدیث ہو۔

۲۔ اس عالم کا قول قرآن، حدیث اور اجماع کے خلاف نہ ہو کیونکہ ہمارا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ قرآن، حدیث اور اجماع کے خلاف ہر شخص کی بات مردود ہے۔

۳۔ اس عالم کا قول ہمارے نزدیک مفتیٰ بہ ہو۔

۴۔ ہم اسے اپنے اکابر میں تسلیم کرتے ہوں۔

دوبارہ عرض ہے کہ ہم کتاب و سنت اور اجماع کے خلاف ہر عالم کا قول مردود سمجھتے ہیں۔

آپ لوگوں کے خلاف ہم وہی عبارات اور حوالے پیش کرتے ہیں جنہیں آپ صحیح اور حجت تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آپ ان عبارات کا صاف طور پر علانیہ انکار کر دیں اور عبارات لکھنے یا کہنے والوں کو اپنے اکابر کی فہرست سے باہر نکال دیں تو ہم آپ کے خلاف یہ عبارات اور حوالے ہر گز نہیں پیش کریں گے۔ کیا خیال ہے؟ اگر حیاتی دیوبندیوں کے خلاف مماتی دیوبندیوں، احمد سعیدی دیوبندیوں اور پنچ پیری دیوبندیوں کے حوالے پیش کرنے شروع کر دیئے جائیں تو کیا آپ ان حوالوں کو تسلیم کریں گے؟ اگر نہیں تو پھر ہمارے خلاف بھی آپ کو ایسے حوالے پیش کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں جنہیں ہم تسلیم کرنے سے علانیہ انکار یا اعلان براءت کرتے ہیں۔ وما علینا إلا البلاغ

(۲۶/ رمضان ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۷/ ستمبر ۲۰۰۸ء)

## اجماع امت حجت ہے

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين .  
ورضى الله عن أزواجه وذريته وأصحابه وآله أجمعين .  
ورحمة الله على من تبعهم باحسان إلى يوم الدين : من ثقات التابعين و  
أتباع التابعين والمحدثين وهم السلف الصالحين .  
ونعوذ بالله من شرور المبتدعين الضالين المضللين . أما بعد :

اہل حدیث یعنی اہل سنت کا یہ بنیادی ایمان، عقیدہ اور عمل ہے کہ قرآن مجید اور  
حدیث رسول کے بعد اجماع امت (صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کا اجماع) حجت اور شرعی  
دلیل ہے، لہذا اس کی حجیت کے بعض دلائل و آثار سلف صالحین پیش خدمت ہیں، نیز شروع  
میں اجماع کی تعریف و مفہوم بھی صراحتاً بیان کر دیا گیا ہے۔

اجماع کی تعریف و مفہوم: کسی مسئلے (یا عقیدے) پر اتفاق رائے کو لغت میں اجماع کہا  
جاتا ہے۔ مثلاً دیکھئے القاموس المحیط (ص ۹۱۷ ب) المعجم الوسيط (۱/۱۳۵) اور القاموس  
الوحي (ص ۲۸۰)

محمد مرتضیٰ زبیدی خفی نے لکھا ہے: ”والاجماع أي اجماع الأمة : الاتفاق ...“

اور اجماع یعنی امت کا اجماع: اتفاق (تاج العروس ج ۱۱ ص ۷۵)

اسی طرح أجمع کا مطلب: اتفاق کرنا، اکٹھا کرنا اور پختہ ارادہ کرنا ہے۔

دیکھئے سورۃ یوسف (۱۵) مصباح اللغات (ص ۱۲۲) اور عام کتب لغت۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

”الحمد لله . معنی الاجماع : أن تجتمع علماء المسلمين على حكم من  
الأحكام . وإذا ثبت اجماع الأمة على حكم من الأحكام لم يكن لأحد أن

يُخْرِجُ عَنْ أَجْمَاعِهِمْ فَإِنَّ الْأُمَّةَ لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ وَلَكِنْ كَثِيرٌ مِنَ الْمَسَائِلِ يَظُنُّ بَعْضُ النَّاسِ فِيهَا أَجْمَاعًا وَلَا يَكُونُ الْأَمْرُ كَذَلِكَ ، بَلْ يَكُونُ الْقَوْلُ الْآخِرُ أَرْجَحُ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ

حمود ثناء اللہ ہی کے لئے ہے۔ اجماع کا معنی یہ ہے کہ احکام میں سے کسی حکم پر مسلمانوں کے علماء جمع ہو جائیں اور جب کسی حکم پر امت کا اجماع ثابت ہو جائے تو کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ علماء کے اجماع سے باہر نکل جائے، کیونکہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، لیکن بہت سے مسائل میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اجماع ہے، حالانکہ ان میں اجماع نہیں ہوتا بلکہ (اس کے مخالف) دوسرا قول کتاب و سنت میں زیادہ رائج ہوتا ہے۔

(التاویٰ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۸۴، مجموع فتاویٰ ج ۲ ص ۱۰)

امت سے مراد امت مسلمہ کے صحیح العقیدہ اہل سنت علماء و عوام ہیں اور عوام اپنے علماء کے مقتدی و تبع ہوتے ہیں، لہذا علماء کے اتفاق میں عوام کا اتفاق بھی شامل ہے۔ اجماع کی تین اقسام ہیں:

۱: جو نص صریح سے ثابت ہو، مثلاً رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔

۲: جو نص سے استنباط ہو، مثلاً ضعیف راوی کی منقر و روایت ضعیف و غیر مقبول ہے۔

۳: جو علماء کے اجتہاد سے ثابت ہو، مثلاً:

(۱) صحیح حدیث کی پانچ شرطیں ہیں اور ان میں ایک یہ ہے کہ شاذ نہ ہو۔

(۲) نماز میں اُوپچی آواز سے ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

(۳) نومو لوہ کے کان میں اذان دینا۔

(۴) امام کا جہری تکبیریں کہنا اور مقتدیوں کا سری تکبیریں کہنا، الا یہ کہ مکبر ہو۔ وغیر ذلک

یہ تینوں اقسام حجت ہیں اور اس تمہید کے بعد اجماع امت کے حجت ہونے کے بعض دلائل اور آثار سلف صالحین پیش خدمت ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ



غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُؤَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُضِلِّهِ جَهَنَّمَ طَوَسَاءَ تَ مَصِيرًا ﴿﴾  
اور جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد، رسول کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستے کو  
چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلے تو جدھر وہ پھرتا ہے ہم اُسے اُسی طرف پھیر دیتے ہیں اور  
اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ (جہنم) بُرا ٹھکانا ہے۔ (النساء: ۱۱۵)

اس آیت کی تفسیر میں ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح القرطبی (متوفی  
۶۷۱ھ) نے فرمایا: ”قال العلماء في قوله ... دليل على صحة القول  
بالاجماع“ علماء نے فرمایا کہ اس میں اجماع کے قول کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(تفسیر قرطبی: الجامع لاحکام القرآن ۵/۳۸۶، دوسرا نسخہ ۲/۹۷۲)

ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد الشاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) نے لکھا ہے:

”ثم إن عامة العلماء استدلوأبها على كون الاجماع و أن مخالفه عاص و  
على أن الابتداع في الدين مذموم.“ پھر عام علماء نے اس آیت سے استدلال کیا  
کہ اجماع حجت ہے اور اس کا مخالف گناہ گار ہے اور یہ استدلال بھی کیا ہے کہ دین میں  
بدعت نکالنا مذموم ہے۔

(الموافقات ۳/۳۸، الفصل الرابع في العموم والخصوص: المسألة الثالثة/تحقيق مشهور حسن)

برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی (متوفی ۸۸۵ھ) نے اس آیت کی تشریح و تفسیر  
میں لکھا: ”وهذه الآية دالة على أن الاجماع حجة.“ اور یہ آیت اس کی دلیل ہے  
کہ اجماع حجت ہے۔ (نظم الدرر في تناسب الآيات والسورج ص ۳۱۸)

حنفی فقیہ ابو الیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی (متوفی ۳۷۵ھ) نے آیت  
مذکورہ کی تفسیر میں لکھا ہے: ”و في الآية دليل: أن الاجماع حجة لأن من خالف  
الاجماع فقد خالف سبيل المؤمنين.“ اور آیت میں (اس پر) دلیل ہے کہ اجماع  
حجت ہے، کیونکہ جس نے اجماع کی مخالفت کی تو اس نے سبیل المومنین کی مخالفت کی۔

(تفسیر سمرقندی/ بحر العلوم ۱/۳۸۷-۳۸۸)

قاضی عبداللہ بن عمر البیہاوی (متوفی ۷۹۱ھ) نے اس آیت کی تشریح میں کہا:

”وَالْآيَةُ تَدُلُّ عَلَى حُرْمَةِ مَخَالَفَةِ الْإِجْمَاعِ ...“ اور آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اجماع کی مخالفت حرام ہے۔ (انوار التزیل واسرار التزیل/تفسیر بیضاوی/۱/۲۳۳)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر ابن کثیر (۱/۵۶۸، دوسرا نسخہ/۲/۳۶۵-۳۶۶) وغیرہ۔

۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا يَجْمَعُ اللَّهُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ أَبَدًا. وَيَدُّ اللَّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ.)) اللہ میری امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ (المسند رک للحاکم/۱/۱۱۶ ج ۳۹۹، سند صحیح)

اس حدیث کی سند درج ذیل ہے:

”حدثنا أبو بكر محمد بن أحمد بن بالويه : ثنا موسى بن هارون : ثنا العباس بن عبد العظيم : ثنا عبد الرزاق : ثنا إبراهيم بن ميمون العدني - و كان يسمى قريش اليماني و كان من العابدين المجتهدين - قال قلت لأبي جعفر : والله لقد حدثني ابن طاوس عن أبيه قال : سمعت ابن عباس يقول : قال رسول الله ﷺ :“

(اتحاف الهمزة لابن حجر/۷/۲۹۷ ج ۸۳۸، المسند رک: ۳۹۹، مخطوط مصورج ص ۵۰ [۳۹])

اب اس سند کے راویوں کی توثیق پیش خدمت ہے:

۱: ابوبکر محمد بن احمد بن بالويه الجلاب النيسابوري (متوفی ۳۴۰ھ)

انھیں حاکم نے ثقہ کہا۔ (المسند رک/۱/۵۳ ج ۱۷۳)

حاکم اور ذہبی دونوں نے ابن بالويه کی بیان کردہ حدیث کو صحیح کہا۔

(المسند رک/۲/۲۳۱-۲۳۰ ج ۲۹۳۶)

اور ذہبی نے فرمایا: ”من أعيان المحدثين والرؤساء ببلده“ وہ بڑے معزز

محدثین میں سے اور اپنے شہر (نیشاپور) کے رئیسوں میں سے تھے۔ (تاریخ الاسلام ۲۵/۱۹۳)

اور فرمایا: ”الإمام المفيد الرئيس ...“ (سير اعلام النبلاء ۱۵/۳۱۹)

۲: ابو عمران موسیٰ بن ہارون بن عبد اللہ بن مروان البرزازی الحمالی (متوفی ۲۹۳ھ) خطیب بغدادی نے کہا: ”وكان ثقة عالمًا حافظًا.“

ابن السنادی نے کہا: ”كان أحد المشهورين بالحفظ والنقة و معرفة الرجال“ (تاریخ بغداد ۱۳/۵۰-۵۱ تا ۷۰۱۹)

حافظ ذہبی نے کہا: ”الإمام الحافظ الكبير الحجة الناقد ، محدث العراق“

(سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۱۶)

۳: ابو الفضل عباس بن عبد العظیم بن اسماعیل العنبری البصری (متوفی ۲۴۰ھ)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”ثقة حافظ“ (تقریب التہذیب: ۳۱۷۶)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ”الحافظ الحجة الإمام“ (سیر اعلام النبلاء ۱۲/۳۰۲)

امام نسائی نے فرمایا: ”ثقة مامون ، صاحب حديث“ (تسمیۃ مشائخ التسانی: ۱۷۵)

۴: ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الخمری الصنعانی البیسی (متوفی ۲۱۱ھ)

آپ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق، صحیح الحدیث اور حسن الحدیث ہیں۔

دیکھئے میری کتاب تحقیقی مقالات (ج ۱ ص ۴۰۴-۴۱۶)

تنبیہ: محمد بن احمد بن حماد الدولابی نے اپنی سند کے ساتھ عباس بن عبد العظیم سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے (امام) عبد الرزاق کے بارے میں فرمایا: ”والله الذي لا إله إلا هو

إن عبد الرزاق كذاب ، و محمد بن عمر الواقدي أصدق منه .“

(کتاب الصغفاء الکبیر للعقلمی ج ۳ ص ۱۰۹، دوسرا نسخہ ۸۵۹/۳، تیسرا نسخہ ۴/۳۷)

یہ روایت عباس بن عبد العظیم سے ثابت ہی نہیں، کیونکہ اس کا راوی دولابی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اور جدید دور کے بعض طالب علموں کا اس کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش لا حاصل ہے۔

کتاب الکافی والے ابن حماد الدولابی (حنفی) کے بارے میں محدثین کرام کی

تحقیقات درج ذیل ہیں:

(۱): امام ابن عدی نے فرمایا: ابن حماد نعیم (بن حماد) کے بارے میں جو کچھ کہتا ہے، اس میں متہم ہے، کیونکہ وہ اہل الرائے میں بہت پکا تھا۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ۵/۲۵۵ سندہ صحیح، تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۳۵۲)

(۲): ابن یونس المصری نے کہا: ”وكان من أهل صناعة الحديث، حسن التصنيف، وله بالحديث معرفة. وكان يضعف.“ (تاریخ دمشق ۵/۳۱۱ سندہ صحیح)

(۳): حافظ ذہبی نے اسے دیوان الضعفاء والمترکین میں ذکر کیا ہے۔

(ج ۲ ص ۲۷۷ تا ۲۷۶)

نیز دیکھئے المغنی فی الضعفاء (۲/۲۵۹ تا ۵۲۵۶)

اس سلسلے میں امام دارقطنی کا کلام غیر واضح ہے۔ سوالات میں ”تکلموا فیہ، ما تبین من امرہ إلا خیر“ چھپا ہوا ہے، جبکہ حافظ ذہبی نے ”تکلموا فیہ لما تبین من امرہ إلا خیر“ کے الفاظ لکھے ہیں۔ (میزان الاعتدال ۳/۲۵۹ تا ۱۷۵۱)

یہ دونوں حوالے باہم متعارض ہو کر ساقط ہیں اور جمہور کی جرح کی رُو سے دولابی ضعیف ہے۔

عباس بن عبد العظیم کی عبد الرزاق سے روایات کو درج ذیل محدثین نے صحیح و حسن قرار دیا ہے:

(۱): ابن خزیمہ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۶۳، بروایت)

(۲): ابن حبان (الاحسان: ۴۰۳۲، ۵۰۹، بروایت)

(۳): ترمذی (سنن ترمذی: ۳۲۳۳، وقال: هذا حديث حسن غريب)

(۴): ابو نعیم الاصبہانی (المسند المستخرج علی صحیح مسلم ۳/۲۸۷ تا ۳۰۲۲ بروایت)

نیز دیکھئے المستدرک (۱/۴۲۸ ج ۱) (۱۵۶۱)

عقلی والی روایت مردودہ سے استدلال کے علاوہ کسی محدث نے بھی یہ نہیں کہا کہ عباس بن عبد العظیم کا عبد الرزاق سے سماع بعد از اختلاط ہے، لہذا مذکورہ تصحیحات کی رُو سے

عباس بن عبد العظیم کا عبدالرزاق سے سماع قبل از اختلاف ہے۔

۵: ابراہیم بن میمون العدنی الصنعانی اور زبیدی رحمہ اللہ

ثقة (تقریب التہذیب: ۲۶۲)

و ثقہ ابن معین وغیرہ .

۶: ابو محمد عبد اللہ بن طاؤس بن کیسان الیمانی رحمہ اللہ

ثقة فاضل عابد . (تقریب التہذیب: ۳۹۷)

۷: طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ

ثقة فقیہ فاضل . (تقریب التہذیب: ۳۰۰۹)

۸: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما صحابی مشہور

ثابت ہوا کہ یہ سند صحیح ہے اور حاکم نیشاپوری نے اسے ان احادیث میں ذکر کیا ہے،

جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اجماع حجت ہے۔ (دیکھئے المستدرک: ۱۱۳/۲ ج ۲۸۶)

۳) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(( لَنْ تَجْمَعَ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ أَبَدًا فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّ يَدَ اللَّهِ عَلَى

الْجَمَاعَةِ )) میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، لہذا تم جماعت (اجماع) کو لازم

پکڑو، کیونکہ یقیناً اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۲/۱۲ ج ۱۳۶۲۳)

اس حدیث کی سند درج ذیل ہے:

”حدثنا عبد الله بن أحمد : حدثني محمد بن أبي بكر المقدمي : ثنا معتمر

ابن سليمان عن مرزوق مولى آل طلحة عن عمرو بن دينار عن ابن

عمر..“ (المعجم الکبیر: ۱۳۶۲۳)

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ صحیح لغیرہ ہے اور راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۰ھ)

ثقة (تقریب التہذیب: ۳۲۰۵)

۲: محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم المقدمی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ)

ثقة (تقریب الجہد یب: ۵۷۶۱)

۳: معتمر بن سلیمان بن طرخان التیمی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۷ھ)

ثقة (تقریب الجہد یب: ۶۷۸۵)

۴: ابوبکر مرزوق مولیٰ آل طلحہ البصری الباہلی رحمہ اللہ

صدوق (تقریب الجہد یب: ۶۵۵۵)

و ثقہ أبو زرعة الرازي (کتاب الجرح والتعديل ۲۶۳/۸)

و وثقه الجمهور فهو حسن الحديث.

۵: ابو محمد عمرو بن دینار المکی الاثرم رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۶ھ)

ثقة ثبت (تقریب الجہد یب: ۵۰۲۳)

۶: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صحابی مشہور

یہ حدیث اپنے سابق شاہد (فقہ نمبر ۲) کی وجہ سے صحیح لغیرہ ہے۔ والحمد للہ

شیخ البانی نے اس حدیث کو بذاتِ خود ”و هذا إسناد صحيح رجاله ثقات ...“

قراردیا ہے۔ (دیکھئے السنن لابن ابی عامر تھقین الابانی ۱/۸۰ ج ۱)

۴) ثقہ جلیل القدر تابعی امام شریح بن الحارث القاضی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا)

عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے ان کی طرف لکھ کر (علم) بھیجا:

(۱) جب تمہارے پاس کتاب اللہ میں سے کوئی چیز (دلیل) آئے تو اس کے مطابق

فیصلہ کرو اور اس کے مقابلے میں لوگوں کی طرف التفات نہ کرنا۔

(۲) پھر اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت (حدیث) دیکھ کر اس کے

مطابق فیصلہ کرنا۔

(۳) اگر کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی نہ ملے تو دیکھنا کہ کس بات پر

لوگوں کا اجماع ہے، پھر اسے لینا۔

(۴) اگر کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی نہ پاؤ اور تم سے پہلے کسی نے اس کے بارے میں کلام نہ کیا ہو تو دو کاموں میں سے جو چاہو اختیار کر لو:  
یا تو اجتہاد کرو اور فیصلہ کر دو، یا پیچھے ہٹ جاؤ اور فیصلے میں تاخیر کرو اور میرا خیال ہے کہ تمہارے لئے تاخیر ہی بہتر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۷/۲۴۰ ح ۲۴۹۸۰ و سندہ صحیح، الخازنہ ۱/۲۳۸ ح ۱۳۳)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

”حدثنا علي بن مسهر عن الشيباني عن الشعبي عن شريح ...“

راویوں کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱: علی بن مسہر الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ)

”وكان فقيهاً محدثاً ثقة.“ (الكاشف للذہبی ۲/۳۳۷-۳۹۶۲)

۲: ابواسحاق سلیمان بن ابی سلیمان الشیبانی الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱ھ)

ثقة (تقریب التہذیب: ۲۵۶۸)

۳: عامر بن شراحیل الشعمی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۴ھ)

ثقة مشہور فقیہ فاضل (تقریب التہذیب: ۳۰۹۲)

۴: شریح بن الحارث القاضی رحمہ اللہ (متوفی ۷۸ھ)

”مخضرم ثقة و قيل : له صحبة“ (تقریب التہذیب: ۲۷۷۴)

۵: سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو مضبوطی اور پوری

طاقت کے ساتھ پکڑ لو۔ (ابوداؤد: ۴۶۰۷ و سندہ صحیح و صحیح الترمذی: ۲۶۷۶، اضواء المصالح اردو ج ۱ ص ۲۴۱)

۵) سیدنا ابوسعود عقبہ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ نے ایک تابعی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

”أوصيك بتقوى الله و لزوم الجماعة فإن الله عز وجل لم يكن ليجمع أمة

محمد ﷺ على ضلالة ...“ میں تجھے اللہ کے تقویٰ اور جماعت لازم پکڑنے کا حکم

دیتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی اُمت کو گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا۔

( کتاب المعرفة والتاریخ للإمام یعقوب بن سفیان القاری ج ۳ ص ۲۳۴-۲۳۵ وسندہ حسن، موضح اوہام الجمع والتفریق للخطیب ۱/۲۵۰، الفقیہ والحققہ ۱/۱۶۷ )

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

”حدثنا سعيد بن منصور : حدثنا أبو معاوية قال : ثنا أبو إسحاق الشيباني عن يسير بن عمرو عن أبي مسعود الأنصاري ...“

اس موقوف روایت کے راویوں کا مختصر و جامع تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: سعيد بن منصور بن شعبه الخراساني المكي رحمه الله (متوفى ۲۲۷ھ)

”ثقة مصنف و كان لا يرجع عما في كتابه لشدة وثوقه به .“

(تقریب الجہد ص: ۲۳۹۹)

۲: ابو معاوية محمد بن حازم الضرير الكوفي (متوفى ۱۹۵ھ)

و ثقہ الجمهور وهو صحيح الحديث إذا صرح بالسماع فيما روى عن الأعمش و حسن الحديث إذا روى عن غيره إذا صرح بالسماع .

جہور نے انھیں ثقہ قرار دیا اور وہ اعمش سے روایت میں صحیح الحدیث ہیں، بشرطیکہ سماع کی تصریح کریں اور دوسروں سے حسن الحدیث ہیں، بشرطیکہ سماع کی تصریح کریں۔

ابن سعد نے کہا: ”و كان ثقة كثير الحديث ، يدلّس و كان مرجئاً“

(الطبقات الکبریٰ ۶/۳۹۲)

فائدہ: اس مفہوم کی ایک روایت کو امام طبرانی نے ”محمد بن عبدوس بن کامل :

ثنا علي بن الجعد : ثنا شعبة عن سليمان الشيباني“ کی سند سے روایت کیا

ہے۔ (المعجم الکبیر ۱/۲۴۰ ج ۲۶۶ وسندہ صحیح)

۳: ابو اسحاق الشیبانی رحمہ اللہ ثقة . (دیکھئے ہی مضمون فقرہ نمبر ۲/۲) ص ۸۲

۴: یسیر بن عمرو بن النضر (متوفى ۸۵ھ)



و له رؤية . (تقریب التہذیب: ۷۸۰۸)

یعنی وہ صحابی تھے۔ رضی اللہ عنہ

۵: سیدنا ابو مسعود عقبہ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی۔

اس روایت کو خطیب بغدادی نے ”الکلام فی الأصل الثالث من أصول

الفقه وهو اجماع المجتہدین“ میں ذکر کیا ہے۔

دیکھئے الفقیہ والمحققہ (۱/۱۵۳، ص ۱۶۷)

مستدرک الحاکم (۴/۵۰۶-۵۰۷ ح ۸۵۴۵) میں اس روایت کی دوسری سند بھی

ہے، جسے حاکم اور ذہبی دونوں نے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔

۶: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”فما رأى المسلمون حسناً فهو عند الله حسن و ما رأوا سيئاً فهو عند الله

سئ“ پس جسے مسلمان اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے اور جسے بُرا سمجھیں تو وہ اللہ

کے نزدیک بُرا ہے۔

(مسند احمد ۱/۳۷۹ ح ۳۶۰۰ و سند حسن، صحیح الحاکم ووافق الذہبی ۳/۷۸-۷۹ ح ۳۳۶۵)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

”حدثنا أبو بكر : حدثنا عاصم عن زر بن حبیش عن عبد الله بن مسعود“

اس سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: قاری ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ

صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمهور۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۸-۱۷۰)

۲: قاری عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ

صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمهور۔

۳: زر بن حبیش رحمہ اللہ

”ثقة جلیل مخضرم“ (تقریب التہذیب: ۲۰۰۸)

۴: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مشہور صحابی

اس روایت کی دوسری سندیں بھی ہیں اور ان میں سے دوسندوں کو خطیب بغدادی نے اجماع والے باب میں ذکر کیا ہے۔ (الفقیہ والفقہ ۱/۱۶۶-۱۶۷)  
حافظ شمشی نے بھی اسے ”باب فی الاجماع“ میں ذکر کیا ہے۔

(تجلی الزوائد ۱/۱۷۷-۱۷۸)

ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرنا چاہئے اور اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو پھر نبی ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کرنا چاہئے اور اگر کتاب اللہ اور سنت النبی ﷺ میں نہ ملے تو پھر صالحین کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کرنا چاہئے اور اگر تینوں میں نہ ملے تو پھر اجتہاد کرنا چاہئے۔

(سنن نسائی ۸/۲۳۰ ج ۵۳۹۹، داری ۱۷۲: ۱۱۵/۱۰)

اس روایت میں ابو معاویہ منفرد نہیں اور اعمش مدلس ہیں، لہذا سند ضعیف ہے، لیکن سنن داری (۱۷۱) اور المعجم الکبیر للطبرانی (۹/۲۱۰ ج ۸۹۲۱ وسندہ حسن) وغیرہما میں اس کے شواہد ہیں، جن کے ساتھ یہ روایت حسن ہے۔ امام نسائی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: ”هذا الحديث جيد جيد“ اور اس پر ”الحکم باتفاق اهل العلم“ کا باب باندھ کر یہ ثابت کر دیا کہ اجماع حجت ہے۔

۷) ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تین خصلتوں میں مسلم کا دل کبھی خیانت نہیں کرتا:

(۱) خالص اللہ کے لئے عمل

(۲) حکمرانوں کے لئے خیر خواہی

(۳) اور جماعت کو لازم پکڑنا، کیونکہ ان کی دعوت (دعا) دُور والوں کو بھی گھیر لیتی ہے۔

(مسند احمد ۵/۱۸۳ ج ۲۱۵۹۰ عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وسندہ صحیح، انصواء المصاحح اردو ج ۱ ص ۲۹۳ ج ۲۲۸-۲۲۹)

امام ابو عبد اللہ محمد بن ادريس الشافعي رحمہ اللہ نے اس مفہوم کی حدیث کی تشریح

میں فرمایا: ”وَأَمْرُ رَسُولِ اللَّهِ بِلِزْومِ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ مِمَّا يَحْتَجُّ بِهِ فِي أَنْ جَمَاعَ الْمُسْلِمِينَ - إِنْ شَاءَ اللَّهُ - لَازِمٌ .“ اور رسول اللہ (ﷺ) کا مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم، ان دلائل میں سے ہے کہ ان شاء اللہ مسلمانوں کا اجماع لازمی (دلیل) ہے۔ (کتاب الرسائل ص ۴۰۳ فقرہ: ۱۱۰۵)

۸) سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: ((فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ بِحَبِیْةِ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمْ الْجَمَاعَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ أَبْعَدُ .)) تم میں سے جو شخص بہترین اور وسیع جنت پسند کرتا ہے تو جماعت کو لازم پکڑ لے، کیونکہ ایک کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور وہ (اس کے مقابلے میں) دو سے زیادہ دور ہوتا ہے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی ۵/۳۸۸ ج ۹۲۲ و سندہ صحیح)

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس مفہوم کی روایت کو اجماع کی حجیت کے تحت ذکر کر کے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے کتاب الرسائل ص ۴۷۲ فقرہ: ۱۳۱۵)

۹) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ اور اسی طرح ہم نے تمہیں اُمت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔

(سورۃ البقرہ: ۱۴۳)

اس آیت کی تشریح میں ابو حیان محمد بن یوسف اللاندکی (متوفی ۴۵۷ھ) نے کہا:

”وقیل : معناه لیكون اجماعکم حجة“ اور کہا گیا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارا اجماع حجت ہو۔ (البحر المحیط ج ۱ ص ۵۹۵)

امام بخاری نے آیت مذکورہ کے بعد لکھا ہے: ”وما أمر النبي ﷺ بِلِزْومِ

الجماعة وهم أهل العلم“ (صحیح بخاری ۲/۱۰۹۲ قبل ج ۳۳۹، فتح الباری ۱۳/۳۱۶)

اہل العلم سے مراد اہل السنۃ والجماعۃ کے علماء ہیں۔ (فتح الباری ۱۳/۳۱۶)

کر مانی نے کہا: ”مقتضى الأمر بِلِزْومِ الجماعة أنه يلزم المكلف متابعة

ما أجمع عليه المجتهدون وهم المراد بقوله: وهم أهل العلم . و الآية التي ترجم بها احتج بها أهل الأصول لكون الاجماع حجة ...

جماعت لازم پکڑنے کے حکم کا تقاضا یہ ہے: (ہر) مکلف پر یہ ضروری ہے کہ جس پر مجتہدین کا اجماع ہو اس کی اتباع کرے اور اہل علم کے قول سے یہی مراد ہیں۔ امام بخاری نے جو آیت ترجمۃ الباب میں ذکر کی ہے اُس سے اہل اصول نے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے۔ (فتح الباری ۱۳/۳۱۶-۳۱۷)

۱۰) سیدنا الحارث الاشعری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فإنه من فارق الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه إلا أن يرجع)). بے شک جو شخص بالشت برابر جماعت سے دُور ہوا تو اس نے اسلام کا طوق اپنی گردن سے اتار پھینکا، الا یہ کہ وہ رجوع کرے یعنی واپس آجائے۔

(سنن ترمذی: ۲۸۶۳ وقال: "هذا حديث حسن صحيح غريب" وسندہ صحیح، الشریعہ للابری ۱/۲۸۷ ج ۷ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ص ۸، اضواء المصالح اردو ج ۱ ص ۲۳۸)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اجماع شرعی حجت ہے۔

۱۱) ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین آدمیوں کا قتل جائز ہے:

(۱) قاتل (۲) شادی شدہ زانی (۳) اور "والتارك لدينه المفارق للجماعة"

(صحیح مسلم: ۱۶۷۶، ترقیم دارالسلام: ۴۳۷۵ واللفظ، صحیح البخاری: ۶۸۷۸)

اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجر العسقلانی نے لکھا ہے:

"و مخالف الاجماع داخل في مفارق الجماعة" اور اجماع کا مخالف مفارق الجماعہ (کے مفہوم) میں داخل ہے۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۰۴)

۱۲) ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ایک طائفہ (گروہ) ہمیشہ حق پر غالب رہے گا۔ الخ (صحیح مسلم ج ۱۲، ترقیم دارالسلام: ۴۹۵۰)

اس کی تشریح میں علامہ نووی نے لکھا ہے: "وفيه دليل لكون الاجماع حجة

وہو أصح ما يستدل به من الحديث “ اور اس میں اجماع کے حجت ہونے پر دلیل ہے اور (نووی کے نزدیک) احادیث میں سے اجماع ثابت کرنے والی یہ صحیح ترین دلیل ہے۔ (شرح صحیح مسلم، درسی نسخہ ج ۲ ص ۱۴۳)

۱۳) سعید بن جبہان (صدوق حسن الحديث تابعی) رحمہ اللہ نے سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے کہا: سلطان (حکمران) لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور یہ کرتا ہے وہ کرتا ہے؟ تو سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ زور سے جھٹک کر فرمایا:

”و يحك يا ابن جمهان! عليك بالسواد الأعظم، عليك بالسواد الأعظم، إن كان السلطان يسمع منك فأنه في بيته فأخبره بما تعلم فإن قبل لك وإلا فدهه فإنك لست بأعلم منه.“

تیری خرابی ہو، اے ابن جمہان! سواد اعظم کو مضبوطی سے پکڑ لو، سواد اعظم کو مضبوطی سے پکڑ لو، اگر سلطان (مسلمان حکمران) تیری بات سنتا ہے تو اس کے گھر جا کر اسے وہ بتا دو جو تم جانتے ہو، پھر اگر وہ مان لے تو (بہتر ہے) ورنہ اسے چھوڑ دو، کیونکہ تم اس سے زیادہ نہیں جانتے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۳-۳۸۴ ح ۱۹۴۱۵، سند حسن لذاتہ)

اس حدیث میں سواد اعظم سے مراد مسلمانوں کا اجماع ہے۔

۱۴) مشہور ثقہ تابعی امام عمر بن عبد العزیز الاموی رحمہ اللہ نے (اپنی خلافت کے دوران میں) چاروں طرف لکھ کر (حکم) بھیجا: ”ليقضى كل قوم بما اجتمع عليه فقهاؤهم“ ہر قوم اس کے مطابق فیصلہ کرے جس پر ان کے فقہاء کا اجماع ہے۔

(سنن دارمی تحقیق حسین سلیم اسد ج ۱ ص ۲۸۹ ح ۶۵۲، سندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۶۱۳۳، حمید الطویل صرح بالسمع عند الدارمی)

ثابت ہوا کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

۱۵) مدینہ طیبہ کے امام ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمر الاصمعی الفقیہ المحدث رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) نے اپنی مشہور کتاب موطأ امام مالک میں کئی

مقامات پر اجماع سے استدلال کیا، مثلاً امام مالک نے فرمایا: ”الأمر المجتمع عليه عندنا أن المسلم إذا أرسل كلب المجوسي الضاري فصاد أو قتل، إنه إذا كان معلماً فأكل ذلك الصيد حلال لا بأس به وإن لم يذكه المسلم...“ ہمارے ہاں اس پر اجماع ہے کہ مسلمان جب مجوسی کا شکاری کتا (شکار کے لئے بسم اللہ پڑھ کر) بھیجے، پھر وہ شکار کرے یا (شکار کو) قتل کر دے، اگر وہ کتا سکھایا ہوا تھا تو اس شکار کا کھانا حلال ہے، اگرچہ مسلمان اسے ذبح نہ کر سکے۔ (الموطا، روایہ یحییٰ ۴۹۴۲ تحت ج ۱۰۹۱)

اور فرمایا: ”الأمر عندنا الذي لا اختلاف فيه . أنه لا يكره الاعتكاف في كل مسجد يجمع فيه .“ اس بات میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں کہ ہر مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے، اس میں اعتکاف مکروہ نہیں ہے۔ (الموطا، روایہ یحییٰ ۳۱۳۱ تحت ج ۷۰۲)

تنبیہ بلغ: ایک روایت میں آیا ہے کہ تین مساجد کے علاوہ اعتکاف نہیں ہے، لیکن یہ روایت اسدولہ حدیث کی رو سے ضعیف ہے۔ (دیکھئے میری کتاب: توضیح الاحکام ج ۲ ص ۱۳۷)

موطاً امام مالک میں ”الأمر المجتمع“ وغیرہ کے بہت سے دیگر حوالے بھی ہیں، لہذا ثابت ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

۱۶) امام ابو عبد اللہ محمد بن ادريس الشافعي رحمہ اللہ نے فرمایا: اصل (دلیل) قرآن یا سنت (حدیث) ہے اور اگر (ان میں) نہ ہو تو پھر ان دونوں پر قیاس (اجتہاد) ہے اور جب رسول اللہ (ﷺ) تک حدیث متصل (سند سے) ہو اور سند صحیح ہو تو یہ سنت ہے اور اجماع خبر واحد سے بڑا ہے۔“ الخ

(آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ۱۷۷-۱۷۸، وسندہ صحیح، الحدیث: ۷۹ ص ۵۷)

امام شافعی نے فرمایا: ”والعلم طبقات شتى : الأولى الكتاب والسنة إذا ثبتت السنة ، ثم الثانية الاجماع فيما ليس فيه كتاب ولا سنة ، والثالثة أن يقول بعض أصحاب النبي ﷺ ولا نعلم له مخالفاً منهم...“ اور علم کے کئی طبقے ہیں: پہلا یہ کہ کتاب وسنت، بشرطیکہ سنت ثابت ہو، پھر دوسرا: اجماع جس میں کتاب وسنت نہ

ہو، اور تیسرا: نبی ﷺ کے بعض صحابہ کا قول (یا اقوال) جس کا ہمیں مخالف معلوم نہ ہو۔

(کتاب الام ج ۷ ص ۲۶۵ باب فی قطع العبد)

ثابت ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کتاب وسنت کے بعد اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

نیز دیکھئے کتاب الرسالہ (۱۱۲، ۱۱۰۵، ۱۳۰۹، ۱۳۲۰، ۱۸۱۲، ۱۸۲۱) وغیرہ ذلک

۱۷) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ کے بارے میں پوچھا گیا: کیا ان دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم سے فصل (جدائی) کرنا چاہئے؟ انھوں نے فرمایا: ”ینتھی فی القرآن الی ما أجمعوا علیہ: أصحاب محمد علیہ السلام۔ لا یزاد فیہ ولا ینقص“ محمد علیہ السلام (ﷺ) کے صحابہ کا جس پر اجماع ہوا، قرآن کے بارے میں اسی پر رُک جانا چاہئے، نہ اضافہ کرنا چاہئے اور نہ کمی کرنی چاہئے۔ (مسائل احمد، روایہ صالح بن احمد ۲۷ فقرہ: ۲۱۶)

ثابت ہوا کہ امام احمد رحمہ اللہ اجماع کو حجت سمجھتے تھے بلکہ انھوں نے اجتہادی غلطی سے ایک اختلافی مسئلے (قراءت خلف الامام) پر بھی اجماع کا دعویٰ کر دیا۔!

(دیکھئے مسائل احمد، روایہ ابی داؤد ص ۳۱ قولہ: ”أجمع الناس أن هذه (الآية) فی الصلوة !!!“)

فائدہ: امام ابراہیم بن ابی طالب النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے احمد (بن حنبل) سے امام کی جبری حالت میں قراءت کے بارے میں پوچھا؟ تو انھوں نے فرمایا: ”یقرأ بفاتحة الكتاب“ سورۃ فاتحہ پڑھے۔

(تاریخ نیشاپور للحاکم بحوالہ سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۵۵۰-۵۵۱ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ مسائل ابی داؤد والا (مشارالیه) قول منسوخ ہے۔ والحمد للہ

اگر کوئی کہے کہ امام احمد نے فرمایا: ”من ادعی الاجماع فهو کاذب، لعل الناس اختلفوا ولم ینبہ الیہ...“ جس نے اجماع کا دعویٰ کیا تو وہ جھوٹا ہے، ہو سکتا ہے کہ لوگوں نے اختلاف کیا ہو اور اسے پتہ نہ چلا ہو۔ (المکنی لابن حزم ج ۱ ص ۴۲۲ مسئلہ: ۲۰۲۵، ابعین) تو اس کی وضاحت میں عرض ہے کہ یہ قول اس شخص کے بارے میں ہے جو اختلافی

مسائل میں علم ہونے کے باوجود اختلافی چیز پر اجماع کا دعویٰ کرے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”جماعت اہل حدیث صحیح اجماع کے وجود کو مانتی اور اس کو حجت گردانتی [ہے]۔ امام احمد کا یہ فرمان [یعنی جو شخص کسی امر میں اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے] اجماع کے غلط دعاوی [دعووں] کے بارے میں تھا۔ جو اُس دور کے بدعتی فرقے نصوص صریحہ صحیحہ کی مخالفت میں کرتے اور ان کا سہارا لیتے تھے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ حافظ ابن القیم اور ان کے شیخ امام ابن تیمیہ کی تالیفات میں بعض جگہ یہ وضاحت ملتی ہے۔“

(حاشیہ فائدی علما نے حدیث ج ۱۲ ص ۷۹، بتصرف لیسر، الحدیث: ۶۱ ص ۴۰)

فائدہ: ”تلمزم جماعة المسلمين و إمامهم“ اور ”الجماعة“ والی احادیث کا معنی تو آپ نے پڑھ لیا، اب ”و إمامهم“ کا معنی پیش خدمت ہے:

امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے میتة جاہلیہ والی حدیث کے بارے میں فرمایا: کیا تجھے پتا ہے کہ (اس حدیث میں) امام کسے کہتے ہیں؟ جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو جائے، ہر آدمی یہی کہے کہ یہ امام (خلیفہ) ہے، پس اس حدیث کا یہی معنی ہے۔

(سوالات ابن ابی: ۲۰۱۱، علمی مقالات ج ۳ ص ۴۰۳، بتصرف لیسر)

ثابت ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی مسلمانوں کا اجماع حجت سمجھتے تھے۔

۱۸ مشہور ثقہ زاہد ابونصر بشر بن الحارث بن عبد الرحمن بن عطاء بن ہلال المروزی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۷ھ) نے فرمایا: ”قد أجمع أهل العلم أن الخفّة في القيامة خير.“ اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ قیامت کے دن (مال و دولت کا) ہلکا پن بہتر ہوگا۔ (کتاب الزہد الکبیر للبیہقی ص ۱۴۳ ج ۲۸۶، سندہ صحیح)

ثابت ہوا کہ امام بشر الحافی رحمہ اللہ اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

۱۹ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ بھی اجماع کے قائل تھے۔

دیکھیے فقرہ نمبر ۹



۲۰) امام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) نے فرمایا:

”اس قاعدہ مذکورہ کے مطابق (اے شاگرد عزیز!) ہم تمہاری خواہش کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی احادیث جمع کریں گے۔ رہے وہ لوگ جو تمام علماء حدیث یا اکثر کے نزدیک مطعون ہیں جیسے عبد اللہ بن مسور... تو ایسے لوگوں کی روایات کو ہم اپنی کتاب میں جمع نہیں کریں گے۔“ (صحیح مسلم ص ۴-۵، الحدیث حضرت: ۸۹ ص ۴۸)

اس عبارت سے دو باتیں صاف صاف ثابت ہیں:

۱: امام مسلم اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

۲: جرح (وتعدیل) کے اختلاف میں امام مسلم جمہور محدثین کو ترجیح دیتے تھے۔

امام مسلم نے دوسرے مقام پر فرمایا: ”لیس کل شیء عندي صحيح و وضعته ههنا، إنما وضعت ههنا ما أجمعوا عليه“ ہر چیز جو میرے نزدیک صحیح ہے وہ میں نے یہاں درج نہیں کی بلکہ میں نے یہاں وہی درج کیا ہے جس پر ان (محدثین) کا اجماع ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۰۴، ترقیم دار السلام: ۹۰۵ باب التثبد فی الصلوۃ)

ثابت ہوا کہ امام مسلم اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

۲۱) امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ) نے فرمایا:

”وقد أجمع أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ و التابعين و من بعدهم على أن النفساء تدع الصلوة أربعين يوماً إلا أن ترى الطهر قبل ذلك فإنها تغتسل و تصلّي...“ نبی ﷺ کے صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس عورت کا بچہ یا بچی پیدا ہو، وہ چالیس دن نماز نہیں پڑھے گی الا یہ کہ وہ اس سے پہلے پاک ہو جائے تو پھر نہائے گی اور نماز پڑھے گی۔ (سنن ترمذی: ۱۳۹)

امام ترمذی کے اس طرح کے اور بھی کئی حوالے ہیں۔

۲۲) مشہور ثقہ تابعی امام محمد بن سیرین الانصاری البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۰ھ) نے

فرمایا: ”أجمعوا على أنه إذا تكلم استأنف و أنا أحب أني يتكلم و يستأنف

الصلوة “ اس پران کا اجماع ہوا کہ جب وہ (نمازی نماز میں جان بوجھ کر) باتیں کرے تو وہ نئے سرے سے (نماز دوبارہ) پڑھے گا اور میں پسند کرتا ہوں کہ اگر وہ کلام کرے تو نماز دوبارہ (نئے سرے سے) پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۶ ح ۵۹۱۷ سند صحیح)

(۲۳) امام ابو حاتم محمد بن ادريس الرازى رحمہ اللہ (متوفى ۲۷۷ھ) نے فرمایا:

”غير أن أهل الحديث قد اتفقوا على ذلك . و اتفاق أهل الحديث على شيء يكون حجة :“ سوائے اس کے کہ اہل حدیث (محدثین) نے اس بات پر اتفاق کیا ہے اور اہل حدیث کا کسی چیز پر اتفاق (اجماع) حجت ہوتا ہے۔

(کتاب الرائیل لابن ابی حاتم ص ۱۹۲ فقرہ: ۷۰۳)

ثابت ہوا کہ ابو حاتم الرازى بھی اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

(۲۴) امام ابو حفص عمرو بن علی الفلاس الصیرفی رحمہ اللہ (متوفى ۲۳۹ھ) نے ایک راوی عبد القدوس بن حبيب الشامي کے بارے میں فرمایا: ”أجمع أهل العلم على ترك حديثه“ اس کی حدیث کے متروک ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے۔

(کتاب الجرح والتعديل لابن ابی حاتم ۵۶۱/۶ ص ۲۹۵ سند صحیح)

(۲۵) امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار النسائی رحمہ اللہ (متوفى ۳۰۳ھ) اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔ دیکھئے فقرہ نمبر ۶

(۲۶) امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (متوفى ۳۶۵ھ) نے ایک کذاب راوی ابو داود سلیمان بن عمرو بن عبد اللہ بن وهب النخعی الکوفی کے بارے میں گواہی دی:

”اجتمعوا على أنه يضع الحديث“ اس پران (محدثین) کا اجماع ہے کہ وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۱۱۰۰، دوسرا نسخہ ج ۴ ص ۲۲۸)

(۲۷) امام ابو عبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ (متوفى ۲۲۴ھ) نے سر کے مسح کے بارے میں فرمایا: ”ثم فسرت السنة بالأخبار التي ذكرنا عن النبي ﷺ . فأما توقيت النصف والربع فبأنه لا يجوز إلا أن يوجد علمه في كتاب أو سنة أو

اجماع“ پھر سنت نے اس کی تفسیر بیان کی ہے اُن روایات کے ساتھ جنہیں ہم نے نبی ﷺ سے ذکر کیا ہے، پھر یہ کہ آدھے یا چوتھائی (سر کے مسح) کی مقدار مقرر کرنا جائز نہیں الا یہ کہ کتاب، سنت یا اجماع سے معلوم ہو جائے۔ (کتاب الطہور لابن عبید ص ۱۲۲ تحت ج ۳۳۳)

ثابت ہوا کہ امام بخاری کے استاد امام ابو عبید رحمہ اللہ (غریب الحدیث وغیرہ جیسی مفید کتابوں کے مصنف) بھی کتاب و سنت کے بعد اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

(۲۸) طبقات ابن سعد والے محمد بن سعد بن منیع البہاشمی البصری البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) نے فرمایا: ”و أجمعوا على أن خالد بن معدان توفي سنة ثلاث و مائة في خلافة يزيد بن عبد الملك“ اور اس پر ان کا اجماع ہے کہ خالد بن معدان ۱۰۳ (ہجری) میں یزید بن عبد الملک کی خلافت کے دور میں فوت ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۴۵۵)

(۲۹) حافظ ابو حاتم محمد بن حبان البستی (متوفی ۳۵۴ھ) نے احکام مصطفیٰ (ﷺ) کے بارے میں ۱۱۰ قسمیں بیان کیں، جن میں قسم نمبر ۷۹ کے تحت فرمایا:

”الأمر بالشئ الذي أمر به لعله معلومة لم تذكر في نفس الخطاب و قد دلّ الاجماع على نفي امضاء حكمه على ظاهره.“ آپ کا کسی چیز کے بارے میں کسی معلوم شدہ علت کی وجہ سے حکم دینا جو کہ حدیث کے متن میں مذکور نہیں ہے اور اجماع نے اس پر دلالت کی ہے کہ اس میں ظاہر پر حکم نہیں ہے۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان ج ۱ ص ۱۱۵)

حافظ ابن حبان نے ایک بہترین اصول سمجھایا: ”اخباره عليه السلام عن الشئ الذي ظاهره مستقل بنفسه وله تخصيصات: أحدهما من سنة ثابتة والآخر من الاجماع، قد يستعمل الخبر مرة على عمومه و أخرى يخص بخبر ثان، وتارة يخص بالاجماع.“ آپ ﷺ کا کسی چیز کے بارے میں خبر بیان کرنا جس کا ظاہری عموم بذات خود مستقل (واضح) ہے اور اس کی دو تخصیصات ہیں: ایک تو سنت ثابتہ (صحیح حدیث) سے اور دوسری اجماع سے۔ روایت بعض اوقات اپنے عموم پر استعمال ہوتی ہے

اور بعض اوقات دوسری روایت اس کی تخصیص کر دیتی ہے اور بعض اوقات اجماع سے اس کی تخصیص کی جاتی ہے۔ (الاحسان نسخہ محققہ ج ۱ ص ۱۳۴، نوع: ۳۶۰)

حافظ ابن حبان نے عظیم اصول سمجھایا کہ مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے، بشرطیکہ: ”ما لم يخالف الكتاب أو السنة أو الإجماع“ جب تک کتاب یا سنت (حدیث) یا اجماع کے مخالف نہ ہو۔ (الاحسان ۱۱/۳۸۸ ج ۱، ۵۰۹۱، پرانا نسخہ: ۵۰۶۹)

ان بیانات سے دو باتیں صاف ثابت ہیں:

۱: ابن حبان کے نزدیک اجماع حجت ہے۔

۲: ابن حبان کے نزدیک (حجت ہونے کے لحاظ سے) سنت اور حدیث ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (نیز دیکھئے فقرہ: ۱۶)

لہذا مرزا غلام قادیانی (کذاب) اور اس کے پیروکار قادیانیوں کا حجت ہونے کے لحاظ سے حدیث اور سنت میں فرق کرنا باطل ہے۔

اجماع کے بارے میں حافظ ابن حبان کے مزید حوالوں کے لئے دیکھئے الاحسان (۵/۴۷۱، دوسرا نسخہ ۵/۱۴۰، تیسرا نسخہ ۷/۴۴۲-۴۴۳) وغیرہ

۳۰ امام ابو محمد اسحاق بن ابراہیم بن مخلد الحنظلی المروزی عرف اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۸ھ) نے فرمایا: ”وقد أجمع أهل العلم أن كل شيء يشبه الطلاق فهو طلاق كما تقدم من نيته بارادة الطلاق“ اور اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ ہر چیز جو طلاق کے مشابہ ہے تو وہ طلاق ہے، جیسا کہ ارادۂ طلاق کی نیت کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے۔ (مسائل احمد و اسحاق روایۃ اسحاق بن منصور الکوفی ج ۱ ص ۴۹۸ فقرہ: ۱۳۲۰)

امام اسحاق بن راہویہ نے تکفیر کے کئی مسائل پر اجماع نقل فرمایا ہے۔

(دیکھئے تعظیم قدر الصلوٰۃ للمروزی ۲/۹۳۰ فقرہ: ۹۹۱)

۳۱ امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم الاسفرائینی النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۶ھ) نے فرمایا: ”وقد أجمع أهل العلم أن بيت المال عصبه من لا عصبه له“

اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس کا عصبہ نہ ہو تو بیت المال اس کا عصبہ ہوتا ہے۔

(مسند ابی عوانہ نسخہ مرتب ج ۳ ص ۱۵۹ قبل ج ۳۵۵۶)

علم میراث میں عصبہ اسے کہتے ہیں جس کا میراث میں حصہ مقرر نہ ہو اور اسے ذوالفروض کے ترکہ میں سے حصہ پہنچتا ہو۔ (دیکھئے القاموس الوحید ص ۱۰۸۷)

۳۲ حافظ ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البرز از رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۲ھ) نے اپنے علم کے مطابق عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں فرمایا:

”و عبد الرحمن بن زید قد أجمع أهل العلم بالنقل على تضعيف أخباره التي رواها...“ اور حدیث کے علماء کا عبد الرحمن بن زید کی بیان کردہ روایتوں کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔ (البحر الزاخر ج ۱۵ ص ۲۷۷ ج ۸۷۶۳)

۳۳ امام ابو عبد اللہ محمد بن نصر المروزی الفقیہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۳ھ) نے اس بات پر اجماع نقل کیا کہ شرابی اگر شراب پینے کے بعد مسئلہ پوچھے کہ وہ نماز پڑھے یا نہ پڑھے تو اسے حکم دیا جائے گا کہ نماز پڑھے اور اسے چالیس دنوں کی نمازوں کے اعادے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ (دیکھئے تعظیم تدر الصلوٰۃ ج ۲ ص ۵۸۷-۵۸۸ فقرہ ۶۱۹)

۳۴ امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری الکاتب الصدوق رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) نے فرمایا: ”و نحن نقول ان الحق يثبت عندنا بالاجماع أكثر من ثبوته بالرواية لأن الحديث قد تعرض فيه عوارض من السهو والاغفال و تدخل عليه الشبه والتأويلات والنسخ و يأخذها الثقة من غير الثقة... و الاجماع سليم من هذه الأسباب كلها“ اور ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک روایت سے زیادہ، اجماع سے حق ثابت ہوتا ہے، کیونکہ حدیث پر سہو اور غفلت کا اعتراض ہو سکتا ہے، شبہات، تاویلات اور ناخ منسوخ کا احتمال ہو سکتا ہے اور یہ بھی (کہا جاسکتا ہے) کہ ثقہ نے اسے غیر ثقہ سے لیا تھا... اور اجماع ان تمام باتوں سے محفوظ ہے۔

(تادیل مختلف الحدیث فی الرد علی اعداء اہل الحدیث ص ۱۷۶)

ابن قتیبہ نے یہ بھی بتایا کہ جس طرح بغیر کتاب و اثر کے انسانی گوشت کے حرام ہونے پر اجماع ہے، اسی طرح بندروں کے حرام ہونے پر بھی بغیر کتاب و اثر کے اجماع ہے۔ (تاویل مختلف الحدیث ص ۱۷۳)

۳۵) امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) نے اپنی کتابوں مثلاً الاوسط وغیرہ میں بار بار اجماع سے استدلال کیا ہے، بلکہ اجماع کے موضوع پر مستقل ایک کتاب ”الاجماع“ لکھی ہے۔

ابن المنذر نے فرمایا: ”و أجمعوا على أن حكم الجواميس حكم البقر“ اور اس پر اجماع ہے کہ بھینٹوں کا وہی حکم ہے جو گائیوں کا حکم ہے۔ (الاجماع ص ۱۲، فقرہ: ۹۱) اور فرمایا: ”و أجمعوا على أن المال إذا حال عليه الحول أن الزكاة تجب فيه“ اور اس پر اجماع ہے کہ اگر مال پر ایک سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ (الاجماع ص ۱۳، فقرہ: ۱۰۳)

تفصیل کے لئے پوری کتاب کا مطالعہ مفید ہے اور بعض مسائل میں اختلافات کی بنیاد پر سارے مسئلے یعنی اجماع کو ہی رد کر دینا باطل ہے۔

۳۶) ایک روایت کے بارے میں ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن مہران الاصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ) نے لکھا ہے:

”و هو مما أجمعوا على صحته و أخرجه مسلم في كتابه عن أبي كريب.“ اور اس کے صحیح ہونے پر اجماع ہے اور اسے مسلم نے اپنی کتاب میں ابو کریب سے روایت کیا ہے۔ (معرفۃ الصحابہ لابن نعیم ج ۱ ص ۱۹۳ ح ۶۹۱)

۳۷) حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر النمری القرطبی الاندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے اپنی کتابوں میں بار بار اجماع سے استدلال کیا ہے، مثلاً انھوں نے اس معصن روایت کے مقبول ہونے پر اجماع نقل کیا ہے جس میں تین شرطیں موجود ہوں:

۱: تمام راوی عادل (وضابط) ہوں۔

۲: تمام راویوں کی ایک دوسرے سے ملاقات ثابت ہو۔

۳: تمام راوی تدلیس سے بری ہوں۔ (دیکھئے التمهید لمافی الموطأ من المعانی والاسانید ج ۱ ص ۱۲)  
اجماع کے خاف بات کو ابن عبد البر نے بے معنی قرار دیا اور امام ابو قلابہ عبد اللہ بن زید الجری الشامی رحمہ اللہ (ثقة تابعی) کے بارے میں فرمایا:

”أجمعوا على أنه من ثقات العلماء“ اس پر اجماع ہے کہ وہ ثقہ علماء میں سے ہیں۔  
(الاستغناء في معرفة المشهورين من جملة العلم بالكشي ج ۱ ص ۸۹۵-۸۹۶ فقرہ: ۱۰۶۳)

نیز دیکھئے جامع بیان العلم وفضله (۲/۵۹ تحت ح ۳۰ باب معرفة اصول العلم وحقيقته)  
۳۸ مشہور ثقہ محدث ابو بکر احمد بن احسین بن علی البیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) نے کئی مقامات پر اجماع سے استدلال کیا، مثلاً فرمایا: ”و استدللنا بحصول الاجماع على اباحته لهن على نسخ الأخبار الدالة على تحريمه فيهن خاصة و الله أعلم“ اور ہم نے عورتوں کے لئے سونا پہننے کے حلال ہونے پر اجماع سے دلیل پکڑی کہ جن روایات میں خاص طور پر ان کے لئے حرمت آئی ہے وہ منسوخ ہیں۔ واللہ اعلم  
(السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۱۴۷، نیز دیکھئے الاداب للبیہقی ص ۱۷۱ ح ۸۰۳)  
تنبیہ: اس بارے میں شیخ البانی کا موقف (اجماع کے معارض ہونے کی وجہ سے) باطل و مردود ہے اور عقل مند کے لئے اتنا اشارہ ہی کافی ہے۔

اجماع کے سلسلے میں امام بیہقی کے بعض دوسرے اقوال کے لئے دیکھئے السنن الکبریٰ (۸/۲۴۰ باب ماجاء فیمن اتی جاریہ امرأته) اور السنن الکبریٰ (۷/۲۴۰ مبشر بن عبید)  
۳۹ شیخ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی البستی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۸ھ) نے فرمایا: ”و في حديث عاصم بن ضمرة كلام متروك بالاجماع غير مأخوذ به في قول أحد من العلماء...“ اور عاصم بن ضمرہ کی روایت میں ایسا کلام ہے جو بالاجماع متروک ہے، علماء میں سے کسی ایک نے بھی اسے نہیں لیا۔ الخ

(معالم السنن ج ۲ ص ۲۲۲ من باب زكاة السائمة، کتاب الزکاة)

۴۰ خطیب بغدادی (ابوبکر بن علی بن ثابت الحافظ) رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے اپنی کتاب ”الفقیہ والحققہ“ میں اجماع کے حجت ہونے پر باب باندھا: ”الکلام فی الأصل الثالث من أصول الفقه وهو اجماع المجتہدین“ (۱۵۴/۱) اور پھر اس پر بہت سے دلائل نقل کئے۔

خطیب بغدادی نے اس پر اہل علم کا اجماع نقل کیا کہ صرف وہی حدیث قابل قبول ہے جس کا (ہر) راوی عاقل صدوق ہو، اپنی روایت بیان کرنے میں امانت دار ہو۔

(الکفایہ فی علم الروایہ ص ۳۸، دوسرا نسخہ ۱۵۷)

۴۱ حافظ ابو یعلیٰ خلیل بن عبد اللہ بن احمد بن خلیل الخلیلی القزوی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۶ھ) نے سلم بن سالم النخعی (ایک راوی وفیقہ) کے بارے میں فرمایا: ”أجمعوا علی ضعفه“ اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۳/۹۳۱ ت ۸۵۵)

۴۲ علامہ امام العربیہ ابو جعفر احمد بن محمد بن اسماعیل النخعی النحاس رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۸ھ) نے اپنی کتابوں مثلاً معانی القرآن اور النسخ والمنسوخ میں کئی مقامات پر اجماع سے استدلال کیا اور فرمایا: اس پر اجماع ہے کہ جو شخص نماز میں دعائے افتتاح ”سبحانک اللہم“ نہ پڑے تو اس کی نماز جائز ہے۔ (ج ۱ ص ۲۸۶ بحوالہ مکتبہ شامہ)

۴۳ ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق الحر بنی رحمہ اللہ (متوفی ۲۸۵ھ) نے ”حجراً محجوراً“ کا معنی ”حراماً محرمّاً“ کیا اور فرمایا:

”أجمعوا علی تفسیره و اختلفوا فی قراءتہ“ اس کی تفسیر پر اجماع ہے اور قراءت میں اختلاف ہے۔ (غریب الحدیث ۱/۲۳۳ مکتبہ شامہ)

۴۴ حاکم نیشاپوری (ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحافظ) رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) بھی اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔ (مشاد یکمئہ المسد رک ج ۱ ص ۱۱۳ ح ۱۳۸۶/۱۱۵ ح ۳۹۰ وغیر ذلک)

بلکہ حاکم نے فرمایا: ”و قد أجمعوا علی أن قول الصحابي سنة حدیث مسند“



اور اس پر اجماع ہے کہ صحابی کا (کسی چیز کو) سنت کہنا حدیثِ مسند (مرفوع) ہے۔

(المسند رک ۱/۲۵۸ ج ۱۲۲)

بعض اہل الرائے نے حاکم کی وفات کے صدیوں بعد اس اجماع کی مخالفت کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ سرے سے مردود ہے۔

۴۵) محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۷ھ) بھی اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔ دیکھئے یہی مضمون (فقرہ ۱۱)

۴۶) ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۰ھ) نے بھی اجماع کو حجت قرار دیا۔ (دیکھئے فقرہ ۱۱)

۴۷) حنفی فقیہ ابوالیث نصر بن محمد السمرقندی رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۵ھ) نے اجماع کو حجت قرار دیا ہے۔ (دیکھئے فقرہ ۱۱)

۴۸) علامہ یحییٰ بن شرف الدین النووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) بھی اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔ (دیکھئے فقرہ جہاں ۱۲)

۴۹) ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی (متوفی ۴۷۳ھ) نے لکھا ہے:

”و الذي أجمع عليه أهل الحديث من حديث أبي إسحاق السبيعي ما رواه شعبة و سفيان الثوري [ عنه ] فإذا اختلفا فالقول قول الثوري“

اور اس پر اہل حدیث کا اجماع ہے کہ ابواسحاق السبیعی کی حدیثوں میں سے جو شعبہ اور سفیان ثوری نے بیان کی ہیں (وہ صحیح ہیں) پھر اگر ان دونوں میں اختلاف ہو تو سفیان ثوری کی روایت رائج ہے۔ (التحدیل والتجرح ج ۱/۲۰۷)

۵۰) شیخ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن مہران الاسفرائینی الشافعی المجتہد رحمہ اللہ (متوفی ۴۱۸ھ) نے اپنی کتاب: اصول الفقہ میں فرمایا:

”الأخبار التي في الصحيحين مقطوع بصحة أصولها و متونها ولا يحصل الخلاف فيها بحال ... لأن هذه الأخبار تلقىها الأمة بالقبول“

صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کی روایات اصول و متون کے لحاظ سے قطعی طور پر صحیح ہیں اور (آج کل) کسی حال میں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے... کیونکہ ان روایات کو امت کی تلقی بالقبول حاصل ہے۔ (بحوالہ مفت علی مقدمہ ابن الصلاح محمد بن عبد اللہ بن بہادر اثر رکشی ص ۹۰)

تلقی بالقبول کا مطلب یہ ہے کہ تمام امت نے بغیر کسی اختلاف کے ان روایات کو قبول کر لیا ہے اور یہی اجماع کہلاتا ہے۔

فائدہ: نیز دیکھئے ابواسحاق الاسفرائینی کی کتاب: الجمع فی اصول الفقہ (۴۰) اور ”احادیث الصحیحین بین الظن والیقین“ للشیخ ثناء اللہ اثراحدی (ص ۳۸)

۵۱) الشیخ الصدوق ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۵۵۰ھ) نے فرمایا:

”أجمع المسلمون علی قبول ما أخرج فی الصحیحین لأبی عبد اللہ البخاری و لأبی الحسین مسلم بن الحجاج النیسابوری أو ما کان علی شرطهما و لم یخرجاه“ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی (تمام) روایات مقبول ہیں، نیز جو (روایت) ان دونوں کی شرط پر ہے وہ بھی مقبول ہے۔

(مفتوحۃ الصوف، ورقہ ۸۷-۸۸، بحوالہ احادیث الحسن بن الحسن للشیخ حافظ ثناء اللہ اثراحدی ص ۲۰)

۵۲) حافظ ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان بن موسیٰ الشیر زوری الشافعی (متوفی ۶۳۳ھ) نے امت کے تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث کو قطعی و یقینی طور پر صحیح قرار دیا اور فرمایا: ”و الأمة فی اجماعها معصومة من الخطأ و لهذا کان الاجماع المبتنی علی الاجتهاد حجة مقطوعاً بها و اکثر الاجماعات كذلك...“ اور امت اپنے اجماع میں خطا سے معصوم ہے اور اس وجہ سے جو اجماع اجتہاد پر مبنی ہو وہ قطعی دلیل ہوتا ہے اور عام اجماع اسی طرح ہوتے ہیں۔

(علوم الحدیث/المقدمہ لابن الصلاح مع التبیان والایضاح ص ۴۲)

۵۳) حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری الدمشقی عرف ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) مشہور مفسر قرآن نے ابن الصلاح کی عبارت مذکورہ بالا اختصار نقل کر کے فرمایا:

”وہذا جید“ اور یہ قول خوب ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ۱/۱۲۵، مع تعلق الالبانی)  
 (۵۴) ابوالقرج عبدالرحمن بن علی بن محمد بن جعفر عرف ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) نے فرمایا: ”وترك الاجماع ضلال“ اور اجماع کا ترک کرنا گمراہی ہے۔  
 (الشکل من حدیث المحسن لابن الجوزی ط دار الوطن ۱/۳۲ بحوالہ مکتبہ شاملہ، صحیح بخاری ط دار الحدیث القاہرہ مع کشف الشکل لابن الجوزی ۳/۳۱۳ تحت ج ۶۸۳۰)

(۵۵) حافظ ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام الحرانی عرف ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) بھی اجماع کے حجت ہونے کے قائل تھے، جیسا کہ اس مضمون کے بالکل شروع میں ”اجماع کی تعریف و مفہوم“ کے تحت گزر چکا ہے۔  
 (۵۶) امام ابو عمر احمد بن محمد بن عبد اللہ بن ابی عیسیٰ لب بن یحییٰ العافری الاندلسی الطلمنکی الاثری رحمہ اللہ (متوفی ۴۲۹ھ) نے فرمایا:

”و أجمع المسلمون من أهل السنة على أن معنى قوله: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ ونحو ذلك من القرآن: أن ذلك علمه و أن الله فوق السموات بذاته، مستوٍ على عرشه كيف شاء“ اہل سنت کے مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ”اور تم جہاں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔“ (الحدید: ۴) وغیرہ آیات قرآنیہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور وہ اپنی ذات کے ساتھ آسمانوں سے اوپر ہے، جس طرح اس کی مشیت ہے وہ اپنے عرش پر مستوی ہے۔

(کتاب الوصول الی معرفۃ الاصول للطلمنکی بحوالہ درء تعارض العقل والنقل لابن تیمیہ ج ۳ ص ۳۱۹)  
 ثابت ہوا کہ امام طلمنکی رحمہ اللہ اجماع کے قائل تھے اور معیت باری تعالیٰ سے مراد کوئی علیحدہ صفت نہیں بلکہ اللہ کا علم و قدرت مراد لیتے تھے اور یہی حق ہے۔

(۵۷) شیخ الحنا بلہ فقیہ العصر ابوالبرکات عبدالسلام بن عبد اللہ بن الخضر الحرانی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۲ھ) نے فرمایا: ”الاجماع متصور وهو حجة قاطعة ولا يجوز أن تجتمع الأمة على الخطأ نص عليه.“ اجماع (ہونا) ممکن ہے اور وہ قطعی دلیل ہے،

امت کا خطاب جمع ہو جانا ممکن نہیں، اور یہ بات منصوص ہے۔ (المسودۃ فی اصول الفقہ ص ۳۰۶)

۵۸ علامہ ابن حزم اندلسی (متوفی ۳۵۶ھ) نے اپنی ”غیر مقلدیت“ اور تلون مزاجی کے باوجود اجماع صحابہ کو حجت قرار دیا ہے اور ”مرااتب الایمان فی العبادات والمعاملات والاعتقادات“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں ابن حزم نے لکھا ہے:

اور اس پر اتفاق (اجماع) ہے کہ اللہ کے سوا، غیر اللہ سے عبد کے ساتھ منسوب ہر نام حرام ہے مثلاً عبد العزی، عبد ہبل، عبد عمرو، عبد الکعبہ اور جو ان سے مشابہ ہے سوائے عبد المطلب کے۔ (ص ۱۵۴، باب: الصید والضیاء والذبايح والحقیقہ، شرح حدیث جبریل اردو ص ۱۳۵)

ثابت ہوا کہ ابن حزم کے نزدیک عبد التبی اور عبد المصطفیٰ اور ان جیسے نام رکھنا بالاجماع حرام ہے۔

۵۹ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی دمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۰ھ) نے اجماع کو ”الأصل الثالث“ قرار دیا اور فرمایا:

”والاجماع حجة قاطعة عند الجمهور و قال النظام ليس بحجة ...“

اور جمہور کے نزدیک اجماع قطعی دلیل ہے اور نظام (نامی ایک گمراہ) نے کہا کہ اجماع حجت نہیں ہے۔ (روضۃ الناظر و حجة الناظر ج ۱ ص ۳۳۵)

عرض ہے کہ ابواسحاق ابراہیم بن سیار النظام البصری (م ۲۲۰-۲۳۰ھ کے درمیان) معتزلی گمراہ تھا اور اس جیسے لاکھوں مبتدعین کا اجماع کی مخالفت کرنا رائی کے دانے کے برابر حیثیت نہیں رکھتا۔

اجماع کے حجت ہونے پر اہل سنت کا اجماع ہے، لہذا یہ صرف جمہور کا مذہب نہیں بلکہ اہل حق کا مذہب ہے اور میرے علم کے مطابق کسی ایک صحابی، ثقہ تابعی، ثقہ تبع تابعی اور کسی ثقہ و صدوق محدث و عالم سے اجماع کا انکار ثابت نہیں ہے۔

۶۰ ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن محمد بن رشید القہری رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۱ھ) نے

فرمایا: ”فنقول: الصحابة رضوان الله عليهم - عدول بأجمعهم باجماع أهل السنة على ذلك“ پس ہم کہتے ہیں: اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم عادل ہیں۔ (اسنن الایمن ص ۱۳۱)

۶۱) حافظ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے امام سفیان بن عیینہ کے بارے میں فرمایا: ”أجمعت الأمة على الاحتجاج به.“

أمت کا اُن کے (روایت میں) حجت ہونے پر اجماع ہے۔ (میزان الاعتدال ۱۷۰/۲)

ان مذکورہ حوالوں کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں۔ مثلاً:

۱: اصول الدین لابی منصور عبدالقادر بن طاہر البغدادی ف ۴۲۹ھ (ص ۱۷)

۲: اصول السرخسی لابی بکر محمد بن احمد بن ابی ہل ف ۴۹۰ھ (ص ۲۲۹)

۳: المحول من تعليقات الاصول لابی حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی ف ۵۰۵ھ (ص ۳۹۹)

۴: الاعتبار في النسخ والمسنوخ من الآثار لابی بکر محمد بن موسیٰ الحارثی ف ۵۸۴ھ (ص ۱۳)

وغیر ذلك. (مثلاً دیکھئے فقرہ ۹) و فيه كفاية لمن له دراية.

اس مضمون میں جن اہل حدیث وغیر اہل حدیث علماء کے حوالے پیش کئے گئے ہیں، اُن کے نام مع ذیات و علی الترتیب الجبائی درج ذیل ہیں اور ہر نام کے سامنے فقرہ نمبر لکھ دیا گیا ہے:

ابراہیم بن اسحاق الحرابی (۲۸۵ھ) ۴۳

ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی (۷۹۰ھ) ۴۶

ابن الجوزی (۵۹۷ھ) ۵۴

ابن الصلاح الشیرزوری (۶۴۳ھ) ۵۲

ابن المنذر: محمد بن ابراہیم بن المنذر

ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) ۵۵

ابن حبان: محمد بن حبان

ابن حزم (۴۵۶ھ) ۵۸

ابن رُشید (۷۷۱ھ) ۶۰

ابن سعد: محمد بن سعد بن منیع

ابن عبد البر: یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر

ابن عدی: عبد اللہ بن عدی

ابن قتیبہ: عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ

ابن قدامہ (۶۲۰ھ) ۵۹

ابن کثیر المفسر (۷۷۷ھ) ۵۳

ابو اسحاق الاسفرائینی (۴۱۸ھ) ۵۰

ابو حاتم الرازی: محمد بن ادریس

ابو عبید: القاسم بن سلام

ابو عوانہ: یعقوب بن اسحاق

ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ (۴۰ھ تقریباً) ۵

ابو نعیم الاصبہانی: احمد بن عبد اللہ

احمد بن الحسین البیہقی (۴۵۸ھ) ۳۸

احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) ۱۷

احمد بن شعیب النسائی (۳۰۳ھ) ۲۵

احمد بن عبد اللہ ابو نعیم الاصبہانی (۴۳۰ھ) ۳۶

احمد بن علی بن ثابت البغدادی (۴۶۳ھ) ۴۰

احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار (۲۹۲ھ) ۳۲

احمد بن محمد بن اسماعیل النحاس (۳۳۸ھ) ۴۲

اسحاق بن راہویہ (۲۳۸ھ) ۳۰

القاسم بن سلام ابو عبید (۲۲۴ھ) ۲۷

بی: سلیمان بن خلف

بخاری: محمد بن اسماعیل

بزار: احمد بن عمرو بن عبدالحق

۱۸ بشر بن الحارث الحافی (۲۲۷ھ)

بیہقی: احمد بن الحسین

نذی: محمد بن عیسیٰ

م: محمد بن عبد اللہ الحاکم

حرابی: ابراہیم بن اسحاق

۳۹ حمد بن محمد الخطابی (۳۸۸ھ)

خطابی: حمد بن محمد

خطیب بغدادی: احمد بن علی بن ثابت

۴۱ خلیل بن عبد اللہ الخلیلی (۴۳۶ھ)

خلیلی: خلیل بن عبد اللہ

۶۱ ذہبی (۷۴۸ھ)

۴۹ سلیمان بن خلف الباجی (۴۷۴ھ)

شاطبی: ابراہیم بن موسیٰ

شافعی: محمد بن ادريس

۵۶ ظہری (۴۲۹ھ)

۵۷ عبد السلام بن عبد اللہ بن الخضر (۶۵۲ھ)

۱۳ عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ (۸۷ھ)

۲۶ عبد اللہ بن عدی الجرجانی (۳۶۵ھ)

۶ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۳۲ھ)

عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری (۲۷۶ھ) ۳۴

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۲۳ھ) ۴

عمر بن عبدالعزیز (۱۰۱ھ) ۱۴

عمر بن علی القلاس الصیر فی ابوجنص (۲۳۹ھ) ۲۴

قلاس: عمرو بن علی

قرطبی: محمد بن احمد بن ابی بکر

مالک بن انس المدنی (۱۷۹ھ) ۱۵

محمد بن ابراہیم بن المنذر (۳۱۸ھ) ۳۵

محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی (۶۷۱ھ) ۴۵

محمد بن ادريس الرازی ابو حاتم (۲۷۷ھ) ۲۳

محمد بن ادريس الشافعی (۲۰۴ھ) ۱۶

محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھ) ۱۹، ۹

محمد بن حبان البستی (۳۵۴ھ) ۲۹

محمد بن سعد بن منیع (۲۳۰ھ) ۲۸

محمد بن سیرین التالعی (۱۱۰ھ) ۲۲

محمد بن طاہر المقدسی (۵۰۷ھ) ۵۱

محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری (۴۰۵ھ) ۴۴

محمد بن عیسیٰ الترمذی (۲۷۹ھ) ۲۱

محمد بن نصر المروزی (۲۹۲ھ) ۳۳

مسلم بن الحجاج النیسابوری (۲۶۱ھ) ۲۰

نحاس: احمد بن محمد بن اسماعیل

نسائی: احمد بن شعیب



نصر بن محمد السمرقندی (۳۷۵ھ) ۴۷

نوی (۶۷۶ھ) ۴۸

یعقوب بن اسحاق ابوعوانہ الاسفرائینی (۳۱۶ھ) ۳۱

یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر (۴۶۳ھ) ۳۷

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں جو میں نے قصداً چھوڑ دیئے ہیں یا مجھ سے رہ گئے ہیں اور یہ تمام علماء آٹھویں صدی ہجری یا اس سے پہلے گزرے ہیں اور ان سب کا متفقہ طور پر اجماع کو حجت قرار دینا اور اجماع سے استدلال کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہی سبیل المومنین ہے اور اسے کسی حال میں بھی نہیں چھوڑنا چاہئے، ورنہ معتزلہ جہمیہ روافض وغیرہ بتدعین کی طرح گمراہی کے عمیق غاروں میں جا گریں گے۔

ان سلف صالحین کے مقابلے میں تیرہویں صدی کے شوکانی (کی ارشاد النجول) اور شر القرون کے دیگر اشخاص کی مخالفت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اجماع کی حجیت ثابت کرنے کے بعد چند اہم فوائد پیش خدمت ہیں:

۱: اجماع تین چیزوں پر ہوتا ہے اور تینوں حالتوں میں حجت ہے:

اول: کتاب و سنت کی کسی صریح دلیل پر مثلاً محرمات سے نکاح حرام ہے۔

دوم: کتاب و سنت کی کسی عام دلیل پر مثلاً بھینس حلال ہے۔

سوم: علماء کے کسی اجتہاد پر مثلاً دوران نماز قہقہے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ وغیرہ

۲: اجماع کے ہر مسئلے کے لئے کتاب و سنت کی صریح یا عام نص کا ہونا ضروری نہیں بلکہ اجتہاد بھی کافی ہے۔

۳: اجماع کا ثبوت دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے:

اول: محدثین و علمائے اہل سنت کی تصریحات سے مثلاً ابن المذہب کی کتاب الاجماع وغیرہ

دوم: تحقیق کے بعد واضح ہو جائے کہ فلاں مسئلہ ایک جماعت سے ثابت ہے اور اس دور میں ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں، لہذا یہ اجماع ہے مثلاً جرابوں پر مسح پانچ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)

سے ثابت ہے اور صحابہ تابعین میں ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں، نیز امام ابوحنیفہ (جو کہ تبع تابعی تھے) سے بھی باسند صحیح جرابوں کے مسح کی مخالفت ثابت نہیں اور جو لوگ مخالفت کا دعویٰ کرتے ہیں، انھی کی کتابوں میں ان کا رجوع بھی درج ہے، لہذا جرابوں پر مسح کے جائز ہونے پر اجماع ہے۔ (نیز دیکھئے میری کتاب تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۳۷، مفتی ابن قدامہ ۱/۱۸۱)

۴: اجماع کبھی کتاب و سنت کی صریح دلیل کے خلاف نہیں ہوتا، لیکن یاد رہے کہ صریح اجماع کے مقابلے میں بعض الناس یا مبتدعین کا غیر صریح اور عام دلائل پیش کرنا باطل ہے۔  
۵: بہت سے لوگ اختلافی چیزوں پر اجماع کے جھوٹے دعوے کرتے رہتے ہیں، لہذا ایسے جھوٹے دعووں سے ہمیشہ بچ کر رہیں۔ مثلاً تراویح کے بارے میں بعض الناس نے شر القرون میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ ”صرف بیس رکعات سنت موکدہ ہیں اور اس پر اجماع ہے!“ حالانکہ اس مسئلے پر بڑا اختلاف ہے۔ (مثلاً دیکھئے سنن ترمذی: ۸۰۶)

۶: اہل حدیث کا کوئی متفقہ مسئلہ ثابت شدہ اجماع کے خلاف نہیں ہے۔  
۷: بہت سے مسائل صرف اجماع سے ثابت ہیں مثلاً نومولود کے پاس اذان دینا، جرابوں پر مسح کرنا اور شاذ روایت کا ضعیف و مردود ہونا۔ وغیرہ  
۸: اجماع سے مراد ایک دور (مثلاً دور صحابہ، دور تابعین، دور تبع تابعین) کے تمام لوگوں کا اجماع ہے اور اگر ایک صحیح العقیدہ ثقہ و صدوق عالم بھی مخالف ہو تو پھر کوئی اجماع نہیں ہے۔  
۹: بعض الناس کا یہ قول کہ ”اجماع سے قیامت تک امت کا اجماع مراد ہے“ بالکل باطل اور مردود ہے۔

۱۰: اگرچہ اہل حدیث اکابر علماء صرف صحابہ، ثقہ و صدوق صحیح العقیدہ تابعین، ثقہ و صدوق صحیح العقیدہ تبع تابعین اور خیر القرون (۳۰۰ھ تک) کے ثقہ و صدوق صحیح العقیدہ محدثین ہیں، نیز تیسری سے چھٹی صدی ہجری تک (زمانہ تدوین حدیث) کے علماء اور ان کے بعد آٹھویں نویں صدی ہجری (۹۰۰ھ تک یا اس سے پہلے) کے علماء و سلف صالحین ہیں۔ ان

کے علاوہ دسویں صدی ہجری سے لے کر آج تک کوئی اکابر نہیں بلکہ سب اصاغراور عام علماء ہیں، لہذا اہل حدیث کے خلاف ان لوگوں کے حوالے پیش کرنا بالکل غلط ہے۔

فائدہ: صحابہ کے مقابلے میں تابعین، تابعین کے مقابلے میں تبع تابعین اور خیر القرون کے مقابلے میں بعد والے لوگوں کے اجتہادات مردود ہیں۔

اجماع کے بارے میں بطور فائدہ ہندوستان و پاکستان کے بعض علماء کے چند حوالے بھی پیش خدمت ہیں، تاکہ کوئی جدید اہل حدیث یہ دعویٰ نہ کر سکے کہ زبیر علی زئی نے اپنی طرف سے اجماع کا مسئلہ بنالیا ہے۔

☆ میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ہاں ہم اجماع و قیاس کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح ائمہ مجتہدین مانتے تھے۔“ (آزاد کی کہانی خود آزادی زبانی ص ۶۴)

☆ ثناء اللہ امرتسری صاحب نے لکھا ہے: ”اہل حدیث کا مذہب ہے کہ دین کے اصول چار ہیں (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع اُمت (۴) قیاس مجتہد۔ سب سے مقدم قرآن شریف ہے۔“ (اہل حدیث کا مذہب ص ۵۸)

☆ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ”اہلحدیث کے اصول کتاب وسنت، اجماع اور اقوال صحابہ وغیرہ ہیں، یعنی جب کسی ایک صحابی کا قول ہو اور اس کا کوئی مخالف نہ ہو“

(الاصلاح حصہ اول ص ۱۳۵)

اور لکھا ہے: ”اس پہلی بات کا جواب یہ ہوا کہ اہل حدیث اجماع اور قیاس کو صحیح مانتے ہیں“

(الاصلاح ص ۲۰۷)

☆ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے قول کے لئے دیکھئے فقرہ: ۷۱

☆ مولانا ابوصہیب محمد داود ارشد حفظہ اللہ بھی اجماع کے قائل ہیں۔

(دیکھئے تحفہ حنفیہ ص ۳۹۹)

☆ نیز حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ بھی اجماع اُمت کی حجیت کے قائل ہیں۔ مثلاً

دیکھئے الحدیث حضرت (۶۱ ص ۴۹) اور احسن البیان (ص ۱۲۵، دوسرا نسخہ ص ۲۵۶)

## چالیس (۴۰) مسائل جو صراحۃً صرف اجماع سے ثابت ہیں

بہت سے مسائل میں سے صرف چالیس (۴۰) ایسے مسائل پیش خدمت ہیں، جو ہمارے علم کے مطابق صراحۃً صرف اجماع سے ثابت ہیں:

۱: صحیح بخاری میں مسند متصل مرفوع احادیث کی دو قسمیں ہیں:

اول: جن کے صحیح ہونے پر اجماع ہے اور یہ روایات بہت زیادہ ہیں۔

دوم: جن پر اختلاف ہے، لیکن جمہور نے انھیں صحیح قرار دیا ہے اور یہ روایات بہت ہی کم ہیں۔

۲: صحیح مسلم میں مسند متصل مرفوع احادیث کی دو قسمیں ہیں:

اول: جن کے صحیح ہونے پر اجماع ہے اور یہ روایات بہت زیادہ ہیں۔

دوم: جن پر اختلاف ہے، لیکن جمہور نے انھیں صحیح قرار دیا ہے اور یہ روایات بہت ہی کم ہیں۔

۳: نویں صدی ہجری کے غالی ماتریدی ابن ہمام (م ۸۶۱ھ) سے پہلے اس پر اجماع ہے کہ صحیح بخاری صحیح مسلم کی احادیث کو دوسری کتابوں کی احادیث پر ترجیح حاصل ہے۔

۴: اس پر محدثین کا اجماع ہے کہ صحابہ کرام کی مرسل روایات بھی صحیح ہیں۔

۵: اس پر اجماع ہے کہ کسی صحابی کو بھی مدلس کہنا غلط ہے۔

۶: اس اصول پر اجماع ہے کہ جو راوی کثیر التذلیس ہو اور ضعیف راویوں سے بھی تدلیس کرتا ہو، اس کی عن والی روایت حجت نہیں ہے۔

۷: اس پر اجماع ہے کہ قبر میں میت کا رُخ قبلے کی طرف ہونا چاہئے۔

۸: امام ترمذی کے دور میں اس پر اجماع تھا کہ بچے بچی کی ولادت پر اذان کہنی چاہئے۔

۹: سری نمازوں میں آمین بالسر کہنے پر اجماع ہے۔

۱۰: اس پر اجماع ہے کہ خلیفۃ المسلمین اپنے بعد کسی مستحق شخص کو بطور خلیفہ نامزد کر سکتا

ہے۔

۱۱: اس پر اجماع ہے کہ دو سجدوں کے درمیان اپنی رانوں پر ہاتھ رکھنے چاہئیں۔

۱۲: اس پر اجماع ہے کہ زکوٰۃ کے مسئلے میں بھینسوں کا وہی حکم ہے جو گائیوں کا ہے۔

۱۳: اس پر اجماع ہے کہ جو شخص قرآن مجید کو مخلوق کہے وہ شخص کافر ہے۔

۱۴: اس پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ رمضان میں پورا مہینہ عشاء کی نماز کے بعد نماز تراویح باجماعت پڑھنا جائز اور باعثِ ثواب ہے۔

۱۵: اس پر اجماع ہے کہ نماز میں قہقہے (آواز کے ساتھ ہنسنے) سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

۱۶: اس پر اجماع ہے کہ حالتِ نماز میں کھانا پینا منع ہے اور جو شخص فرض نماز میں جان بوجھ کر کچھ کھالی لے تو اس پر نماز کا اعادہ فرض ہے۔

۱۷: اس پر اجماع ہے کہ نبیذ کے علاوہ تمام مشروبات مثلاً عرقِ گلاب، دودھ، سیون اپ اور شربتِ انار وغیرہ سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔

تنبیہ: نبیذ کے مسئلے پر بعض الناس کے اختلاف کے باوجود، رائج یہ ہے کہ نبیذ سے بھی وضو کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۸: اس پر اجماع ہے کہ پانی کم ہو یا زیادہ، اگر اس میں نجاست گرنے سے اس کا رنگ، بو یا ذائقہ تبدیل ہو جائے تو وہ پانی اس حالت میں نجس (ناپاک) ہے۔

۱۹: مصحف عثمانی کے رسم الخط پر اجماع ہے۔

۲۰: اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرہ ادا کرنے میں عورتوں پر حلق (سر منڈوانا) نہیں ہے، بلکہ وہ صرف قصر کریں گی یعنی تھوڑے سے بال کاٹیں گی۔

۲۱: اس پر اجماع ہے کہ ہر وہ حدیث صحیح ہے، جس میں پانچ شرطیں موجود ہوں:

(۱) ہر راوی عادل ہو (۲) ہر راوی ضابط ہو (۳) سند متصل ہو (۴) شاذ نہ ہو

(۵) معلول نہ ہو۔

۲۲: اس پر اجماع ہے کہ ہر خطبہ جمعہ میں سورۃ ق پڑھنا فرض، واجب یا ضروری نہیں بلکہ

سنت اور بہتر ہے۔

۲۳: نکاح کے وقت خطبہ پڑھنے پر اجماع ہے۔

۲۴: اس پر اجماع ہے کہ گناہوں اور نافرمانی سے ایمان کم ہو جاتا ہے۔

۲۵: اس پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے کہ جرابوں پر مسح جائز ہے۔

۲۶: اس پر اجماع ہے کہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کے لئے اہل حدیث اور اہل سنت کے القاب (صفاتی نام) جائز اور بالکل صحیح ہیں۔

۲۷: اس پر صحابہ کا اجماع ہے کہ تقلید ناجائز ہے۔

۲۸: اس پر اہل حق کا اجماع ہے کہ عقائد و ایمان میں بھی صحیح خبر واحد حجت ہے۔

۲۹: اس پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے کہ ضرورت کے وقت نابالغ قاری کی امامت جائز ہے۔

۳۰: اس پر اجماع ہے کہ گونگے مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے۔

۳۱: اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید کے اعراب لگانا جائز ہے اور قرآن اسی طرح پڑھنا فرض ہے جس طرح ان اجماعی اعراب کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

۳۲: اس پر اجماع ہے کہ تقلید بے علمی (جہالت) ہے اور مقلد عالم نہیں ہوتا۔

۳۳: اس پر اہل حق کا اجماع ہے کہ معیت والی آیات (مَثَلًا وَ هُوَ مَعَكُمْ) سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت ہے۔

تنبیہ: بعض متاخرین کا اس سے علیحدہ صفت مراد لینا باطل ہے۔

۳۴: اس پر اجماع ہے کہ جن احادیث میں سر اور واڑھی کے بالوں کو سرخ مہندی لگانے کا حکم آیا ہے، یہ حکم فرض و واجب نہیں بلکہ سنت و استحباب پر محمول ہے اور مہندی نہ لگانا یعنی سر اور واڑھی کے بال سفید چھوڑنا بھی جائز ہے۔

۳۵: ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اُس (بندے) کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جسے وہ پھیلاتا ہے۔ الخ

اس پر اجماع ہے کہ اس حدیث سے مراد حلویت، اتحاد اور وحدت الوجود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور رضامندی شامل حال ہو جاتی ہے، لہذا حلوئی صوفیوں کا اس حدیث سے استدلال باطل ہے۔

۳۶: اس پر اجماع ہے کہ بغلوں کے بال نوچنا فرض و واجب نہیں بلکہ موٹا بھی جائز ہے۔

۳۷: اس پر اجماع ہے کہ ایمان تین چیزوں کا نام ہے: دل میں یقین، زبان کے ساتھ اقرار اور اس پر عمل۔

۳۸: اس پر خیر القرون میں اجماع تھا کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا اور آپ پر موت طاری نہیں ہوئی۔

۳۹: اس پر اجماع ہے کہ عورت مردوں کی امام نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی مرد کسی عورت کے پیچھے نماز پڑھ لے تو یہ نماز فاسد (باطل) ہے۔

۴۰: اس پر اجماع ہے کہ قصد اُتے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

بہت سے ایسے مسائل ہیں جو قرآن و حدیث میں عموماً یا اشارتاً مذکور ہیں اور ان پر اجماع ہے۔ مثلاً:

۱: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

۲: سیدہ مریم علیہا السلام کا کوئی شوہر نہیں تھا، بلکہ وہ کنواری تھیں۔

۳: ابن حزم کے زمانے میں اس پر اجماع تھا کہ عبدالمصطفیٰ اور عبدالبقی اور اس جیسے نام رکھنا جائز نہیں ہے۔

۴: مال تجارت پر ہر سال زکوٰۃ فرض ہے۔

۵: ہر سال دو سو درہم پر پانچ درہم زکوٰۃ فرض ہے۔

۶: قرآن مجید میں سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

(۲۹/اگست ۲۰۱۱ء)

و ما علينا إلا البلاغ

## اجماع خبر واحد سے بڑا ہے

امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”الأصل قرآن أو سنة، فإن لم يكن فقياس عليهما.

وإذا اتصل الحديث عن رسول الله (ﷺ) و صح الإسناد [به] فهو سنة.

والاجماع أكبر من الخبر المنفرد.

والحديث على ظاهره و إذا احتمل المعاني فما أشبه منها ظاهر الأحاديث

أولاها به، وإذا تكافأت الأحاديث فأصحها إسنادًا وأولها.

وليس المنقطع بشيء، ما عدا منقطع ابن المسيب.

اصل (دلیل) قرآن یا سنت (حدیث) ہے، اور اگر (ان میں) نہ ہو تو پھر ان دونوں پر

قیاس (اجتہاد) ہے۔

اور جب رسول اللہ (ﷺ) تک حدیث متصل (سند سے) ہو اور سند صحیح ہو تو یہ سنت ہے۔

اور اجماع خبر واحد سے بڑا ہے۔

اور حدیث اپنے ظاہر (یعنی ظاہری مفہوم) پر ہوتی ہے اور اگر (اس میں) کئی معنوں کا

احتمال ہو تو جو ظاہر احادیث سے زیادہ مشابہ ہو وہی اولیٰ (یعنی رائج) ہے۔ اور اگر روایات

(بظاہر) ایک دوسرے کے مقابل (مخالف) ہوں (اور تطبیق ممکن نہ ہو) تو پھر سب سے

زیادہ صحیح سند والی (روایت یا روایات) کو ترجیح حاصل ہے۔

اور منقطع (مثلاً مرسل) کوئی چیز نہیں سوائے (سعید) ابن المسیب کی منقطع کے۔

(آداب الشافعی و مناقبہ ابن ابی حاتم ص ۱۷۷-۱۷۸، وسندہ صحیح)

۱۰: ثابت ہوا کہ حجیت کے لحاظ سے حدیث اور سنت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، لہذا جو لوگ

باب حجیت میں حدیث اور سنت میں فرق کرتے ہیں وہ لوگ غلط راستے پر رواں ہیں۔



۲: اجماع شرعی دلیل ہے بلکہ خبر واحد سے بڑی چیز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خبر واحد میں غلط تاویل کی جاسکتی ہے جیسا کہ ماترید یہ اور مبتدعین کا طرزِ عمل ہے لیکن اجماع میں ایسی تاویل قطعاً نہیں ہو سکتی بلکہ اجماع سے ایک مفہوم یقینی طور پر متعین ہو جاتا ہے۔

۳: حدیث اپنے ظاہر اور عموم پر محمول ہوتی ہے الا یہ کہ سلف صالحین سے اس کی کوئی تشریح یا تخصیص ثابت ہو (جیسا کہ دوسرے دلائل سے ظاہر ہے) تو پھر یہی تشریح و تخصیص مقدم ہے۔

۴: منقطع اور مرسل ضعیف و مردود روایت ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ ہماری تحقیق، دوسرے دلائل اور رائج قول میں امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی منقطع و مرسل روایت بھی ضعیف کے حکم میں ہی ہے۔ (۲۰/ اکتوبر ۲۰۱۰ء)

## اہلِ حدیث کے پندرہ امتیازی مسائل اور امام بخاری رحمہ اللہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين: خاتم النبيين  
ورضى الله عن آله وأزواجه وأصحابه أجمعين ورحمة الله على ثقات  
التابعين وأتباع التابعين من خير القرون ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين  
أما بعد:

نبی کریم ﷺ کی حدیث پر دل سے ایمان لانے، قولاً وفعلاً تسلیم کرنے اور اس کی  
روایت و تبلیغ کرنے والوں کا عظیم الشان لقب اہل حدیث اور اہل سنت ہے۔

حاجی امداد اللہ تھانوی کے ”خليفة مجاز“ اور جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن کے بانی محمد  
انوار اللہ فاروقی نے لکھا ہے: ”حالانکہ اہل حدیث کل صحابہ تھے“

(فاروقی کی کتاب: حقیقۃ الفقہ حصہ دوم ص ۲۲۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی نے لکھا ہے: ”اہل حدیث تو تمام صحابہ تھے“

(اجتہاد و تقلید ص ۳۸ سطر ۱۳، نیز دیکھئے تنقید سدید ص ۱۶)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد صحیح العقیدہ ثقہ و صدوق تابعین و تبع تابعین  
نے حدیث اور اہل حدیث کا علم (جھنڈا) سر بلند کیا۔ رحمہم اللہ اجمعین

ان کے جلیل القدر تلامذہ میں سے امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور امام  
مسلم وغیرہم ائمہ دین اور ثقہ فقہائے محدثین نے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے قرآن  
و علوم قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث، علوم حدیث اور اسماء الرجال کو مدون کر کے دین  
اسلام کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ جزاہم اللہ خیراً

فقہائے محدثین میں سے امیر المومنین فی الحدیث و امام الدنیا فی فقہ الحدیث امام  
ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ اور ان کی صحیح بخاری کا بہت بڑا مقام ہے اور یہی

وجہ ہے کہ ہر سچے اہل سنت یعنی اہل حدیث کو امام بخاری اور صحیح بخاری سے بہت زیادہ محبت ہے۔ اسی محبت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مختصر و جامع مضمون میں ایمان و عمل کے سلسلے میں سے اہل حدیث کے بعض امتیازی مسائل امام بخاری اور صحیح بخاری کے حوالے سے پیش خدمت ہیں:

۱) اہل حدیث کا صفاتی نام: ایک حدیث میں آیا ہے کہ اُمت کا ایک گروہ قتال کرتا رہے گا اور قیامت تک غالب رہے گا، اس گروہ (طائفہ منصورہ) کی تشریح میں امام بخاری نے فرمایا: ”یعنی اهل الحديث“ یعنی اس سے مراد اہل حدیث ہیں۔

(مسألة الاحتجاج للخطيب ص ۴۷ و سندہ صحیح، دوسرا نسخہ ص ۳۵، الحجۃ فی بیان الحجۃ ۱/۳۶)

اس صحیح و ثابت حوالے سے دو باتیں صاف ظاہر ہیں:

۱: صحیح العقیدہ مسلمین کا صفاتی نام اہل حدیث ہے، لہذا اہل حدیث لقب بالکل صحیح اور برحق ہے۔

۲: طائفہ منصورہ یعنی فرقہ ناجیہ اہل حدیث ہیں۔

۳) ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے: امام بخاری نے ایمان کے بارے میں فرمایا:

”و هو قول وفعل ویزید وینقص“ اور وہ قول و عمل ہے، زیادہ اور کم ہوتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان باب اقل ح ۸)

اور یہی تمام محدثین و سلف صالحین کا عقیدہ ہے، جبکہ دیوبندیہ و بریلویہ کے عقیدے کی

کتاب: عقائد نسفیہ میں اس کے سراسر برعکس درج ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے:

”الایمان لا یزید ولا ینقص“ اور ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے۔ (ص ۳۹)!

۳) اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے: استوی علی العرش والی آیت کی تشریح میں امام

بخاری نے مشہور ثقہ تابعی اور مفسر قرآن امام مجاہد بن جبر رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ ”علا“ یعنی

عرش پر بلند ہوا۔ (صحیح بخاری کتاب التوحید باب ۲۲ قبل ح ۴۱۸، تعلق علی ح ۳۳۵)

ثابت ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے،

جبکہ اس سلفی عقیدے کے مخالف لوگ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ ہر جگہ میں ہے!!  
 (۴) رائے کی مذمت: امام بخاری نے صحیح بخاری کی ایک ذیلی کتاب (جس میں کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا ذکر ہے) کے تحت لکھا: ”باب ما یذکر من ذم الراي و تکلف القیاس“ باب: رائے کی مذمت اور قیاس کے تکلف کا ذکر۔

(کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب فی قل ج ۷۳۰۷)

اس باب میں امام بخاری وہ حدیث لائے ہیں، جس میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ جاہل لوگ باقی رہ جائیں گے، ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے تو وہ اپنی رائے سے فتوے دیں گے، وہ گمراہ کریں گے اور گمراہ ہوں گے۔ (ج ۷۳۰۷)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک کتاب وسنت کے خلاف رائے پیش کرنا گمراہیوں کا کام ہے، لہذا اہل الرائے ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اہل الرائے کے ایک امام کا اپنی کتاب میں نام لینا بھی گوارا نہیں کیا بلکہ ”بعض الناس“ کہہ کر روکیا اور اپنی دوسری کتابوں (التاریخ الکبیر اور الضعفاء الصغیر) میں اسماء الرجال والی جرح لکھ دی تاکہ سند رہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ مقلد نہیں تھے، جیسا کہ دیوبندیہ کے مشہور عالم سلیم اللہ خان (مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی) نے لکھا ہے:

”بخاری مجتہد مطلق ہیں۔“ (فضل الباری ج ۱ ص ۳۶)

(۵) نماز میں رفع یدین: امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب باندھا ہے: ”باب رفع الیدین اذا کبر واذار کع واذار کع“ رفع یدین کا باب جب تکبیر کہے، جب رکوع کرے، اذرب جب (رکوع سے) بلند ہو۔ (قبل ج ۷۳۶)

یہ حدیث ہر نماز پر منطبق ہے، چاہے ایک رکعت وتر ہو یا صبح کے دو فرض ہوں اور اگر نماز دو رکعتوں سے زیادہ ہو تو امام بخاری کا درج ذیل باب مشعلِ راہ ہے:

”باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین“ رفع یدین کا باب جب دو رکعتوں سے اٹھ

جائے۔ (قبل ج ۷۳۹)

رفع یدین کے مسئلے پر امام بخاری صحیح بخاری میں پانچ حدیثیں لائے ہیں اور انہوں نے ایک خاص کتاب: جزء رفع الیدین لکھی ہے، جو کہ ان سے ثابت اور بیحد مشہور و معروف ہے، یہ کتاب راقم الحروف کی تحقیق وترجمے کے ساتھ مطبوع ہے۔

یاد رہے کہ دیوبندیہ و بریلویہ کو امام بخاری کے اس مسئلے سے اختلاف ہے۔

۶) فاتحہ خلف الامام: امام بخاری نے باب باندھا ہے: ”باب وجوب القراءة للإمام والمأموم فی الصلوات کلھا فی الحضر والسفر وما یجهر فیھا وما یخافت“ تمام نمازوں میں امام اور مقتدی کے لئے قراءت کے وجوب کا باب، اپنے علاقے میں ہوں یا سفر میں، جہری نماز ہو یا سری نماز ہو۔ (قبل ج ۷۵۵)

اس باب کے تحت امام بخاری درج ذیل حدیث بھی لائے ہیں:

(( لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب. ))

جو سورۃ فاتحہ نہیں بڑھتا، اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (صحیح بخاری: ۷۵۶)

ثابت ہوا کہ باب مذکور میں قراءت سے مراد فاتحہ کی قراءت ہے اور یاد رہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں امام بخاری نے مشہور رسالہ جزء القراءة لکھا ہے، جو کہ راقم الحروف کی تحقیق وترجمے کے ساتھ نصر الباری کے نام سے مطبوع ہے۔

۷) آمین بالجہر: امام بخاری نے باب لکھا ہے: ”باب جهر الإمام بالتأمين“ باب: امام کا آمین بالجہر کہنا۔ اس باب کے تحت امام بخاری وہ روایت بھی لائے ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتدی زور سے آمین کہتے تھے۔

(قبل ج ۷۸۰)

ثابت ہو کہ امام بخاری کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں کو جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہنی چاہیے۔

یاد رہے کہ سری نمازوں میں آمین بالجہر نہ کہنے اور سری آمین کہنے پر اجماع ہے۔

۸) نماز میں (سینے پر) ہاتھ باندھنا: امام بخاری نے ”باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلاة“ نماز میں (دایاں ہاتھ) بائیں پر رکھنا، کے تحت درج ذیل مشہور حدیث لکھی ہے: لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ ہر آدمی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھے۔ (ح ۷۴۰)

ہاتھ کی بڑی انگلی سے لے کر کہنی تک حصے کو ذراع کہتے ہیں اور پوری ذراع پر ہاتھ رکھنے سے خود بخود سینے پر ہاتھ آ جاتے ہیں۔

۹) گیارہ رکعات تراویح: کتاب الصوم (روزوں کی کتاب) میں کتاب صلاة التراویح کے تحت امام بخاری نے درج ذیل باب لکھا ہے: ”باب فضل من قام رمضان“ رمضان میں جو قیام کرے، اس کی فضیلت کا باب اور اس باب میں امام بخاری نے وہ مشہور حدیث لکھی ہے کہ نبی ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ الخ (ح ۲۰۱۳) ثابت ہوا کہ امام بخاری گیارہ رکعات تراویح کے قائل تھے۔

تنبیہ: امام بخاری سے بیس رکعات تراویح پڑھنا باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

۱۰) طاق رکعت میں دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اٹھنا: امام بخاری نے باب باندھا ہے: ”باب من استوی قاعدًا فی وتر من صلاته ثم نهض“ باب جو اپنی نماز کی طاق رکعت میں سیدھا بیٹھ جائے، پھر کھڑا ہو۔ (قبل ح ۸۲۳)

یہ مسئلہ بھی امام بخاری نے حدیث سے ثابت کیا ہے کہ نبی ﷺ اپنی نماز کی طاق رکعت میں سیدھا بیٹھے بغیر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ (ح ۸۲۳)

۱۱) ہاتھ زمین پر رکھ کر اٹھنا: طاق رکعت سے اٹھتے وقت کس طرح زمین پر ہاتھ رکھنے چاہئیں؟ یہ مسئلہ بھی امام بخاری نے دلیل کے ساتھ واضح کر دیا ہے اور درج ذیل باب باندھا ہے: ”کیف یعتمد علی الأرض إذا قام من الركعة“

جب (طاق) رکعت سے کھڑا ہو تو زمین پر ہاتھ کس طرح رکھے؟ (قبل ح ۸۲۳)

۱۲) اکہری اقامت: امام بخاری نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے

استدلال کر کے فرمایا: ”باب الإقامة واحدة إلا قوله: قد قامت الصلاة“

باب: قد قامت الصلاة کے سوا اقامت اکہری ہے۔ (قبل ج ۶۰۷)

معلوم ہوا کہ امام بخاری اہل حدیث کی طرح اکہری اقامت کے قائل تھے، جبکہ دیوبندیہ و بریلویہ اس مسئلے میں امام بخاری کے خلاف ہیں۔

(۱۳) نماز جنازہ میں فاتحہ کی قراءت: امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجنائز میں درج ذیل باب باندھا:

”باب قراءة فاتحة الكتاب على الجنائز“ جنازے میں فاتحہ کی قراءت کا باب۔

(قبل ج ۱۳۳۵)

اس باب کے تحت امام بخاری نے وہ حدیث ذکر کی کہ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا: تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے۔ (ج ۱۳۳۵)

یہاں سنت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور یہ وہ سنت ہے جس پر عمل ضروری ہے، کیونکہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ دیکھئے فقرہ ۶:

(۱۴) صف بندی میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانا: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم میں سے ہر آدمی اپنے ساتھ والے کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملاتا تھا۔ (صحیح بخاری: ۷۲۵)

اس حدیث پر امام بخاری نے درج ذیل باب باندھا ہے:

”باب الزايق المتنكب بالمتنكب والقدم بالقدم في الصف“

صف میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانا۔ (قبل ج ۷۲۵)

یہ وہ مشہور مسئلہ ہے، جس سے دیوبندیہ و بریلویہ کو خاص چڑ ہے اور وہ اپنی مسجدوں میں ایک دوسرے سے ہٹ کر کھڑے ہوتے ہیں، سوائے چند اشخاص کے جن کا حکم کالمعدوم ہے۔

(۱۵) گاؤں میں نماز جمعہ: بریلویہ و دیوبندیہ کا کتابی مذہب یہ ہے کہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا، اس کے سراسر برعکس امام بخاری نے درج ذیل باب لکھا ہے:

”باب الجمعة أفى القرى والمدن“ شہروں اور گاؤں میں جمعہ کا باب (قبل

ح ۸۹۲) یعنی گاؤں ہو یا شہر، ہر جگہ نماز جمعہ درست ہے۔

تنبیہ: آج کل کے عام دیوبندی و بریلوی عوام اپنے ”مولویوں“ کے کتابی مذہب سے بغاوت کر کے گاؤں میں بھی نماز جمعہ پڑھتے ہیں اور یہ اس کی واضح دلیل ہے کہ تھلید کا بیت العنکبوت بڑی تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ والحمد للہ

بعض عقائد اور نماز سے متعلق ان پندرہ مسائل سے صاف ثابت ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ دیوبندی یا بریلوی نہیں تھے بلکہ اہل حدیث تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں، جنہیں امیر المومنین فی الحدیث نے صحیح بخاری میں درج فرما کر اہل الرائے کے خود ساختہ قیاسی تفقہ کے پر نچے اڑا دیئے اور قبیحین کتاب و سنت کے روشن مسلک کا آفاقی پرچم لہرا کر حجت تمام کر دی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ امام بخاری اور محدثین کرام کی قبور کو اپنے فضل و کرم اور رحمت کے انوار سے بھر دے۔ آخری زندگی میں ہمیں انبیاء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور صحیح العقیدہ ثقہ محدثین کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین

آخر میں عرض ہے کہ عبدالقدوس قارن دیوبندی نے ”بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں“ اور انوار خورشید (نعم الدین دیوبندی) نے ”غیر مقلدین امام بخاری کی عدالت میں“ کتابیں لکھی ہیں، لہذا میرے اُن سے دو سوالات ہیں:

- ۱: کیا امام بخاری رحمہ اللہ دیوبندی یا بریلوی تھے؟
- ۲: کیا امام بخاری رحمہ اللہ نے مشہور اختلافی مسائل، جن پر آل دیوبند و آل بریلی کے مناظرین مناظرے کرتے رہتے ہیں، مثلاً نماز میں رفع یدین، فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، نماز جنازہ میں قراءت اور گاؤں میں نماز جمعہ وغیرہ مسائل میں دیوبندیہ و بریلویہ کی حمایت کی ہے، یا مسلک اہل حدیث کو سر بلند فرمایا ہے؟ جواب دیں!

(۷/ مارچ ۲۰۱۱ء)



## فرقہ مسعودیہ اور اہل الحدیث

[ بعض لوگ بشمول فرقہ مسعودیہ و خوارج یہ دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ ہمارا نام صرف مسلم یا مسلمین ہے اور دوسرے تمام نام (خواہ صفاتی نام ہوں یا القاب) رکھنا ناجائز ہے یا بہتر نہیں ہے۔ ہمارے اس تحقیقی مضمون میں ان لوگوں کا دلائل و فہم سلف صالحین کی روشنی میں بہترین رد ہے۔ والحمد للہ ]

کراچی کے ایک نوزائیدہ فرقے نے کافی عرصے سے اہل الحدیث والآثار کے خلاف تکفیر و تبدیع اور طعن و تشنیع کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ چونکہ بعض نا سمجھ اشخاص کا اس فرقے کے دام ہم رنگ زمین سے متاثر ہونے کا خدشہ ہے، لہذا اس مضمون کو تفصیل و دلائل سے لکھا گیا ہے، تاکہ فرقہ مسعودیہ کے دعاوی باطلہ اور الزام تراشیوں کا دندان شکن جواب دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دین اسلام پر قائم رکھے اور سُبُل الضلالة (گمراہی کے راستوں) کے شیطان صفت داعیوں کے مغالطات سے بچائے۔ (آمین)

اہل الحدیث: محدثین کی جماعت کو اہل الحدیث کہا جاتا ہے، جس طرح مفسرین کی جماعت کو اہل التفسیر اور مورخین کی جماعت کو اہل التاريخ کہا جاتا ہے۔

دلیل (۱): صحیح بخاری کے مؤلف امام بخاری رحمہ اللہ نے ”جزء القراءة خلف الامام“ میں ص ۱۳ پر کہا: ”ولا يحتاج أهل الحديث بمثله“، یعنی اس جیسے سے اہل الحدیث حجت نہیں پکڑتے۔ (نہر الباری فی تحقیق جزء القراءة للبخاری ص ۸۸ ج ۳۸)

بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اہل حدیث کو طائفہ منصورہ (جنتی اور حق والی جماعت) قرار دیا ہے۔ (مسائل الاحتجاج بالشافعی ص ۴۷ و سندہ صحیح، تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۱۶۱)

دلیل (۲): جامع ترمذی کے مؤلف امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الجامع میں ج ۱ ص ۱۶ پر کہا: ”و ابن لهيعة ضعيف عند أهل الحديث“

یعنی ابن لہیعہ اہل الحدیث (حدیث والوں) کے نزدیک ضعیف ہے۔ (۱۰ ح)  
 تنبیہ: عبد اللہ بن لہیعہ چونکہ اختلاط کی وجہ سے ضعیف تھے اور مدلس بھی تھے، لہذا اُن کی بیان کردہ روایت دو شرطوں کے ساتھ حسن لذاتہ ہوتی ہے:

۱: روایت اختلاط سے پہلے کی ہو۔ (دیکھئے میری کتاب: الفتح المبین ص ۷۷-۷۸)

۲: روایت میں سماع کی تصریح ہو۔ (ایضاً ص ۷۷ رقم ۵/۱۴۰)

دلیل (۳): آج تک کسی مسلم عالم نے اس بات کا انکار نہیں کیا کہ ”اہل الحدیث“ سے مراد محدثین کی جماعت ہے، لہذا اس صفاتی نام اور نسب کے جائز ہونے پر اجماع ہے۔

اہل حدیث لقب و صفاتی نام کے صحیح ہونے پر پچاس حوالوں کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات (ج ۱ ص ۱۶۱-۱۷۴)  
 دلیل (۴): امام مسلم نے بھی محدثین کو اہل الحدیث کہا۔

(صحیح مسلم مع النووی ج ۱ ص ۵۵، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۶، ۵)

امام مسلم رحمہ اللہ بذاتِ خود بھی اہل حدیث تھے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

”و نحن لا نعني بأهل الحديث المقتصرين على سماعه، أو كتابته أو روايته بل نعني بهم: كل من كان أحق بحفظه و معرفته و فهمه ظاهراً و باطناً و اتباعه باطناً و ظاهراً، و كذلك أهل القرآن.“

اہل الحدیث سے ہمارا مقصود وہ اشخاص نہیں ہیں جو صرف حدیث کے سماع، کتابت اور روایت پر اکتفا کرتے ہیں، بلکہ ہم اس نام سے ہر وہ شخص مراد لیتے ہیں جو حدیث کو یاد کرتا ہے، اسے اس کی زیادہ پہچان ہے اور اس کی ظاہری و باطنی طور پر زیادہ سمجھ رکھتا ہے اور ظاہری و باطنی طور پر اس کی زیادہ اتباع کرتا ہے۔

اہل القرآن سے بھی یہی حضرات مراد ہیں۔ (مجموع فتاویٰ ج ۳ ص ۹۵)

حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابویعلیٰ وغیرہم رحمہم اللہ سب اہل حدیث کے مذہب پر تھے اور علماء میں سے کسی کے مقلد نہیں تھے۔

(دیکھئے مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۴۰، تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۱۶۸)

اہل الحدیث کی فضیلت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (( لا تزال طائفة من امتی ظاہرین حتی یأتیہم امر اللہ وہم ظاہرون )) یعنی میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا یہاں تک کہ ان کے پاس اللہ کا فیصلہ آجائے گا اور وہ غالب ہوں گے۔

(صحیح بخاری: ۷۳۱۱، عن المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ میری امت کا ایک طاائفہ یعنی گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۹۲۰، دارالسلام: ۴۹۵)

یاد رہے کہ یہ برتری دلائل کے ساتھ بھی ہوگی۔

۱: مشہور ثقہ عالم احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م ۲۴۱ھ) نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا: ”ہم اهل العلم و اصحاب الآثار“

(شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی ص ۲۷ رقم ۳۹ و اسنادہ صحیح)

یعنی یہ اہل علم اور اصحاب الآثار ہیں۔

۲: دوسرے ثقہ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (م ۲۳۴ھ) نے فرمایا:

”ہم اصحاب الحدیث“ یعنی اس طاائفہ سے مراد اصحاب الحدیث ہیں۔

(جامع ترمذی ۲/۴۳۲ ج ۲۱۹۲ و اسنادہ صحیح)

اور دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”ہم اهل الحدیث“

(جامع الترمذی ج ۳ ص ۵۰۵، سنن الترمذی مع حاشیۃ الاحوذی ج ۹ ص ۷۴)

ثابت ہوا کہ اصحاب الحدیث اور اہل حدیث ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں۔

۳: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م ۲۴۱ھ) نے اس حدیث کے معنی میں کہا: ”إن لم تکن

ہذه الطائفة المنصورة أصحاب الحديث فلا أدري من هم“۔

اگر اس طاائفہ منصورہ سے مراد اگر اصحاب الحدیث (محدثین) نہیں ہیں تو مجھے معلوم نہیں کہ

یہ کون ہیں؟ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۲ و سندہ صحیح و صحیح الحافظ ابن حجر فی فتح الباری ۱۳/۲۵۰)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ”صاحب الحدیث عندنا من يستعمل الحدیث۔“ ہمارے نزدیک صاحب حدیث وہ ہے جو حدیث پر عمل کرے۔ (الجامع للخطیب ۱/۲۱۹ ج ۱، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۱/۱۳۳ ج ۱، مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۲۰۷-۲۰۸) تنبیہ: قول مذکور میں صاحب الحدیث سے مراد اہل الحدیث ہے۔

۴: حفص بن غیاث رحمہ اللہ (م ۱۹۴ھ) نے اصحاب الحدیث کے بارے میں فرمایا: ”هم خير أهل الدنيا“ (معرفۃ علوم الحدیث ص ۳ و اسنادہ صحیح) یعنی اصحاب الحدیث ساری دنیا میں سب سے بہتر ہیں۔

۵: حاکم رحمہ اللہ (م ۴۰۵ھ) نے بھی حفص بن غیاث رحمہ اللہ کی تصدیق کی اور فرمایا: ”إن أصحاب الحديث خير الناس“ بے شک اصحاب الحدیث (محدثین) لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔ (علوم الحدیث ص ۳)

ان ائمہ مسلمین کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ طائفہ منصورہ والی حدیث کا مصداق اصحاب الحدیث: اہل العلم، اہل حدیث (یعنی محدثین) ہیں اور اسی پر اجماع ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج ۱ ص ۱۶۱-۱۷۴) اہل الحدیث کے دشمن: اہل الحدیث (محدثین) کے دشمن ان پر طرح طرح کے الزامات مکذوبہ لگاتے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا:

”ليس في الدنيا مبتدع إلا وهو يغيض أهل الحديث وإذا ابتدع الرجل نزع حلاوة الحديث من قلبه.“

دنیا میں کوئی بھی ایسا بدعتی نہیں جو کہ اہل الحدیث سے بغض نہ رکھتا ہو۔ جب آدمی بدعتی ہو جاتا ہے تو حدیث کی حلاوت (مٹھاس) اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۴ رقم ۶ وسندہ صحیح)

اہل الحدیث سے دشمنی کا انجام: چونکہ اہل الحدیث، مسلمین میں انتہائی اعلیٰ مقام

رکھتے ہیں اور وہ حقیقت میں اولیاء اللہ ہیں۔

اولیاء اللہ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ((من عادى لى ولياً فقد آذنته بالحرب)) جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری ج ۸ ص ۱۳۱ ج ۲ ص ۶۵۰)

غور فرمائیں! کتنی شدید وعید ہے۔

اب جو شخص ان اولیاء اللہ کی تکفیر کرتا ہے اور اس کا کیا انجام ہوگا؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تکفیر: تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب، الاصابہ، لسان المیزان، تعجیل المنفعہ، الدرر ایہ اور الخصائص الحمیر وغیرہ کتب نافعہ کے مصنف، ثقہ، خاتم الحفاظ، حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کی عدالت و جلالتِ شان پر محدثین کا اجماع ہے اور ان کی کتب سے انقار مسلسل جاری و ساری ہے۔

کراچی میں چند سال پہلے ایک فرقہ، فرقہ مسعودیہ پیدا ہوا ہے جس کے بانی مسعود احمد بی ایس سی صاحب ہیں۔ اس فرقے نے اپنا نام ”جماعت المسلمین“ رکھ کر غیر اسلامی اور طاغوتی حکومت سے رجسٹرڈ (یعنی الاٹ) کر لیا ہے۔ مسعود صاحب نے ایک کتابچہ لکھا ہے جس کا نام ”مذہب خمسہ“ (یعنی اہل حدیث، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) اور دین اسلام رکھا ہے۔ اس کتابچہ میں چھ خانے ہیں:

(۱) اہل الحدیث (۲) حنفی (۳) شافعی

(۴) مالکی (۵) حنبلی اور (۶) دین اسلام

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسعود صاحب کے نزدیک اہل الحدیث وغیرہ دین اسلام سے خارج ہیں۔ مسعود صاحب اہل الحدیث کے خانے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو ان کی فتح الباری کے ساتھ لے آئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۹)

معلوم ہوا کہ مسعود صاحب کے نزدیک حافظ ابن حجر رحمہ اللہ دین اسلام سے خارج ہیں۔ (استغفر اللہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (( ایما رجل مسلم أكفر رجلاً مسلماً فإن كان كافراً وإلا كان هو الكافر )) جو مسلم دوسرے مسلم کو کافر کہے (اس کی تکفیر کرے) اگر وہ کافر ہے (تو ٹھیک) ورنہ ایسا کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

(سنن ابی داؤد: ۴۶۸۷ واللفظ لہ وسندہ صحیح، واصلی صحیح مسلم: ۶۰، دوار السلام: ۲۱۵)

فرقہ مسعودیہ کا دعویٰ مسلم: مسعود صاحب نے اس پر زور دیا ہے کہ ہمارا صرف ایک نام ہے یعنی مسلم، یہ نام اللہ کا رکھا ہوا ہے، فرقہ وارانہ نام نہیں۔

(مذہب اہل الحدیث کی حقیقت ص ۱)

تنبیہ: ہمارے علم کے مطابق مسعود صاحب سے پہلے امت مسلمہ میں (زمانہ خیر القرون ہو، زمانہ تدوین حدیث ہو یا زمانہ شروع احادیث) کسی عالم نے بھی یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ ”ہمارا نام صرف مسلم ہے۔“

اگر کسی کے پاس مسعود صاحب کے مذکورہ دعوے کی صراحت کسی عالم سے ثابت ہو تو حوالہ پیش کریں۔

مسعود صاحب اپنے خود ساختہ دعوے کی ”دلیل“ پیش کرتے ہیں کہ ”ہو مسلمکم المسلمین“ اللہ نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے۔ (الحجۃ: ۷۸ بحوالہ رسالہ ”المسلم“ نمبر ۶ ص ۴۶)

جناب محترم ابو جابر عبد اللہ دامانوی صاحب حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ”اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام مسلم رکھا ہے۔ لیکن اس آیت میں اس بات کا کہیں بھی ذکر موجود نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام صرف مسلم رکھا ہے۔ یا بالفاظ دیگر مسلم نام کے علاوہ دوسرے نام رکھنا ممنوع ہیں۔ اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ ہمارا ذاتی نام مسلم ہی ہے اور دنیا میں آج ہم اسی نام سے متعارف ہیں۔ چودہ سو سال سے دنیا ہمارے اس نام سے واقف ہے اور قیامت تک ہم اسی نام سے پہچانے جائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ ہمارے اور بھی بہت سے نام رکھے تھے جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔“

محترم دامانوی صاحب حفظہ اللہ کی تصدیق: محترم دامانوی صاحب حفظہ اللہ کے

دعوے کی تصدیق میں ہم قرآن و سنت سے چند دوسرے نام و القاب پیش کر رہے ہیں:

۱: المؤمن یا المؤمنون : اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَى إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾

(اے ایمان والو!) جو تمہیں سلام کہے اسے ہرگز یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے (کیا) تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو۔ (النساء: ۹۴)

اور فرمایا: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ بے شک مومنین آپس میں بھائی ہیں۔ (المحجرات: ۱۰)

اور فرمایا: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ﴾ یقیناً مومنین کامیاب ہو گئے۔ (المؤمنون: ۱)

۲: حزب اللہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ حِزْبُ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

جان لو کہ بے شک حزب اللہ، وہی فلاح پائیں گے (کامیاب ہیں۔) (المجادلہ: ۲۲)

تنبیہ: حزب اللہ کے مقابلے میں حزب الشیطان ہے اور حزب الشیطان والے حقیقی گھائے میں ہیں۔ (شلا ملاحظہ ہو سورۃ المجادلہ: ۱۹)

۳: اولیاء اللہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِلَّا إِنْ أَوْلِيَاءُ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ جان لو کہ اللہ کے اولیاء کو نہ ڈر ہوگا اور نہ غم ہوگا۔ (یونس: ۶۲)

اولیاء اللہ کے مقابلے میں اولیاء الشیطان ہیں۔

ان کے علاوہ درج ذیل نام بھی قرآن مجید سے ثابت ہیں:

- |               |                     |                      |
|---------------|---------------------|----------------------|
| (۱) المہاجرین | (۲) الانصار         | (۳) السابقون الاولون |
| (۴) ربانین    | (۵) الفقراء         | (۶) الصالحین         |
| (۷) الشہداء   | (۸) الصدیقین وغیرہم |                      |

صحیح احادیث میں بھی مسلمین کے کئی ناموں کا ذکر ملتا ہے، مثلاً:

- (۱) امۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (صحیح بخاری: ۵۲۲۱، ۶۶۳۱، صحیح مسلم: ۹۰۱، دار السلام: ۲۰۸۹)
- (۲) الغرباء (صحیح مسلم: ۱۳۵، دار السلام: ۳۷۲)
- (۳) طائفۃ (صحیح بخاری: ۷۳۱۱، صحیح مسلم: ۱۵۶، دار السلام: ۳۹۵ وغیر ذلک)

(۴) حواریوں (صحیح مسلم: ۵۰، دارالسلام: ۱۷۹)

(۵) اصحاب (صحیح مسلم: ۵۰، دارالسلام: ۱۷۹)

(۶) الخلیفہ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۱، واسنادہ حسن)

(۷) اہل القرآن (المسود رک ۱/۵۵۶ ج ۲۰۴۶ و سندہ حسن، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۲۱۲۳ شاملہ)

(۸) اہل اللہ (دیکھئے حوالہ سابقہ: ۷)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ مسلمین کے اور بھی بہت سے (صفاتی) نام ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے رکھے ہیں، لہذا فرقہ مسعودیہ کے بانی کا یہ دعویٰ باطل اور جھوٹا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام صرف ایک ”مسلم“ رکھا ہے۔ اگر وہ کہیں کہ یہ صفاتی نام ہیں تو عرض ہے کہ صفاتی نام بھی نام ہی ہوتا ہے۔

دلیل (۱): اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ”اللہ“ ہے اور اس کے بہت سے صفاتی نام ہیں۔ مثلاً:

(۱) رب (سورہ فاتحہ) (۲) الرحمن (سورہ فاتحہ)

(۳) الرحیم (ایضاً) (۴) إله (الاناس)

(۵) العلیم (۶) القدیر

(۷) الملک (۸) القدوس وغیرہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوهُ بِهَا﴾

اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں، اسے ان ناموں کے ساتھ پکارو۔ (الاعراف: ۱۸۰)

اور فرمایا: ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوْ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۚ اَيُّمَا مَا تَدْعُوا فَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی﴾ آپ کہہ دیں کہ اللہ کو پکارو یا الرحمن کو پکارو، جس نام سے بھی تم پکارو اس کے اچھے نام ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۱۱۰)

اللہ تعالیٰ کے ان صفاتی ناموں کو بھی ”نام“ ہی کہا گیا ہے۔

دلیل (۲): محمد ﷺ کا ذاتی نام محمد (ﷺ) ہے، اور آپ کا ذاتی نام احمد بھی ہے۔

﴿اِسْمُهُ اَحْمَدُ﴾ اس کا نام احمد ہے۔ (الف: ۶)



رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (( انا محمد و احمد و المقفی و الحاشر و نبی

التوبة و نبی الرحمة ))

میں محمد ہوں، احمد ہوں، مقفی ہوں، حاشر ہوں، نبی توبہ اور نبی رحمت ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۳۵۵، دارالسلام: ۶۱۰۸)

شرح السنہ للبغوی میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

(( إن لي أسماء: أنا أحمد و أنا محمد و أنا الماحی الذي يمحو الله به

الكفر و أنا الحاشر يحشر الناس على قدمي و أنا العاقب ))

میرے (کئی) نام ہیں: میں احمد ہوں، محمد ہوں، ماحی ہوں جس سے اللہ کفر کو مٹاتا ہے،

حاشر ہوں لوگوں کو میرے قدموں پر اکٹھا کیا جائے گا اور میں عاقب (آخری نبی) ہوں۔

و قال البغوي: "هذا حديث متفق على صحته، أخرجه مسلم" (۳۶۱۳ ح ۱۳/۱۳)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد ﷺ کے اور بھی بہت سے "اسماء" یعنی نام

ہیں: مثلاً: احمد، الماحی، الحاشر، العاقب، المقفی، نبی التوبہ اور نبی الرحمة وغیرہ۔

قرآن وحدیث کے ان دلائل سے معلوم ہوا کہ صفاتی نام بھی نام ہی ہوتا ہے۔

### صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور مسلمین

۱: سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص نے مسلمین کو "المصلون" کہا۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تردید نہیں کی بلکہ اس کو بہت بہتر مشورہ بھی دیا۔ (مصنف ابن

ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۷۱، ۲۸۲۸۹، المسد رک ج ۳ ص ۴۳۳-۴۳۵، وقال الحاكم: "هذا حديث صحيح على

شرط الشيخين ولم يخرجاه" رواية السفيان الثوري عن منصور قوية و باقي السند صحيح)

۲: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "یا معشر قريش"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۴۸۲، مسند صحیح، الحکم بن عیاض)

۳: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے "یا معشر الأنصار" کہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۵۶۷ ح ۳۸۱۹۹ و سندہ حسن)

۴: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ خلفاء کو صحابہ ”امیر المؤمنین“ کہتے تھے۔

یہ بات متواتر ہے۔

اس کے علاوہ اور بہت سے نام بھی صحابہ سے ثابت ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین  
اہل السنۃ: مسلمین، محدثین اور مؤمنین کو ”اہل السنۃ“ (یعنی سنت والے) بھی کہا گیا ہے۔  
دلیل (۱): محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ (ت ۱۱۷ھ) نے فرمایا:

”فینظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم“

اہل السنۃ کی طرف دیکھا جاتا، پس ان کی حدیث لی جاتی۔ (صحیح مسلم مع النووی ج ۱ ص ۸۴)  
خلاصہ یہ کہ ابن سیرین رحمہ اللہ نے مسلمین کے لئے ”اہل السنۃ“ کا نام استعمال کیا۔  
تنبیہ: یہ نام فرقہ مسعودیہ کے نزدیک غیر ثابت، بدعت اور شریعت سازی ہے، لہذا ان  
کے نزدیک ابن سیرین رحمہ اللہ جن کی عدالت پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، دین سے خارج  
اور فرقہ اہل السنۃ کے ایک فرد ہوں گے؟! (نعوذ باللہ)

اب دیکھیں! ابن سیرین تابعی رحمہ اللہ (جو کہ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد اور صحیحین  
کے مرکزی راوی ہیں) ان پر فتویٰ کب لگتا ہے؟!

اہل السنۃ یا اس مفہوم کا لفظ درج ذیل ائمہ مسلمین نے بھی استعمال کیا ہے:

۱: ایوب السخنیانی رحمہ اللہ (م ۱۳۱ھ)

(اکمال لابن عدی ج ۱ ص ۷۵ و اسنادہ صحیح، حلیۃ الاولیاء ۳/۱۰۹، الجزء الثانی من حدیث یحییٰ بن معین: ۱۰۴)

۲: زائدہ بن قدامہ (الجامع للخطیب: ۷۵۵)

۳: احمد بن حنبل (المجتب من علل الخلال: ۱۸۵)

۴: بخاری (جزء رفع یدین: ۱۵)

۵: یحییٰ بن معین (تاریخ ائمن معین، ردلیۃ الدوری: ۲۹۵۵، ترجمۃ ابی المہر یزید بن طہمان)

۶: ابو عبیدہ القاسم بن سلام (الاموال: ۱۲۱۸، لا تجعل زکاتک کتاب الایمان کا شروع)

- ۷: محمد بن نصر المروزی (کتاب الصلاة: ۵۸۸)
- ۸: حاکم نیشاپوری (المستدرک ۲۰۱/۱ ج ۳۹۷)
- ۹: احمد بن الحسین البیهقی (م ۳۵۸ھ)
- (دیکھئے کتاب الاعتقاد والہدیۃ الی سبیل الرشاد علی مذہب السلف واصحاب الحدیث وغیر ذلک من کتب البیہقی)
- ۱۰: ابو حاتم الرازی (م ۲۷۷ھ)
- امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے جمیہ کی یہ نشانی بتائی کہ وہ اہل السنۃ کو مشہد کہتے ہیں۔
- (اصول الدین: ۳۸، تحقیقی مقالات ج ۲ ص ۲۳)
- ۱۱: الامام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ (م ۳۱۰ھ) (صریح السنۃ للطبری ص ۲۰)
- ۱۲: فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (م ۱۸۷ھ)
- (حلیۃ الاولیاء ۸/۱۰۳، ۱۰۴، واستادہ صحیح، تہذیب الآثار للطبری ۷/۳۴، ۱۹۷۵، شاملہ [دستہ صحیح])
- ۱۳: شیخ الاسلام ابو عثمان اسماعیل الصابونی رحمہ اللہ (م ۴۴۹ھ)
- ملاحظہ ہو ان کی کتاب ”عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث والرسالۃ فی اعتقاد اہل السنۃ واصحاب الحدیث والائمۃ۔“
- ۱۴: ابن عبد البر الاندلسی (م ۴۶۳ھ) (التمہید ۲۰۹/۲، ۸، وغیر ذلک)
- ۱۵: خطیب بغدادی (شرف اصحاب الحدیث)
- ۱۶: ابوالحق ابراہیم بن موسیٰ القرطبی (م ۷۹۱ھ) (الاعتصام للشاطبی ج ۱ ص ۶۱)
- ۱۷: حافظ ذہبی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ) دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ج ۵ ص ۳۷۷)
- ۱۸: حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) مذاہب خمسہ مصنف مسعود احمد (ص ۳۹ بحوالہ فتح الباری ج ۱ ص ۲۸۱)
- سنی کا نام: (۱) حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ایک شخص کے بارے میں کہا:
- ”الرازی السنی الفقیہ أحد أئمة السنة.“ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۴۳۶)
- زائدہ بن قدامہ رحمہ اللہ کو متعدد ائمہ نے ”صاحب سنۃ“ اور ”من اہل السنۃ“

قرار دیا ہے، مثلاً دیکھئے تہذیب التہذیب (۲۶۳/۳)

(۲) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب میں عبد الملک بن قریب الاصمعی البصری کے بارے میں کہا: ”صدوق سنی“

محمدی المذہب: محمد بن عمر الداودی رحمہ اللہ امام الحافظ المفید محدث العراق ابن شاہین رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ”وكان إذا ذكر له مذهب أحد، يقول: أنا محمدي المذهب.“ جب ان سے کسی کے مذہب کا ذکر ہوتا، تو وہ فرماتے تھے کہ میں محمدی المذہب ہوں۔

(تاریخ بغداد للخطیب ۱۱/۲۶۷ وسندہ صحیح ترجمہ عمر بن احمد بن عثمان المعروف بابن شاہین)

خلاصہ: قرآن وحدیث اور ائمہ مسلمین کی متفقہ تصریحات سے معلوم ہوا کہ مسلمین کے اور بھی صفاتی نام ہیں جن سے انھیں پکارا گیا ہے، مثلاً اہل السنۃ، اہل الحدیث، سنی، محمدی المذہب اور حزب اللہ وغیرہ، لہذا مسعود صاحب کا یہ دعویٰ بالکل باطل و بلا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام صرف مسلم رکھا ہے۔

مسعود صاحب کے نزدیک ”مسلم“ نام کے علاوہ دوسرے سارے نام (مثلاً اہل السنۃ، اہل الحدیث، حزب اللہ وغیرہ) غیر صحیح و فرقہ ہیں اور ان کے نزدیک فرقہ بندی شرک، عذاب اور لعنت ہے۔ (مثلاً دیکھئے سٹیکر جماعت المسلمین یعنی فرقہ مسعودیہ)

لہذا ائمہ مسلمین مثلاً ابن سیرین تابعی رحمہ اللہ وغیرہ ان کے نزدیک دین اسلام سے خارج اور مشرک ٹھہرے۔ (معاذ اللہ)

فتنہ تکفیر: فرقہ مسعودیہ والے انتہائی دیدہ دلیری کے ساتھ محدثین کی تکفیر کر رہے ہیں۔

عملی طور پر یہ نہ کسی مسلم کو سلام کرتے ہیں اور نہ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ ان کے نزدیک صرف وہی ”مسلم“ ہے جو ان کے فرقہ مسعودیہ (جماعت المسلمین رجسٹرڈ) میں شامل ہو اور مسعود صاحب کی بیعت کر چکا ہو۔ دوسرا شخص اپنے آپ کو لاکھ مسلم کہے مگر وہی ڈھاک کے تین پات۔

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (( من صلتی صلاتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذاک المسلم الذی له ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ ))

جو کوئی ہماری جیسی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہی ”مسلم“ ہے۔ جس کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول کا ذمہ ہے۔ (صحیح بخاری: ۳۹۱)

بحث کا قطعی فیصلہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (( فادعوا بدعوی اللہ الذی سماکم المسلمین المؤمنین عباد اللہ ))

پس پکارو اس اللہ کی پکار کے ساتھ جس نے تمہارا نام مسلمین، مؤمنین، عباد اللہ رکھا ہے۔

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی ج ۳ ص ۱۴۲، صحیح ابن حبان ۴۳/۸)

اس سند کو ابن خزیمہ، حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۳۰، المسند رک ۴۳۱/۱، ۲۳۶، ۱۱۷)

امام ترمذی نے فرمایا: ”هذا حدیث حسن صحیح غریب“ (۲۸۶۳ح)

یحییٰ بن ابی کثیر نے ابو یعلیٰ وغیرہ کی سندوں میں سماع کی بھی تصریح کی ہے۔

فرقہ کی بحث: فرقہ کا اطلاق اہل الحق پر بھی ہوتا ہے اور اہل الباطل پر بھی، مگر مسعود صاحب مطلقاً کہتے ہیں: ”فرقہ بندی شرک ہے۔“ !!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(( یکون فی امتی فرقتان فیخرج من بینہما مارقة یلی قتلہم اولاہم بالحق )) میری امت میں دو فرقے ہوں گے پھر ان میں سے ایک مارقة (گمراہ فرقہ، خوارج کا گروہ) نکلے گا جس سے وہ (فرقہ) قتال کرے گا جو حق کے زیادہ قریب ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۶۵، دارالسلام: ۲۳۵۹)

اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(( تفترق امتی فرقتین فتمرق بینما مارقة یقتلہا ولی الطائفتین بالحق )) میری امت دو فرقے ہو جائے گی اور ان کے درمیان ایک خارجی جماعت نکلے گی (یعنی

مارقہ) اس مارقہ کو (دونوں فرقوں میں سے) جو حق سے زیادہ قریب ہو گا قتل کرے گا۔ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی ج ۲ ص ۳۹۹ ح ۱۳۳۵، واسنادہ صحیح، واخرجاہ ابن حبان فی صحیحہ ۸/۲۵۹، واحمد ۳/۷۹ ح ۱۱۳۲۶)

یہ دونوں فرقے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فرقے (گروہ) تھے اور ان کے درمیان خارجیوں کی جماعت نکلی تھی۔ اس ”جماعت“ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دونوں جماعتوں کو دو فرقے قرار دیا، لہذا معلوم ہوا کہ مسلمین کی جماعت کو ”فرقہ“ بھی کہا گیا ہے۔ یعنی ناجی فرقہ، اور یہ دونوں فرقے حق پر تھے۔

### تکرم جماعت المسلمین واماہم

فرقہ مسعودیہ کے بانی مسعود صاحب اس حدیث کا مصداق اپنے آپ کو ظہر ارہے ہیں، یعنی ”جماعت المسلمین“ سے مراد ان کی نوزائیدہ جماعت اور ”امام“ سے مراد وہ خود ذات شریف ہیں، پھر اس جماعت کو انھوں نے طاعت کی حکومت سے ایک سے زیادہ بار رجسٹرڈ بھی کرایا ہے۔

جناب فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ الدمانوی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ”فرقہ جدیدہ“ میں مسعود صاحب کا یہ طلسم توڑ دیا ہے اور دلائل وبراہین قاطعہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ ”جماعت المسلمین“ سے مراد مسلمین کی حکومت و امارت ہے اور ”امام“ سے مراد خلیفہ و سلطان ہے۔ ظاہر ہے کہ مسعود صاحب کا فرقہ نہ تو حکومت و امارت پر مشتمل ہے اور نہ خلیفہ و سلطان پر، لہذا وہ اس حدیث کا مصداق نہیں ہے۔

مختصر عرض ہے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق (اجماع) ہے کہ اس ”جماعت“ سے مراد مسعود صاحب کی جماعت نہیں ہے۔ بلکہ یا تو امارت و حکومت والی سیاسی جماعت ہے یا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل الحق (یعنی اہل الحدیث) کی جماعت۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کو ”قال اہل البغی“ میں لائے ہیں۔ (السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۵۶)

جس سے معلوم ہوا کہ یہی کے نزدیک بھی اس حدیث کا تعلق سیاسی امور سے ہے، ورنہ جماعت کے نہ ہونے کا کیا مطلب ہے۔ جب کہ امت کا ایک طائفہ (یعنی اہل الحق کی جماعت) قیامت تک ہمیشہ بغیر انقطاع باقی رہے گا۔ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے بھی اس سے مراد ”امیر“ قرار دیا ہے۔ یعنی حکومت کا امیر۔

(( تلزم جماعة المسلمين و إمامهم )) مسلمانوں کی جماعت اور اُن کی امام کو لازم پکڑ لو، کی تشریح میں عرض ہے کہ جماعت المسلمین سے مراد خلافت المسلمین اور امامہم سے مراد خلیفہم (یعنی خلیفہ) ہے۔ اس تشریح کی دو دلیلیں درج ذیل ہیں:

۱: (سبیح بن خالد) اللشکری رحمہ اللہ (ثقة تابعی) کی سند سے روایت ہے کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (( فإن لم تجد یومئذ خلیفۃً فاهرب حتی تموت ... )) پھر اگر تم ان ایام میں کوئی خلیفہ نہ پاؤ تو بھاگ جاؤ حتیٰ کہ مر جاؤ۔

(سنن ابی داود: ۴۲۴۷، وسندہ حسن، مسند ابی عوانہ ۴/۳۲۰ ج ۱۶۸۷ شامہ)

اس حدیث کے راویوں کی مختصر توثیق درج ذیل ہے:

(۱) سبیح بن خالد اللشکری رحمہ اللہ

انھیں ابن حبان، امام عجمی، حاکم، ابوعوانہ اور ذہبی نے ثقہ و صحیح الحدیث قرار دیا اور اس زبردست توثیق کے بعد انھیں مجہول یا مستور کہنا غلط ہے۔

تنبیہ: اس توثیق کے مقابلے میں سبیح بن خالد رحمہ اللہ پر کوئی قابل ذکر جرح موجود نہیں ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۳۳۵-۳۵۰)

(۲) صحر بن بدر العجمی رحمہ اللہ

انھیں ابن حبان اور ابوعوانہ نے ثقہ و صحیح الحدیث قرار دیا اور اس توثیق کے بعد شیخ البانی کا انھیں مجہول قرار دینا غلط ہے۔

(۳) ابوالتیاح یزید بن حمید رحمہ اللہ

صحیحین و سنن اربعہ کے راوی اور ثقہ ثبت تھے۔

(۴) عبدالوارث بن سعید رحمہ اللہ

صحیحین و سنن اربعہ کے راوی اور ثقہ ثابت تھے۔

(۵) مسدد بن مسرہ رحمہ اللہ

صحیح بخاری وغیرہ کے راوی اور ثقہ حافظ تھے۔

ثابت ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے اور قنادہ (ثقہ مدلس) کی عن نصر بن عاصم عن سبیح بن خالد والی روایت صحیح بن بدر کی حدیث کا شاہد ہے، جو کہ مسعود احمد بن ابی ایسی کے ”اصول حدیث“ کی رو سے سبیح بن خالد رحمہ اللہ تک صحیح ہے۔

(دیکھیے سنن ابی داؤد: ۴۲۴۴/۴ صحیح الحاکم ۴۳۲/۴ ووافق الذہبی)

اس حسن روایت سے ثابت ہوا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں امام سے مراد خلیفہ ہے اور یاد رہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے، لہذا اس حدیث سے ”جماعت المسلمین“ اور ان کے امام، یعنی خلیفہ کی بحث کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے۔  
فائدہ: امام عجل ثقلہ امام اور معتدل تھے، آپ کو تساہل قرار دینا غلط ہے۔

(دیکھیے تحقیق مقالات ج ۳ ص ۳۵۱-۳۵۳)

۲: حافظ ابن حجر العسقلانی نے ”تلزم جماعة المسلمين و إمامهم“ کی تشریح میں فرمایا: ”قال البيضاوي: المعنى إذا لم يكن في الأرض خليفة فعليك بالعزلة والصبر على تحمل شدة الزمان و عض أصل الشجرة كناية عن مكابدة المشقة.“ (قاضی بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ اگر زمین میں خلیفہ نہ ہو تو تم (سب سے) علیحدہ ہو جانا اور زمانے کی سختیوں پر صبر کرنا۔ درخت کی جڑ چبانے کے اشارے سے مراد مصیبتیں برداشت کرنا ہے۔ (فتح الباری ۱۳/۳۶ بحوالہ مکتبہ شاملہ)  
حافظ ابن حجر نے محمد بن جریر بن یزید الطبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) سے نقل کیا کہ

”و الصواب أن المراد من الخبر لزوم الجماعة الذين في طاعة من اجتمعوا على تأميره فمن نكث بيعته خرج عن الجماعة، قال: وفي الحديث أنه



متی لم یکن للناس إمام فافترق الناس أحزاباً فلا يتبع أحداً في الفرقة و يعتزل الجميع إن استطاع ذلك ... ” اور صحیح یہ ہے کہ (اس) حدیث سے مراد اس جماعت کو لازمی پکڑنا ہے جو اس (امام) کی امارت پر جمع ہوتے ہیں، پس جس نے اپنی بیعت توڑ دی وہ جماعت سے خارج ہو گیا۔ فرمایا: اور حدیث میں (یہ بھی) ہے کہ اگر لوگوں کا امام (امیر بالا جماع) نہ ہو اور لوگوں نے پارٹیاں بنا رکھی ہوں تو دور اختلاف میں کسی ایک کی اتباع نہ کرے اور اگر طاقت ہو تو تمام (پارٹیوں) سے علیحدہ رہے۔

(فتح الباری ۱۳/۳۶۱ شامہ)

شرح صحیح البخاری علامہ علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطلال القرطبی (متوفی ۴۳۹ھ) نے فرمایا: ”و فيه حجة لجماعة الفقهاء في وجوب لزوم جماعة المسلمين وترك القيام على أئمة الجور“ اور اس (حدیث) میں جماعت فقہاء کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کو لازمی پکڑنا چاہئے اور ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج نہیں کرنا چاہئے۔ (شرح صحیح بخاری لابن بطلال ۱۰/۳۳ شامہ)

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے ایک ٹکڑے کی تشریح میں فرمایا:

”وهو كناية عن لزوم جماعة المسلمين وطاعة سلاطينهم ولو عصوا“ اور یہ اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کو لازمی پکڑا جائے اور مسلمانوں کے سلاطین (حکمرانوں) کی اطاعت کی جائے، اگرچہ وہ نافرمانیاں کریں۔ (فتح الباری ۱۳/۳۶۱ شامہ)

شارحین حدیث (ابن جریر طبری، قاضی بیضاوی، ابن بطلال اور حافظ ابن حجر) کی ان تشریحات (فہم سلف صالحین) سے ثابت ہوا کہ حدیث مذکور (تلتزم جماعة المسلمين و إمامهم) سے مروجہ جماعتیں اور پارٹیاں (مثلاً مسعود احمد بی ایس سی کی جماعت المسلمین رجسٹرڈ) مراد نہیں بلکہ مسلمین (مسلمانوں) کی متفقہ خلافت اور اجماعی خلیفہ مراد ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ”من مات و ليس له إمام مات ميتة جاهلية“ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کا امام (خلیفہ) نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

(صحیح ابن حبان ۱۰/۴۳۳ ح ۳۵۷۳ و هو حدیث حسن)

اس حدیث کی تشریح میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا: کیا تجھے پتا ہے کہ (اس حدیث میں) امام کسے کہتے ہیں؟ (امام اسے کہتے ہیں) جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو جائے (اور) ہر آدمی یہی کہے کہ یہ امام (خلیفہ) ہے۔ پس اس حدیث کا یہی معنی ہے۔ (سوالات ابن ہانی: ۲۰۱۱، تحقیقی مقالات ۱/۴۰۳)

اس تشریح سے بھی یہی ثابت ہے کہ ”وإمامہم“ سے مراد وہ امام (خلیفہ) ہے، جس کی خلافت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہو اور اگر کسی پر پہلے سے ہی اختلاف ہو تو وہ اس حدیث میں مراد نہیں ہے، لہذا فرقہ مسعودیہ (”جماعت المسلمین رجسٹرڈ“) کا اس حدیث سے اپنی خود ساختہ و نوزائدہ فرقی مراد لینا غلط، باطل اور بہت بڑا فراڈ ہے۔

آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ کیا کسی ثقہ و صدوق امام، محدث، شارح یا عالم نے زمانہ خیر القرون، زمانہ تدوین حدیث اور زمانہ شارحین حدیث (پہلی صدی سے نویں صدی ہجری تک) میں اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جماعت المسلمین سے خلافت مراد نہیں اور امامہم سے خلیفہ مراد نہیں، بلکہ کاغذی رجسٹرڈ جماعت اور اس کا کاغذی۔ بے اختیار امیر مراد ہے؟ اگر اس کا کوئی ثبوت ہے تو پیش کریں، ورنہ عامۃ المسلمین کو گمراہ نہ کریں۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیے محترم ابو جابر عبد اللہ دامانوی حفظہ اللہ کی کتاب: ”الفرقة الجديدة“

(ملنے کا پتا: ڈاکٹر ابو جابر دامانوی حفظہ اللہ بلاک ۳۸ مکان ۶۴۷ سیماڑی۔ کراچی، پوسٹ کوڈ: 75620)

### اہل السنۃ پر مسعود صاحب کے چند بچکانہ اعتراضات

مذہب خمسہ نامی کتابچہ میں ص ۳۲ پر مسعود صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ نماز میں ”اللہم انی أعوذ بک من عذاب جہنم...“ کا پڑھنا فرض ہے۔ اور صلوة الرسول ص ۲۷۸ سے حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کی ایک عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کر کے کہ ”دعائے مذکورہ کا پڑھنا ضروری نہیں“ اہل السنۃ (اہل حدیث) کو مطعون کرنے کی مکروہ

کوشش کی ہے۔

جواب (۱): محترم حکیم محمد صادق صاحب رحمہ اللہ کی ہر بات اہل حدیث لئے حجت نہیں ہے اور نہ کوئی اہل حدیث ان کی ہر بات کو حجت سمجھتا ہے، لہذا اعتراض سرے سے ہی ختم ہو گیا۔

جواب (۲): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ثم ليتخير من الدعاء أعجبه إليه فيدعوا)) یعنی پھر آدمی اپنے لئے کوئی دعا پسند کرے اور وہی مانگے۔

(صحیح بخاری: ۸۳۵، صحیح مسلم: ۴۰۲)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو نمازی کو اختیار دیا ہے مگر مسعود صاحب اس اختیار کو سلب کر رہے ہیں۔

جواب (۳): امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے:

”باب ما يتخير من الدعاء بعد التشهد و ليس بواجب“ تشہد کے بعد جو دعا بھی پسند ہو پڑھ سکتا ہے اور دعا کا پڑھنا واجب نہیں ہے۔ (صحیح بخاری قبل ج ۸۳۵)

اگر مسعود صاحب بالقابہ کوئی فتویٰ لگاتے ہیں تو ان کے فتویٰ کی زد میں امام بخاری رحمہ اللہ بھی آجاتے ہیں۔ (ہم مسلمین کی تکفیر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں)

جواب (۴): فرض کریں کہ حکیم محمد صادق اور امام بخاری رحمہما اللہ کو غلطی لگی، تو یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے۔ اہل الحدیث کے نزدیک معیار حق اور حجت دو چیزیں ہیں:

(۱) قرآن مجید

(۲) صحیح احادیث

تنبیہ: قرآن مجید اور صحیح احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجماع امت بھی شرعی دلیل اور حجت ہے، نیز اجتہاد کا جواز بھی ثابت ہے اور آثارِ سلف صالحین سے استدلال بہترین اجتہاد ہے۔

اسی طرح مسعود صاحب اور ان کی پارٹی نے رسوائے زمانہ رسالچہ ”المسلم“ نامی

(برعکس نام نہند زنگی کا فور) میں اہل الحدیث والآثار (یعنی محدثین اور ان کے ساتھیوں) پر دستور الممتی نامی کتاب سے الزام تراشی کر رکھی ہے۔

حالانکہ اہل حدیث کے نزدیک دستور الممتی نہ قرآن ہے اور نہ مجموعہ صحیح احادیث، لہذا اس کتاب کا ہر حوالہ اہل حدیث کے خلاف حجت نہیں ہے۔ اس میں قرآن مجید کی جو آیات اور جو صحیح احادیث ہیں وہ حجت ہیں۔ اس کے مصنف کی ذاتی آراء کسی اہل حدیث کے نزدیک بھی حجت نہیں ہیں، لہذا اہل حدیث کیوں مطعون کیا جا رہا ہے؟

مسعود صاحب کی ان طفلانہ حرکتوں سے کسے فائدہ پہنچے گا؟ کیا وہ محدثین کے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط نہیں کر رہے ہیں؟

مثلاً: اہل الحدیث کا نام ان کے نزدیک بدعت ہوا، لہذا ان کے اصول پر امام بخاری وغیرہ بدعتی ٹھہرے کیونکہ انھوں نے یہ نام استعمال کیا۔ معاذ اللہ یہ بدعت کی تان، کہاں جاٹوٹی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبے کے دوران فرمایا: میرے رب نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ سکھا دوں جس سے تم ناواقف ہو (وہ فرماتا ہے:) میں نے اپنے تمام بندوں کو حنفاء (حنیف کی جمع) پیدا کیا ہے۔ مگر شیاطین ان کے پاس آکر انہیں بہکاتے ہیں اور جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال کی ہیں، انھیں ان کے لئے حرام قرار دیتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۵، دارالسلام: ۷۲۰۷)

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان بہکانے والے شیاطین سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور اہل الحدیث (یعنی محدثین) کو اس دنیا میں سیاسی غلبے کے کران کی جماعت المسلمین اور ان کا امام یعنی خلیفہ قائم کر دے۔ آمین

تنبیہ: یہ مضمون پہلے ”الفرقة المجدیدة“ کے شروع میں شائع ہوا تھا اور اب اصلاح، ترمیم و فوائد زائدہ کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ والحمد للہ

(۶/ اکتوبر ۲۰۱۱ء)



نماز سے متعلق بعض مسائل



## نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم، سر آیا جہراً؟

اللہ تعالیٰ نے ہر مکلف مسلمان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں:

نماز فجر، نماز ظہر، نماز عصر، نماز مغرب اور نماز عشاء

نماز ظہر، نماز عصر، نماز مغرب کی آخری رکعت اور نماز عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سری یعنی آہستہ آواز سے خفیہ قراءت کی جاتی ہے اور ان رکعات میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھنے پر اہل حدیث اور حنفیہ، نیز دیوبندیہ و بریلویہ سب کا اتفاق ہے۔ نماز فجر، نماز مغرب کی پہلی دو رکعتوں اور نماز عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں جہری یعنی اونچی آواز سے قراءت کی جاتی ہے اور ان رکعات میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنے میں علمائے کرام کے درمیان اختلاف ہے۔

۱: امام سفیان ثوری، امام عبد اللہ بن المبارک اور امام احمد بن حنبل وغیرہم رحمہم اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سر اُڑھنے کے قائل تھے۔ (دیکھئے سنن الترمذی: ۲۴۴)

۲: امام شافعی رحمہ اللہ (جہری نماز میں) بسم اللہ الرحمن الرحیم جہراً پڑھنے کے قائل تھے۔ (دیکھئے سنن الترمذی: ۲۴۵)

اہل حدیث کے نزدیک دونوں طرح عمل جائز ہے اور عام طور پر سر اُڑھنا بہتر ہے۔

(دیکھئے ہدیۃ المسلمین ص ۳۷-۳۸ ج ۱۳)

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم جہراً پڑھنے کے جواز کے چند دلائل درج ذیل ہیں:

۱: سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے

پیچھے نماز پڑھی: ”فَجْهَرُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“ تو آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر کے ساتھ پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ/۴۱۲ ج ۴، ۵۷۷، شرح معانی الآثار/۱، ۱۳۷، السنن الکبریٰ للبیہقی/۲/۴۸)



اس کی سند صحیح ہے۔ (دیکھئے ہدیۃ السلیس ص ۳۷)

۲: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم بالجہر ثابت ہے۔

(جزء الخطیب و صحیح الذہبی فی مختصر الجہر بالسلمۃ ص ۱۸۰ ج ۴)

۳: سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم بالجہر ثابت ہے۔ (جزء

الخطیب و صحیح الذہبی فی مختصر الجہر بالسلمۃ ص ۱۸۰ ج ۴، ولہ شاهد صحیح عند ابن ابی شیبہ ۱/۴۱۲ ج ۱۷۷۷ شملہ)

۴: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے۔ الخ

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۱۲ ج ۱۵۵۵ سند صحیح، باب: من کان یحکم بما)

اس موقوف روایت کو حافظ بیہقی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ ۲/۲۸)

۵: امام نعیم الجہر رحمہ اللہ (ثقفہ تابعی) سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) ابو ہریرہ

(رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی پھر سورۃ فاتحہ پڑھی اور

سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: میں تم سب سے زیادہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ ہوں۔

(صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۵۱ ج ۴۹۹، صحیح ابن حبان، الاحسان ۳/۱۳۹۴)

اس موقوف و مرفوع حدیث کی سند صحیح ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ کا سعید بن ابی ہلال کے

اختلاط کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

خالد بن یزید کی سعید بن ابی ہلال سے احادیث صحیحین میں بطور حجت موجود ہیں اور

کسی محدث نے خاص اس سلسلہ سند پر کوئی جرح نہیں کی لہذا ثابت ہوا کہ خالد بن یزید کی

سعید بن ابی ہلال سے حدیث قبل از اختلاط ہے۔ (نیز دیکھئے مقدمہ ما بین الصلاح)

اس حدیث کو درج ذیل محدثین نے صحیح قرار دیا ہے:

(۱) ابن خزیمہ (۲) ابن حبان (۳) ابن الجارود (۴) دارقطنی (۵) حاکم (۶) ذہبی

(۷) بیہقی (۸) خطیب بغدادی اور (۹) حافظ ابن حجر وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین۔

اصول حدیث کی زد سے صحیح اور جمہور محدثین کے نزدیک بھی صحیح حدیث پر شیخ البانی رحمہ اللہ

کی جرح غلط ہے۔

فائدہ: اس حدیث پر حافظ ابو حاتم ابن حبان نے ”ذکر ما يستحب للإمام أن يجهر  
بیسم اللہ الرحمن الرحیم عند ابتداء قراءة فاتحة الكتاب“ کا باب باندھا ہے۔  
(الاحسان ۵/۱۰۰ ج ۱، ۱۷۹، التامیم والانواع ۳/۲۰۷)

## امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم

مری (شہر) سے نخل حسین صاحب نے ایک چارور قی پمفلٹ:  
 ”امام کے پیچھے قراءت کرنے کا حکم“ بھیجا ہے، جسے کسی محمد عطاء الرحمن سلہٹی دیوبندی نے  
 لکھا ہے اور محمد رفیع عثمانی دیوبندی نے اس پمفلٹ کی تصدیق کی ہے۔  
 سلہٹی نے لکھا ہے: ”امام کے پیچھے مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں صحابہ  
 کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے سے اختلاف ہے، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امام کے  
 پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو درست مانتے تھے جبکہ اکثر اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درست  
 نہیں مانتے تھے، پھر یہ اختلاف تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین میں بھی منتقل ہوا، اور  
 وہی اختلاف آج تک چلا آ رہا ہے۔“

عرض ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا یا پڑھانا (قولا یا فعلا) درج ذیل صحابہ  
 کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے:

۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۳۹۵، جزء القراءة للبخاری: ۷۳، ۲۸۳)

۲: سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ

(مصنف ابن ابی شیبہ/ ۳۷۵ ج ۲، احسن الکلام ج ۲ ص ۱۳۲)

۳: سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (المسند رک الحاکم/ ۲۳۹ ج ۸۷۳ و صحیح الحاکم و وافقہ الذہبی)

۴: سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

(جزء القراءة: ۱۰۵، ۵۷، وحسن النیوی التقلیدی فی حافیہ آثار السنن: ۳۵۸)

۵: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ (سنن ابن ماجہ: ۸۳۳ وقال البوصیری: ”هذا الإسناد صحيح“)

۶: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

(مصنف ابن ابی شیبہ/ ۳۷۵ ج ۲، صحیح لمبہتی فی کتاب القراءات: ۳۳۶)

- ۷: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (کتاب القراءات للبیہقی: ۳۳۱ وسندہ حسن)
- ۸: سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۱۵ وقال: "هذا الإسناد صحيح")
- ۹: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (جزء القراءۃ: ۵۲ وسندہ حسن)
- ۱۰: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۸۷ ح ۵۷۲)
- ۱۱: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (کتاب الثقات لابن حبان ۵/۵۸)
- ان کے مقابلے میں کسی ایک صحابی سے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت ثابت نہیں، صرف سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے کہ "جس نے سورہ فاتحہ کے بغیر ایک رکعت پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی، الا یہ کہ امام کے پیچھے ہو" (موطأ امام مالک و سنن ترمذی ج ۱ ص ۷۱)۔
- یہ قول خود سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے اپنے قول و عمل کے مخالف ہونے کی وجہ سے منسوخ ہے۔ جن بعض آثار میں امام کے ساتھ قراءت سے منع کیا گیا ہے، اُن سے مراد یہ ہے کہ امام کے ساتھ جبری قراءت نہ کی جائے، رہی فاتحہ خلف الامام کی سری قراءت تو یہ ان آثار کی رو سے ممنوع نہیں ہے۔

درج ذیل تابعین عظام رحمہم اللہ اجمعین سے فاتحہ خلف الامام پڑھنا یا پڑھانا (قولاً یا فعلاً) ثابت ہے:

- ۱: سعید بن جبیر رحمہ اللہ (جزء القراءۃ: ۲۷۳ وسندہ حسن، کتاب القراءات: ۲۳۷)
- ۲: حسن بصری رحمہ اللہ (کتاب القراءات: ۲۳۲، السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۲ ص ۱۷۱، وسندہ صحیح)
- ۳: عامر الشعمی رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۷۵، ۳/۲۷۶، ۳/۲۷۷، ۳/۲۷۸، وسندہ صحیح)
- ۴: عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۷۵، ۳/۲۷۶، ۳/۲۷۷، وسندہ صحیح)
- ۵: ابو النضر اسامہ بن عمیر رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۷۵، ۳/۲۷۶، وسندہ صحیح)
- ۶: عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ (موطأ امام مالک ۱/۸۶، وسندہ صحیح)
- ۷: قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ (موطأ امام مالک ۱/۸۷، وسندہ صحیح)
- ۸: نافع بن جبیر بن مطعم رحمہ اللہ (موطأ امام مالک ۱/۸۷، وسندہ صحیح)

۹: حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۷۱ ج ۲ ص ۲۷۶)

۱۰: مکحول رحمہ اللہ (کتاب القراءۃ: ۲۳۶ وسندہ حسن)

تفصیل کے لئے دیکھئے (۱) نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری (۲) اور  
الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الصلوۃ المکھریۃ

مشہور محدث امام ترمذی رحمہ اللہ نے فاتحہ خلف الامام کے بارے میں لکھا ہے:

”و العمل علی هذا الحديث في القراءة خلف الإمام عند أكثر أهل العلم  
من أصحاب النبي ﷺ و التابعين“ اور (فاتحہ خلف الامام کی) اس حدیث پر امام  
کے پیچھے قراءت کرنے میں اکثر صحابہ اور تابعین کا عمل ہے۔

(ج ۱ ص ۷۰-۷۱ ج ۳۱۱، مع العرف الشذی)

ثابت ہوا کہ سلہٹی صاحب نے یہ لکھ کر غلط بیانی کی ہے کہ ”اکثر اور جلیل القدر صحابہ  
کرام رضی اللہ عنہم درست نہیں مانتے تھے“ اور غلط بیانی کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ سلہٹی صاحب نے اپنے استدلال میں ایک آیت، پانچ  
احادیث و آثار اور کچھ بے سند اقوال پیش کئے ہیں، جن پر تبصرہ درج ذیل ہے:

(۱) جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رکھو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔

(سورۃ الاعراف: ۲۰۴)

عرض ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام نے اس آیت کریمہ سے فاتحہ خلف الامام کی  
ممانعت پر استدلال نہیں کیا، بلکہ جمہور صحابہ و تابعین کا فاتحہ خلف الامام پڑھنا اس بات کی  
واضح دلیل ہے کہ اس آیت مبارکہ کا تعلق فاتحہ خلف الامام سے نہیں ہے۔

دوم: مشہور مفسر قرآن امام قرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۱ھ) نے لکھا ہے کہ آیت مذکورہ  
کا مقصود مشرکین ہیں (لہذا اس میں فریقتی مخالف کے لئے کوئی حجت نہیں) دیکھئے تفسیر قرطبی  
(ج ۱ ص ۱۲۱، الباب الثانی: العاشرة)

سوم: دیوبندیوں کے مشہور عالم اور ان کے ”حکیم الامت“ اشرف علی تھانوی صاحب نے

فرمایا: ”میرے نزدیک: اِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا۔ جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو۔ تبلیغ پر محمول ہے اس جگہ قُرْآتُ فی الصلوٰۃ مراد نہیں۔ سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے تو اب ایک مجمع میں بہت آدمی مل کر قرآن پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔“

(ملفوظات حکیم الامت ج ۲۶ ص ۳۳۸ واللفظ لہ، الکلام الحسن ج ۲ ص ۲۱۲)

چہارم: بہبودی (حضرت ضلع انک) کے رہنے والے قاری سعید الرحمن دیوبندی نے اپنے والد عبدالرحمن کامپوڑی دیوبندی سے روایت کیا، کامپوڑی نے تھانوی دیوبندی سے نقل کیا: تھانوی نے ایسی جگہ (جہاں جمعہ کی اکثر شرائط عند الحنفیہ مفقود ہوں) نماز جمعہ پڑھنے والے کے بارے میں فرمایا:

”ایسے موقعہ پر فاتحہ خلف الامام پڑھ لینا چاہیے تاکہ امام شافعی کے مذہب کے بنا پر نماز ہو جائے“ (دیکھئے تجلیات رحمانی طبع اول ص ۲۳۳ طبع دوم ص ۳۳۸)

جب نماز جمعہ کی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا صحیح ہے تو ثابت ہوا کہ جہری اور سری ہر نماز میں فاتحہ خلف الامام پڑھنا صحیح ہے اور آیت مذکورہ سے سلہٹی، محمد رفیع عثمانی، عبدالرؤف دیوبندی اور اصغر علی ربانی وغیرہم کا استدلال باطل ہے۔

اب سلہٹی صاحب کی پیش کردہ احادیث و آثار پر تبصرہ پیش خدمت ہے:

۱) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جب وہ (امام) قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

یہ حدیث اور فقرہ نمبر ۴ میں آنے والی روایت دونوں ایک ہی حدیث ہیں، لہذا استدلال مذکور کے جواب کے لئے فقرہ نمبر ۴ کا مطالعہ کریں۔

۲) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی تو ایک صحابی نے آپ کے پیچھے سورہ اعلیٰ پڑھنا شروع کی تو نماز سے فارغ ہوئے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا پھر فرمایا: ”بے شک میں گمان کر رہا تھا کہ تم میں سے کسی نے میری قراءت میں خلل اور رکاوٹ ڈالی ہے“ (بحوالہ صحیح مسلم)

عرض ہے کہ اس حدیث پر علامہ نووی رحمہ اللہ نے ”باب نہی المأموم عن جہرہ بالقراءۃ خلف إمامہ“ اپنے امام کے پیچھے مقتدی کا جہر اُقرأت کرنا منع ہے، کا باب باندھا ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم مع شرح النووی ج ۱ ص ۱۷۲)

ثابت ہوا کہ مقتدی صحابی رضی اللہ عنہ نے جہر اُقرأت الاعلیٰ پڑھی تھی اور حدیث مذکور کی وجہ سے اہل حدیث کے نزدیک بھی امام کے پیچھے لقمہ دینے کے علاوہ جہری اُقرأت ممنوع ہے، لہذا حدیث مذکور سے سلہٹی صاحب کا استدلال غلط ہے۔

۳) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص کا کوئی امام ہو تو اس شخص کی قراءت کے لئے امام کی قراءت کافی ہے۔“

(مسند احمد بن منیع، موطأ محمد بن الحسن، بیہقی، اور دارقطنی بحوالہ آثار السنن)

عرض ہے کہ چاروں حوالوں کی روایات کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱: مسند احمد بن منیع کی روایت مذکورہ میں سفیان ثوری اور شریک القاضی دونوں راوی مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے۔

دیکھئے اتحاف الخیرۃ المکرمۃ للبلویری (ج ۲ ص ۲۲۵ ج ۱۵۶)

اور اصولی ہدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ مدلس راوی (جس کا مدلس ہونا ثابت ہو) کی عن والی روایت (بخاری و مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں) ضعیف ہوتی ہے، لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

۲: موطأ محمد بن الحسن کا راوی ابن فرقد الشیبانی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔ (مشاد یکم لسان المیزان للحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ ج ۵ ص ۱۲۱-۱۲۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ”لیس بشئی ولا یکتب حدیثہ“

وہ کوئی چیز نہیں اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ (الکامل لابن عدی ۶/۲۱۸۳، سندہ صحیح)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: ”لیس بشئی ولا تکتب حدیثہ“

وہ کوئی چیز نہیں اور تم اس کی حدیث نہ لکھو۔ (تاریخ بغداد ۲/۱۸۰-۱۸۱، سندہ حسن)

امام ابو حفص عمرو بن علی الفلاس رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ضعیف“ (تاریخ بغداد ۲/۱۸۱، وسندہ صحیح) محدثین کی ان غیر جانبدار گواہیوں کے بعد کس میں ہمت ہے کہ ابن فرقد کی روایت سے استدلال کرتا پھرے؟!

قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم (جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے) نے فرمایا: اس کذاب یعنی محمد بن الحسن سے کہو، یہ جو مجھ سے روایتیں بیان کرتا ہے کیا اس نے سنی ہیں؟ (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۸۰، وسندہ حسن)

۳: طحاوی والی روایات میں عبد اللہ بن شداد کا استاد ”رجل من اهل البصرة“ صحابی نہیں، بلکہ کوئی مجہول شخص ہے۔

۴: دارقطنی والی روایت پر خود امام دارقطنی رحمہ اللہ نے جرح کر رکھی ہے۔ ان چار ضعیف روایات کو نیوی تقلیدی کا ”و هذا حديث صحيح“ کہنا غلط اور تقلیدی تعصب ہے۔

۴) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لہذا جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب امام قراءت کرے تو خاموش رہو۔

(بحوالہ سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ وسند احمد/ آثار السنن)

عرض ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام کا جہری نماز میں حکم ثابت ہے، مثلاً سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب امام سورۃ فاتحہ پڑھے تو تم بھی پڑھو اور اس سے پہلے ختم کرلو۔ (جزء القراءة)

اس روایت کے بارے میں نیوی تقلیدی نے لکھا ہے:

”و إسناده حسن“ اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن ص ۱۰۶ حدیث ۳۵۸)

حنفیہ کا یہ اصول ہے کہ اگر راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو وہ روایت منسوخ ہوتی ہے، لہذا مذکورہ بالا حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فتوے کی رو سے منسوخ ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ فقرہ نمبر ۱ میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی

منسوخ ہے۔



۵) ”سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کے لئے امام کی قراءت کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھے تو چاہئے کہ وہ خود قراءت کرے۔ نافع نے فرمایا: ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے نماز میں قراءت نہیں کرتے تھے۔“ (ملخصاً) عرض ہے کہ صحیح ابن خزیمہ (ج ۱ ص ۲۸۷ ح ۵۷۲) میں حسن لذاتہ سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فاتحہ خلف الامام پڑھنا ثابت ہے، لہذا یہ روایت منسوخ ہے۔ سلہٹی صاحب نے آٹھویں صدی کے حنفی عالم عینی کی عمدۃ القاری سے نقل کیا ہے کہ ”امام کے پیچھے نماز میں قراءت نہ کرنے کا مسلک تقریباً اسی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے... (۲) حضرت ابو بکر صدیقؓ (۲) حضرت عمر فاروقؓ (۳) حضرت عثمان غنیؓ ...“

عرض ہے کہ یہ سارے اقوال بے سند اور مردود روایات میں ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں اور جن سے (مثلاً سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ) امام کے ساتھ قراءت کرنے کی ممانعت ثابت ہے، اس سے مراد لقمہ دینے کے علاوہ مقتدی کی جبری قراءت ہے، لہذا ایسے آثار سے فاتحہ خلف الامام کی سری قراءت کے خلاف استدلال غلط ہے۔

سیاسی پارٹیوں کا یہ طریقہ واردات ہوتا ہے کہ اپنے وٹروں کی بہت زیادہ تعداد بتاتے ہیں تاکہ عام لوگوں پر رعب قائم رہے۔ بالکل اسی طرح سلہٹی صاحب نے امام سعید بن جبیر وغیرہ تابعین اور امام اوزاعی وغیرہ ائمہ کی طرف امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے کا مسئلہ منسوب کیا ہے، حالانکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے ایک آدمی نے پوچھا: کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں؟ تو انھوں نے فرمایا: جی ہاں! اور اگر چہ تو اس کی قراءت سن رہا ہو۔ (جزء القراءۃ: ۲۷۳ سندہ حسن، نیز دیکھئے مقدمہ نصر الباری ص ۲۹)

امام اوزاعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۷ھ) نے فرمایا:

”يَحَقُّ عَلَى الْإِمَامِ أَنْ يَسْكُتَ سَكَنَةً بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى اسْتِفْتَا حِ الصَّلَاةِ وَ سَكَنَةً بَعْدَ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، لِيَقْرَأَ مَنْ خَلْفَهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنْ لَمْ يُمْكِنْ: قَرَأَ مَعَهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ إِذَا قَرَأَ بِهَا وَأَسْرَعَ الْقِرَاءَةَ ثُمَّ اسْتَمَعَ.“

امام پر یہ (لازم و) حق ہے کہ وہ نماز شروع کرتے وقت، تکبیر اولیٰ کے بعد سکتے کرے اور سورہ فاتحہ کی قراءت کے بعد ایک سکتے کرے تاکہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے سورہ فاتحہ پڑھ لیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ (مقتدی) اسی کے ساتھ سورہ فاتحہ پڑھے اور جلدی پڑھ کر ختم کرے، پھر کان لگا کر سنے۔ (کتاب القراءة للنبہتی: جس ۱۰۶ ج ۲۳۷ و سندہ صحیح)

امام اوزاعی رحمہ اللہ تو جہری نمازوں میں بھی سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور سلمیٰ صاحب یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ امام کے پیچھے قراءت کے قائل نہیں۔!!  
آخر میں سلمیٰ صاحب نے حقیقت اور آل تھلید کی دس کتابوں کا ذکر چھیڑا ہے، لہذا عرض ہے کہ عوام کے لئے اس مسئلے میں راقم الحروف کی درج ذیل دو کتابیں کافی ہیں:

① نصر الباری ② الکواکب الدریہ

(۲۳/فروری ۲۰۱۱ء)

و ما علینا إلا البلاغ

## سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور رفع یدین

امام ابوطاہر محمد بن عبدالرحمن الحنفی نے فرمایا:

”حدثنا يحيى قال : حدثنا عمرو بن علي قال : حدثنا ابن أبي عدي عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة أنه كان يرفع يديه في كل خفض ورفع ويقول : أنا أشبهكم صلاة برسول الله ﷺ.“

ابو سلمہ (بن عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر (رکوع کے لئے) جھکتے وقت اور ہر (رکوع سے) اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے:

میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہوں۔

(المخلصات ۲/۱۳۹ ح ۱۲۲۹، سندہ حسن)

یہی سے مراد امام یحییٰ بن محمد بن صاعد ہیں اور ان سے یہ روایت امام دارقطنی نے بھی کتاب العلل (۲۸۳/۹) میں بیان کی ہے۔

تنبیہ: بریکٹوں میں رکوع کا اضافہ جزء رفع الیدین للبخاری (ح ۲۲) اور صحیح بخاری (۷۳۶) وغیرہما کی احادیث صحیحہ کو مد نظر رکھ کر کہا گیا ہے، نیز یاد رہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہی نماز تھی جو رسول اللہ ﷺ کی آخری نماز تھی۔

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، وہ رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے [اور جب رکوع سے اٹھتے] (دیکھئے جزء رفع الیدین ۲۲: سندہ صحیح)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور بریکٹ کے الفاظ دوسرے قلمی نسخے سے لئے گئے

ہیں۔ (رفع یدین کے مسئلے پر تفصیل کے لئے دیکھئے: نور العینین فی اثبات مسئلہ رفع الیدین)

## الیاس گھمن کے ”بیس رکعات تراویح کے (۱۵) دلائل“ اور ان کے جوابات

محمد الیاس گھمن دیوبندی کے اشتہار: ”بیس رکعات تراویح کے دلائل“ یعنی پندرہ  
اشہاری نمبروں کو سکین کرنے کے بعد ان کے مدلل جوابات علی الترتیب درج ذیل ہیں:

1

دلیل نمبر

قال الأمام الخافظ حمزة بن يوسف الشافعي  
حدثنا أبو الحسن علي بن محمد بن أحمد القصري الشافعي  
الصالح حدثنا عبد الرحمن بن عبد المؤمن القفط الصالح  
قال أخبرني محمد بن حميد الرازي حدثنا عمرو بن  
هازون حدثنا أبو الهيثم بن الخازن عن عبد الرحمن بن  
عبد الملك بن عتيك عن جابر بن عبد الله بن جابر قال خرج  
النبي ﷺ ذات ليلة في رمضان فعلى الناس أربعة وعشرين  
ركعة وأوتر بفلاحه.

(تاریخ جریر بن ہاشم ۳: ۱۰۶، ابن یوسف السهمی ۱۴۶)

**ترجمہ:** حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان  
شریف کی ایک رات تشریف لائے۔ لوگوں کو چار رکعات فرض، بیس  
رکعات نماز (تراویح) اور بیس رکعات وتر پڑھائے۔

الجواب: اس روایت کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی جمہور محدثین کے نزدیک مجروح  
ہے اور (امام) اسحاق کو حجاج نے فرمایا: ”میں گواہی دیتا ہوں وہ کذاب تھا۔“

(امین ادا کاڑوی کی کتاب: تجلیات صفحہ ج ۳ ص ۲۲۴، نیز دیکھیے ماہنامہ الحدیث حضرت ۶: ۷۷ ص ۳۲-۳۵)  
اس کا دوسرا راوی عمر بن ہارون بھی جمہور کے نزدیک مجروح ہے۔

(دیکھیے نصب الراية/ ۳۵۱، ۳۵۵، ۳۷۳/۲)

تنبیہ: الیاس گھمن نے ”چار رکعات فرض، بیس رکعات نماز...“ لکھ کر ترجمے میں بھی  
بددیانتی کی ہے۔

## دلیل نمبر 2

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 286، معجم بیہ طبع ابی ج 5 ص 433)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان شریف میں بیس رکعات نماز (تراویح) اور وتر پڑھاتے تھے۔

**الجواب:** اس روایت کے بنیادی راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کے بارے میں قدوری حنفی نے لکھا ہے: ”قاضی واسط کذاب“ واسط کا قاضی کذاب ہے۔

(التجرید ۱/۲۰۳ فقرہ: ۶۳۲، الحدیث: ۶۷ ص ۳۸)

کذاب کی منفرد روایت موضوع ہوتی ہے، لہذا یہ روایت موضوع ہے۔

### دلیل نمبر 3

عن أنس بن كعب بن زرار عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه أن  
أنس بن كعب رضي الله عنه يَصلي بالليل في رمضان فقال إن الناس  
يَصومون النهار لا يحسبون أن يقرأوا فلو قرأت القرآن  
عليهم بالليل فقال يا أيها المؤمنون هذا خير لم يكن  
لكم، فذعلقت ولكم آخرة فصلي بهم عشرين ركعة.

اتحف الخيرة والمير في علي الطالب العاين 2 (424)

**ترجمہ** حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے دھاپ بیٹھا، مجھے غم دیا کہ میں رمضان شریف کی رات میں نماز (تراویح) پڑھاؤں! حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "لوگ! بن ورنہ روکتے ہیں اور (رات) قرأت (قرآن) اچھی نہیں کرتے۔ تو قرآن مجید کی رات کھلاوت کرے تو اچھا ہے۔" حضرت ابی بن کعبؓ جھوٹے فرمایا: "اے امیر المومنین! یہ کھلاوت کا طریقہ نہیں تھا۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ کھلاوت اچھا ہے۔" تو حضرت ابی بن کعبؓ نے لوگوں کو ایسی رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

الجواب: اس گھمنی ”دلیل“ کے راوی ابو جعفر الرازی کی ربیع بن انس سے روایت میں بہت اضطراب ہوتا ہے۔ (کتاب الثقات لابن حبان ۴/۲۸۸)

اور یہ بھی اسی سند سے ہے، لہذا ضعیف ہے۔ نیز دیکھئے الحدیث: ۷۶ ص ۳۹

## دلیل نمبر 4

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ عَلِيُّ بْنُ الْحَفِيدِ  
الْحِزْهَرِيُّ أَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنْ  
الشَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كَانُوا يَقُولُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ  
شَهْرٍ وَصَفَانَ بِعَشْرِينَ ذِكْفَةً وَإِنْ كَانُوا لَيَقْرَأُونَ بِالْمَنْعِنِ  
مِنَ الْقُرْبَانِ.

(مسند ابن ماجہ ص 413، عربی سنن ۲۴۱، مجمع ۲۵ ص 305)

**ترجمہ:** حضرت شائب بن یزید فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت  
عمرؓ کے زمانے میں رمضان شریف کے مہینہ میں بیس رکعت (نماز  
تراویح) پابندی سے پڑھتے اور قرآن مجید کی دوسو آیات پڑھتے تھے۔

**الجواب:** یہ روایت شاذ ہے۔ (دلیل کے لئے دیکھیے الحدیث: ۶ ص ۳۰)

اور موطاً امام مالک کی محفوظ روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمرؓ نے سیدنا ابی بن کعب  
رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم الداریؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں۔

اس روایت سے طحاوی نے استدلال کیا، یعنی نے صحیح کہا، ضیاء المقدسی نے اسے

المختارہ میں ذکر کیا اور نیوی تقلیدی نے کہا: ”وإسناده صحيح“ (آثار السنن ص ۲۵۰)

یاد رہے کہ اصول حدیث میں یہ مسئلہ مقرر ہے کہ شاذ روایت ضعیف ہوتی ہے۔

## دلیل نمبر 5

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ أَبُو بَكْرِ التَّيْمِيُّ  
أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ  
فُلَيْحٍ الْبَغْدَادِيُّ بِاللَّحْنِ أَنَّ أَحْمَدَ بْنَ مُحَمَّدٍ بْنِ مُسْلِمٍ بْنِ اسْتِخْقِاقِ  
السَّنِيِّ أَخْبَرَنَا أَنَّ ابْنَ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنْ  
الشَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كَانُوا يَقُولُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ  
الشَّاهِبِ بْنِ يَزِيدَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعَشْرِينَ ذِكْفَةً وَإِنْ كَانُوا  
لَيَقْرَأُونَ بِالْمَنْعِنِ وَكَانُوا يَقُولُونَ عَلَى عَهْدِهِمْ فِي عَهْدِ  
عُمَرَ بْنِ عَفَانَ عَمْرُو بْنُ شَيْبَةَ الْقِيَامِ.

(سنن بکری لمبغی ص 2۵ ص 496)

**ترجمہ:** حضرت شائب بن یزید فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت  
عمرؓ کے دور میں رمضان شریف میں بیس رکعت (نماز تراویح)  
پابندی سے پڑھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کی دوسو آیات  
تلاوت کرتے تھے اور حضرت عثمان بن عفانؓ کے دور میں لوگ قیام  
کے (سباہ و نسیب) اپنی (لائیں) پڑھتے تھے۔

**الجواب:** اس نمبر کے تحت گھسن صاحب نے وہی روایت ذکر کر دی ہے جو نمبر ۴ پر گزر

چکی ہے اور صرف السنن الکبریٰ للبیہقی کا حوالہ پیش کر دیا ہے، حالانکہ یہ ایک ہی روایت ہے۔ (دیکھئے الحدیث: ۷۶ ص ۴۴)

**دلیل نمبر 6**

قَالَ الْأَئِمَّةُ الْمَخْلُوطُ السُّخْرُوتُ أَبُو قَاوُذَةَ خَلِيفَةُ  
 سُخْرَاغَ بْنِ مُغَلَّبَةَ نَا حُطَيْمِ الْأَنْبُوسِ بْنِ عُثَيْبَةَ عَنْ الْحَسَنِ أَنَّ  
 عُثْمَانَ بْنَ الْعَصْلَابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَرَجَ النَّاسَ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي الْبَيْتِ  
 وَخُفَّانَ لَمَّا كَانَ يُعَلِّقُ بِهِمْ عَشْرِينَ رُكْعَةً  
 (سنن ابی داؤد ص 142، ایراطا ص ۱۴۲، مام زکی سنن ص 3۱۷ ص 176)

**ترجمہ** حضرت حسن بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف میں نماز تراویح پڑھنے کے لیے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر لوگوں کو جمع کیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان کو چار رکعات (نماز تراویح) پڑھا کرتے تھے۔

**الجواب:** اس ضعیف روایت میں عشرين ”رکعہ“ کا لفظ غلط اور عشرين ”لیلہ“ کا لفظ موجود ہے اور دوسرے یہ کہ اس کی سند منقطع (ضعیف) ہے کیونکہ حسن (بصری) نے عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا۔ (دیکھئے شرح سنن ابی داؤد للعننی ۵/۳۳۳، الحدیث: ۷۶ ص ۴۶)

حسن بصری کی ایک منقطع روایت پر جرح کے لئے دیکھئے سرفراز خان صفدر دیوبندی کی ازالۃ الريب (ص ۲۳۷)

**دلیل نمبر 7**

رَوَى الْأَئِمَّةُ الْمَخْلُوطُ السُّخْرُوتُ زَيْدُ بْنُ عَلِيٍّ  
 الْهَاشِمِيُّ فِي مُسْنَدِهِ كَمَا حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ  
 جَدِّهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّاسَ صَلَّاهُ الْبَيْتَ  
 فِي خَمْسِينَ رُكْعَةً وَأَنَّ يُعَلِّقُ بِهِمْ عَشْرِينَ رُكْعَةً يُسَلِّمُ فِي كُلِّ  
 رُكْعَةٍ وَتُرَابُوحَ مَائِينَ كُلِّ أَرْبَعٍ وَخَمْسِينَ  
 (مسند الامام زید بن علی ص 158)

**ترجمہ** حضرت علی الرضی اللہ عنہ نے اس شخص کو حکم دیا جو لوگوں کو رمضان شریف کے پہلے میں نماز (تراویح) پڑھا کرتے تھے کہ وہ ان کو پندرہ رکعات نماز (تراویح) پڑھا کرے! پھر دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرے اور ہر چار رکعتوں کے درمیان آرام کے لیے کچھ دیر وقفہ کرے

**الجواب:** امام زید بن علی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ”مسند زید“ اہل سنت کی کتاب نہیں، بلکہ زیدی شیعوں کی کتاب ہے اور آل دیوبند کا اس کتاب سے حجت پکڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ دیوبند یہ اور زیدی شیعہ میں گہرا یا رانہ ہے۔

دوسرے یہ کہ ”مسند زید“ کا بنیادی راوی ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی کذاب (بہت

جھوٹا) راوی ہے۔ اس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”کذاب۔“  
 امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: عمرو بن خالد واسطی حدیث گھڑتا تھا۔  
 امام ابو زرعہ الرازی نے فرمایا: اور وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔  
 امام کعب بن الجراح نے فرمایا: وہ کذاب (بہت جھوٹا) تھا۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۵۱۰)  
 اس کتاب کی باقی سند بھی مردود ہے۔

8

دلیل نمبر

قَالَ الْإِمَامُ الْخَالِطُ الْمُعَدِّثُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ خَلَفًا  
 وَكَيْفَ عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي  
 الْحَسَنِ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَرَ زَجَلًا يُضَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ  
 عَشْرِينَ ذِكْفَةً.

(مسند ابی شیبہ ج 2 ص 285)

**ترجمہ:** حضرت ابوالحسنؑ بیٹہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی الرضی اللہ عنہ  
 نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات نماز  
 (تراویح) پڑھائیں!

الجواب: اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: ابوالحسنؑ مجہول ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۸۳۳۷)

۲: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ابوالحسنؑ کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں۔

9

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
 يُضَلِّي بِنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَيُتَصَرَّفُ وَغَلِيَّةٌ لَيْلٍ . كَانَ  
 يُضَلِّي عَشْرِينَ ذِكْفَةً وَيُؤْتِي مَقْلَابَ . (تكملة اللیل للرموز ج ۱ ص 157)

**ترجمہ:** حضرت زید بن وہبؑ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد اللہ  
 بن مسعود رضی اللہ عنہ رمضان شریف میں بیس نماز (تراویح) پڑھاتے اور گھر کو  
 لوٹ جاتے تو رات ابھی باقی ہوتی تھی آپ رضی اللہ عنہ بیس رکعات (تراویح)  
 اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

الجواب: یہ روایت بے سند ہے اور بے سند روایت مردود ہوتی ہے۔

(نیز دیکھئے تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ ص ۸۱)



## دلیل نمبر 10

قَالَ الْأَسَدُ الْحَاظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ خَلَقًا  
حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَسَنِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ  
ثَمَانَ بْنِ أَبِي كَثَبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ  
عُثْمَانَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ زَيْدٍ عَنْ

(مسند ابن ابی حمزہ ج 2 ص 285، ترتیب، ترجمہ لاصحاح ج 2 ص 368)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رمضان کے مہینے  
میں لوگوں کو پچیس رکعات نماز (تراویح) اور تین (رکعات) وتر  
پڑھاتے تھے۔

الجواب: یہ روایت منقطع ہے۔ عبدالعزیز بن رفیع نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا۔  
(تعداد رکعات قیام رمضان ص ۶۶ بحوالہ آثار السنن)

## دلیل نمبر 11

قَالَ الْأَسَدُ الْحَاظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ خَلَقًا  
أَبُو بَكْرٍ قَالَ قَاتُو بَيْعَ عَنْ شُعْبَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
قَبَسٍ عَنْ شُعْبَانَ بْنِ شَكْلٍ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ  
رَكْعَةً وَأَلْفُونَ.

(مسند ابن ابی حمزہ ج 2 ص 285)

حضرت فہر بن شاکل رضی اللہ عنہ (حضرت علی الرضی عنہ کے ساتھی  
ہیں) رمضان شریف میں لوگوں کو پچیس رکعات نماز (تراویح) اور وتر  
پڑھاتے تھے۔

الجواب: اس روایت کی سند ابواسحاق سہمی مدلس اور سفیان ثوری مدلس کے عن عن کی  
وجہ سے ضعیف ہے۔

## دلیل نمبر 12

قَالَ الْأَسَدُ الْحَاظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ خَلَقًا  
عُثْمَانُ بْنُ شُعْبَةَ عَنْ خُلْفٍ عَنْ زَيْدٍ وَثَقْبٍ عَلَيْهِ خَمْرًا عَنْ أَبِي الْخَلْعَرِيِّ  
أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي خَمْسَ تَرَاوِيعَ فِي رَمَضَانَ وَيُؤْتِي بِثَلَاثٍ.

(مسند ابن ابی حمزہ ج 2 ص 285)

حضرت ابوالختری سیسمر رمضان شریف میں (نماز تراویح)  
پانچ ترویجے (پچیس رکعات) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

ایک ترویجہ چار رکعات کا ہوتا ہے۔

الجواب: یہ روایت اس وجہ سے ضعیف ہے کہ اس کے دو راویوں خلف اور ربیع دونوں کا

تعیین نامعلوم ہے۔

13

دلیل نمبر

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا  
الْفَضْلُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُثَيْدٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ كَانَ  
يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ خُمُسَ تَرَوِيحَاتٍ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 285)

ترجمہ: حضرت علی بن ربیعہ حبشیہ رمضان شریف میں لوگوں کو پانچ  
ترویحے (میں رکعات نماز تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

الجواب: تابعی کے اس اثر سے استدلال کئی وجہ سے غلط ہے:

۱: یہ نہ تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے اور نہ کسی صحابی کا اثر ہے۔

۲: تابعی مذکور سے یہ ثابت نہیں کہ بیس رکعات سنت موکدہ ہیں اور ان سے کم و زیادہ  
جائز نہیں، لہذا آل تقلید کا اس سے استدلال جائز نہیں۔

14

دلیل نمبر

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ  
حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَكْرَهْتُ  
النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ رُكْعَةً بِالْوُتْرِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 285)

ترجمہ: جلیل القدر تابعی حضرت عطاء حبشیہ فرماتے ہیں کہ میں نے  
(صحابہ حبشیہ اور تابعین حبشیہ جیسے) لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین  
رکعات وتر پڑھتے پایا ہے۔

الجواب: اس اثر میں لوگوں سے کون مراد ہیں؟ کوئی وضاحت نہیں اور عین ممکن ہے کہ

تابعین مراد ہو اور بعض تابعین کا! اختلافی عمل اولہ اربعہ میں سے کوئی دلیل نہیں ہے۔

## دلیل نمبر 15

قَالَ الْإِسْلَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا  
أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ حُجَّاجٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ الْحَارِثِ أَنَّهُ كَانَ  
يَوْمَ الشَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بَعَثَ بَيْنَ رَكْعَةٍ وَتَوْبَرُ بِثَلَاثٍ  
وَنَفَثَ قَبْلَ الرُّكُوعِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 285)

ترجمہ: حضرت حارث بن اسحاق سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نماز میں تیس رکعات نماز (تراویح) اور تین دنوں کی جماعت پڑھاتے تھے اور (دعائے قوت) جو کہ وتر میں پڑھی جاتی ہے (رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

الجواب: یہ روایت ابو معاویہ الضریری، حجاج بن ابرطاة اور ابواسحاق مدلسین کے عن عن عن کی وجہ سے حارث الاعور سے ثابت نہیں اور حارث اعور بذات خود جمہور کے نزدیک مجروح، نیز شیعہ اور بقول امام شعی: کذاب تھا۔ (۲۷/ ستمبر ۲۰۱۱ء سرگودھا)

## گیارہ رکعات قیامِ رمضان (تراویح) کا ثبوت اور دلائل

اس مختصر مضمون میں گیارہ رکعات قیامِ رمضان (تراویح) کا ثبوت اور (بعض تحقیقی اور بعض الزامی) دلائل پیش خدمت ہیں:

(۱) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

”ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة ...“

رمضان ہو یا غیر رمضان، آپ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹ ح ۲۰۱۳، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲۸، کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان)

اس حدیث پر امام بخاری اور محدث بیہقی رحمہما اللہ نے قیامِ رمضان (اور تراویح) کے

عنوانات لکھے ہیں۔ (مثلاً دیکھئے اسنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۹۵-۴۹۶)

نیز بہت سے حنفی و غیر حنفی علماء نے اس حدیث سے استدلال کر کے یہ ثابت کر دیا ہے

کہ اس سے مراد قیامِ رمضان (تراویح) ہے۔ مثلاً دیکھئے نصب الرایۃ للذہبی (۲/۱۵۳)

الدرایۃ لابن حجر العسقلانی (۱/۲۰۳)، عمدۃ القاری للنعیمی (۱۱/۱۲۸)، فتح القدیر لابن ہمام (۱/

۴۶۷) اور الحاوی للسیوطی (۱/۳۳۸)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز

سے فارغ ہونے کے بعد صبح تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے... آپ ہر دو رکعت پر سلام

پھیرتے تھے اور (آخر میں) ایک وتر پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۴ ح ۷۳۶)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات دو دو کر کے (۲+۲+۲+۲+۲) اور آخر

میں ایک وتر (کل ۱۱) پڑھنا ثابت ہے۔

(۲) سیدنا جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں

رمضان میں نماز پڑھائی، آپ نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے۔

(صحیح ابن خزیمہ ۲/۱۳۸ ج ۱۰۷۰، وسندہ حسن، صحیح ابن حبان، الاحسان ۴/۶۳، ۶۴ ج ۲۳۰۱، ۲۳۰۶)

اس حدیث کے راوی عیسیٰ بن جاریہ رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق

ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں۔ (دیکھئے تحقیق مقالات ج ۱ ص ۵۲۲-۵۲۵)

دوسری روایت میں آیا ہے کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رمضان میں

آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے اور نبی ﷺ کو بتایا تو آپ نے کچھ نہیں کہا، پس یہ رضا مندی والی

سنت بن گئی۔ (مسند ابی یعلیٰ ۳/۲۳۶ ج ۱۸۰۱، وسندہ حسن، مجمع الزوائد ۴/۲۷۰ وقال الہیثمی: رواہ أبو

یعلیٰ والطبرانی بنحوہ فی الأوسط و إسناده حسن)

۳) سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (خلیفہ راشد و امیر المؤمنین) نے سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا، لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔

(موطأ امام مالک ردیہ یحییٰ ۱/۱۱۳ ج ۲۳۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۹۶)

اس روایت کی سند صحیح ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی اضطراب نہیں بلکہ جب طحاوی

نے اس روایت کو دو سندوں سے بیان کیا تو عینی حنفی نے کہا:

“ما أخرجه عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه من طريقتين صحيحين

جوانهوں (طحاوی) نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے دو صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(نخب الافکار فی تنقیح مباحی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۵ ص ۱۰۳)

نیوی نے کہا: ”و إسناده صحيح“ (آثار السنن ص ۲۵۰)

ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ صحابی نے فرمایا: ہم (سیدنا)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

(سنن سعید بن منصور بحوالہ طحاوی للتطاوی ۱/۳۳۹، وقال السيوطي: بسند في غاية الصحة)

دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہما دونوں گیارہ

رکعات پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۲ ج ۶۷۰، وسندہ صحیح)

۴) طحاوی حنفی اور محمد احسن نانوتوی نے لکھا ہے: ”لأن النبي عليه الصلوة والسلام

لم يصلها عشرين بل ثمانين“ بے شک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیس نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔ (حاشیہ الطحاوی علی الدر المنثور ۱/۲۹۵ واللفظ لہ، حاشیہ کنز الدقائق ص ۳۶ حاشیہ نمبر ۴)

۵) انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے کہا: ”و أما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف و على ضعفه اتفاق“ اور جو بیس رکعات ہیں تو وہ آپ ﷺ سے ضعیف سند کے ساتھ (مروی) ہیں اور اس (روایت) کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

(العرف الشذی ج ۱ ص ۱۶۶)

انور شاہ صاحب نے مزید کہا: اور اس بات کے تسلیم کرنے سے کوئی چھٹکارا نہیں کہ آپ علیہ السلام کی تراویح آٹھ رکعات تھی اور روایتوں میں سے کسی ایک روایت میں بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ علیہ السلام نے رمضان میں تراویح اور تہجد علیحدہ پڑھے ہوں... رہے نبی ﷺ تو آپ سے آٹھ رکعات صحیح ثابت ہیں اور رہی بیس رکعتیں تو وہ آپ علیہ السلام سے ضعیف سند کے ساتھ (روایت) ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

(العرف الشذی ج ۱ ص ۱۶۶ مترجم)

نیز دیکھئے فیض الباری (ج ۲ ص ۴۲۰)

۶) ابوبکر بن العربی المالکی (متوفی ۵۴۳ھ) نے کہا: اور صحیح یہ ہے کہ گیارہ رکعات پڑھنی چاہئیں (یہی) نبی ﷺ کی نماز اور قیام ہے اور اس کے علاوہ جو اعداد ہیں تو ان کی کوئی اصل نہیں۔ (عارضۃ الاحوذی شرح الترمذی ج ۳ ص ۱۹)

۷) خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے لکھا ہے: ”اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو بالاتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ میں ہے“ (براہین قاطعہ ص ۱۹۵)

۸) ابن ہمام حنفی نے کہا: اس سب کا حاصل (نتیجہ) یہ ہے کہ قیام رمضان (تراویح) گیارہ رکعات مع وتر (اور) جماعت کے ساتھ سنت ہے۔

(فتح القدیر شرح الہدایہ ج ۱ ص ۴۰۷، نیز دیکھئے البحر الرائق ج ۲ ص ۶۷)

۹) دیوبندیوں کے منظور نظر عبدالشکور لکھنوی نے لکھا ہے:

”اگرچہ نبی ﷺ سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے بیس رکعت بھی۔ مگر...“ (علم الفقہ ص ۱۹۸، حاشیہ)

عرض ہے کہ صحیح حدیث اور آثارِ صحیحہ کے بعد اگر مگر کی کوئی ضرورت نہیں اور صحیح حدیث پر عمل میں ہی نجات ہے۔

(۱۰)، محمد یوسف بنوری دیوبندی نے تسلیم کیا:

پس یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نے آٹھ رکعات تراویح بھی پڑھی ہیں۔

(معارف السنن ج ۵ ص ۵۴۳ مترجم)

(۱۱) امام شافعی رحمہ اللہ نے بیس رکعات کو پسند کرنے کے بعد فرمایا: اس چیز (تراویح) میں ذرہ برابر تنگی نہیں اور نہ کوئی حد ہے، کیونکہ یہ نفل نماز ہے، اگر رکعتیں کم اور قیام لمبا ہو تو بہتر ہے اور مجھے زیادہ پسند ہے اور اگر رکعتیں زیادہ ہوں تو بھی بہتر ہے۔

(مختصر قیام اللیل للردی ص ۲۰۲-۲۰۳)

۱: بعض آلِ تقلید نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ”بیس رکعتیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں“ لیکن یہ دعویٰ کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں، بلکہ ہماری پیش کردہ دلیل نمبر ۳ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۲: بعض آلِ تقلید نے بس رکعات تراویح پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، حالانکہ اجماع کا یہ دعویٰ باطل ہے۔ (دیکھئے میری کتاب: تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ ص ۸۲-۸۷)

۳: درج ذیل حنفی اور دیوبندی علماء نے آٹھ رکعات تراویح کا سنت ہونا تسلیم کیا ہے:

ابن ہمام، بطحاوی، ملا علی قاری، حسن بن عمار شربلانی۔

محمد احسن نانوتوی، عبدالشکور لکھنوی، عبدالحی لکھنوی، خلیل احمد سہارنپوری، احمد علی سہارنپوری، انور شاہ کاشمیری اور محمد یوسف بنوری۔

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ

(۲۹/نومبر ۲۰۱۱ء)

اصولِ حدیث کے بعض اہم مباحث





## محدثین کرام اور ضعیف + ضعیف کی مروّجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ؟

جلیل القدر محدثین کرام نے ایسی کئی احادیث کو ضعیف و غیر ثابت قرار دیا، جن کی بہت سی سندیں ہیں اور ضعیف + ضعیف کے اصول سے بعض علماء انھیں حسن لغیرہ بھی قرار دیتے ہیں، بلکہ بعض ان میں سے ایسی روایات بھی ہیں جو ہماری تحقیق میں حسن لذاتہ ہیں۔ اس مضمون میں ایسی دس روایات پیش خدمت ہیں جن پر اکابر علمائے محدثین نے جرح کی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ضعیف + ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ کو حجت نہیں سمجھتے تھے:

(۱) حدیث: لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه.

جو شخص وضو پر بسم اللہ نہ پڑھے اُس کا وضو نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی چند اسانید درج ذیل ہیں:

۱: عن سعيد بن زيد رضي الله عنه . (ترمذی: ۲۵، ابن ماجہ: ۳۹۸)

۲: عن أبي هريرة رضي الله عنه . (ابوداؤد: ۱۰۱، ابن ماجہ: ۳۹۹، ۴۱۸/۲، ۴۳۰۸۷)

۳: عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه . (ابن ماجہ: ۳۹۷، دارمی: ۶۹۷، ۴۱۸/۳)

اس سلسلے کی مزید روایات کے لئے ابواسحاق الحوينی کا رسالہ ”كشف المغبوء بثبوت حديث التسمية عند الوضوء“ دیکھیں اور اس رسالہ میں حوینی مذکور نے ضعیف + ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ روایت کے دفاع کی ناکام کوشش بھی کر رکھی ہے۔!!

امام ابو زرہ الدمشقی نے فرمایا: میں نے ابو عبد اللہ احمد بن حنبل (رحمہما اللہ) سے پوچھا کہ لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے فرمایا: اس بارے میں احادیث قوی نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھ دھو، پس اللہ نے تسمیے کو واجب قرار نہیں دیا اور یہ قرآن ہے اور اس کے بارے میں سنت (حدیث) ثابت نہیں ہے۔ (تاریخ ابی زرعہ الدمشقی: ۱۸۳۸)

امام ابن ہانی نے کہا: میں نے اُن (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص وضو کے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو؟ انھوں نے فرمایا: ”يجزئہ ذلک، حدیث النبی ﷺ لیس اسنادہ بقوی“ اس کا وضو ہو جائے گا، بسم اللہ کے بارے میں نبی ﷺ کی (طرف منسوب) حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔ (مسائل ابن ہانی: ۱۷)

امام اسحاق بن منصور الکوج نے امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ سے پوچھا: اگر وضو کرے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو؟ انھوں نے فرمایا: ”لا أعلم فیہ حدیثاً لہ إسنادہ جید۔“ مجھے اس بارے میں ایسی کوئی حدیث معلوم نہیں جس کی سند اچھی ہو۔

(مسائل احمد و اسحاق روایۃ اسحاق بن منصور الکوج ۱/۶۸ فقرہ: ۲)

ثابت ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ضعیف + ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ روایت کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔

تنبیہ: ہماری تحقیق میں سنن ابن ماجہ (۳۹۷) وغیرہ والی حدیث حسن لذاتہ ہے، لہذا وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور جو شخص اقامتِ حجت کے بعد بسم اللہ نہ پڑھے تو اس کا وضو نہیں ہوتا۔

(۲) حدیث: داڑھی کا خلال کرنا یعنی وضو کے دوران میں تخلیل اللحیۃ۔ اس حدیث کی چند سندیں درج ذیل ہیں:

۱: عن عمار بن یاسر رضي الله عنه . (ترمذی: ۲۹-۱۰۳۰، ابن ماجہ: ۴۲۹، الحاکم: ۱۴۹/۱)

۲: عن عثمان بن عفان رضي الله عنه . (ترمذی: ۱۰۳۱، ابن ماجہ: ۴۳۰، حاکم: ۱۴۹/۱، بیہقی: ۵۴/۱)

۳: عن أنس بن مالك رضي الله عنه . (ابوداؤد: ۱۴۵، بیہقی: ۵۴/۱)

امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”لا يثبت عن النبي ﷺ في تخليل اللحية حدیث“ نبی ﷺ سے داڑھی کے خلال کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (علل الحدیث ۱/۲۵۲، ۱۰۱۲)

ثابت ہوا کہ امام حاتم کے نزدیک ضعیف + ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ روایت حجت

نہیں ہے۔ نیز دیکھئے تاریخ بغداد (۲/ ۷۶ ت ۲۵۵) اور الحدیث حضور: ۸۳ ص ۲۵  
داڑھی کے خلال والی حدیث کے بارے میں ابن حزم نے کہا: اور ان تمام روایات میں سے  
کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔ (المجتبیٰ ۳۶۲، ۱۹۰)

تنبیہ: میرے نزدیک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ والی حدیث حسن لذاتہ ہے اور ثقہ راوی اسرائیل  
بن یونس پر ابن حزم کی جرح جہود کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔  
(۳) حدیث: جو شخص کسی میت کو نہلائے تو وہ غسل کرے۔  
اس حدیث کی چند سندیں درج ذیل ہیں:

۱: القاسم بن عباس عن عمرو بن عمیر عن أبي هريرة رضي الله عنه .

(ابوداؤد: ۳۱۶۱، بیہقی: ۳۰۳/۱)

۲: إسحاق مولى زائدة عن أبي هريرة رضي الله عنه . (ابوداؤد: ۳۱۶۲)

وسقط ذكره من رواية الترمذي (۹۹۳) وقال: "حديث حسن"

۳: الحارث بن مخلد عن أبي هريرة رضي الله عنه .

(بیہقی: ۳۰۱/۱، السند الی الخارث حسن)

۴: عن صالح مولى التوأمة عن أبي هريرة رضي الله عنه .

(بیہقی: ۳۰۲/۱، احمد: ۴۳۳/۲، ۹۶۰۱ ج)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی سندیں ہیں، لیکن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:  
”لا يصح الحديث فيه ولكن يتوضأ“ اور اس میں حدیث صحیح نہیں، لیکن وہ وضو کرے۔

(مسائل الامام احمد روایہ صالح بن احمد: ۴۶۰ فقرہ: ۵۷۴)

اور فرمایا: ”ليس فيه حديث يثبت“ اور اس میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔

(مسائل الامام احمد روایہ عبد اللہ بن احمد: ۷۹ فقرہ: ۸۷، نیز دیکھئے ص ۸۲ فقرہ: ۹۳)

بطور تائید عرض ہے کہ امام بخاری نے امام احمد بن حنبل اور امام علی بن عبد اللہ المدینی  
سے نقل کیا: ”لا يصح في هذا الباب شيء“ اس باب میں کوئی چیز صحیح نہیں۔

(اسنن الکبریٰ للبیہقی بحوالہ ابویوسی الترمذی ۱/۳۰۱-۳۰۲، العلل الکبیر للترمذی ۱/۳۰۲ باب ۱۳۷)

امام محمد بن یحییٰ الذہلی نے فرمایا: مجھے غسل میت سے غسل والی کوئی ثابت شدہ حدیث معلوم نہیں اور اگر ثابت ہوتی تو ہم پر ضروری تھا کہ اس پر عمل کرتے۔

(اسنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۳۰۲ و سندہ صحیح)

ابن الجوزی نے کہا: ”ہذہ الأحادیث کلھا لا یصح“ یہ ساری حدیثیں صحیح نہیں

ہیں۔ (العلل المتناہیج ص ۳۷۸ بعد ج ۶۳۰)

علامہ نووی نے امام ترمذی کا رد کرتے ہوئے کہا: ”بل هو ضعیف“ بلکہ وہ

(روایت) ضعیف ہے۔ (المجموع شرح المہذب ۵/۱۸۵)

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری نے فرمایا: ”ولیس فیہ خبر یثبت“

اور اس (مسئلے) میں کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔ (الاوسط ۱/۳۵۱ تحت ۲۹۶۸)

بہت سے علماء نے اس حدیث کو حسن یا صحیح قرار دیا اور راقم الحروف کے نزدیک

ابوداؤد (۳۱۶۲) اور بیہقی (۱/۳۰۱) وغیرہ کی حدیث حسن ہے، لیکن امام احمد بن حنبل، امام

محمد بن یحییٰ الذہلی، امام ابن المنذر، حافظ ابن الجوزی اور علامہ نووی وغیرہم کا اس حدیث پر

جرح کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ضعیف + ضعیف والی مروجہ حسن لغیرہ روایت کو حجت

نہیں سمجھتے تھے۔ امام بیہقی نے فرمایا: اس باب میں ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مرفوع روایات قوی

نہیں ہیں، بعض راویوں کے مجہول ہونے اور بعض راویوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اور

صحیح یہ ہے کہ یہ ابو ہریرہ کی موقوف روایت ہے، مرفوع نہیں۔ (اسنن الکبریٰ ۱/۳۰۳)

معلوم ہوا کہ امام بیہقی بھی قسائل ہونے کے باوجود ضعیف + ضعیف = مروجہ حسن

لغیرہ کے حجت ہونے کے علی الاطلاق قائل نہیں تھے۔

تنبیہ: دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ روایت مذکورہ کا حکم وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہے۔

(دیکھئے نیل المقصود ۳۱۶۲)

بلکہ بعض علماء نے اسے منسوخ قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم

(۴) حدیث: کہیوں تک تیمم کرنا

بعض روایات میں کہیوں کا قولاً یا فعلاً ذکر آیا ہے، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱: عن ابن عمر رضي الله عنه (الحکمی ۲/۱۳۹ مسئلہ: ۲۵۰، ابوداؤد: ۳۳۰ وسندہ ضعیف منکر)

۲: عن عمار بن ياسر رضي الله عنه (الحکمی ۲/۱۳۹، البراء بن جراح نصب الراية ۱/۱۵۴)

۳: عن أبي ذر رضي الله عنه (الحکمی ۲/۱۵۰)

مفصل تخریج کے لئے دیکھئے نصب الراية (۱/۱۵۰-۱۵۴) اور عقود الجواهر المزیفہ (ص ۴۰)

ان روایتوں کے بارے میں ابن حزم نے کہا: یہ تمام روایتیں ساقط ہیں، ان میں

سے کسی چیز کے ساتھ بھی حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (الحکمی ۲/۱۳۸)

فائدہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہیوں تک تیمم کا کرنا ثابت ہے۔

(المطالع الامام مالک ۱/۵۶ ج ۱۱۹، وسندہ صحیح)

(۵) عام نمازوں میں صرف ایک سلام پھیرنے والی روایت کئی سندوں سے مروی ہے، جن

میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱: عن حميد الطويل عن أنس بن مالك رضي الله عنه .

(المعجم الاوسط للطبرانی بحوالہ الصحیح للالبانی: ۳۱۶ وسندہ ضعیف)

۲: عن أيوب عن أنس رضي الله عنه . (مصنف ابن أبي شيبة بحوالہ الصحیح ۱/۵۶۶ وسندہ ضعیف)

۳: عن سلمة بن الأكوع رضي الله عنه . (ابن ماجہ: ۹۳۰ وسندہ ضعیف/انوار الصحیفة ص ۴۱۱)

۴: عن عائشة رضي الله عنها . (ترمذی: ۲۹۶، ابن ماجہ: ۹۱۹ بسندین ضعیفین)

۵: عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله عنه . (ابن ماجہ: ۹۱۸)

اس طرح کی اور روایات بھی ہیں جو شیخ البانی وغیرہ کے اصول سے مروجہ حسن لغیرہ

بن جاتی ہیں، لیکن حافظ ابن عبدالبر نے فرمایا: نبی ﷺ سے سعد بن ابی وقاص، عائشہ اور

انس (رضی اللہ عنہم) کی احادیث سے ایک سلام مروی ہے، لیکن یہ روایتیں معلول ہیں، علمائے

حدیث انھیں صحیح قرار نہیں دیتے۔ (الاستدکار ۱/۴۸۹ باب التمسد فی الصلوة)

ابن الجوزی نے کہا: ”والجواب أن هذه الأحاديث ضعاف“ اور جواب یہ ہے کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں۔ (التحقیق ومداخ لا ابن عبد الحمادی ۱/۳۶۹ تحت ج ۶۲۲)

نودی نے ایک سلام والی حدیث کے بارے میں کہا: ”ضعفه الجمهور ولا يقبل تصحيح الحاكم له ... وليس في الاقتصار على تسليمه واحدة شيء ثابت“ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا اور حاکم کا اسے صحیح کہنا قابل قبول نہیں... ایک سلام پر اکتفا کرنے والی کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔

(خلاصة الاحكام ج ۱ ص ۴۳۵، ۴۳۶ فقرہ: ۱۳۶۳، ۱۳۶۰)

عقيلي نے کہا: ”ولا يصح في التسليمه شيء“ اور ایک سلام کے بارے میں کوئی چیز صحیح نہیں۔ (الضعفاء للعقيلي مخطوط برلن ومطبوعه محققه ۱/۴۷۵ ترجمہ ثناء بن عبیدہ، نوخذ دار الصمعی ۱/۱۹۵) اور فرمایا: ”والحدیث في تسليمه أسانيدھا لينة“ اور ایک سلام کے بارے میں حدیث کی سندیں کمزور ہیں۔

(الضعفاء للعقيلي نسیہ عبد العطلی ۲/۵۸، نسیہ الصمعی ۲/۴۱۲، نسیہ دار مجد السلام مصر ۲/۳۳۶)

ثابت ہوا کہ ابن عبد البر، ابن الجوزی، نودی اور عقيلي چاروں ضعیف + ضعیف کو حسن لغیرہ بنا کر حجت نہیں سمجھتے تھے۔ نیز دیکھئے المحلی لابن حزم (۲/۱۳۲ مسئلہ ۳۵۷) تنبیہ: نماز جنازہ میں صرف دائیں طرف سلام پھیرنا حدیث سے ثابت ہے۔

(دیکھئے میری کتاب: مخفر صحیح نماز نبوی ص ۹۵، طبع جدید ۲۰۰۹ء)

(۶) حدیث: طلب العلم فريضة على كل مسلم

یہ روایت (ہر مسلمان پر طلب علم فرض ہے) بہت سی سندوں سے مروی ہے اور شیخ البانی وغیرہ نے اسے صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ مثلاً دیکھئے تخریج احادیث مشکلة الفقر وكيف عالجاها الاسلام للالبانی (ص ۴۸-۶۲-۸۶)

بلکہ امام ابوعلی الحسین بن علی الحافظ النیسابوری نے کہا کہ یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ (الدخل للبیہقی ۳۲۶: سندہ صحیح)

جبکہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ”لایثبت عندنا فیہ شیء“ ہمارے نزدیک اس کے بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ (المنتخب من العلل للخلال ص ۱۲۸ ج ۶۲)۔  
 امام اسحاق بن راہویہ نے کہا: ”طلب العلم فریضہ کے بارے میں حدیث صحیح نہیں لیکن اس کا معنی قائم ہے.... (مسائل احمد واسحاق رویہ اسحاق بن منصور اللکوج ۲/۵۲۹ فقرہ ۳۲۷۲، جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر ۱/۲۷۷ باختلاف یسیر وسندہ حسن)

امام عقیلی نے کہا: اور اس باب میں روایت کمزور ہے۔ (الضعفاء ۵۸/۲ دوسرا نسخہ ۳۱۲) نیز دیکھئے الضعفاء للعقیلی (ترجمہ عائد بن ایوب ۳/۴۱۰، دوسرا نسخہ ۳/۱۱۰۴) امام بیہقی نے بھی اس حدیث کے بارے میں فرمایا: ”اس کا متن مشہور ہے اور سندیں ضعیف ہیں، مجھے اس کی کوئی ایسی سند معلوم نہیں جس سے حدیث ثابت ہو جائے۔“ نیز انھوں نے کہا: اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو... (المدخل: ۳۲۷، ۳۲۵)

تنبیہ: یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہی ہے اور اسے صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔ تاہم یہ ثابت ہے کہ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”طلب العلم والجهاد فریضة علی جماعتهم ویجزئی فیہ بعضهم عن بعض“ طلب علم اور جہاد جماعت پر فرض ہے اور بعض کی طرف سے یہ فرض ادا ہو جاتا ہے۔ پھر انھوں نے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۲۲ کا ایک حصہ تلاوت فرمایا۔ (دیکھئے جامع بیان العلم وفضلہ ۲۶۶ وسندہ صحیح) (۷) ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتے پہننے سے منع فرمایا ہے اور اس روایت کی چند سندیں درج ذیل ہیں:

- ۱: أزهري عن مروان البصري عن الحارث بن نبهان عن معمر بن عمار بن أبي عمار عن أبي هريرة رضي الله عنه . (ترمذی: ۱۷۷۵)
- ۲: قتاده عن أنس رضي الله عنه . (ترمذی: ۱۷۷۶)
- ۳: أبو الزبير عن جابر رضي الله عنه . (ابوداود: ۳۱۳۵)
- ۴: أبو معاوية عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة رضي الله عنه .



(ابن ماجہ: ۳۶۱۸)

۵: وکیع عن سفیان الثوری عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہ . (ابن ماجہ: ۳۶۱۹)

شیخ البانی نے تو اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن امام بخاری نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایتوں میں سے ہر ایک روایت کے بارے میں فرمایا: ”ولا یصح هذا الحدیث“ اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ الخ (سنن ترمذی: ۱۷۷۶) امام ترمذی نے فرمایا: یہ دونوں حدیثیں اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔

(الترمذی: ۱۷۷۵)

ثابت ہوا کہ امام بخاری اور امام ترمذی دونوں کے نزدیک ضعیف + ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ روایت حجت نہیں، بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔

امام ترمذی کے مزید حوالے کے لئے دیکھئے سنن ترمذی (۸۶) اور میرا مضمون: ابن حزم اور ضعیف + ضعیف کی مروّجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ (فقہہ: ۵)

۸) نمازِ عیدین میں بارہ تکبیروں والی حدیث کئی سندوں سے مروی ہے اور بعض سندیں حسن لذاتہ ہیں۔ مثلاً دیکھئے سنن ابی داود (۱۱۵۱)، سننہ حسن لذاتہ (اور جتہ المرتاب (ص ۳۰۱-۳۱۰)

جبکہ علامہ ابن حزم نے کہا: ان روایات میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے۔

(الکلی: ۸۳/۱ مسئلہ ۵۳۳)

۹) ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام جہاں (فرض) نماز پڑھے تو وہاں نفل نماز نہ پڑھے۔

یہ روایت اس مفہوم کے ساتھ درج ذیل اسانید سے مروی ہے:

۱: عبد العزيز بن عبد الملك القرشي عن عطاء الخراساني عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه . (ابوداود: ۶۱۶ وقال الألبانی: صحیح)

☆ ابن وهب عن عثمان بن عطاء الخرساني عن أبيه عن المغيرة رضي الله عنه. (ابن ماجه: ۱۳۲۸)

۲: عن أبي هريرة رضي الله عنه (صحیح البخاری ج ۸۴۸ وضعف البخاری رحمہ اللہ) ومفهومه في سنن أبي داود (۱۰۰۶) و سنن ابن ماجه (۱۳۲۷) وقال الألباني: "صحيح"!

۳: عن علي رضي الله عنه قال : من السنة أن لا يتطوع الإمام حتى يتحول من مكانه . (ابن أبي شيبة بحوالہ فتح الباری ۲/۳۳۵ تحت ج ۸۴۸ وقال ابن حجر: "ہذا حسن")  
 ۴: عن أبي رمثة رضي الله عنه (ابوداود: ۱۰۰۷، وسندہ ضعیف، انوار الصغیر ص ۴۸)  
 اس روایت کی تمام سندیں ضعیف و مردود ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:  
 "ولم يصح" اور (یہ حدیث) صحیح نہیں ہے۔ (صحیح بخاری مع الفتح ۲/۳۳۳ ج ۸۴۸)  
 اور فرمایا: "ولم يثبت هذا الحديث" اور یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

(التاریخ الکبیر ۱/۳۳۱-۳۳۲، ۱۰۷۳، اسماعیل بن ابراہیم السلی)

جو لوگ اس روایت کو صحیح سمجھتے ہیں، اُن پر امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا صحیح و ثابت اثر پیش کر کے لطیف رد کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جہاں فرض پڑھتے، وہیں (نفل) نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۸۴۸)

۱۰) نمازِ تسبیح پڑھنے کے بارے میں ایک مشہور حدیث ہے، جس کی بعض سندیں درج ذیل ہیں:

۱: موسی بن عبد العزیز عن الحكم بن أبان عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه. (ابوداود: ۱۲۹۷، ابن ماجه: ۱۳۸۷، وسندہ حسن لذاتہ)

۲: عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه. (ابوداود: ۱۲۹۸، وسندہ ضعیف)

۳: عن الأنصاري وقيل أنه جابر رضي الله عنه .

(ابوداود: ۱۲۹۹، والسند صحیح إلی الانصاری)

۴: المستمر بن الريان عن أبي الجوزاء عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه موقوفاً. (ابوداود: ۱۲۹۸، تعليقا، الفتاوى ۶/۲۸۰-۸۶۰۶)

کئی سندوں والی یہ روایت حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے، لیکن امام ابن خزیمہ نے فرمایا: ”باب صلوة التسبیح إن صح الخبر فإن فی القلب من هذا الإسناد شيء“ نماز تسبیح کا باب، بشرطیکہ روایت صحیح ہو، کیونکہ دل میں اس سند کی وجہ سے کوئی چیز (کھٹکتی) ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۲/۲۲۳ قبل ج ۱۲۱۶)

قاضی ابوبکر بن العربی المالکی نے کہا: اور عباس کے قصے کے بارے میں ابورافع (رضی اللہ عنہ) کی حدیث ضعیف ہے، صحیح یا حسن ہونے میں اس کی کوئی اصل نہیں... الخ (عارضۃ الاحزاب ۲/۲۶۶، ۲۶۷ تحت ج ۲۸۱)

عقلمی نے کہا: ”ولیس فی صلوة التسبیح حدیث یثبت“

اور نماز تسبیح کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

(الضعفاء الکبیر ۱/۱۲۴، دوسرا نسخہ ۱/۱۳۱، اوس بن عبد اللہ ابوالجوزاء)

حافظ ابن تیمیہ نے تو یہ دعویٰ کر دیا کہ صلوة التسبیح والی حدیث ”أنها کذب“ جھوٹ ہے۔!! (دیکھئے منہاج السنہ ج ۴ ص ۱۱۶ سطر ۲۸)

قاضی شوکانی نے بھی اس حدیث پر جرح کی اور کہا: ”والحق أن طرقه كلها ضعيفة وأن حدیث ابن عباس یقرّب من الحسن إلا أنه شاذ لشدة الفردية فيه...“ اور حق یہ ہے کہ اس کی تمام سندیں ضعیف ہیں اور ابن عباس کی حدیث حسن کے قریب ہے، لیکن یہ سخت غریب ہونے کی وجہ سے شاذ ہے۔ (تحفۃ الزاكرين ص ۲۳۲ صلوة تسبیح) حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”وقد ضعفها ابن تیمیة والمزی وتوقف الذهبي، حکاہ ابن عبد الہادی عنہم فی أحکامہ“ اے ابن تیمیہ اور مزی نے ضعیف قرار دیا اور ذہبی نے (اس کے بارے میں) توقف کیا۔ یہ بات ابن عبد الہادی نے احکام میں ان سے نقل کی ہے۔ (التلخیص الحبیہ ۲/۲۸۲)

ابن تیمیہ، مزی اور ذہبی کے شاگرد ابن عبدالبہادی (متوفی ۷۴۳ھ) کی تصانیف میں الاحکام الکبریٰ مذکور ہے جو آٹھ جلدوں میں ہونے کے باوجود نامکمل تھی۔

(دیکھئے مقدمہ طبقات علماء الحمدینہ ۱/۳۱)

ثابت ہوا کہ مذکورہ تمام علماء مثلاً ابن خزیمہ، قاضی ابوبکر بن العربی، عقیلی، ابن تیمیہ، مزی اور شوکانی وغیرہم ضعیف + ضعیف والی مروجہ حسن لغیرہ کے حجت ہونے کے قائل نہیں تھے، ورنہ وہ بہت سی سندوں والی روایت: صلوة التبیح کو کبھی ضعیف قرار نہ دیتے، جبکہ اس روایت کی بعض سندیں حسن لذاتہ بھی ہیں۔

اہل سنت کے ایک جلیل القدر امام احمد بن حنبل نے نماز تبیح کے بارے میں فرمایا:

”لم یثبت عندي صلاة التبيح وقد اختلفوا في إسناده، لم يثبت عندي، وكأنه ضعف عمرو بن مالك النكري“ میرے نزدیک نماز تبیح ثابت نہیں اور انھوں نے اس کی سند میں اختلاف کیا ہے، میرے نزدیک ثابت نہیں۔

(عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے کہا:) اور گویا انھوں نے عمرو بن مالک النکری کو ضعیف

قرار دیا۔ (مسائل الامام احمد، روایہ عبد اللہ بن احمد ۲/۲۹۵ فقرہ ۴۱۳)

امام احمد سے نماز تبیح کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

”إسناده ضعيف“ اس کی سند ضعیف ہے۔ (مسائل ابن ہانی ج ۱ ص ۱۰۵ فقرہ ۵۲۰)

بعض علماء کہتے ہیں کہ امام احمد نے اس بات سے رجوع کر لیا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ علی بن سعید (النسائی) نے امام احمد سے نماز تبیح کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ”لا يصح فيها عندي شيء“ میرے نزدیک اس میں کوئی چیز صحیح نہیں ہے۔

پھر علی بن سعید نے مسلم بن ابراہیم عن المستمر بن الریان عن ابی الجوزاء عن عبد اللہ بن عمرو والی روایت پیش کی تو امام احمد نے فرمایا: مسترثقه ہیں، اور گویا آپ کو یہ روایت اچھی لگی۔

(دیکھئے الفت الطراف لابن حجر ۶/۲۸۰، اجوبۃ الحفظ فی المطبوعۃ فی آخر مشکوٰۃ الالبانی ص ۱۷۷-۱۷۸،

الفتح للصحیح بحوالہ فتح لما جاء فی صلوة التبیح ص ۴۱-۴۲)

صحیح یا حسن لذاۓ روایت کی بنیاد پر امام احمد کا رجوع کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ ضعیف + ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ روایت کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔

ہم نے جو حوالے پیش کئے ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں جن سے ہمارا موقف صاف ثابت ہوتا ہے۔

آخر میں ان اماموں اور علمائے کرام کے نام پیش خدمت ہیں جو ضعیف + ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ روایت کی حجیت کے قائل نہیں تھے اور اس مضمون میں ان کے حوالے موجود ہیں:

۱: احمد بن حنبل (فقرہ: ۱، ۲، ۳، ۱۰)

۲: ابو حاتم الرازی (فقرہ: ۲)

۳: ابن حزم (فقرہ: ۲، ۴، ۸)

۴: بخاری (فقرہ: ۳، ۷، ۹)

۵: علی بن المدینی (فقرہ: ۳)

۶: ابن الجوزی (فقرہ: ۳، ۵)

۷: محمد بن یحییٰ الذہلی (فقرہ: ۳)

۸: ابن المنذر النیسابوری (فقرہ: ۳)

۹: نووی (فقرہ: ۳، ۵)

۱۰: بیہقی (فقرہ: ۳، ۶)

۱۱: ابن عبد البر (فقرہ: ۵)

۱۲: عقیلی (فقرہ: ۵، ۶، ۱۰)

۱۳: اسحاق بن راہویہ (فقرہ: ۶)

۱۴: ترمذی (فقرہ: ۷)

۱۵: ابن خزیمہ (فقرہ: ۱۰)

۱۶: ابوبکر بن العربی (نقرہ: ۱۰)

۱۷: ابن تیمیہ (نقرہ: ۱۰)

۱۸: شوکانی (نقرہ: ۱۰)

۱۹: مزنی (نقرہ: ۱۰)

۲۰: ذہبی (نقرہ: ۱۰)

ان کے علاوہ اماموں اور علماء کے حوالے بھی موجود ہیں، مثلاً ایک ضعیف روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے بنید کے بارے میں فرمایا: پاک کھجور اور پاک پانی۔ یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے۔ دیکھئے میرا مضمون: ابن حزم اور ضعیف + ضعیف کی مروجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ (نقرہ: ۱)

اس روایت کے بارے میں امام ابو حاتم الرازی اور امام ابوزرعہ الرازی رحمہما اللہ دونوں نے فرمایا: ”ولا يصح في هذا الباب شيء“

اور اس باب میں کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔ (علل الحدیث ۱/۳۵ ج ۹۹، دوسرا نسخہ ۱/۲۵۱ ج ۹۹) ثابت ہوا کہ امام ابوزرعہ الرازی بھی ضعیف + ضعیف والی مروجہ حسن لغیرہ روایت کو حجت نہیں سمجھتے تھے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ امام ابو حاتم الرازی کے ساتھ ایک بحث مباحثے میں جب اُن کی پیش کردہ روایات مجروح ثابت ہو گئیں تو انھوں نے سکوت فرمایا، جو گویا خاموش تائید ہے۔ دیکھئے الحدیث حضور: ۸۳ (ص ۲۵)

جس شخص کا یہ دعویٰ ہے ضعیف + ضعیف والی روایات حسن لغیرہ بن کر حجت ہو جاتی ہیں اور ان کا انکار صحیح نہیں ہے تو اس سے مطالبہ ہے کہ وہ جلیل القدر محدثین سے اس کا صحیح و صریح ثبوت پیش کرے اور اگر پیش نہ کر سکے تو باطل میں جھگڑا کرنے کے بجائے حق کی طرف رجوع ضروری ہے۔

(۱۱/اپریل ۲۰۱۱ء)

## ابن حزم اور ضعیف + ضعیف کی مروّجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ

راقم الحروف نے ۱۷/ نومبر ۲۰۰۹ء کو لکھا تھا: ”بعض لوگ ضعیف + ضعیف کے اُصول اور جمع تفریق کے ذریعے سے بعض روایات کو حسن لغیرہ قرار دیتے ہیں، لیکن حافظ ابن حزم اس اُصول کے سخت خلاف تھے.....“ (تعارف الصحیفہ ص ۸)

عرض ہے کہ حافظ ابن حزم کی مشہور کتاب المحکمۃ اس دعوے کی تائید کرتی ہے اور بطورِ نمونہ اس کتاب سے دس مثالیں پیش خدمت ہیں:

(۱) ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے بنید کے بارے میں فرمایا: ”تمرّة طيبة و ماءً طهور.“ پاک کھجور اور پاک پانی۔ یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے:

۱: أبو فزارة عن أبي زيد عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه .

(ابوداؤد: ۸۴، ابن ماجہ: ۲۸۳، ترمذی: ۸۸۸ وقال: ”وَأَبُو زَيْدٍ رَجُلٌ مَجْهُولٌ....“، احمد: ۳۰۲/۲، ۳۸۱۰)

یہ سند ابوزید مجہول اور ابوفزارہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲: ابن لهيعة: حدثنا قيس بن الحجاج عن حنش الصنعاني عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه . (ابن ماجہ: ۳۸۵)

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اولیٰ: ابن لہیعہ پر جرح ہے۔ (درواہ قبل اختلاط، انظر مسند احمد/ ۳۹۸، ۳۷۸۲)

دوم: حنش بن المعتمر الصنعاني جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

۳: علی بن زید بن جدعان عن أبي رافع عن ابن مسعود رضي الله عنه .

(مسند احمد/ ۳۵۵، ۳۳۵۳ و سنن الدارقطني/ ۱، ۷۷۳، ۲۳۳ وغیرہا)

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: علی بن زید ضعیف ہے۔

دوم: ابورافع کا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

تنبیہ: اس روایت میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نبیذ کے ساتھ وضو کیا، لہذا یہ سابقہ دور روایات کا شاہد معنوی ہے۔

۴: الولید بن مسلم حدثنا معاویة بن سلام عن أخیه زید عن جدہ أبی سلام عن فلان بن غیلان الثقفی أنه سمع عبد الله بن مسعود رضي الله عنه .  
(التحقیق لابن الجوزی ۱/۲۵ ج ۲۷ بحوالہ دارقطنی)

یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے۔

اول: فلان بن غیلان مجہول ہے۔

دوم: ولید کا روایت مذکورہ میں سماع مسلسل مذکور نہیں۔

حافظ ابن حزم نے اس مفہوم کی روایات کے بارے میں کہا:

”أما الخبر المذكور فلم يصح لأن في جميع طرقه من لا يعرف أو من لاخير فيه ...“ رہی مذکورہ روایت تو یہ صحیح نہیں، کیونکہ اس کی تمام سندوں میں غیر معروف راوی ہیں یا ایسے راوی ہیں جن میں کوئی خیر نہیں..... (المحلی ج ۱ ص ۲۰۴ مسئلہ ۱۲۸)

امام ابو حاتم الرازی اور امام ابوزرعہ الرازی رحمہما اللہ دونوں نے فرمایا: ”ولا يصح

في هذا الباب شي“ اور اس باب میں کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔ (علل الحدیث ۱/۲۵۱ ج ۹۹)

ابن الجوزی نے کہا: ”ليس في هذه الأحاديث شي يصح“ ان احادیث میں

کوئی چیز صحیح نہیں ہے۔ (التحقیق ۱/۲۶ ج ۳۹ وفاقہ ابن عبدالحادی)

۲) بعض روایات میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی ممانعت آئی ہے۔ مثلاً:

۱: المغيرة بن زياد الموصلي عن عبادة بن نسي عن الأسود بن ثعلبة عن عبادة

ابن الصامت رضي الله عنه . (سنن ابی داود: ۳۴۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۷، مسند احمد: ۵/۳۱۵)

میری تحقیق میں یہ سند حسن لذاتہ ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(دیکھئے المسند رک ۲/۴۲ ج ۲۷۷)



۲: أبوالمغيرة وبقيّة بن الوليد كلاهما عن بشر بن عبد الله بن يسار السلمي عن عبادة بن نسي عن جنادة بن أبي أمية عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه .

(ابوداود: ۳۴۱۷/۵ و ۳۴۲۳)

اسے حاکم نے صحیح الاسناد کہا۔ (۳/۳۵۶ ح ۵۵۲۷) اور ذہبی نے کہا: ”صحیح“

۳: ابن حزم بسندہ عن أبي إدريس الخولاني عن أبي بن كعب رضي الله عنه (الحلی ۱۹۳/۸ مسئلہ ۱۳۰۷، وشاحدہ عند ابن ماجہ: ۲۱۵۸)

۴: إسماعيل بن عياش عن عبد ربه بن سليمان بن عمير بن زيتون عن الطفيل بن عمرو عن رسول الله ﷺ. (الحلی ۱۹۳/۸)

۵: أبو سعد محمد بن ميسر عن موسى بن علي بن رباح عن أبيه أن أبي بن كعب رضي الله عنه. (الحلی ۱۹۳/۸)

۶: يحيى بن أبي كثير بسندہ عن أبي راشد الجبراني عن عبد الرحمن بن شبل رضي الله عنه. (الحلی ۱۹۳/۸، ۳۴۳/۳، الصحیح لابی ابی: ۲۶۰)

یہ روایات ذکر کر کے ابن حزم نے کہا: ”أما الأحاديث في ذلك عن رسول الله ﷺ فلا يصح منها شيء.....“ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مروی شدہ احادیث میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے۔ (الحلی ۱۹۵/۸)

تنبیہ: ہمارے نزدیک نمبر ۲، ۱۲، ۱۳ والی احادیث حسن اور نمبر ۶ والی حدیث صحیح ہے۔ نیز دیکھئے اسنن الکبریٰ للبیہقی (حدیث ابی الدرداء ۱۲۶/۶) اور الموسوعة الحديثية (۳۶۳/۳۷)

۳) ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک آدمی نے صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کی اونٹنی چادر چڑھائی جس کی قیمت تیس درہم تھی، پھر اس آدمی کو پکڑ لیا گیا اور نبی ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے حکم دیا: اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ صفوان نے کہا: کیا صرف تیس درہم کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹیں گے؟ میں اس چادر کو اس پر فروخت کرتا ہوں اور قیمت کی ادائیگی ادھار کر لیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس آدمی کو میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ

کیا؟ یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے۔ مثلاً:

۱: أسباط عن سماك بن حرب عن حميد ابن أخت صفوان عن صفوان بن أمية رضي الله عنه . (ابوداؤد: ۳۳۹۳ و صحیح ابن الجارود: ۸۲۸، ورواہ الترمذی: ۳۸۸۷ و سنن طریقہ ابن حزم فی المحلی ۱۵۲/۱۱ مسئلہ: ۲۱۷۸)

میری تحقیق میں یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

۲: سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن عطاء بن أبي رباح عن طارق بن مرقع عن صفوان بن أمية رضي الله عنه . (المحلی ۱۵۲/۱۱، ح ۳۰۱/۶، ۳۶۵، نسائی: ۳۸۸۳)

۳: زهير عن عبد الملك بن أبي بشير عن عكرمة عن صفوان بن أمية رضي الله عنه . (نسائی: ۳۸۸۵، المحلی ۱۵۲/۱۱)

۴: مالك عن ابن شهاب عن صفوان بن عبد الله بن صفوان بن أمية أن صفوان بن أمية رضي الله عنه . (المحلی ۱۵۲/۱۱)

یہ روایات ذکر کر کے ابن حزم نے کہا: ”فنظرنا فی الآثار عن النبی ﷺ فوجدناها لا یصح منها شیء أصلاً...“ پس ہم نے نبی ﷺ کی (طرف منسوب) روایات کو دیکھا تو ان میں سے کسی چیز کو بھی صحیح نہیں پایا۔ (المحلی ۱۵۲/۱۱)

تنبیہ: ان روایات کی تائید میں اور بھی روایتیں موجود ہیں۔

مثلاً دیکھئے المسند رک للحاکم (۳/۳۸۰ ح ۸۱۴۸ و صحیح الحاکم ووافقه الذہبی)

(۴) ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قوم لوط کا عمل کرنے والوں کے بارے میں فرمایا: فاعل اور مفعول کو قتل کر دو۔ (ابوداؤد: ۳۳۶۲ وغیرہ وسندہ حسن)

اس حدیث کو ابن الجارود (۸۲۰) حاکم (۳۵۵/۲) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

اس حدیث کی سندیں وشواہد درج ذیل ہیں:

۱: عبد العزيز بن محمد الدراوردي عن عمرو بن أبي عمرو عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه . (ابوداؤد: ۳۳۶۲ و المحلی ۱۵۲/۱۱ ح ۳۸۳ مسئلہ: ۲۲۹۹)

۲: عبد اللہ بن نافع عن عاصم بن عمر عن سهیل عن أبیه عن أبی هريرة رضي الله عنه . (ابن ماجہ: ۲۵۶۲)

۳: عباد بن منصور عن عکرمۃ عن ابن عباس رضي الله عنه . (احمد: ۳۰۰/۲۷۳۳)  
 ۴: ابن وهب عن يحيى بن أيوب عن ابن جريج عن ابن عباس رضي الله عنه .  
 (المجلد ۱۱/۳۸۳)

اس طرح کی روایات ذکر کر کے ابن حزم نے کہا: ”وہذا کل ما موہوا بہ وکلہ لیس لہم منہ شیء یصح“ یہ ہے ساری ملع سازی جو ان لوگوں نے کی ہے اور ان ساری روایات میں ان کے لئے کوئی چیز (بھی) صحیح نہیں ہے۔ (المجلد ۱۱/۳۸۳)

تنبیہ: حدیث نمبر احسن لذاتہ ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قوم لوط والے عمل کے بارے میں فرمایا: گاؤں میں سب سے اونچی عمارت دیکھی جائے، پھر اسے اس کا سر نیچے کئے ہوئے گرایا جائے، پھر اسے پتھر مارے جائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۹/۹، ۲۸۳۲۸۷ سند صحیح)  
 ایک روایت میں ہے کہ اسے رجم کیا جائے۔ (ابن ابی شیبہ: ۲۸۳۲۹ سند حسن)

۵) ایک حدیث میں آیا ہے کہ ”ان رسول اللہ ﷺ کان یقبل ولا یتوضأ“  
 بے شک رسول اللہ ﷺ (اپنی بیوی کا) بوسہ لیتے تھے اور (دوبارہ) وضو نہیں کرتے تھے۔  
 اس مفہوم کی چند سندیں درج ذیل ہیں:

۱: سفیان الثوری عن أبی روق عن إبراهيم التیمی عن عائشة رضي الله عنها . (ابوداؤد: ۱۷۸، وقال: ”وہو مرسل“ رواہ یحیی القطان عنہ)

۲: الأعمش عن حبيب بن أبی ثابت عن عروة عن عائشة رضي الله عنها . (ابوداؤد: ۱۷۹)

۳: الأعمش عن أصحاب له عن عروة المزني عن عائشة رضي الله عنها .  
 (ابوداؤد: ۱۸۰)

یہ روایات ذکر کر کے ابن حزم نے کہا: ”وہذا حدیث لا یصح...“ اور یہ حدیث صحیح

نہیں ہے... (المحلی ۱/۲۳۵ مسئلہ ۱۶۵)

اس کی دوسری سندیں بھی ہیں۔ مثلاً:

۴: عبد الکرم الجزري عن عطاء عن عائشة رضي الله عنها .

(البرزخواله نصب الراية ۱/۷۴)

۵: حجاج (بن أوطاة) عن عمرو بن شعيب عن زينب السهمية عن عائشة رضي الله عنها . (ابن ماجہ ۵۰۳)

امام ترمذی نے فرمایا: ”وليس يصح عن النبي ﷺ في هذا الباب شيء“

اس باب میں نبی ﷺ سے کوئی چیز صحیح ثابت نہیں۔ (سنن ترمذی: ۸۶)

معلوم ہوا کہ امام ترمذی بھی حسن لغیرہ (مروّجہ) کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ یاد رہے کہ حدیث مذکور (ابوداؤد: ۱۷۸) کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دے رکھا ہے!!

۶) ایک روایت میں آیا ہے کہ پس جو سو جائے تو وہ (دوبارہ) وضو کرے، اس کی دوسندیں مشہور ہیں:

۱: بقية عن الوضين بن عطاء عن محفوظ بن عبد الرحمن بن عائذ عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه . (ابوداؤد: ۲۰۳ وقال الألبانی: حسن)

۲: أبو بكر بن أبي مریم عن عطية بن قيس الكلابي أن معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه قال: إلخ (ترمذی ۹۶۷-۹۷، داری: ۷۲۸)

ان دونوں روایتوں پر ابن حزم نے جرح کی اور ساقط قرار دیا۔ (دیکھئے المحلی ۱/۲۳۱)

۷) ایک روایت میں آیا ہے کہ رمضان میں (اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر کے) روزہ توڑنے والے کو کفارے کے ساتھ ایک دن کے روزے کی قضا کا بھی حکم دیا گیا تھا۔

اس روایت کی چند سندیں درج ذیل ہیں:

۱: أبو أويس عن الزهري عن حميد بن عبد الرحمن عن أبي هريرة رضي الله عنه . (المحلی ۶/۱۸۱ مسئلہ ۷۳۵)

۲: هشام بن سعد عن الزهري عن أبي سلمة عن أبي هريرة رضي الله عنه .  
(الحلی ۱۸۱/۶، سنن ابی داود: ۲۳۹۳ وقال الألبانی: صحیح)

۳: حجاج بن أرطاة عن عمر وبن شعيب عن أبيه عن جده الخ  
(سنن الکبریٰ للبیہقی ۲۲۶/۳)

الحجاج بن أرطاة عن عطاء عن عمر وبن شعيب عن أبيه عن جده .  
(الحلی ۱۸۲/۶)

۴: عبد الجبار بن عمر عن يحيى بن سعيد الأنصاري عن سعيد بن المسيب  
عن أبي هريرة رضي الله عنه . (الحلی ۱۸۲/۶، سنن الکبریٰ للبیہقی ۲۲۶/۳)

ان روایات کو شیخ البانی اور حافظ ابن حجر نے مجموعی طرق کی وجہ سے قوی قرار دینے کی  
کوشش کی ہے۔ (دیکھئے تعلیق صحیح ابن خزیمہ ج ۱۹۵۳، فتح الباری ۲/۲ تحت ج ۱۹۳۶)

لیکن ابن حزم نے علانیہ کہا: ”تلك آثار لا يصح فيها شيء“

ان روایات میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔ (الحلی ۱۸۱/۶)

امام ابن خزیمہ نے بھی اس روایت کے صحیح ہونے میں شک کیا ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۲۳ قبل ج ۱۹۵۳)

۸) ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ (نماز میں) ایک سلام کہتے تھے یا ایک سلام کہا۔  
اس کی بعض سندیں درج ذیل ہیں:

۱: عبد الوهاب بن عبد المجيد الثقفي عن حميد (الطويل) عن أنس بن مالك رضي  
الله عنه . (المعجم الاوسط بحوالہ الصحیح لاللبانی: ۳۱۶)

۲: جرير بن حازم عن أيوب عن أنس رضي الله عنه .

(مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ الصحیح ۵۶۶/۱)

۳: محمد بن الحارث المصري عن يحيى بن راشد عن يزيد مولى سلمة  
عن سلمة بن الأكوع رضي الله عنه . (ابن ماجہ: ۹۲۰)

۴: هشام بن عمار عن عبد الملك بن محمد الصنعاني عن زهير بن محمد عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها .

(ابن ماجہ: ۹۱۹، الترمذی: ۲۹۶، سند آخر)

۵: عبدالمہیمن بن عباس بن سهل بن سعد الساعدي عن أبيه عن جدہ رضي الله عنه . (ابن ماجہ: ۹۱۸)

لیکن ابن حزم نے کہا: ”أما تسليمه واحدة فلا يصح فيها شيء عن النبي ﷺ“  
ایک سلام کی کوئی روایت بھی نبی ﷺ سے صحیح ثابت نہیں۔ (المحلی ۱۳۲/۴، مسئلہ ۴۵۷)

۹) وضو کے دوران میں داڑھی کا خلال کرنا بہت سی احادیث میں آیا ہے اور اس مسئلے میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ والی روایت حسن لذاتہ ہے۔  
چند روایات کی تخریج درج ذیل ہے:

۱: عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (ترمذی: ۳۱، ابن ماجہ: ۴۳۰، حاکم: ۱۴۹/۱، وغیرہم)

۲: عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ (ابوداؤد: ۱۳۵، بیہقی: ۵۴)

۳: عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (ترمذی: ۲۹-۳۰، ابن ماجہ: ۴۲۹، الحاکم: ۱۴۹/۱)

نیز دیکھیے بحۃ المراتب بعد المغنی عن الحفظ والکتاب (ص ۲۰۵-۲۲۲)

لیکن ابن حزم نے کہا: ”وهذا كله لا يصح منه شيء“ اور ان تمام روایات میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔ (المحلی ۳۶/۲، مسئلہ ۱۹۰)

اور امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی ﷺ سے داڑھی کے خلال کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (علل الحدیث نسخہ محققہ ۱/۲۵۲ ج ۱۰۱)

تنبیہ: ہمارے نزدیک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ والی حدیث حسن لذاتہ ہے اور امام اسرائیل بن یونس بن اسحاق رحمہ اللہ پر ابن حزم کی جرح مردود ہے۔

۱۰) بعض روایات میں کہنیوں تک تیمم کا قولاً یا فعلاً ذکر آیا ہے اور حنفیہ ان سے استدلال کرتے ہیں، ان روایات میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱: عن ابن عمر رضی اللہ عنہ (الحلی ۱۳۹/۲، مسئلہ ۲۵۰، ابوداؤد: ۳۳۰ وسندہ ضعیف مکر)

۲: عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (الحلی ۱۳۹/۲، البرزخوالہ نصب الراية ۱۵۴)

۳: عن ابی ذر رضی اللہ عنہ (الحلی ۱۵۰/۲)

ان کے علاوہ اور بھی کئی ضعیف روایات ہیں۔ دیکھئے نصب الراية (۱/۱۵۰، ۱۵۴) اور عقود الجواهر المنقہ (ص ۴۰) وغیرہما۔

ابن حزم نے کہا: ”أما الأخبار فكلها ساقطة لا يجوز الاحتجاج بشئ منها.“ (اس کے بارے میں) تمام روایتیں ساقط ہیں، ان میں سے کسی چیز کے ساتھ بھی حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (الحلی ۱۳۸/۲)

تنبیہ: یہ مرفوع روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہی ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں تلاش کی جاسکتی ہیں، جن سے صاف ظاہر ہے کہ حافظ ابن حزم ضعیف + ضعیف (یعنی بعض الناس کی مردوجہ حسن لغیرہ) کو حجت نہیں سمجھتے تھے اور اس کے خلاف اُن سے کوئی ایک روایت بھی ثابت نہیں جس کی تمام سندیں ضعیف ہوں اور انھوں نے اسے حسن لغیرہ قرار دے کر حجت قائم کی ہو۔

زرکشی نے بغیر کسی سند اور حوالے کے حافظ ابن حزم سے نقل کیا کہ ”اور اگر ضعیف روایت کی ہزار سندیں بھی ہوں تو اس سے روایت قوی نہیں ہوتی۔“ (الکت للزرکشی ص ۱۰۴) عرض ہے کہ زرکشی نے اس قول کو شاذ اور مردود کہا ہے، لیکن انصاف یہ ہے کہ (اگر یہ قول ابن حزم سے باسند صحیح ثابت ہو جائے تو) یہی قول راجح اور صحیح ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے تلک الغرائق کا قصہ اور اس کا رد (ماہنامہ الحدیث حضور: ۸۳ ص ۳۵۲۲۱)

تعارف الصیغہ میں زرکشی کا قول بطور استدلال و حجت نقل نہیں کیا گیا بلکہ زرکشی پر بطور رد نقل کیا گیا ہے اور راقم الحروف کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہے: ”بعض لوگ ضعیف + ضعیف کے اصول اور جمع تفریق کے ذریعے سے بعض روایات کو حسن لغیرہ قرار دیتے ہیں

لیکن حافظ ابن حزم اس اُصول کے خلاف تھے بلکہ زرکشی نے ابن حزم سے نقل کیا:

”وَلَوْ بَلَغَتْ طَرَقُ الضَّعِيفِ أَلْفًا لَا يَقْوَى...“ الخ

فائدہ: بعض لوگوں نے کہا کہ ہم دو روایتوں میں سے ایک روایت کو ترجیح دیتے ہیں، اس وجہ سے کہ ایک مرسل روایت اس کی تائید کرتی ہے تو حافظ ابن حزم نے ان لوگوں کے رو میں کہا: ”وَهَذَا لَامَعْنَى لَهُ لِأَنَّ الْمُرْسَلَ فِي نَفْسِهِ لَا تَجِبُ بِهِ حُجَّةٌ فَكَيْفَ يُؤَيِّدُ غَيْرَهُ مَا لَا يَقُومُ بِنَفْسِهِ“ اور اس کا کوئی معنی نہیں، کیونکہ مرسل سے بذاتِ خود حجت لازم نہیں ہوتی تو وہ دوسرے کی کس طرح تائید کر سکتی ہے جو بذاتِ خود قائم نہیں ہوتی۔

(الاحکام فی اصول الاحکام ج ۲ ص ۸۷ فصل فی تمام الکلام فی تعارض النصوص)

اس حوالے سے بھی یہی ثابت ہے کہ ابن حزم ضعیف کے ساتھ تقویت کے قائل نہیں

تھے۔ واللہ اعلم (۹/اپریل ۲۰۱۱ء)

تنبیہ: نام نہاد ”حسن لغیرہ“ کے مزید رد کے لئے دیکھئے ”تک الغرائق کا قصہ اور اس

کارڈ“ (تحقیقی مقالات ج ۴ ص ۵۷۰-۵۸۴)

اور یہی کتاب (تحقیقی مقالات ج ۵ ص ۴۸)





## قربانی اور عقیقے کے مسائل



## قربانی کے احکام و مسائل (بادلائل)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :  
اس مختصر و جامع مضمون میں قربانی کے بعض احکام و مسائل بادلائل پیش خدمت ہیں :

### قربانی سنت موکدہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج (عید الاضحیٰ) کے دن ہم سب سے پہلے نماز پڑھیں گے، پھر واپس آکر قربانی کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

جس نے ایسا کیا تو ہماری سنت کو پالیا اور جس نے (نماز سے) پہلے ذبح کر لیا تو اس کی قربانی نہیں ہے۔ (صحیح بخاری باب سنة الأضحية ج ۵ ص ۵۵۳۵)

بعض علماء کے نزدیک قربانی واجب ہے، لیکن اس پر ان کے پاس کوئی صریح دلیل نہیں، جبکہ صحیح مسلم کی حدیث (۱۹۷۷، ترقیم دار السلام: ۵۱۱۹) سے قربانی کا عدم وجوب ثابت ہے، نیز سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما دونوں کے نزدیک قربانی واجب نہیں ہے۔

(دیکھئے معرفۃ السنن والآثار ۷/ ۱۹۸، وسندہ حسن)

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: قربانی سنت ہے واجب نہیں ہے اور جو شخص اس کی طاقت رکھے تو مجھے پسند نہیں ہے کہ وہ اسے ترک کر دے۔ (موطأ امام مالک ۲/ ۴۸۷)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: قربانی کرنا سنت ہے (اور) میں اسے ترک کرنا پسند نہیں کرتا۔ (کتاب الام ج ۱ ص ۲۲۱)

ثابت ہوا کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر نماز عید کے بعد قربانی کرنا سنت موکدہ ہے اور شرعی عذر کے بغیر قربانی نہ کرنا ناپسندیدہ ہے۔

بعض منکرین حدیث نے بہت سے عقائد و مسائل ضروریہ کے انکار کے ساتھ، قربانی

کے سنت ہونے کا بھی انکار کر دیا ہے، حالانکہ قربانی کا ثبوت احادیث صحیحہ متواترہ بلکہ قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ (مثلاً دیکھئے سورۃ الصافات: ۷۰، الحج: ۳۳، الانعام: ۱۶۲)۔

## قربانی کا اصطلاحی مفہوم

عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد پہلے دن یا قربانی کے دنوں میں ہیثمۃ الانعام (مثلاً بکری، بھیڑ، گائے اور اونٹ) میں سے کسی جانور کو شرعی طریقے پر بطور قربانی و تقرب ذبح کرنا قربانی کہلاتا ہے۔

تنبیہ: شہر ہو یا گاؤں ہو، نماز عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

## قربانی کرنے والے کے لئے اہم شرائط

۱) قربانی کرنے والے کا صحیح العقیدہ مسلمان و متبع کتاب و سنت ہونا اور شرک، کفر و بدعات سے پاک ہونا ضروری ہے اور جس کا عقیدہ خراب ہو، اس کا کوئی عمل قابل قبول نہیں ہے۔ قرآن، حدیث اور اجماع کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر وقت اپنے ایمان و عمل کا خاص خیال رکھیں۔

۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ کرے تو اسے اپنے بال اور ناخن تراشنے سے رک جانا چاہئے۔ (صحیح مسلم، ۱۹۷۷) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قربانی کرنے والے شخص کو یکم ذوالحجہ سے لے کر قربانی کرنے تک اپنے بال نہیں کاٹنے چاہئیں اور ناخن نہیں تراشنے چاہئیں۔

اگر کسی کا ناخن ٹوٹ جائے یا ایسی خرابی ہو جائے کہ ناخن تراشنا ضروری ہو تو پھر ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ اجماع سے ثابت ہے۔

۳) ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا: اگر مجھے صرف مادہ جانور (دودھ دینے والا) قربانی کے لئے ملے تو کیا میں اس کی قربانی کر لوں؟

آپ نے فرمایا: نہیں، لیکن تم ناخن اور بال کاٹ لو، مونچھیں تراش لو اور شرمگاہ کے بال مونڈ لو تو اللہ کے ہاں یہ تمھاری پوری قربانی ہے۔ (سنن ابی داؤد: ۲۷۸۹ و سندہ حسن)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قربانی کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، وہ اگر یکم ذوالحجہ سے لے کر نمازِ عید تک بال نہ کٹوائے اور ناخن نہ تراشے تو اسے پوری قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ سبحان اللہ۔

### قربانی کا مقصد

قربانی کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ مطہرہ پر خلوص نیت سے عمل کرنا ہے اور ان شاء اللہ اس کا بہت بڑا ثواب ملے گا۔

### قربانی کے جانور کی شرائط

کس قسم کے جانور کی قربانی کرنی چاہئے اور اس کی کیا شرائط ہیں؟ مختلف فقروں اور نمبروں کی صورت میں اس کی تفصیل پیش خدمت ہے:

۱) قربانی صرف مُنہ یعنی دوندے جانور کی ہی جائز ہے اور اگر تنگی کی وجہ سے دوندا نہ مل سکے تو پھر بھیڑ (دبے) کا جذعہ (ایک سال کے دبے) کی قربانی جائز ہے۔

(دیکھئے صحیح مسلم: ۱۹۶۳)

تنگی سے مراد صرف یہ ہے کہ مارکیٹ اور منڈی میں پوری کوشش اور تلاش کے باوجود دوندا جانور نہ مل سکے۔

۲) حدیث سے ثابت ہے کہ چار جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے:

۱: واضح طور پر کانا جانور ۲: واضح طور پر بیمار ۳: واضح طور پر لنگڑا

۴: اور بہت زیادہ کمزور جانور جو کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو۔ (دیکھئے سنن ابی داؤد: ۲۸۰۲ و سندہ صحیح)

۳) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگ کٹے جانور کی قربانی سے

منع فرمایا ہے۔

امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے فرمایا: ایسا جانور جس کا آدھا سینگ یا اس سے زیادہ ٹوٹا ہوا ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۵۰۳، وقال: حسن صحیح)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا: (قربانی کے جانور میں) آنکھ اور کان دیکھیں۔ (سنن ترمذی: ۱۵۰۳، وقال: حسن صحیح)

اس پر اجماع ہے کہ اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔ (المجموع شرح المہذب ۴۰۳/۸)  
امام خطابی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۸ھ) نے فرمایا: اس حدیث (جو فقرہ نمبر ۲ میں گزر چکی ہے) میں یہ دلیل ہے کہ قربانی (والے جانور) میں معمولی نقص معاف ہے۔

(معالم السنن ۱۹۹/۲)

عبید بن فیروز (تابعی) نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ (صحابی) سے کہا: مجھے ایسا جانور بھی ناپسند ہے جس کے دانت میں نقص ہو۔

انھوں نے فرمایا: تمہیں جو چیز بُری لگے اسے چھوڑ دو اور دوسروں پر اُسے حرام نہ کرو۔

(سنن ابی داؤد: ۲۸۰۳ و سندہ صحیح)

تنبیہ: اگر کسی جانور کے سینگ پر معمولی رگڑ ہو یا اس کے اوپر والی ٹوپی ٹوٹ گئی ہو تو امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی مذکورہ روایت کی رُو سے اس کی قربانی جائز ہے۔

(نیز دیکھئے متفرق مسائل فقرہ نمبر ۸)

## قربانی کی کھالیں

قربانی کی کھالیں مسکین لوگوں میں تقسیم کر دیں، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ والی حدیث سے ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۱۳۱۷)

فخ کرنے والے یا قصاب کو اُجرت میں قربانی کی کھالیں دینا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اُجرت میں قربانی کا گوشت دینا بھی جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

## گوشت کی تقسیم

قربانی کا سارا گوشت خود کھانا یا ذخیرہ کر لینا جائز ہے اور اس کے تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے لئے، ایک غریب مسکین لوگوں کے لئے اور ایک رشتہ داروں دوستوں کے لئے مخصوص کرنا بھی جائز ہے، بلکہ یہ بہتر ہے۔ (نیز دیکھئے سورۃ الحج کی آیت نمبر ۳۶، ۳۸)

## قربانی کے حصے اور شراکت

بکری اور دُبے بھیڑ کا صرف ایک حصہ ہوتا ہے، لیکن گائے، بیل اور اونٹ اونٹنی میں سات حصے صحیح حدیث سے ثابت ہیں اور ایک حسن روایت سے اونٹ، اونٹنی میں دس حصوں کا بھی ثبوت ہے۔ (دلیل کے لئے دیکھئے صحیح مسلم: ۱۳۱۸، سنن ترمذی: ۱۵۰۱، وقال: حسن غریب) تنبیہ: صرف صحیح العقیدہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر سات یا دس حصوں میں شراکت ہو سکتی ہے اور اہل بدعت، گمراہ و ضال لوگوں کے ساتھ مل کر کبھی قربانی نہیں کرنی چاہئے اور نہ ایسے گمراہوں کے کسی عمل کا کوئی وزن ہے، بلکہ ایسے لوگوں کے تمام اعمال ہباءً ا منثوراً کر کے ہوا میں اُڑادیئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ

## متفرق مسائل

آخر میں قربانی کے بارے میں کئی متفرق مسائل فقرات کی صورت میں پیش خدمت ہیں:

۱) جانور کو ذبح کرتے وقت تسمیہ و تکبیر (بسم اللہ والہذا کبر) کہنا سنت سے ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۱۹۶۶، صحیح بخاری: ۵۵۶۳)

صرف بسم اللہ پڑھنا بھی ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۱۹۶۷)

۲) پورے گھر کی طرف سے ایک قربانی بھی کافی ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۵۰۵، وقال: حسن صحیح) اور گھر کے دوسرے افراد بھی قربانیاں کر سکتے ہیں۔



۴) میت کی طرف سے قربانی کرنا ثابت نہیں اور اس بارے میں جو روایت آئی ہے، اس کی سند شریک قاضی و حکم بن عتیہ مدلسین کی عن سے روایت اور ابوالحسن کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے، لہذا اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ یا کسی میت کی طرف سے قربانی کرے تو اس کا سارا گوشت اور کھال وغیرہ صدقہ کر دے۔

۵) قربانی کا جانور پہلے سے خرید کر اسے کھلا پلا کر مونا کرنا جائز ہے۔

(دیکھئے تفلیق التعلیق ۶/۵ دسندہ صحیح)

۵) عید گاہ میں قربانی کرنا جائز ہے اور عید گاہ کے باہر مثلاً اپنے گھر میں یا گھر سے باہر وغیرہ میں قربانی کرنا بھی جائز ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۵۵۵۲، ۵۵۵۱)

۶) قربانی کا جانور خود ذبح کرنا سنت ہے اور دوسرے سے ذبح کروانا بھی جائز ہے۔

(دیکھئے سوطا امام مالک، رولہ ابن القاسم شافعی: ۱۳۵)

۷) اگر مسنون یا نفلی قربانی کا جانور گرم ہو جائے تو جانور کے مالک کی مرضی ہے کہ دوسرا جانور لے کر قربانی کرے یا قربانی نہ کرے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ ۹/۲۸۹ دسندہ صحیح)

۸) سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے قربانی کے جانوروں میں ایک کانی اونٹنی دیکھی تو فرمایا: اگر یہ خریدنے کے بعد کانی ہوئی ہے تو اس کی قربانی کر لو اور اگر خریدنے سے پہلے یہ کانی تھی تو اسے بدل کر دوسری اونٹنی کی قربانی کرو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۸۹ دسندہ صحیح)

ثابت ہوا کہ اگر قربانی کا جانور خرید لیا جائے اور اس کے بعد اس میں کوئی نقص واقع ہو جائے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

۹) اگر قربانی کا ارادہ رکھنے والا کوئی شخص ناخن یا بال کٹوا دے اور پھر قربانی کرے تو اس کی قربانی ہو جائے گی، لیکن یہ شخص گناہ گار ہوگا۔ (الشرح لمصح ۳/۴۳۰)

۱۰) اگر کسی دوسرے کی طرف سے قربانی کی جائے تو ذبح کرتے وقت اس آدمی کا نام لیتے ہوئے یہ کہنا چاہئے کہ یہ قربانی اُس کی طرف سے ہے۔

تنبیہ: اس سلسلے میں تفصیلی دلائل و مسائل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (۲/۲۱۱-۲۱۹)

- (۱۱) خصی جانور کی قربانی جائز ہے اور اس کے ناجائز ہونے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔
- (۱۲) اگر کسی آدمی کو اللہ نے مال و دولت عطا کیا ہوا ہے تو وہ کئی قربانیاں کر سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے اس عمل سے غرباء و مساکین اور عام مسلمانوں کا فائدہ ہوگا۔
- (۱۳) گائے کا گوشت کھانا بالکل حلال ہے اور کسی قسم کی کسی بیماری کا کوئی خطرہ نہیں ہے
- إلا یہ کہ کوئی شخص بذاتِ خود ہی بیمار ہو۔ جس روایت میں آیا ہے کہ گائے کے گوشت میں بیماری ہے، وہ روایت ضعیف ہے اور اسے صحیح قرار دینا غلط ہے۔
- (۱۴) اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم (۳۶۰، دارالسلام: ۸۰۲) کی حدیث سے ثابت ہے اور دوسرا گوشت مثلاً گائے، بکری اور بھیڑ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۱۵) قربانی کا اصل مقصد یہ ہے کہ تقویٰ حاصل ہو، لہذا ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ (دیکھئے سورۃ الحج: ۳۷)

(۱۶) قربانی کے جانور (مثلاً گائے) میں عقیقے کے حصے شامل کر دینا جائز نہیں اور یاد رہے کہ عقیقے میں صرف بکرا بکری یا بھیڑ بنے ذبح کرنا ہی ثابت ہے، لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک۔ عقیقہ علیحدہ کرنا چاہئے اور قربانی علیحدہ کرنی چاہئے۔

جھوٹ بولنے، غیبت کرنے، چغلی کھانے اور ہر قسم کے کبیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو ہمیشہ بچائیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اور ہمارے اعمال اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ آمین

وما علینا إلا البلاغ

جامعۃ الامام البخاری، مقام حیات سرگودھا

(۸/اکتوبر ۲۰۱۱ء)

## ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنا، جائز ہے

[ بعض علماء کا یہ موقف ہے کہ ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنا جائز نہیں، درج ذیل مضمون ان علماء کا رد ہے۔ ]

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين، أما بعد:  
یہ بالکل صحیح ہے کہ بچہ بچی پیدا ہونے پر ساتویں دن عقیقہ کرنا مسنون ہے، جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے اور اگر ساتویں دن کسی عذر کی وجہ سے عقیقہ نہ ہو سکے تو چودھویں دن اور اگر چودھویں دن نہ ہو سکے تو اکیسویں دن عقیقہ کرنا آثار کی رو سے صحیح ہے اور اگر اکیسویں دن بھی موقع نہ مل سکے تو زندگی میں جب بھی موقع ملے عقیقہ کر لینا چاہئے۔  
اس مسئلے کی دو دلیلیں پیش خدمت ہیں:

(۱) امام طبرانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”حدثنا أحمد قال: حدثنا الهيثم قال: حدثنا عبد الله عن ثمامة عن أنس: أن النبي (ﷺ) عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ مَا بَعَثَ نَبِيًّا.“  
انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک نبی (ﷺ) نے نبی مبعوث ہونے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا تھا۔ (المجم الاوسط ۱/۲۹۸ ح ۸۸۳ شاملہ)

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے اور یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

۱: مشکل الآثار للطحاوی (۳/۴۶۶ ح ۸۸۳)

عن الحسن بن عبد الله بن منصور الباسي عن الهيثم بن جميل به .

۲: المختار للمفضيأ المقدسی (۲/۳۵۱ ح ۱۸۳۳)

سن حدیث أبي حاتم الرازي: ثنا عمرو بن محمد الناقد: ثنا الهيثم بن جميل به .

۳: الحلی لابن حزم (۵۲۸/۷)

من حدیث ابراہیم بن إسحاق السراج: ثنا عمرو بن محمد الناقد به .

۴: کتاب العیال لابن ابی الدنیا (۶۶ح)

عن عمرو بن محمد الناقد به .

اب اس سند کے راویوں کی مختصر و جامع توثیق درج ذیل ہے:

۱: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی مشہور

۲: ثمامہ (بن عبد اللہ) بن انس رحمہ اللہ

جمہور نے آپ کی توثیق کی ہے، اور آپ صحیح الحدیث و حسن الحدیث راوی ہیں۔

آپ کی بیان کردہ روایات صحیح بخاری (۱۰۱۰، ۹۳۵۳) وغیرہ میں موجود ہیں۔

و قال الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ : صدوق .

(تقریب التہذیب: ۸۹۴ و رملز ع / الکتب الستہ)

نیز دیکھئے صحیح البخاری (۹۳، ۹۵، ۱۵۱۷، ۲۳۸۷ ...)

صحیح مسلم (۲۰۲۸، ترقیم دار السلام: ۵۲۸۶)

۳: عبد اللہ بن المثنیٰ بن انس رحمہ اللہ

آپ جمہور کے نزدیک موثق راوی اور حسن الحدیث ہیں۔

آپ پر بعض کی جرح مرجوح ہے۔

صحیح بخاری میں آپ کی درج ذیل روایات موجود ہیں:

۹۳، ۹۵، ۱۰۱۰، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۲۳۸۷ .....

نیز دیکھئے مفتاح صحیح البخاری (ص ۹۴)

۴: یثم بن جمیل الانطاکی رحمہ اللہ

آپ صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ اہل حدیث تھے۔ جمہور نے آپ کی توثیق کی ہے اور

آپ پر امام ابن عدی وغیرہ کی جرح مرجوح و ناقابل سماعت ہے، نیز آپ پر اختلاط کا

الزام باطل ہے۔

۵: یثم بن جمیل رحمہ اللہ سے یہ حدیث درج ذیل راویوں نے بیان کی ہے:

اول: احمد بن مسعود الدمشقی المقدسی الخياط رحمہ اللہ

آپ سے ابو عوانہ نے صحیح ابی عوانہ میں روایت بیان کی اور ضیاء المقدسی نے آپ کی حدیث کو صحیح قرار دیا، یعنی آپ حسن الحدیث ہیں۔

دوم: حسن بن عبد اللہ بن منصور الباسی رحمہ اللہ

آپ سے امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ میں روایت بیان کی (ح ۲۹۲، ۲۳۱۱)

سوم: عمرو بن محمد الناقد رحمہ اللہ

آپ صحیحین کے راوی اور ثقہ حافظ تھے۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ اور حجت ہے۔

اس حدیث کے بارے میں بعض علماء کی خاص تحقیق درج ذیل ہے:

۱: ضیاء المقدسی نے المختارہ میں اسے درج کر کے صحیح قرار دیا۔

۲: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”فالحديث قوي الإسناد“ پس (یہ) حدیث

بلحاظ سند قوی ہے۔ (فتح الباری ۵۹۵/۹)

حافظ بیہقی کے کلام کے لئے دیکھئے مجمع الزوائد (۹۴/۴ ح ۶۲۰۳)

معاصرین میں سے شیخ البانی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا:

”وهذا إسناد حسن ...“ اور یہ سند حسن ہے۔ (السلسلة الصحيحة ۶/۲۲۵ ح ۲۷۲۶)

نیز محترم حافظ ابوبیہکی نور پوری حفظہ اللہ نے بھی اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ صاف ثابت ہے کہ اگر کسی وجہ سے ساتویں دن عقیقہ نہ ہو

سکے تو بعد میں جب موقع ملے (مثلاً چالیس سال کے بعد بھی) عقیقہ کرنا جائز ہے اور اسے

ناجائز قرار دینا غلط ہے۔

بعض علماء نے احتمال کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی تخصیص

ہے، لیکن اس دعوے پر کوئی صریح دلیل نہیں، لہذا اس دعوے میں نظر ہے۔ واللہ اعلم  
 (۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(( کل غلام مرتھن بعقیقہ )) ہر بچہ اپنے عقیقے کی وجہ سے رہن رہتا ہے۔

(مشقی ابن الجارود: ۹۱۰ وسند حسن)

یاد رہے کہ ساتویں روز عقیقہ کرنے والی روایت صحیح ہے اور جس روایت میں چودہ اور

اکیس دن کا ذکر ہے، وہ روایت ضعیف ہے۔ (دیکھئے میری کتاب: توضیح الاحکام ۲/۱۸۴-۱۸۵)

لیکن اس مسئلے پر عطاء، بن ابی رباح تابعی اور سلف صالحین کے آثار ثابت ہیں۔

بہتر اور مستحب یہی ہے کہ ساتویں دن عقیقہ کیا جائے، لیکن فقرہ نمبر ۱، فقرہ نمبر ۲ (کل

غلام مرتھن بعقیقہ) اور آثار سلف صالحین کی رو سے ساتویں دن کے بعد بھی عقیقہ کرنا جائز ہے۔

جب ہر بچہ عقیقے کی وجہ سے رہن رہتا ہے تو ہر رہن کو چھڑانا بھی چاہئے اور شرعی عذر

وغیرہ سے رہ جانے والے انسانوں کو چاہئے کہ جب موقع ملے عقیقہ کر کے بچے کو اس رہن سے چھڑوالیں۔

ابن حزم اندلسی نے لکھا ہے:

اگر ساتویں دن عقیقہ کا جانور ذبح نہ کر سکے تو اس کے بعد جب بھی اس فرض کی ادائیگی پر

وہ استطاعت رکھے تو ایسا (یعنی بچے کا عقیقہ) کر لے۔ (المجلد ۶/۲۲۱)

اس قول کا کوئی بھی مخالف نہیں، بلکہ (امام احمد بن حنبل، جیسا کہ آگے آ رہا ہے اور)

ابن القیم وغیرہ اس کے مویدین میں سے ہیں اور اس قول کے صحیح ہونے پر (ہمارے علم

کے مطابق) اجماع ہے۔ واللہ اعلم.

خلاصۃ التحقيق: اگر کسی عذر کی وجہ سے ساتویں دن عقیقہ کی سنت پر عمل نہ ہو سکے تو پھر

جب بھی زندگی میں موقع ملے عقیقہ کر لینا چاہئے اور یہی رائج و صواب ہے۔

(۲۸/ ستمبر ۲۰۱۱ء)

فوائد:

۱: امام ابو بکر ابن ابی الدین رحمہ اللہ نے فرمایا:

”حدثنا الحسين بن محمد: ثنا يزيد بن زريع عن حسين المعلم قال: سألت عطاء عن العقيقة، فقال: عن الغلام شاتان و عن الجارية شاة، تذبح يوم

السابع إن تيسر و إلا فأربع عشرة و إلا فأحدى و عشرين.“

حسین (بن ذکوان) المعلم (العوزی البصری المکتب) سے روایت ہے کہ میں نے عطاء (بن ابی رباح) سے عقیقے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ہے، اگر میسر ہو تو ساتویں دن ذبح کی جائے، اور اگر نہ ہو سکے تو چودھویں دن اور (اس میں بھی) اگر نہ ہو سکے تو اکیسویں دن (ذبح کی جائے۔) (کتاب العیال لابن ابی الدین ص ۲۸ ح ۶۱، مطبوعہ مکتبۃ القرآن للطبع والنشر والتوزیع، القاہرہ مصر، تحقیق سعد عبدالحمید السعدنی)

اس اثر کی سند صحیح ہے اور راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

(۱) ابو علی الحسین بن محمد بن ایوب الذاریع السعدی البصری رحمہ اللہ

صدوق (تقریب الجہد یب: ۱۳۸۰)

ثقة (اکاشف للذہبی: ۱۱۰۶)

انھیں حافظ ابن حبان وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔

(۲) ابو معاویہ یزید بن زریع البصری رحمہ اللہ

ثقة ثبت / من رجال الستة (تقریب الجہد یب: ۸۶۸۹)

(۳) الحسین بن ذکوان المعلم العوزی المکتب رحمہ اللہ

ثقة / من رجال الستة،

و أخطأ من قال: ”ربما وهم“

و ثقہ الجمهور و جرح العقیلی وغیرہ فیہ مردود.

## (۴) عطاء بن ابی رباح القرشی البکری رحمہ اللہ

ثقة فقیہ فاضل / من رجال الستة ، و أخطأ من قال : ” إنه تغیر بآخره “ ولم یکن ذلك منه ، و كذلك أخطأ من قال : ” لكنه كثير الارسال “ لأنه لا علاقة له هاهنا .

ثقة اور جلیل القدر تابعی امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے اس ارشاد گرامی سے معلوم ہوا کہ اگر ولادت مولود کے ساتویں دن عقیقہ نہ ہو سکے تو چودھویں اور اکیسویں دن عقیقہ کرنا جائز ہے۔

امام عطاء سے ایک روایت میں آیا ہے کہ ”و إن لم یعق عنه فكسب الغلام عقی عن نفسه.“ اور اگر اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو، پھر لڑکا (خود) کمائی کرے تو وہ اپنا عقیقہ خود کرے گا۔ (العیال لابن ابی الدنیا: ۷۰)

اس روایت کے راوی طریف بن عیسیٰ العمری کی توثیق صرف حافظ ابن حبان (الثقات ۸/۳۲۷) منذری (الترغیب والترہیب ۳/۱۵۱) اور بیہقی (مجمع الزوائد ۹/۱۷۳) سے ثابت ہے لیکن اس توثیق میں نظر ہے۔ واللہ اعلم

۲: امام صالح بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ”و كان يستحب لمن عقی ولده أن یذبح عنه يوم السابع فإن لم یفعل ففي أربع عشرة فإن لم [یفعل] ففي احدى و عشرين“ اور آپ (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) اپنی اولاد میں سے جس کا عقیقہ کرتے تو پسند کرتے کہ ساتویں دن عقیقہ کیا جائے، پھر اگر ایسا نہ ہو تو چودھویں دن، اور اگر یہ (بھی) نہ ہو تو اکیسویں دن۔

(مسائل صالح بن احمد ۲/۲۱۰ فقرہ: ۷۸۳، مطبوعہ الدار العلمیہ دہلی الہند، تحفۃ المودود ص ۳۸)

محقق کتاب کا تحفۃ المودود کو مد نظر رکھتے ہوئے یہی رجحان ہے کہ یہ قول امام احمد کا ہے۔ ابن ہانی نے کہا: میں نے ابو عبد اللہ (احمد بن حنبل) سے نبی ﷺ کی حدیث: ((الغلام مرتہن بعقیقته ۱۰)) بچہ اپنے عقیقے (نہ ہونے) کی وجہ سے رہن رہتا ہے، کے بارے میں



پوچھا، اس کا معنی کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: ”نعم! سنة النبي ﷺ أن يعق عن الغلام شاتان و عن الجارية شاة، فإذا لم يعق عنه فهو محتبس بعقيقته حتى يعق عنه.“ جی ہاں! نبی ﷺ کی یہ سنت ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (عقیقہ کی جائے) پس اگر اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو وہ اپنے عقیقے کی وجہ سے گرفتار رہتا ہے حتیٰ کہ اس کا عقیقہ کر دیا جائے۔ (مسائل ابن ہانی ۲/۱۳۰، فقرہ ۱۷۳۶)

اس اثر سے ثابت ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مرتہن والی حدیث کی رو سے اکیسویں تاریخ کے بعد بھی عقیقہ کرنے کے قائل تھے اور اس مسئلے میں ابن حزم کا تفرقہ نہیں۔  
۳: امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا کہ ساتویں دن عقیقہ کیا جائے (جیسا کہ احمد نے فرمایا)، اور اگر میسر نہ ہو تو چودھویں دن اور اگر میسر نہ ہو تو اکیسویں دن اور یہ سب سنت ہے۔ (مسائل الامام احمد واسحاق، روایۃ الکونج ۲/۳۵۶ فقرہ ۲۷۹۰، مطبوعہ دارالبحرۃ للنشر والتوزیع، جزیرۃ العرب یعنی سعودی عرب)

۴: حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”والحجة على ذلك حديث سمرة المتقدم: الغلام مرتہن بعقيقته، تذبح عنه يوم السابع ويسمى“ اور (ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنا) اس کی دلیل سرہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سابقہ دلیل ہے: بچہ اپنے عقیقے کی وجہ سے رہن رہتا ہے، ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جاتا ہے اور نام رکھا جاتا ہے۔

(تحفۃ المودود باحكام المولود ص ۴۹، الفصل الثامن، في الوقت الذي يستحب فيه العقيقة)  
موسیٰ بن احمد بن موسیٰ بن سالم بن عیسیٰ بن سالم المقدسی الجبالی الکلتانی الصالحی (متوفی ۹۶۸ھ) نے لکھا ہے: ”فإن فات ففي أحد و عشرين ولا تعتبر الأسابيع بعد ذلك فيعق بعد ذلك في أي يوم أراد ولا تختص العقيقة بالصغير.“  
پھر اگر (چودھویں دن) نہ ہو سکے تو اکیسویں دن (عقیقہ کرنا چاہئے) اور اس کے بعد ہفتوں کا کوئی اعتبار نہیں، لہذا جس دن چاہے عقیقہ کر لے اور عقیقہ چھوٹے بچے کے ساتھ مخصوص نہیں۔ (الاقناع فی فقہ الامام احمد ۱/۴۱۱ شاملہ)

تذكرة الراوى



## مُحَمَّد بن ابی حمید الطویل رحمہ اللہ

مشہور ثقہ تابعی اور کثیر احادیث کے راوی امام محمد الطویل رحمہ اللہ کا مختصر اور جامع تذکرہ درج ذیل ہے:

ولادت: ۶۸۶ یا ۶۸۷ھ

نام و نسب: ابو عبیدہ حمید بن ابی حمید الطویل البصری رحمہ اللہ

آپ کے والد کے نام میں دس مختلف اقوال ہیں، لیکن یہ اختلاف یہاں روایتِ حدیث میں قطعاً مضرت نہیں ہے۔

اساتذہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، امام ثابت بن اسلم البنانی اور امام حسن بصری وغیرہم رحمہم اللہ

تلامذہ: امام اسماعیل بن ابراہیم عرف ابن علیہ، امام حماد بن زید، امام حمید الطویل کے بھانجے امام حماد بن سلمہ، امام زہیر بن معاویہ اور امام شعبہ وغیرہم رحمہم اللہ روایتِ حدیث میں مقام: آپ کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ثقہ۔ (کتاب الجرح والتعديل ۳/۲۱۹ وسندہ صحیح)

امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: ثقہ لا بأس به۔ (ایضاً ۲۱۹)

امام ابوالحسن العلی نے فرمایا: ”تابعی ثقہ وهو خال حماد بن سلمة“ ثقہ تابعی اور وہ

حماد بن سلمہ کے ماموں تھے۔ (التاریخ: ۳۷۰، دوسرے نسخہ: ۳۳۵)

حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (۱۴۸/۳)

اور مورخ ابن سعد نے کہا: ”وكان حميد ثقة كثير الحديث إلا أنه ربما دلس

عن أنس بن مالك“ وہ ثقہ تھے، کثرت سے حدیثیں بیان کرتے تھے، لیکن بعض اوقات

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے تدلیس کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۲/۲۵۲) وغیرہم ذلك۔

تدلیس کا مسئلہ: متعدد علمائے حدیث نے انھیں مدلس قرار دیا، مثلاً حافظ ذہبی نے فرمایا:

”ثقة جلیل، مدلس“ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۱۰)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”ثقة مدلس“ (تقریب التہذیب: ۱۵۳۳)

حافظ ابن حجر نے انھیں مدلسین کے طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا، جن کی حدیث حافظ صاحب کے نزدیک بھی حجت نہیں ہوتی اور کہا: انس (رضی اللہ عنہ) کے شاگرد (اور) مشہور ہیں، وہ ان سے بہت زیادہ تدلیس کرتے تھے حتیٰ کہ یہ کہا گیا: ان کی ان (سیدنا انس رضی اللہ عنہ) سے عام حدیثیں ثابت اور قنادہ کے واسطے سے ہیں۔ (طبقات المدلسین ص ۸۶)

دوسری طرف امام حمید الطویل کے بھانجے امام حماد بن سلمہ نے فرمایا: ”عامۃ ما یروی حمید عن انس سمعہ من ثابت“ حمید نے انس (رضی اللہ عنہ) سے جو عام روایتیں بیان کیں، وہ انھوں نے ثابت سے سنیں۔ (المجذبات للبغوی: ۱۳۶۹، وسندہ حسن، دوسرا نسخہ: ۱۵۱۹)

امام شعبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”لم یسمع حمید من انس إلا أربعة وعشرین حدیثاً، و الباقي سمعها أو أثبتہ فیہا ثابت“

حمید نے انس سے صرف چوبیس حدیثیں سنیں اور باقی ثابت (البنانی) سے سنیں یا انھوں نے سمجھایا۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۴۵۸۲ وسندہ صحیح)

یہ قول ذکر کر کے حافظ علائی نے کہا: ”فعلى تقدير أن يكون مراسيل قد تبين الواسطة فیہا وهو ثقة محتج به“ پس اس لحاظ سے یہ مراسیل روایتیں بنتی ہیں جن کا واسطہ معلوم ہو چکا ہے اور وہ (ثابت البنانی) ثقہ حجت تھے۔ (جامع التحصیل ص ۱۶۸، رقم ۱۴۳)

امام ابن عدی نے فرمایا: ”و سمع الباقي من ثابت عنه“

اور انھوں نے باقی (تمام) روایات ثابت (البنانی) سے سنیں، انھوں نے وہ انس (رضی اللہ عنہ) سے بیان کیں۔ (اکال ۲/۶۸۳، دوسرا نسخہ: ۶۷)

حافظ ابن حبان نے فرمایا: اور وہ (حمید الطویل) تدلیس کرتے تھے، انھوں نے (ابن حبان کی تحقیق کے مطابق) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے اٹھارہ حدیثیں سنیں اور باقی ثابت

(البنانی) سے سنیں، پھر ان سے تدلیس کر دی۔ (کتاب الثقات ۴/۱۳۸)

امام ابو حاتم الرازی اور امام ابو زرعہ الرازی دونوں نے حمید عن انس والی سند کے مقابلے میں حمید عن ثابت عن انس کی سند کو صحیح قرار دیا اور فرمایا: ”وکان حمید کثیراً ما یوسل“ اور حمید کثرت سے ارسال کرتے تھے۔ (علل المحدث: ۲۰۷۱)

قول مذکور میں ارسال سے مراد تدلیس ہے۔

اس تحقیق کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱: حمید الطویل مدلس تھے۔

۲: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے حمید الطویل کی معنعن روایت بھی صحیح ہوتی ہے۔

تنبیہ: حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں یہ اشارہ کیا ہے کہ حمید الطویل قتادہ عن انس کی سند والی تدلیس بھی کرتے تھے، یعنی قتادہ کو درمیان سے گرا دیتے تھے، لیکن یہ بات صحیح سند سے ثابت نہیں۔ اس کاراوی درست حالک (سخت مجروح) تھا۔

دیکھئے تہذیب التہذیب (۳/۴۰)، دوسرا نسخہ (۳/۳۶)

حافظ ابن حجر نے ثقہ امام ابو بکر (احمد بن ہارون) البردبجی سے کسی سند کے بغیر نقل کیا:

”و اما حدیث حمید فلا یحتج منه إلا بما قال حدثنا انس“

اور رہی حمید کی حدیث تو حجت نہیں، سوائے اس کے جس میں وہ حد ثنا انس کہیں۔

(تہذیب التہذیب ۳/۴۰، دوسرا نسخہ ۳/۳۵)

یہ قول بھی مذکورہ بالا وضاحت اور خاص دلیل کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔

راقم الحروف نے حافظ ابن حجر اور ابو بکر البردبجی وغیرہما پر اعتماد کرتے ہوئے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے حمید الطویل کی کئی معنعن روایات کو ضعیف قرار دیا تھا، لیکن اب صحیح واسطہ اور خاص دلیل معلوم ہونے کے بعد میں رجوع کرتا ہوں اور صحیح یہ ہے کہ حمید کی انس رضی اللہ عنہ سے معنعن روایت بھی صحیح ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

وفات: ۱۴۲، یا ۱۴۳ھ، آپ حالت نماز میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ (۲۷/مئی ۲۰۱۱ء)

## محمود بن اسحاق البخاری الخزاعی القواس رحمہ اللہ

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی دو مشہور کتابوں (جزء رفع الیدین اور جزء القراءة) کے راوی ابواسحاق محمود بن اسحاق الخزاعی القواس رحمہ اللہ کا جامع و مفید تذکرہ درج ذیل ہے:

نام و نسب: ابواسحاق محمود بن اسحاق بن محمود القواس البخاری الخزاعی رحمہ اللہ  
اساتذہ: آپ کے اساتذہ میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

- ۱: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ
  - ۲: محمد بن الحسن بن جعفر البخاری (الارشاد للخطیبی ۳/ ۹۶۷-۹۶۸ رقم ۸۹۵)
  - ۳: ابو عصمہ سہل بن المتوکل بن حجر البخاری / ثقہ (الارشاد ۳/ ۹۶۹ رقم ۸۹۷)
- سہل بن المتوکل کو حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات (۸/ ۲۹۴) میں ذکر کیا ہے اور حافظ خطیبی نے ثقہ کہا ہے۔

- ۴: ابو عمر و حریث بن عبد الرحمن البخاری (الارشاد ۳/ ۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲ ت ۸۹۸)
- ۵: ابو عبد اللہ محمد بن عبدک البخاری الجدی (الانساب للسمعانی ۲/ ۳۱-۳۲)
- ۶: خلف بن الولید، ابوصالح البخاری (المحقق والمفترق للخطیب ۳۲/ ۱ شاملہ)
- ۷: احمد بن حاتم بن داود الحمکی، ابو جعفر السلمی (بجرا القوائد: ۱۹۱) وغیرہم رحمہم اللہ

تلامذہ: ہمارے علم کے مطابق آپ کے تلامذہ (شاگردوں) کے نام درج ذیل ہیں:

- ۱: ابونصر محمد بن احمد بن موسیٰ بن جعفر الملاحی البخاری (تاریخ بغداد ۶/ ۸۳، مشیخۃ الایموی ۱۶۵، التحقیق لابن الجوری ۱/ ۲۷۴ ح ۶۶۳ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۷۴ وسندہ صحیح)
- ۲: ابو العباس احمد بن محمد بن الحسن بن اسحاق الرازی الضریر (تاریخ بغداد ۱۳/ ۴۳۸ ت ۲۹۷ وسندہ صحیح)

ابوالعباس الرازی الصغیر کے بارے میں خطیب بغدادی نے فرمایا: ”و كان ثقة حافظاً“  
(تاریخ بغداد ۴/۳۳۵)

۳: ابومکر محمد بن ابی اسحاق ابراہیم بن یعقوب الکلاباذی البخاری (بحر الفوائد ج ۲۳، ۱۹۱، ۱۹۲)  
یہ صاحب کتاب ہیں اور ان کا ذکر تاج التراجم (ص ۳۳۳-۳۳۵) وغیرہ میں  
موجود ہے۔

۴: امام ابوالفضل احمد بن علی بن عمرو بن حمد السلیمانی الیکندی البخاری رحمہ اللہ  
(تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۲۶ ص ۱۶۶-۱۶۷، تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۶-۳۶۰ تا ۹۶۰)

ان کے حالات کے لئے دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۱۷/۲۰۰-۲۰۱) وغیرہ۔  
۵: ابوالحسین محمد بن عمران بن موسیٰ الجرجانی (الحق والمقرر للخطیب ۱/۳۳۳ ج ۵۰۸)  
ان کا ذکر تاریخ جرجان للسیہی (ص ۴۲۳-۴۲۴ تا ۴۲۶) میں ہے۔

۶: ابوالحسین احمد بن محمد بن یوسف الازدی البخاری (تاریخ بغداد ۱۰/۲۸ تا ۵۱۳)  
۷: ابونصر احمد بن محمد بن الحسن بن حامد بن ہارون بن المنذر بن عبد الجبار النیازی  
الکرمینی۔

سرقت و بخارا کی کوئی محدثانہ مکمل تاریخ میرے پاس موجود نہیں اور ”القندنی ذکر علماء  
سرقت“ للنسفی موجود ہے، لیکن شروع اور آخر سے ناقص چھپی ہے، محمود نام کے راویوں والا  
حصہ شائع ہی نہیں ہوا۔ واللہ اعلم

علمی کارنامہ: آپ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی دو مشہور کتابوں: جزء رفع  
الیدین اور جزء القراءة کے بنیادی راوی ہیں۔ (نیز دیکھئے ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۲)  
علمی مقام: یمن کے مشہور عالم مولانا شیخ عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمی رحمہ اللہ نے زاہد بن  
حسن کوثری (جہمی) کو مخاطب کر کے لکھا ہے: ”إذا كان أهل العلم قد وثقوهما و  
ثبتوهما ولم يتكلم أحد منهم فيهما فماذا ينفعك أن تقول: لا تثق بهما؟“  
جب اہل علم (محدثین و علماء) نے ان دونوں (محمود بن اسحاق الخزاعی اور احمد بن محمد بن



الحسین الرازی) کو ثقہ اور ثبت قرار دیا ہے، کسی ایک نے بھی ان دونوں پر کوئی (جرح والا) کلام نہیں کیا تو تمہارا یہ کہنا: ہم ان پر اعتماد نہیں کرتے، کیا فائدہ دے گا؟

(التکلیل بمائی تانیب الکوثری من الاباطیل ۱/۴۷۵ ت ۲۳۲)

اب محمود بن اسحاق رحمہ اللہ کی صریح اور غیر صریح توثیق کے دس سے زیادہ حوالے پیش خدمت ہیں:

۱: حافظ ابن حجر العسقلانی نے محمود بن اسحاق کی بیان کردہ ایک روایت کو ”حسن“ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے موافقہ البحر الخمر فی تخریج احادیث المختصر ۱/۴۱۷)

تنبیہ: راوی کی منفرد روایت کو حسن یا صحیح کہنا، اُس راوی کی توثیق ہوتی ہے۔

(دیکھئے نصب الراية ۱/۱۳۹، ۲/۲۶۴)

۲: علامہ نووی نے جزء رفع الیدین سے ایک روایت بطور جزم نقل کی اور فرمایا:

”یاسنادہ الصحيح عن نافع“ (المجموع شرح المہذب ۳/۴۰۵)

معلوم ہوا کہ نووی جزء رفع الیدین کو امام بخاری کی صحیح و ثابت کتاب سمجھتے تھے۔

۳: ابن الملقن (صوفی) نے جزء رفع الیدین سے ایک روایت بطور جزم نقل کی اور

فرمایا: ”یاسناد صحيح عن نافع عن ابن عمر“ (البدیع السیر ۳/۴۷۸)

۴: زیلعی حنفی نے جزء رفع الیدین سے روایات بطور جزم نقل کیں۔

(دیکھئے نصب الراية ۱/۳۹۰، ۳۹۳، ۳۹۵)

۵: مشہور محدث ابو بکر البیہقی رحمہ اللہ نے محمود بن اسحاق کی روایت کردہ کتاب: جزء

القراءة للبخاری کو بطور جزم امام بخاری سے نقل کیا ہے۔

(مثلاً دیکھئے کتاب القراءة خلف الامام للبیہقی ص ۲۳ ح ۲۸)

۶: علامہ ابوالحجاج المزنی رحمہ اللہ نے جزء القراءة کو بطور جزم امام بخاری سے نقل کیا

ہے۔ (مثلاً دیکھئے تہذیب الکمال ج ۳ ص ۱۷۲، سعید بن سنان البرجی)

۷: یعنی حنفی نے جزء رفع الیدین کو امام بخاری سے بطور جزم نقل کیا ہے۔

(دیکھئے عمدۃ القاری ۲/۵ تحت ح ۷۳۵)

نیز دیکھئے شرح سنن ابی داؤد اللعینی (۳/۲۵۰ ح ۷۳۲) اور معانی الاخبار (۳/۴۷۶)

۸: بدرالدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ الزرکشی نے جزء مذکور کو بطور جزم نقل کیا۔

(دیکھئے البحر المحیط فی اصول الفقہ ۴/۴۳۹ مکتبہ شاملہ)

۹: محمد الزرقانی نے جزء رفع الیدین کو امام بخاری سے بطور جزم نقل کیا ہے۔

(دیکھئے شرح الزرقانی علی الموطأ ۱/۵۸ تحت ح ۲۰۴ باب ما جاء فی افتتاح الصلاة)

۱۰: سیوطی نے فض الوعاء میں جزء رفع الیدین کو بطور جزم امام بخاری سے نقل کیا۔

(دیکھئے فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین بالدماء ۱/۵۹ قبل ح ۱۸)

۱۱: ذہبی (الفتح کتاب التحقیق لا حدیث التعلیق ۱/۲۳۹ مکتبہ زار مصطفیٰ الباز/مکہ)

۱۲: مغلطائی حنفی (دیکھئے شرح سنن ابن ماجہ لمغلطائی ۱/۱۴۱۳، ۲/۱۳۶۶، ۸/۸ شاملہ)

وغیر ذلک مثلاً دیکھئے تنقیح التحقيق (۲/۲۱۸ ح ۷۵۸، ۱/۷۷۸ شاملہ)

آل دیوبند و آل بریلی اور آل تقلید کے کئی علماء نے جزء رفع الیدین اور جزء القراءة (کلاہما للبخاری) دونوں یا کسی ایک (کو بالجزم امام بخاری سے نقل کر رکھا ہے، جن میں سے بعض حوالے درج ذیل ہیں:

۱: نیموی (آثار السنن: ۶۳۵ وقال: ”رواہ البخاری فی جزء رفع الیدین و اسنادہ صحیح“)

۲: سرفراز خان صفدر کڑمنگی لکھنؤوی دیوبندی (خزان السنن ص ۳۱۶ حصہ دوم ص ۱۶۶)

۳: صوفی عبد الحمید سواتی دیوبندی (نماز مسنون کلاس ص ۶۳۶)

۴: فیض احمد ملتانی دیوبندی (نماز مدلل ص ۱۱۸، حوالہ نمبر ۲۷۶)

۵: جمیل احمد ندیری دیوبندی (رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۲۶۲)

۶: علی محمد حقانی دیوبندی (نبوی نماز/ سندھی ص ۲۹۲ حصہ اول)

۷: غلام مصطفیٰ نوری بریلوی (نماز نبوی ﷺ ص ۱۶۲)

۸: غلام مرتضیٰ ساقی بریلوی (مسئلہ رفع یدین پر کاغذی ص ۲۶)

۹: ابو یوسف محمدولی درویش دیوبندی (پیشبر خدا ﷺ موع / پشتوس ۴۱۴)

۱۰: عبدالشکور قاسمی دیوبندی وغیرہ (کتاب الصلاة ص ۱۱۳، طبع ندوة العلم کراچی) وغیرہم  
ان سب نے جزء القراءة یا جزء رفع الیدین کے حوالے بطور جزم و بطور حجت نقل کئے ہیں اور بعض نے تورفع الیدین سے مذکور ایک روایت کو صحیح سند قرار دیا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق محمود بن اسحاق پر کسی محدث یا مستند عالم نے کوئی جرح نہیں کی اور ان کی بیان کردہ کتابوں اور روایتوں کو صحیح قرار دینا یا بالجمہوم ذکر کرنا (ان پر جرح نہ ہونے کی حالت میں) اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مذکورہ تمام علماء وغیر علماء کے نزدیک ثقہ و صدوق تھے، لہذا جزء القراءة اور جزء رفع الیدین دونوں کتابیں امام بخاری سے ثابت ہیں اور چودھویں پندرھویں صدی کے بعض الناس کا ان کتابوں پر طعن و اعتراض مردود ہے۔

بعض الناس کی جہالت یا تجاہل کا رد: چودھویں پندرھویں صدی میں بعض الناس (مثلاً امین اوکاڑوی دیوبندی) نے محمود بن اسحاق البخاری کو مجہول کہہ دیا ہے، حالانکہ سات راویوں کی روایت، حافظ ابن حجر اور دیگر علماء وغیر علماء کی توثیق کے بعد مجہول کہنا یہاں باطل و مردود ہے۔ ہمارے علم کے مطابق ۳۳۲ھ میں وفات پانے والے محمود بن اسحاق کو کسی محدث یا مستند عالم نے مجہول العین یا مجہول الحال (مستور) نہیں کہا۔

حافظ ذہبی نے لکھا ہے: ”محمود بن اسحاق البخاری القواس: سمع من محمد ابن اسماعیل البخاری و محمد بن الحسن بن جعفر صاحب یزید بن ہارون و حدث و عمر دھراً. أرّخه الخليلي و قال: ثنا عنه محمد بن أحمد الملاحمي.“ محمود بن اسحاق البخاری القواس: انھوں نے محمد بن اسماعیل البخاری اور یزید بن ہارون کے شاگرد محمد بن الحسن بن جعفر سے سنا، حدیثیں بیان کیں اور ایک (طویل) زمانہ زندہ رہے۔ خلیلی نے ان کی تاریخ وفات بیان کی اور فرمایا: ہمیں محمد بن احمد الملاحمی نے ان سے حدیث بیان کی ہے۔ (تاریخ الاسلام ج ۲۵ ص ۸۳)

اصول حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ جس راوی سے دو یا زیادہ ثقہ راوی حدیث بیان

کریں تو وہ مجہول العین (یعنی مجہول) نہیں ہوتا اور اگر ایسے راوی کی توثیق موجود نہ ہو تو مجہول الحال (مستور) ہوتا ہے۔ چند حوالے درج ذیل ہیں:

۱: خطیب بغدادی نے لکھا ہے: ”و أقل ما ترتفع به الجهالة أن يروي عن الرجل اثنان فصاعداً من المشهورين بالعلم، كذلك“ اور آدمی کی جہالت (مجہول العین ہونا) کم از کم اس سے ختم ہو جاتی ہے کہ اس سے علم کے ساتھ مشہور دو یا زیادہ راوی روایت بیان کریں، اسی طرح ہے۔

۲: (الکفایہ فی علم الروایہ ص ۸۸ واللفظ لہ، شرح لملا علی قاری علی نزہۃ النظر شرح نخبة الفكر ص ۵۱۷) ابن الصلاح الشہر زوری نے لکھا ہے: ”و من روى عنه عدلان و عيناه فقد ارتفعت عنه هذه الجهالة“ اور جس سے دو ثقہ روایت کریں اور اس کا (نام لے کر) تعین کر دیں تو اس سے یہ جہالت (مجہول العین ہونا) ختم ہو جاتی ہے۔

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۳۶، نووع ۲۳، شرح لملا علی قاری ص ۵۱۷)

حافظ ذہبی نے اسامہ بن حفص کے بارے میں لکھا ہے:

”ليس بمجهول فقد روى عنه أربعة“ وہ مجہول نہیں، کیونکہ اس سے چار راویوں نے روایت بیان کی ہے۔ (ہدی الساری لابن حجر ص ۳۸۹)

تنبیہ: یہ عبارت اس سیاق کے ساتھ میزان الاعتدال کے مطبوعہ نسخوں سے گر گئی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ کے مخالف علی بن عبد اکافی السبکی الشافعی نے علانیہ لکھا ہے:

”و برواية اثنين تنتفى جهالة العين فكيف برواية سبعة؟“ دو کی روایت سے جہالت عین مرتفع (یعنی ختم) ہو جاتی ہے، لہذا سات کی روایت سے کس طرح رفع نہ ہوگی؟! (شفاء القام، الباب الاول الحمد یث الاول ص ۹۸)

حافظ ابن عبد البر نے ایک راوی عبد الرحمن بن یزید بن عقبہ بن کریم الانصاری الصدوق کے بارے میں لکھا ہے: ”وقد روى عنه ثلاثة، وقد قيل: رجلا فلين بمجهول“ اس سے تین یا دو آدمیوں نے روایت بیان کی، لہذا وہ مجہول نہیں

ہے۔ (الاستاذ کا را/۱۸۰ ج ۳۹ باب ترک الوضوء ممانست النار)

ابو جعفر النخاس نے کہا: ”و من روى عنه اثنان فليس بمجهول“

اور جس سے دو روایت کریں تو وہ مجہول نہیں۔ (الناخ والسوخ/۱/۳۸ دوسرا/۱۷۱/۱ شاملہ)

یعنی حنفی نے ایک راوی (ابوزید) کے بارے میں لکھا ہے:

”والجهالة عند المحدثين تزول برواية اثنين فصاعداً، فأين الجهالة بعد

ذلك؟! إلا أن يراد جهالة الحال...“ اور محدثین کے نزدیک دو یا زیادہ کی روایت

سے جہالت ختم ہو جاتی ہے، لہذا اس کے بعد جہالت کہاں رہی؟! إلا یہ کہ اس سے جہالت

حال مراد لی جائے... (تخبط الافکار فی تنقیح مابنی الاخبار فی شرح معانی الآثار ۲/۲۸۲ طووز راۃ الادواق قطر)

اس طرح کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں۔

(مثلاً دیکھئے لسان المیزان ۶/۲۲۶، الولید بن محمد بن صالح، مجمع الزوائد/۱/۳۶۲)

۲: ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے عائشہ بنت عجرہ کے بارے میں ایک اصول لکھا ہے:

”ولیس بمجهول من روى عنه اثنان“ اور جس سے دو ثقہ راوی روایت بیان کریں

تو وہ مجہول نہیں ہوتا۔ (اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۰۷ ج ۱۵۳)

تنبیہ: اس کے بعد ”و عرفها يحيى بن معين فقال: لها صحبة“ والی عبارت

علیحدہ ہے اور اس کا اس اصول سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔

ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے مزید لکھا ہے: ”بروایۃ عدلین ترتفع جهالة العين

عند الجمهور ولا تثبت به العدالة“ جمہور کے نزدیک دو ثقہ راویوں کی روایت سے

جہالت عین ختم ہو جاتی ہے اور اس سے عدالت (راوی کی توثیق) ثابت نہیں ہوتی۔

(تواعد فی علوم الحدیث ص ۱۳۰، اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۱۳)

۳: عبد القیوم تھانی دیوبندی نے ایک راوی کے بارے میں لکھا ہے:

”اس کے جواب میں شارحین حدیث فرماتے ہیں۔ کہ ان کا نام یزید ہے اور ان سے تین

راوی روایت کرتے ہیں اور قاعدے کے مطابق جس شخص سے روایت کرنے والے دو

ہوں اس کی جہالت رفع ہو جاتی ہے۔۔۔“ (توضیح السنن ج ۱ ص ۵۷۱ تحت ح ۳۴۵)

نیز دیکھئے توضیح السنن (ج ۲ ص ۶۰۵ تحت ح ۹۹۵-۱۰۰۰)

۴: محمد تقی عثمانی دیوبندی نے ایک مجہول الحال راوی ابو عاتشہ پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا:

”اور اصول حدیث میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ جس شخص سے دوراوی روایت کریں اسکی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے، لہذا جہالت کا اعتراض درست نہیں اور یہ حدیث حسن سے کم نہیں۔“ (درس ترمذی ج ۲ ص ۳۱۵-۳۱۶)

۵: عبدالحق حقانی اکوڑوی دیوبندی نے ایک روایت میں مجہول والے اعتراض کے بارے میں کہا: ”تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجہول کی دو قسم ہیں۔ (۱) مجہول ذات (۲) مجہول صفات جب کسی راوی نے روایت میں حدیثی رجل کہہ دیا اور وہ رجل معلوم نہیں تو یہ مجہول ذات ہے اگر ایسے غیر معلوم رجل سے دو شاگرد جو ثقہ عادل اور تام الضبط ہوں اور امت کو ان پر اعتماد ہو) روایت نقل کر دیں تو ایسے دو تلامذہ کا ایک استاد سے روایت نقل کرنا گویا استاد (رجل مجہول) کی ثقاہت کی شہادت ہے۔ کیونکہ باکمال تلامذہ بے کمال استاد سے کبھی بھی سبق حاصل نہیں کرتے۔“ (حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی ج ۱ ص ۲۰۶)

۶: احمد حسن سنہلی تقلیدی مظفرنگری نے امام ابن ابی شیبہ کے (اپنے مزعوم امام پر) پہلے اعتراض کے جواب میں لکھا ہے:

”پس دو شخصوں نے جب ان سے روایت کی تو جہالت مرتفع ہو گئی سو یہ معروف شمار ہوں گے جیسا کہ یہ قاعدہ اصول حدیث میں ثابت ہو چکا ہے۔۔۔“

(اجوبہ للطیفہ عن بعض رواہ ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ ص ۱۸-۱۹، ترجمان احناف ص ۴۱۸-۴۱۹)

یہ کتاب چار اشخاص کی پسندیدہ ہے:

(۱) اشرف علی تھانوی (دیکھئے ترجمان احناف ص ۴۰۸)

(۲) ماسٹر امین اوکاڑوی (دیکھئے ترجمان احناف ص ۳-۷)

(۳) مشتاق علی شاہ دیوبندی (دیکھئے ترجمان احناف کا پہلا صفحہ)

(۴) محمد الیاس گھسن حیاتی دیوبندی (دیکھئے: فرقہ احمدیہ پاکستان دہندہ تحقیقی جائزہ ص ۳۹۰)

اگر اس حوالے میں مذکورہ اصول حدیث کے مسئلے کا انکار کیا جائے تو آل تقلید کا اپنے مزعوم امام کا، پہلے ہی مسئلے میں دفاع ختم ہو جاتا ہے اور امام ابن ابی شیبہ کا یہ اعتراض صحیح ثابت ہو جاتا ہے کہ (امام) ابو حنیفہ احادیث کی مخالفت کرتے تھے۔

۷: نیوی تقلیدی نے ایک مجہول الحال راوی ابو عائشہ کے بارے میں لکھا ہے:

”قلت: فار تفعت الجہالة بروایة الائنین عنه“

میں نے کہا: پس اس سے دو کی روایت سے جہالت مرتفع (ختم) ہوگئی۔

(آثار السنن ص ۳۹۷ تحت ح ۹۹۵)

نیز دیکھئے آثار السنن (ص ۱۷۷ تحت ح ۳۲۸)

۸: شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے:

”ثم من روى عنه عدلان ارتفعت جهالة عينه“ پھر جس سے دو ثقہ راوی روایت

بیان کریں تو اس کی جہالت عین ختم ہو جاتی ہے۔ (فتح الملمع ج ۱ ص ۶۳، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۷۲)

۹: محمد ارشاد القاسمی بھاگل پوری (دیوبندی) نے لکھا ہے:

”مجہول العین کی روایت دو عادل سے ثابت ہو جائے تو جہالت مرتفع ہو جائے گی۔“

(ارشاد اصول الحدیث ط مزمع پبلشرز ص ۹۵)

۱۰: محمد محمود عالم صفدر (نصفی) اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”یہ بات یاد رہے کہ راوی کے ایک

ہونے پر جہالت کا مدار دوسرے محدثین کے نزدیک ہے، اور ان کے نزدیک اگر دور روایت

کرنے والے ہوں تو جہالت عینی مرتفع ہو جائے گی۔ ہمارے نزدیک مجہول العین وہ ہے

جس سے ایک یا دو حدیثیں مروی ہوں اور اس کی عدالت بھی معلوم نہ ہو عام ہے کہ اس سے

روایت کرنے والے دو یا دو سے زائد ہوں۔ اس قسم کی جہالت اگر صحابی میں ہے تو مضرب نہیں

اور اگر غیر میں ہے تو پھر اگر اس کی حدیث قرن ثانی یا قرن ثالث میں ظاہر ہو جائے تو اس پر

عمل جائز ہوگا اور اگر ظاہر ہو اور سلف اس کی صحت کی گواہی دیں، طعن سے خاموش رہیں تو قبول کر لی جائے گی اور اگر رد کر دیں تو رد کر دی جائے گی اور اگر اختلاف کریں تو اگر موافق قیاس ہوگی تو قبول ورنہ رد کر دی جائے گی۔“ (قطرات الطرس ص ۲۳۸)

نصفیہ اوکاڑوی کے اس دیوبندی اصول سے محمود بن اسحاق الخزاعی اور نافع بن محمود المقدسی وغیرہما رحمہم اللہ کی روایات مقبول (صحیح یا حسن) ہو جاتی ہیں۔

اس طرح کے مزید حوالے بھی تلاش کئے جاسکتے ہیں اور ان سے ثابت ہوا کہ سات شاگردوں والے راوی محمود بن اسحاق رحمہم اللہ کو مطلقاً مجہول یا مجہول العین کہنا بالکل غلط و مردود ہے۔

رہا مجہول الحال یا مستور قرار دینا تو یہ صرف اس صورت میں ہوتا ہے، جب راوی کی توثیق سرے سے موجود نہ ہو (یا ناقابل اعتماد ہو) جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہم اللہ نے لکھا ہے: ”وإن روى عنه اثنان فصاعداً ولم يوثق فهو مجهول الحال وهو المستور وقد قبل روايته جماعة بغير قيد و ردھا الجمهور ...“ ”اگر اس سے دو یا دو سے زائد نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق نہ ہو تو وہ مجہول الحال ہے اور مستور ہے اسے بغیر کسی قید کے ایک جماعت نے قبول کیا ہے، اور جمہور نے رد کر دیا ہے۔“ (زبدۃ النظر شرح نخبة الفکر شرح الملا علی القاری ص ۵۱۷-۵۱۸، قطرات الطرس شرح اردو شرح نخبة الفکر ص ۲۳۶)

ایک جماعت نے قبول کیا ہے، کی تشریح میں ملا علی قاری حنفی نے لکھا ہے:

”منہم أبو حنیفة ...“ ان میں ابو حنیفہ... ہیں۔ (شرح شرح نخبة الفکر ص ۵۱۸)

شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے: ”و من عزاہ الیہ فقد وہم“ اور ان (مستور کی روایت قبول کرنے) میں ابو بکر بن فورک اور ان سے پہلے ابو حنیفہ ہیں، (یہ اصول) شافعی کے خلاف ہے اور جس نے اسے ان (شافعی) کی طرف منسوب کیا ہے (کہ مستور کی روایت مقبول ہے) تو اسے غلطی لگی ہے۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۱۷۰، قدیم نسخہ ج ۱ ص ۶۳)



حبيب الرحمن اعظمی دیوبندی کی پسندیدہ کتاب علوم الحدیث میں محمد عبید اللہ الاسعدی (دیوبندی) نے لکھا ہے: ”امام ابو حنیفہ کے نزدیک مجہول کے احکام کی بابت تفصیل یہ ہے (الف) مجہول العین:۔ یہ حال جرح نہیں ہے اس کی حدیث اس صورت میں غیر مقبول ہو گی جبکہ سلف نے اس کو مردود قرار دیا ہو یا یہ کہ اس کا ظہور عہد تبع تابعین کے بعد ہو۔ اور اگر اس سے پہلے ہو خواہ سلف نے اس کی تقویت کی ہو یا بعض نے موافقت کی ہو یا کہ سب نے سکوت کیا ہو، اس پر عمل درست ہے۔

(ب) مجہول الحال:۔ راوی مقبول ہے، خواہ عدل الظاہر خفی الباطن ہو یا دونوں کی رو سے مجہول ہو۔

(ج) مجہول الاسم:۔ بھی مقبول ہے بشرطیکہ قرون ثلاثہ سے تعلق رکھتا ہو۔

اس تفصیل سے یہ بھی ظاہر ہے کہ امام صاحب کے نزدیک بھی مجہول مطلقاً مقبول نہیں کم از کم قرون ثلاثہ سے تعلق کی قید ضرور ملحوظ ہے جیسا کہ تصریح کی گئی ہے۔“  
(علوم الحدیث ص ۲۰۰)

ابوسعید شیرازی (دیوبندی) نے لکھا ہے:

”جو راوی مجہول العین نہ ہو اور اس کی توثیق بھی کسی سے منقول نہ ہو اسے مستور کہتے ہیں اس کی روایت مقبول ہے۔“ (الیاس محسن کا قافلہ ”حق“ جلد ۳ شمارہ ۲ ص ۲۹)

شیرازی دیوبندی نے اپنے ”سلطان الحدیث“ ملا علی قاری سے نقل کیا ہے:

”اور مستور کی روایت کو ایک جماعت نے بغیر زمانہ کی قید کے قبول کیا ہے انہیں میں سے ابو حنیفہؒ بھی ہیں۔ سخاوی نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس قول کو امام اعظمؒ کی اتباع کرتے ہوئے ابن حبان نے اختیار کیا ہے۔“ (الیاس محسن کا قافلہ ”حق“ جلد ۳ شمارہ ۲ ص ۲۵)

تنبیہ: یہ دعویٰ کہ اس اصول میں حافظ ابن حبان نے حنفیہ کے امام ابو حنیفہ کی اتباع کی ہے، بے دلیل و بے سند ہے۔

دیوبندی ”مفتی“ شبیر احمد (جدید) نے لکھا ہے: ”تیسرے راوی ہیں امام ابو عصمہ

سعد بن معاذ المرزوی۔ ان پر علی زئی نے مجہول ہونے کی جرح نقل کی ہے۔ حالانکہ اصول حدیث کی رو سے یہ جرح بھی مردود ہے، کیونکہ مجہول کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مجہول الحال ۲۔ مجہول العین

مجہول کا مطلب جس کی عدالت ظاہر نہ ہو، مسلمان ہو۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور آپ کے متبعین کے نزدیک مجہول الحال کی روایت قبول کی جائے گی یعنی راوی کا مسلمان ہونا اور فسق سے بچنا اس کی روایت کی قبولیت کے لئے کافی ہے۔

مجہول العین کا مطلب یہ ہے کہ علماء اس راوی اور اس کی روایت کو نہ پہچانتے ہوں۔ اس سے صرف ایک راوی نے نقل کیا ہو بالفاظ دیگر اس سے ایک شاگرد نے روایت نقل کی ہو۔

مجہول کی اقسام میں سے ایک قسم بھی ابو عصمہ پر صادق نہیں آتی نہ مجہول الحال نہ ہی مجہول العین۔ احناف کے اصول کے مطابق تو اس کی روایت قبول ہے ہی دیگر ائمہ کے اصول کے مطابق بھی اس کی روایت قبول ہے کیونکہ ان کے شاگرد کئی ہیں اور یہ ہیں بھی مسلمان۔ لہذا ان کی روایت قبول ہوگی۔“ الخ (الیاس مہسن کا قائلہ ”حق“ جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۲۴)

انصاف پسند قارئین کرام غور کریں کہ ابو عصمہ سے چند راویوں نے روایت بیان کی اور کسی ایک مستند محدث یا عالم نے اس کی صریح یا غیر صریح توثیق نہیں کی، بلکہ حافظ ذہبی نے صاف لکھا ہے کہ ”مجہول و حدیثہ باطل“ وہ مجہول ہے اور اس کی حدیث باطل ہے۔

(میزان الاعتدال ۲/۱۲۵، دوسرا نسخہ ۳/۱۸۵)

اس ابو عصمہ کو تو ثقہ و صدوق ثابت کیا جا رہا ہے (!) اور محمود بن اسحاق الخزاعی

ابخاری و نافع بن محمود المقدسی وغیرہما کو مجہول و مستور کہا جا رہا ہے۔ سبحان اللہ!

خلاصۃ التحقیق: محمود بن اسحاق الخزاعی مذکور، مجہول و مستور نہیں بلکہ ثقہ و صدوق اور صحیح

الحدیث و حسن الحدیث تھے، لہذا ان پر ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی اور مقلدین اوکاڑوی کی جرح مردود ہے۔

وفات: ۳۳۲ھ (تاریخ نوشت: ۴/نومبر ۲۰۱۱ء مکتبۃ الحدیث حضور۔ انک)

## ابو حفص عبداللہ بن عیاش القتبانی المصری رحمہ اللہ

جرح و تعدیل کے لحاظ سے امام عبداللہ بن عیاش القتبانی رحمہ اللہ کا مختصر و جامع تذکرہ درج ذیل ہے:

### جرح

- ۱: ابو حاتم الرازی (قال: ليس بالمتين صدوق يكتب حديثه وهو قريب من ابن لهيعة) الجرح والتعديل ۱۲۶/۵
- ☆ ابن یونس المصری (قال: منكر الحديث) یہ جرح با سند صحیح ثابت نہیں۔
- ☆ ابو داود (قال: ضعيف) یہ جرح با سند صحیح ثابت نہیں۔
- ☆ نسائی (قال: ضعيف) یہ جرح با سند صحیح ثابت نہیں۔
- ۲: ابن حزم قال: فليس معروفاً بالثقة. (المحلی ۷/۳۵۷)

### تعدیل

- ۱: مسلم بن الحجاج (لأنه من رجال صحيح مسلم/ في الشواهد)
- ۲: ابن حبان (ذكره في كتاب الثقات) ۵۱/۷، ۸۹۶۲، وروی له في صحيحه [الموارد: ۲۵۵۱] وقال: من ثقات أهل مصر - [مشاهير علماء الامصار: ۱۵۱۶]
- ۳: ذہبی (قال: الإمام العالم الصدوق) سير اعلام النبلاء ۷/۳۳۳ وقال: احتج به مسلم والنسائي احديثه في عداد الحسن - [النبلاء ۷/۳۳۳]
- ۴: حاکم (صحیح له)

المستدرک ۲/۴۲۲ ح ۳۳۶۸/۴، ۳۸۳ ح ۸۳۳۶/۴، ۲۵۸ ح ۵۶۵

۵: البیہقی (حسن له) ارواء الغلیل: ۱۱۳۳

۶: ابن کثیر (وفقه) تفسیر ابن کثیر ۵/۳۳۲ تحت آیت لن ینال اللہ لحوما ولا دماءها: ۳۷

۷: ابوعوانہ (روی له فی المستخرج)

۲/۲۸۲ ح ۳۱۵۱/۴، ۱۶ ح ۵۸۶۸/۴، ۴۰۱ ح ۹۵

خلاصۃ التحقیق: عبد اللہ بن عیاش القتبانی المصری جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

ثقہ و صدوق راوی کی صرف وہی روایت ضعیف و غیر مقبول ہوتی ہے، جس کے ضعیف و غیر مقبول ہونے پر محدثین کا اجماع ہو اور اس دور میں اس کا کوئی مخالف نہ ہو۔

حافظ زبیر علی زئی

جامعۃ الامام البخاری اہل حدیث، مقام حیات سرگودھا

(۲۵/جنوری ۲۰۱۲ء)

## ابو یعلیٰ عبداللہ بن عبد الرحمن بن یعلیٰ بن کعب الطائفی الثقفی

جرح و تعدیل کے لحاظ سے عبداللہ بن عبد الرحمن الطائفی کا مختصر و جامع تذکرہ درج ذیل ہے:

### جرح

۱: ابو حاتم الرازی

(قال : و ليس هو بقوي، هو لين الحديث بابة طلحة بن عمرو و عمرو بن راشد و عبد الله بن المؤمل ) كتاب الجرح والتعديل ۵/ ۹۷

۲: ابن الجوزی ( ذكره في الضعفاء والمتروكين ) ۲/ ۱۳۰

۳: الذہبی ( ذكره في المغنی في الضعفاء )

۴: نسائی ( قال : ليس بالقوي ) الضعفاء والمتر وكون: ۳۲۰

۵: طحاوی ( قال : و ليس عند هم بالذي يحتج بروايته ) شرح معانی الآثار ۴/ ۳۴۳ شاملہ

☆ وار قطنی ( قال : طائفي يعتبر به ) سوالات البرقانی: ۲۵۸

یہ جملہ کبھی جرح ہوتا ہے اور کبھی تعدیل ہوتا ہے، لہذا اس سے استدلال میں نظر ہے۔

☆ بخاری (امام بخاری سے فیہ نظر کا قول نقل کیا گیا ہے لیکن یہ طائفی پر جرح نہیں

بلکہ ان کی بیان کردہ ایک ضعیف السند روایت پر جرح ہے۔ یعنی فی حدیثہ نظر )

☆ ابن شاہین ذکرہ فی الثقات و تکلم فیہ أيضاً فی مقام آخر فتعارض

قوله فیہ فتساقط .

(انظر اكمال تهذيب الكمال للمغلطائی ۸/ ۳۷ لتوثيقه و جرحه فیہ)

## تعدیل

- ۱: مسلم (روی له في صحيحه) ح ۴۱۸۵ مکتبه شامله/ ح ۲۲۵۵، ترقیم فواد عبدالباقی
- ۲: ابن حبان (ذکره فی الثقات) ۴۰/۷ ت ۸۹۱۳
- ۳: عجلی (قال: ثقة) التاريخ المشهور بالثقات: ۹۲۸
- ۴: یحییٰ بن معین (قال: صالح) کتاب الجرح والتعدیل ۵/۹۷ ت ۴۴۸ وسنده صحیح  
وقال: ليس به بأس يكتب حديثه (الکامل لابن عدی ۴/۱۶۷، وسنده صحیح)  
وقال: صويلح (تاريخ عثمان بن سعيد الدارمی: ۳/۴۷۳)
- ۵: ابن عدی (قال: فأما سائر أحاديثه فإنه يروي عن عمرو بن شعيب  
أحاديث مستقيمة وهو ممن يكتب حديثه) (الکامل ۴/۱۶۷)
- ۶: الذہبی (ذکره فی: من تکلم فيه وهو موثق)
- ۷: بخاری (صحح له) السنن الکبریٰ للبیہقی (۳/۲۸۶) العلل الکبیر للترمذی ۱/۱۹۰،  
وقال البخاري: مقارب الحديث .
- ۸: ترمذی (حسن له) سنن ترمذی: ۱۲۸۹، باب ماجاء فی الشفعة
- ۹: بغوی (صحح له) شرح السنة باب الشعر والرجز حديث إن أصدق كلمة الخ  
۸۰۳/۱
- ۱۰: ابن خزيمة (روی له في صحيحه) صحیح ابن خزيمة: ۱۷۷۸
- ۱۱: بوسیری (صحح له) زوائد ابن ماجه: ۷۰۲
- ۱۲: بیہقی (وثقه) انظر المعجم الکبیر للطبرانی ۹/۳۷۷، مجمع الزوائد ۹/۳، السلسلة  
الصحيحة: ۲۹۱۸
- ☆ مغلطائی حنفی (قال في حديثه: هذا حديث إسناده صحيح ...)  
شرح سنن ابن ماجه/ ۱۰۷۵ ح ۱۱۱، باب النبی عن النوم قبل صلوٰۃ العشاء

۱۳: ابن کثیر (قال فی حدیثہ: هذا إسناد حسن) مقدمہ تفسیر ابن کثیر ۵۰/۱ حدیث  
ابی داود: ۱۳۹۳، وابن ماجہ: ۱۳۳۵

۱۴: ابن خلفون (نقل عن ابن المدینی بأنه وثقه) بحوالہ تہذیب التہذیب، و ذکرہ  
فی الثقات/ اکمال تہذیب الکمال لمغلطائی ۳۶/۸

۱۵: ابوعوانہ (خرج حدیثہ فی صحیحہ) اکمال تہذیب الکمال لمغلطائی ۳۶/۸  
۱۶: ابن حجر العسقلانی

(حسن لہ فی نتائج الافکار ۳/۱۶۵-۱۶۶، حدیث: أنه طرأ علي حزبي القرآن)

وقال في التقریب: "صدوق يخطئ ويهم" ۳۸۰۶/

خلاصۃ التحقیق: جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے عبد اللہ بن عبد الرحمن  
الطائفی صدوق حسن الحدیث راوی ہیں اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے ان کی  
روایت خاص طور پر حسن لذاتہ ہوتی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی (۲۷/ جنوری ۲۰۱۲ء)

## ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری اور محدثین کی جرح

اس مختصر، جامع اور غیر جانبدار تحقیقی مضمون میں مسند ابی حنیفہ کے مصنف، حنفی فقیہ و استاد اور ماوراء النہر کے حنفیوں کے ایک امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث بن خلیل الحارثی البخاری الکلاباذی السبزمونی الجید مونی الخلوئی (متوفی ۳۴۰ھ) کا محدثین کرام اور بعض الناس کے علمائے معتمدین کے نزدیک جرح و تعدیل کی گواہیوں سے صحیح علمی مقام و تذکرہ باحوالہ جات و دلائل پیش خدمت ہے:

### جرح

ابو محمد الحارثی پر درج ذیل محدثین کرام اور بعض الناس کے علمائے معتمدین کی جرح ثابت ہے، جسے ارقام (نمبروں) کی ترتیبِ مسلسل سے لکھا گیا ہے:

۱) ابو محمد الحارثی کے شاگرد اور مشہور مصنف امام ابو زرہ احمد بن الحسین بن علی بن ابراہیم بن الحکم الرازی الصغیر رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۵ھ) نے اپنے استاد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں (گواہی دیتے ہوئے) فرمایا:

”ضعیف“ وہ ضعیف ہے۔

(سوالات حمزہ بن یوسف السبکی للدارقطنی وغیرہ: ۳۱۸، تاریخ بغداد ۱/۱۲۷ ۵۲۶۲ء سندہ صحیح)

امام ابو زرہ الرازی الصغیر کے بارے میں خطیب بغدادی نے فرمایا:

”وكان حافظاً متقناً ثقة“ اور وہ ثقہ متقن حافظ تھے۔ (تاریخ بغداد ۴/۱۰۹ ۱۷۶۷ء)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ”الإمام الحافظ الرحال الصدوق... و كان واسع الرحلة، جيد المعرفة“ امام حافظ، کثرت سے سفر کرنے والے، بہت سچے... اور آپ



بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے، آپ کو (حدیث و رجال کی) بہت اچھی معرفت حاصل تھی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۳۶)

امام ابو زرہ الرازی الصغیر اور ابو محمد الحارثی کے درمیان کسی قسم کی دشمنی یا مخالفت کا کوئی ثبوت نہیں ملا، لہذا یہ ایک غیر جانبدار سچے (اور جرح و تعدیل سے واقف) انسان کی گواہی ہے۔  
۲) ابو عبد اللہ الحافظ (حاکم نیشاپوری صاحب المستدرک، متوفی ۴۰۵ھ) نے فرمایا:

”فسمعت أبا أحمد الحافظ يقول : كان عبد الله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسخ الحديث ، قال : و لست أرتاب فيما ذكره أبو أحمد من حاله فقد رأيت في حديثه عن الثقات من الأحاديث الموضوعه ما يطول بذكره الكتاب و ليس يخفي حاله على أهل الصنعة“

پس میں نے ابو احمد الحافظ (حاکم کبیر صاحب الکفی، متوفی ۴۷۸ھ) کو فرماتے ہوئے سنا:  
استاد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب حدیثیں بناتا تھا۔

(حاکم نیشاپوری نے) کہا: ابو احمد نے اس کا جو حال بیان کیا ہے مجھے اس میں کوئی شک نہیں، کیونکہ میں نے اس کی حدیثوں میں موضوعات (من گھڑت جھوٹی روایتیں) دیکھی ہیں جن کے ذکر سے کتاب لمبی ہو جائے گی اور اس کا حال حدیث و رجال کے ماہرین پر مخفی نہیں ہے۔ (کتاب القراءات خلف الامام طبع دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۷۸، ج ۳۸۸، طبع ادارہ احیاء التراث گرجا گھر انوالہ ص ۱۵۴-۱۵۵ ج ۳۶۷)

حوالہ مذکورہ میں ابو احمد الحاکم محمد بن محمد بن احمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے ابو محمد الحارثی کو کذاب قرار دیا ہے۔

تنبیہ: میرے پاس کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی کے دو قلمی نسخوں (مخطوطوں) کی مکمل فوٹو میٹ موجود ہے اور دونوں کتابوں میں حوالہ مذکورہ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ ”کان عبد الله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسخ الحديث“

(مخطوط قدیم ص ۶۹، مخطوط جدیدہ راشدیہ سندھ ص ۵۱)

ممکن ہے کہ یہ تھیف ہو جیسا کہ حوالہ مذکورہ کے مکمل سیاق سے ظاہر ہے، ورنہ ابو محمد الحارثی کے پاس احادیث کو منسوخ کرنے کا اختیار کہاں سے آ گیا تھا؟! مکتبہ شاملہ میں کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی والے نسخے میں ”یشیع الحدیث“ کے الفاظ ہیں۔ (ج ۱ ص ۳۸۴ ح ۲۳۷)

جس راوی پر جمہور محدثین کی جرح ثابت ہو تو اس کے بارے میں ”یشیع الحدیث“ کا مطلب ”یضع الحدیث“ ہوتا ہے اور جس راوی کی توثیق جمہور محدثین سے ثابت ہو تو اس کے بارے میں ”یشیع الحدیث“ کا مطلب جارح کے نزدیک ”یضطرب فی احادیثہ“ ہوتا ہے اور یہاں یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح اور ناقابل قبول ہوتی ہے۔

۳) ابو عبد اللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ نے (متوفی ۴۰۵ھ) نے ابو محمد الحارثی کو موضوع روایات بیان کرنے والا قرار دیا، جیسا کہ فقرہ نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

۴) حافظ ابو یعلیٰ خلیل بن عبد اللہ بن احمد بن خلیل الخلیلی القرویونی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۶ھ) نے فرمایا: ”يعرف بالأستاذ . له معرفة بهذا الشأن وهو لئین ضعفوه ، يأتي بأحاديث يخالف فيها . حدثنا عنه الملاحمي و أحمد بن محمد بن الحسين البصير بعجائب ...“ وہ استاد (کے لقب) سے معروف ہے، اسے اس علم کی معرفت حاصل تھی اور وہ کمزور ہے، انھوں (محدثین) نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، وہ ایسی احادیث بیان کرتا تھا جس میں اس کی مخالفت کی جاتی تھی۔ ملاجی اور احمد بن محمد بن حسین البصیر نے ہمیں اس سے عجیب روایتیں بیان کیں۔

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۲/۳ ص ۹۷ ت ۸۹۹)

بعض نے خلیلی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ ابو محمد (بخاری) تدلیس کرتا تھا۔ واللہ اعلم

۵) حافظ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے ابو محمد الحارثی کے بارے میں فرمایا:

”صاحب عجائب و مناکیر و غرائب“ عجیب و غریب اور منکر روایتیں بیان

کرنے والا۔ (تاریخ بغداد ۱۰/۱۲۶ تا ۵۲۶۲)

اور فرمایا: ”ولیس بموضع الحجة“ وہ (روایت میں) حجت بنانے کے مقام پر نہیں ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۰/۱۲۷ تا ۵۲۶۲)

۶) امام ابو سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) نے ابو محمد الحارثی الاستاذ کے بارے میں گواہی دیتے ہوئے فرمایا:

”عرف بالأستاذ لأنه كان يختص بدار الأمير الجليل إسماعيل بن أحمد الساماني و يسألونه فيها عن أشياء فيجيب ، عرف بالأستاذ ولم يكن موثقاً به فيما ينقله .. و ذكره الحفاظ في توار يخهم و وصفوه برواية المناكير والأباطيل“ وہ استاد کے (لقب کے) ساتھ مشہور ہوا کیونکہ وہ امیر جلیل اسماعیل بن احمد السامانی کے گھر سے خاص (تعلق رکھتا) تھا اور لوگ اس سے (کئی) چیزوں کے بارے میں پوچھتے تو وہ جواب دیتا تھا، وہ استاد کے ساتھ مشہور ہوا اور اپنی روایات میں وہ قابل اعتماد نہیں تھا... حفاظ نے اسے اپنی تاریخوں میں ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ منکر اور باطل روایتیں بیان کرتا تھا۔ (الانساب للسمعانی ۱۰/۱۲۹ الاستاذ)

سمعانی نے مزید فرمایا:

”الفقيه الحارثي .. و كان شيخاً كثيراً من الحديث ، غير أنه كان ضعيفاً في الرواية ، غير موثق به فيما ينقله ... و إنما قيل له الأستاذ لأنه كان فقيه دار السلطان السعيد ... و قال الحاكم أبو عبد الله الحافظ: عبد الله الأستاذ صاحب عجائب و أفراد عن الثقات ، سكتوا عنه .“ حارثی فقیہ... اور کثرت سے حدیثیں بیان کرنے والا شیخ تھا لیکن وہ روایت میں ضعیف تھا، اپنی نقل روایات میں ناقابل اعتماد تھا... اسے استاد صرف اس وجہ سے کہا گیا کہ وہ سلطان سعید کے گھر کا فقیہ تھا... اور ابو عبد اللہ الحافظ الحاکم (صاحب المستدرک علی الصحیحین) نے فرمایا: استاد عبد اللہ ثقہ راویوں سے عجیب و غریب روایتیں بیان کرنے والا تھا، وہ (محدثین کے

نزدیک) متروک ہے۔ (الانساب ۲۱۳-۲۱۴، البذمونی)

۷) حافظ ابو الفرج ابن الجوزی البغدادی (متوفی ۵۹۷ھ) نے اسے اپنی مشہور کتاب: ”کتاب الضعفاء والمترکین“ میں ذکر کیا اور (بغیر سند کے کسی) ابوسعید الرواس (?) سے نقل کیا: ”کان یتهم بوضع الحديث“ وہ حدیثیں گھڑنے کے ساتھ متهم تھا۔

(ج ۲ ص ۱۴۱ ات ۲۱۱۸)

ابن الجوزی کی اپنی جرح تو ثابت ہو گئی اور ابوسعید الرواس کی جرح باسند متصل ثابت نہیں ہے۔

تنبیہ: ابوسعید الرواس بندار بن علی بن حسین سے کئی راوی روایت بیان کرتے تھے اور اس کی مجلس الملاء بھی قائم تھی، جیسا کہ مولانا ارشاد الحق اثری فیصل آبادی حفظہ اللہ نے اپنے مضمون: ”مسند الإمام أبي حنيفة للحارثي: ایک تجزیہ و تبصرہ“ میں بحوالہ بغیۃ الوعاة للسيوطی (ص ۴۴۴) معجم السفر للسلفی (رقم ۱۱۴۳) اور تاریخ دمشق لابن عساکر (۳۵۱/۵۳) وغیرہ کے حوالوں سے لکھا ہے:

(دیکھئے ہفت روزہ الاعتصام لاہور، جلد ۶۳ شمارہ ۴۴ ص ۲۰، اکتوبر نومبر ۲۰۱۱ء)

۸) ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن عبد الکریم عرف ابن الاثیر الجزری (متوفی ۶۳۰ھ) نے ابو محمد الحارثی کے بارے میں فرمایا: ”عرف بالأستاذ ولم يكن ثقة“

وہ استاد کے ساتھ معروف تھا اور ثقہ نہیں تھا۔ (اللباب فی تہذیب الانساب ۱/۳۷، الاستاذ)

اور فرمایا: ”وكان غير ثقة، له من اكبر“ اور وہ ثقہ نہیں تھا، اس کی منکر روایتیں ہیں۔

(اللباب فی تہذیب الانساب ۱/۴۲، البذمونی)

۹) حافظ ذہبی نے ابو محمد الحارثی کو ”الشيخ الإمام الفقيه العلامة المحدث، عالم ما وراء النهر“ لکھنے کے باوجود فرمایا:

”قد ألف مسنداً لأبي حنيفة الإمام و تعب عليه و لكن فيه أو ابد ما تفوه بها الإمام راجت على أبي محمد.“ اس نے امام ابو حنیفہ کے لئے (روایات جمع کر

کے) ایک مسند لکھی اور اس میں اپنے آپ کو مشقت میں ڈال لیکن اس (کتاب) میں ایسی عجیب و غریب چیزیں ہیں کہ جنہیں امام (ابو حنیفہ) نے اپنی زبان سے (کبھی) نہیں نکالا، یہ ابو محمد (الحارثی کی زبان) پر جاری ہو گئی تھیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۵/۴۲۵)

اس بیان میں حافظ ذہبی نے حارثی مذکور کو کذاب قرار دیا، لہذا اول عبارت میں شیخ سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا شیخ، امام سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا امام، فقیہ سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا فقیہ، علامہ سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا علامہ اور محدث سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا محدث ہے جیسا کہ ذہبی کی عبارت کے اختتام: عالم ماوراء النہر سے ظاہر و باہر ہے۔

حافظ ذہبی نے حارثی مذکور کو اپنی مشہور کتاب: دیوان الضعفاء والمترکین میں ذکر کر کے فرمایا: ”یأتی بعجائب واهیة“ وہ عجیب کمزور روایتیں لاتا تھا۔ (ص ۱۷۶، رقم ۱۸۹۶) ثابت ہوا کہ حافظ ذہبی کے نزدیک بھی حارثی مذکور ثقہ و صدوق نہیں، بلکہ مجروح، ضعیف و متروک تھا۔

۱۰) شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن محمد القیس الدمشقی عرف ابن ناصر الدین رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۲ھ) نے ابو محمد الحارثی السبزمونی الاستاد کے بارے میں بغیر کسی مخالفت کے فرمایا: ”و لم یکن ثقة ... قالہ ابن السمعانی“ وہ ثقہ نہیں تھا... یہ بات ابن السمعانی نے فرمائی ہے۔ (توضیح المستبح ج ۱ ص ۱۹۶ مؤسسۃ الرسالہ)

۱۱) برہان الدین الحلکی عرف ابن الحجی رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۱ھ) نے ابو محمد الحارثی کو اپنی مشہور کتاب: ”الکشف الحثیث عن رمی بوضع الحدیث“ میں ذکر کیا اور امام سلیمانی سے اس پر درج ذیل جرح نقل کی:

”کان یضع هذا الإسناد علی هذا المنن و هذا المتن علی هذا الإسناد“ وہ حدیث گھڑتے ہوئے اس سند کو اس متن کے ساتھ اور اس متن کو اس سند کے ساتھ لگا دیتا تھا۔ اس کے بعد ابن الحجی نے فرمایا: ”و هذا ضرب من الوضع“ اور یہ وضع حدیث کی

ایک قسم ہے۔ (ص ۲۳۸ تا ۳۱۱)

اس بیان میں حافظ ابن العجمی نے حارثی مذکور کو وضاع، کذاب یعنی روایتیں گھڑنے والا قرار دیا۔

(۱۲) ابو محمد الحارثی (متوفی ۹۱۱ھ) کی سند سے ایک روایت آئی ہے:

”اللهم اجعل سواکي رضاك عني واجعله ...“

عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی نے موضوع روایات والی اپنی کتاب میں یہ روایت بحوالہ دیلمی بسند الحارثی البخاری الاستاذ نقل کی اور حارثی پر حافظ ذہبی وغیرہ کے حوالے سے شدید جرح لکھی۔ (دیکھئے ذیل المصنوع ص ۹۹، طبع مکتبہ اثریہ سائنگھیل پاکستان)

ثابت ہوا کہ سیوطی کے نزدیک بھی حارثی مذکور ”متمم بوضع الحدیث“ تھا۔

(۱۳) محمد طاہر بن علی الہندی الفتی (پٹنی متوفی ۹۸۶ھ) نے فقرہ نمبر ۱۲، والی روایت ذکر کر کے کہا: ”فیہ متمم بالوضع“ اس میں متمم بالوضع راوی ہے۔

(تذکرۃ الموضوعات ص ۳۲)

جو راوی جمہور کے نزدیک مجروح ہو اور متمم بالوضع بھی ہو تو اس کے بارے میں متمم سے مراد یہ ہوتا ہے کہ محدثین کرام نے گواہیاں دیتے ہوئے اس راوی کو وضع حدیث کا مرتکب یعنی جھوٹا قرار دیا ہے، لہذا ایسے راوی کی ہر منفرد روایت مردود، باطل و موضوع ہوتی ہے۔

☆ ابوسعید الرواس (؟) کی غیر ثابت جرح فقرہ نمبر ۱ میں گزر چکی ہے۔

☆ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر العسقلانی وغیرہا نے بغیر کسی سند کے ابو محمد الحارثی کے

شاگرد اور امام ابو الفضل احمد بن علی بن عمرو بن حمد السیلمانی البیکنندی البخاری رحمہ اللہ (متوفی

۴۰۴ھ) سے نقل کیا: ”کان یضع هذا الإسناد علی هذا المتن و هذا المتن علی

هذا الإسناد . و هذا ضرب من الوضع“ وہ حدیث گھڑتے ہوئے اس سند کو اس

متن کے ساتھ اور اس متن کو اس سند کے ساتھ لگا دیتا تھا اور یہ وضع حدیث کی ایک قسم ہے۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ۲/۴۹۶ تا ۵۷۱، دوسرا نسخہ ۴/۱۸۹، لسان المیزان ۳/۳۳۹، دوسرا نسخہ ۴/۱۴۱)

☆ حافظ ذہبی نے حارثی مذکور کے بارے میں بغیر کسی سند کے لکھا ہے:

”وكان ابن مندة يحسن القول فيه“

اور ابن مندہ اس کے بارے میں اچھی بات کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۵/۴۲۳)

اور اس کے مقابلے میں عبد القادر القرشی: تقلیدی حنفی (متوفی ۷۷۵ھ) نے بغیر کسی

سند کے لکھا ہے: ”روی عنه أبو عبد الله بن مندة ... قال: وكان غير ثقة وله

مناكير“ اس (حارثی) سے ابو عبد اللہ بن مندہ نے روایت بیان کی... اس نے کہا: اور وہ

ثقة نہیں تھا اور اس کی منکر روایتیں ہیں۔ (الجواہر المصیبر فی طبقات الخلفاء ص ۲۸۹-۷۶۲)

نیز دیکھئے قاسم بن قطلوبغا (!!) کی کتاب: تاج التراجم (ص ۷۶۱-۱۲۳) !!!

یہ دونوں اقوال اور دوسرے بے سند و غیر ثابت مذکورہ اقوال بے سند و غیر ثابت

ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

خلاصۃ التحقیق: ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری السبدمونی جمہور محدثین

اور بعض الناس کے علمائے معتمدین کے نزدیک ضعیف، مجروح اور وضاع (کذاب) وغیرہ

تھا اور کسی ایک مستند عالم سے اس کی صریح توثیق ثابت نہیں ہے۔

بعض آلِ تقلید کا جمہور محدثین و علماء بشمول حافظ ذہبی کی جرح کو شیخ، امام، فقیہ، علامہ،

محدث اور استاد کے القاب کی مدد سے رد کرنا کئی وجہ سے باطل ہے۔ مثلاً:

۱: جمہور کے مقابلے میں ایک دو کے تعریفی کلمات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور تعارض

کے وقت، تطبیق نہ ہونے کی حالت میں ہمیشہ جمہور ماہرین اسماء الرجال کو ہی ترجیح ہوتی

ہے۔ سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھنؤوی کڑمٹگی نے علانیہ لکھا ہے:

”بایں ہمہ ہم نے توثیق و تضعیف میں جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ

اور دامن نہیں چھوڑا۔“ (احسن الکلام طبع جون ۲۰۰۶ء ج ۱ ص ۶۱، طبع دوم ج ۱ ص ۴۰)

نہایت افسوس سے عرض ہے کہ فرقہ دیوبندیہ و بریلویہ نے اسماء الرجال میں ابو محمد

الحارثی، ابن فرقد الشیبانی، قاضی ابو یوسف، محمد بن اسحاق بن یسار اور بہت سے راویوں کے

بارے میں جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن بالکل چھوڑ دیا ہے۔ گویا یہ آلِ تقلید ایک وادی میں ہیں اور محدثین کرام و علمائے حق دوسری وادی میں ہیں، یا شیعوں کی طرح ان تقلیدیوں کا اسماء الرجال بالکل علیحدہ ہے اور محدثین کرام و سلف صالحین کا اسماء الرجال ان سے علیحدہ ہے۔

۲: جس راوی پر جمہور کی جرح ثابت ہو تو پھر حافظ ذہبی کے مذکورہ کلمات ”شیخ، امام، فقیہ...“ توثیق نہیں بن جائے مثلاً:

- (۱) ابوبشر احمد بن محمد بن عمرو بن مصعب المروزی فقیہ تھا، اس کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا: ”یضع الحدیث“ وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (الضعفاء والترمذی دکن للدارقطنی: ۶۰)
- (۲) ابراہیم بن علی الآمدی ابن الفراء فقیہ تھا، اس کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا: وہ اپنے قصوں میں جھوٹ بولتا تھا۔ (میزان الاعتدال ۵۰/۱)

- (۳) مشہور حنبلی فقیہ اور الاباء عن شریعة الفرقۃ الناجیہ ومجاہدۃ الفرق المذمومہ کا مصنف: عبید اللہ بن محمد بن بطلہ العکبری جمہور کے نزدیک ضعیف و مجروح راوی ہے اور حافظ ذہبی نے فرمایا: ”إمام لكنه لين، صاحب أو هام“ وہ امام ہے، لیکن کمزور ہے (اور) صاحبِ اوہام ہے۔ (المغنی فی الضعفاء ۳۱/۲ تا ۳۹۳۳)

امام المغازی محمد بن اسحاق بن یسار جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی ہیں اور حافظ ذہبی نے فرمایا: ”المَدَنِي الإمام رأى أنسًا“ مدنی امام، آپ نے انس (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا۔ (الکاشف ۱۸/۳ تا ۲۷۸۹)

لیکن انگریزی دور میں پیدا جانے والے دیوبندی و بریلوی ”حضرات“ میں سے کئی اُن پر شدید جرح کرتے ہیں، بلکہ سرفراز خان صفدر کمزنگی نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے: ”محمد بن اسحاق“ کو گوتاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طور پر بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے اُن



کی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے، تصریحات ملاحظہ کریں۔“

(احسن الکلام طبع جون ۲۰۰۶ء ج ۲ ص ۷۷، طبع دوم ج ۲ ص ۷۰)

پچانوئیس فیصدی والی بات تو ”گوبلز“ کا کالا جھوٹ ہے اور ”امام“ کو یہاں کلمہ توثیق کیوں نہیں سمجھا گیا؟ سچ ہے کہ آل دیوبند کے لینے کے پیمانے اور ہیں اور دینے کے پیمانے اور ہیں۔ اصول شکنی اور مذہبی خود کشی کی یہ شرمناک مثال ہے کہ اپنے ہی خود ساختہ اصول سے ابو محمد الحارثی (کذاب) کو ثقہ ثابت کیا جا رہا ہے اور امام محمد بن اسحاق وغیرہ کے بارے میں اسی اصول کے پرچے اڑا دیئے جاتے ہیں۔

جمہور کے نزدیک موثق اور ”فقیہ اہل الشام و شیخ اہل دمشق“ امام کحول ”الفقیہ الحافظ“ وغیرہ کے بارے میں کڑمگی نے لکھا ہے:

”اور جب کحول اور ابن اسحاق وغیرہ ضعیف کمزور اور لیس بالمتین راویوں کی باری آئی ہے۔۔۔“ (احسن الکلام طبع جدید ج ۲ ص ۱۱۳-۱۱۴، طبع قدیم ج ۲ ص ۱۰۳)

جروح مذکورہ میں شیخ، امام اور فقیہ کے الفاظ کا جھٹکا کر دیا گیا ہے اور پھر یہ لوگ کس منہ سے کہتے ہیں کہ (جمہور کی جرح کے مقابلے میں) یہ کلمات توثیق ہیں؟!؟

(۴) آل دیوبند و آل بریلی کے موجودہ اکابر علماء اور مستند مصنفین و مدلسین یہ لکھ کر دے دیں کہ جس راوی کے بارے میں امام، فقیہ، شیخ، علامہ اور محدث کا لفظ مل جائے تو اس پر جمہور کی جرح مردود ہوتی ہے، پھر دیکھیں کہ ہم ان کا کیا حشر کرتے ہیں اور عین ممکن ہے کہ انہیں سرچھپانے کے لئے بھی جگہ نہ ملے۔ ان شاء اللہ

تصانیف: مسند ابی حنیفہ (یہ من گھڑت کتاب اردو میں مسند امام اعظم اور عربی میں ہکشی کے اختصار کے ساتھ مسند الامام الاعظم کے نام سے مطبوع ہے اور اس کی شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔!!)

وفات: ۵/ شوال ۳۴۰ھ (القندنی ذکر علماء سمرقند ص ۱۹۵-۳۲۲)

(۶/ نومبر ۲۰۱۱ء مکتبۃ الحدیث حضور)

## امام ابن ماجہ القزوينی رحمہ اللہ

نام ونسب: ابو عبد اللہ محمد بن یزید، ابن ماجہ القزوينی الربعی الحافظ رحمہ اللہ  
 آپ کے والد یزید کا لقب ماجہ تھا۔ (دیکھئے التذوین فی اخبار قزوین للخللی ۲/۴۹)  
 آپ بنوریہ کے موالی میں سے ہونے کی وجہ سے ربعی تھے۔  
 ولادت: ۲۰۹ھ

اساتذہ: ابو الحسن علی بن محمد الطنافسی، مصعب بن عبد اللہ الزبیری، ابراہیم بن المنذر  
 الحزامی، محمد بن عبد اللہ بن نمیر، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابو خیمہ زہیر بن حرب، ابو مصعب الزہری،  
 عثمان بن ابی شیبہ، ہشام بن عمار اور عبد الرحمن بن ابراہیم: دجیم وغیرہم۔ رحمہم اللہ  
 تلامذہ: احمد بن ابراہیم القزوينی، ابو الطیب احمد بن روح الشعرانی البغدادی، جعفر بن  
 اوریس اور ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ القزوينی القطان وغیرہم۔ رحمہم اللہ  
 ابوالحسن ابن القطان القزوينی رحمہ اللہ (متوفی ۳۴۵ھ) سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں اور  
 آپ کے بارے میں حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۲ھ) نے فرمایا:  
 ”وہو حافظ ثقة مأمون، إمام علامة في فنون من التفسير والحديث والفقه  
 والنحو ولغة العرب...“ اور آپ حافظ ثقہ مأمون ہیں اور تفسیر، حدیث، فقہ، نحو اور عربی  
 لغت میں امام و علامہ ہیں۔ (التمیاز لبديحة البيان ۲/۴۹۷ تا ۸۰۲)

تصانیف: سنن ابن ماجہ، التفسیر، التاريخ  
 علمی مقام و توثیق: آپ کی امامت اور توثیق پر اتفاق ہے۔

۱: حافظ ابو یعلیٰ الخلیلی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وہو إمام من أئمة المسلمين، كبير  
 متقن، مقبول بالاتفاق“ اور آپ مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام، بڑے ثقہ،  
 بالاتفاق مقبول تھے۔ (التذوین فی اخبار قزوین ج ۲ ص ۴۹)

۲: ابن الجوزی نے فرمایا: ”وكان عارفاً بهذا الشأن“ اور آپ اس علم (حدیث) کے ماہر تھے۔ (المختصر فی تاریخ الملوك والامم ج ۱۲ ص ۲۵۸ تا ۱۷۹۲)

۳: حافظ ذہبی نے فرمایا: ”كان ابن ماجه حافظاً صدوقاً ثقة في نفسه، وإنما نقص كتابه بروايته أحاديث منكرة فيه“ ابن ماجہ حافظ صدوق (اور) بذاتِ خود ثقہ تھے، ان کی کتاب میں نقص تو منکر روایات درج کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔

(تاریخ الاسلام ج ۲۰ ص ۲۶۸)

۴: حافظ ابن ناصر الدین نے فرمایا: ”وهو حافظ نبيل، ثقة كبير“

اور آپ حافظ شریف، عظیم ثقہ ہیں۔ (التيان لمبدية البيان ج ۲ ص ۸۱۶ تا: ۶۳۰)

۵: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”أحد الأئمة، حافظ“ (تقریب العذیب: ۶۳۰۹)

آپ نے علم حدیث کے لئے بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام، مصر اور رے کے سفر کئے۔

(دیکھئے تہذیب الکمال ۶/۵۶۸)

سنن ابن ماجہ: آپ کی کتاب سنن ابن ماجہ کتب ستہ میں شامل ہے اور محمد فواد عبدالباقی کی ترقیم سے اس میں ۴۳۴۱ روایات موجود ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ امام ابن ماجہ نے امام ابو زرعة الرازی کے سامنے سنن ابن ماجہ پیش کی تو انھوں نے اس کتاب کی بہت تعریف کی۔ (دیکھئے شروط الأئمة السبعة لعماد بن طاہر المقدسی ص ۵۴، تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۶/۲، التقييد لابن نفاذ ۱/۱۲۶)

یہ روایت ابو حاتم احمد بن الحسن بن محمد بن خاموش الرازی سے منقول ہے، لیکن ابن خاموش کی امام ابو زرعة سے ملاقات نہیں، لہذا یہ روایت منقطع اور غیر ثابت ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ابن ماجہ نے فرمایا: میں نے اس سنن کو جب امام ابو زرعة کے سامنے پیش کیا تو وہ اس کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ میں سمجھتا ہوں اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی تو یہ (حدیث کی موجودہ) تصانیف یا ان میں سے اکثر معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

(محمد عبدالرشید نعمانی تقلیدی کی کتاب: امام ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۲۷-۱۲۸، تذکرۃ الحفاظ ۲/۶۳۶)

یہ روایت علی بن عبداللہ بن الحسن الرازی (؟) نے کسی غیر کے خط سے نقل کی ہے۔

(دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۶/۲۷۱-۲۷۲)

اور یہ ”غیر“ مجہول ہے، لہذا یہ روایت بھی ثابت نہیں اور حافظ ذہبی نے بھی ”إن صح“ کہہ کر اس قول کے غیر ثابت ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (دیکھئے میراعلام النبلاء ۱۳/۲۷۹)۔ نعمانی جیسے لوگ بغیر کسی تحقیق کے طومار کے طومار نقل کر کے بڑی بڑی کتابیں لکھ دیتے ہیں مگر اس بات کی تکلیف گوارا نہیں کرتے کہ اپنے مذکورہ حوالوں کی تحقیق ہی کر لیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ”قلت: قد كان ابن ماجه حافظاً ناقداً صادقاً واسع العلم، وإنما غص من رتبة سننه ما في الكتاب من المناكير وقليل من الموضوعات..“ میں نے کہا: ابن ماجہ حافظ ناقص صادق (اور) وسیع علم والے تھے، ان کی کتاب السنن کا رتبہ تو صرف اس چیز نے گھٹا دیا کہ ان کی کتاب میں مناکیر روایتیں اور تھوڑی سی موضوع روایتیں (بھی) ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۸۷-۲۸۹)

حافظ ذہبی نے مزید لکھا ہے: ”قلت: سنن أبي عبد الله كتاب حسن، لولا ما كدره أحاديث واهية ليست بالكثيرة.“ میں نے کہا: ابو عبد اللہ (ابن ماجہ) کی سنن اچھی کتاب ہے، اگر وہ سخت ضعیف روایات سے اسے گدلا نہ کرتے، یہ بہت زیادہ نہیں ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ۲/۶۳۶ تا ۶۵۹)

راقم الحروف کی تحقیق میں سنن ابن ماجہ میں بہت سی موضوع روایات موجود ہیں۔

مثلاً دیکھئے: انوار الصحیفہ ص ۳۷۶ (ج ۳۹، ۵۵، ۶۵) ص ۳۸۰ (ج ۱۳۱) ص ۳۸۴ (ج ۲۳۸) وغیر ذلک

لہذا مورخ ابن خلکان کا سنن ابن ماجہ کے بارے میں یہ قول: ”کتابه في الحديث أحد الصحاح الستة“ اور حدیث میں آپ کی کتاب صحاح ستہ میں سے ایک ہے۔

(تاریخ ابن خلکان ۴/۲۷۹ تا ۶۱۴)

تساہل پر محمول ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ سنن ابن ماجہ کی اکثر روایات صحیح و حسن ہیں، یعنی

یہ قول ”تعلیلاً“ پر محمول ہے۔ واللہ اعلم

محدث خلیلی کے قول ”ویقرن سننہ بالصحیحین و سنن أبی داود [و] النسائی و جامع الترمذی“

[اور آپ کی کتاب کو صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ترمذی کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔] [الردین فی أخبار قزوین ۲/۴۹] کا یہ مطلب ہے کہ یہ کتاب کتبِ ستہ میں شامل ہے اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سنن ابن ماجہ کی تمام روایات صحیح یا حسن ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں حسن ترتیب و اسانید نادرہ کی وجہ سے یہ بڑی خوبی ہے کہ ایک ہی مقام پر ایک عنوان کی بہت سی روایات مل جاتی ہیں اور اس طرح سے مافی الباب والی روایات کی تلاش آسان ہو جاتی ہے۔

شروح سنن ابن ماجہ: سنن ابن ماجہ کی بہت سی شروح لکھی گئی ہیں، جن میں بعض کے نام درج ذیل ہیں:

۱: شرح سنن ابن ماجہ، تصنیف: مغلطائی حنفی (متوفی ۷۶۲ھ)

یہ کتاب مطبوع ہے۔

۲: مائمس الیہ الحاجۃ، تصنیف: ابن السلقن (متوفی ۸۰۴ھ)

۳: الدیباچہ فی شرح سنن ابن ماجہ، تصنیف: محمد بن موسیٰ الدیمیری (متوفی ۸۰۸ھ)

۴: مصباح الزجاجة، تصنیف: جلال الدین السیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)

۵: شرح سنن ابن ماجہ، تصنیف: ابوالحسن محمد بن عبدالبہادی السندی (متوفی ۱۱۳۸ھ)

یہ مطبوع ہے۔

۶: انجاز الحاجۃ شرح سنن ابن ماجہ، تصنیف: محمد علی جانباز (متوفی ۱۳۲۹ھ)

یہ شرح بارہ (۱۲) جلدوں میں مطبوع ہے اور مذکورہ تمام شروح عربی زبان میں ہیں۔

اس کتاب (انجاز الحاجۃ) کا ابجدیڈیشن نو (۹) جلدوں میں مطبوع ہے۔

سنن ابن ماجہ کے کئی حواشی بھی لکھے گئے ہیں، جن میں سے بعض کا تذکرہ

عبدالرشید نعمانی نے بھی لکھا ہے۔ (دیکھئے امام ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۲۴۶)

عبد الغنی دہلوی (متوفی ۱۲۹۵ھ) نے انجاء الجلبہ کے نام سے سنن ابن ماجہ کا ایک حاشیہ لکھا ہے، جو کہ مطبوع ہے اور عبدالرشید نعمانی نے آل تقلید کی وکالت کرتے ہوئے ”ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجہ“ کے نام سے ایک رسالہ بھی لکھا ہے، جو کہ مطبوع ہے۔

شہاب الدین احمد بن ابی بکر بن عبدالرحمن بن اسماعیل الکتانی البوصری القاہری (متوفی ۷۴۰ھ) نے زوائد سنن ابن ماجہ (مصباح الزجاء) کو ایک مجلد میں مرتب کیا ہے اور روایات پر جرح و تعدیل کے لحاظ سے کلام بھی کیا ہے۔ یہ مجلد مطبوع ہے۔

حافظ ذہبی نے ”المجمر دنی اسماء رجال سنن ابن ماجہ“ کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے، جس میں صحیحین کے علاوہ سنن ابن ماجہ کے باقی راویوں کو جمع کیا ہے اور بعض پر جرح و تعدیل کے لحاظ سے کلام بھی کیا ہے۔ یہ رسالہ چھپ چکا ہے۔

سنن ابن ماجہ کے کئی اردو تراجم (وفوائد) بھی لکھے گئے ہیں، جن میں سے دو کا تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: فضل الرحمن گنج مراد آبادی صوفی نقشبندی کے مرید وحید الزمان حیدر آبادی نقشبندی نے ”رفع الجلب عن ترجمہ سنن ابن ماجہ“ کے نام سے سنن ابن ماجہ کا ترجمہ وفوائد لکھے، لیکن یہ وفوائد وحید الزمان اور اس کے شاذ تفردات کی وجہ سے قابل اعتماد نہیں۔

۲: مولانا عطاء اللہ ساجد کے ترجمہ وفوائد کے ساتھ دارالسلام کی ”سنن ابن ماجہ (مترجم)“ اس کتاب میں بعض مقامات پر صحیح احادیث کو ضعیف اور ضعیف روایات کو صحیح قرار دینے کی بلادلیل کوشش کی گئی ہے، نیز کئی مقامات پر یہ کتاب چوں چوں کا مرہ ہے۔

چونکہ راقم الحروف سے اس کتاب کے ہر ایڈیشن کی نظر ثانی کروا کر دستخط نہیں لئے گئے، لہذا میں اس مطبوعہ نسخے کا ذمہ دار نہیں۔

وفات: امام ابن ماجہ ۲۲/ رمضان ۲۴۳ھ کو بروز سوموار، چونسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے

اور ان کے بھائی ابو بکر نے بروز منگل ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین فرمائی۔

(دیکھئے شروط الائمة السہ ص ۲۳-۲۵)

رحمہ اللہ رحمةً واسعةً

باطل مذاہب و مسالک کا رد





## اہلِ باطل کا رد

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الامين ، أما بعد :  
 دین اسلام اور حق یعنی مذہب اہل حدیث: اہل سنت کی نشر و تبلیغ اور ماہنامہ الحدیث  
 حضرو وغیرہ جرائد سلفیہ منہجیہ کی نشر و اشاعت دن رات جاری ہے اور بہت سی سعید (خوش  
 قسمت) روحمیں کفر و ضلالت اور بدعات کے اندھیروں سے نکل کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو  
 رہی ہیں۔ والحمد لله

اس کے مقابلے میں کفر و ضلالت اور بدعات کو اوڑھنا بچھونا بنانے والے تمام اہل  
 باطل بھی حرکات مذہبیہ اور مساعی باطلہ میں مصروف ہیں، لہذا ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے  
 ماہنامہ الحدیث میں ابطالِ باطل کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے تاکہ ہر معلوم فتنے کا سردلائل  
 کے ساتھ کچل دیا جائے۔

## قافلہ باطل کے شبیر احمد دیوبندی کا اوویلا

الیاس گھسن دیوبندی نے اپنے قافلہ باطل میں ایک موضوع اور باطل روایت درج  
 ذیل الفاظ میں لکھی تھی:

”امام موفق کی سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں:۔۔۔“

(ج ۵ شمارہ ۳ ص ۸ جولائی ستمبر ۲۰۱۱ء، الحدیث حضرو: ۸۹ ص ۴۰)

ماہنامہ الحدیث میں حوالوں کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا کہ روایت مذکورہ میں ابو محمد  
 الحارثی راوی کذاب، موفق کی معتزلی و رافضی غیر موثق اور ابو عصمہ الروزی مجہول وحدیث  
 باطل ہے۔ (الحدیث حضرو، شمارہ ۸۹ ص ۴۱-۴۴)

ابو محمد الحارثی کے بارے میں سہو کی وجہ سے احمد بن محمد الحمانی والی جرح چھپ گئی، لہذا دسمبر ۲۰۱۱ء

کے شمارے میں خطا کی اصلاح کا اعلان شائع کیا گیا اور راقم الحروف نے ابو محمد الحارثی پر ایک مستقل مضمون لکھ دیا، جو کہ مناسب وقت پر شائع ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ (دیکھئے ص ۲۵۵)

حارثی اور حمانی دونوں کذاب راوی ہیں، لہذا نفس مضمون اور استدلال پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ اب شبیر احمد دیوبندی نے ”...کا مجذوبانہ واویلا“ کے عنوان سے قافلہ باطل میں ایک مضمون لکھا ہے، جس میں گھٹیا اور بازمراری زبان استعمال کرنے کے باوجود شبیر احمد صاحب نے اصول محدثین کی رو سے مذکورہ گھمنی روایت کا صحیح یا حسن ہونا ثابت نہیں کیا، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس مسئلے میں بھی آل باطل شکست فاش سے دو چار ہیں۔

اب آل دیوبند کے تازہ شبہات کے جوابات پیش خدمت ہیں:

۱: سوال ”کیا کسی روایت کے صحیح ہونے کے لئے صرف سند کی صحت کو دیکھا جائے گا یا دیگر قرائن سے بھی روایت صحیح ثابت ہوتی ہے؟“ اس کا جواب یہ ہے کہ روایت کے صحیح یا ضعیف و مردود ہونے کا دار و مدار سند پر ہے، لہذا سب سے پہلے سند کو دیکھا جائے گا اور اگر سند مردود ثابت ہوئی تو روایت مردود ہو جائے گی۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

مناظرے میں یہ کافی ہے کہ (مخالف) مناظر نے جو سند پیش کی ہے اُس کا ضعیف ہونا ثابت کر دیا جائے، وہ (لا جواب ہو کر) چُپ ہو جائے گا کیونکہ اصل یہی ہے کہ دوسری کوئی روایت (اس مناظر) کی مؤید) نہیں ہے الا یہ کہ دوسری کوئی ثابت (صحیح و حسن) سند پیش کر دی جائے۔ واللہ اعلم (اختصار علوم الحدیث مترجم ص ۵۷، بایسویں قسم: مقلوب)

بعد میں متن دیکھا جائے گا اور محدثین کرام کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ جس بظاہر صحیح یا حسن نظر آنے والی روایت کو محدثین کرام متفقہ طور پر (بغیر کسی اختلاف کے) ضعیف، وہم، خطا اور غیر مقبول وغیرہ قرار دیں تو اس روایت کو رد کر دیا جائے گا، کیونکہ فن حدیث کا دار و مدار سند اور محدثین پر ہے اور وہ علل حدیث، شاذ اور منکر روایات کے جاننے والے اور

درایت و فقاہت میں بہت بڑے ماہر تھے۔ رحمہم اللہ اجمعین

قرائن سے آل دیوبند کی کیا مراد ہے؟ ذرا وضاحت تو کر دیں۔!

۲: اگر کوئی شخص کہے کہ سیوطی نے لکھا ہے: ”بعض محدثین کا فرمان ہے کہ جب لوگ کسی روایت کو قبول کر لیں تو اس کی صحت کا حکم لگا دیا جاتا ہے اگرچہ اس کی سند ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔“

عرض ہے کہ دسویں صدی ہجری کے حاطب اللیل سیوطی صاحب نے یہاں یہ صراحت نہیں کی کہ بعض محدثین اور روایت قبول کرنے والے لوگوں سے کون مراد ہیں اور اس سیوطی نے بعض محدثین (؟) تک کوئی سند بھی بیان نہیں کی، لہذا یہ حوالہ بے فائدہ ہے اور اس کے مقابلے میں ثقہ امام اور مجاہد عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) نے فرمایا: ”الإسناد من الدين ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء“ سند بیان کرنا دین میں سے ہے اور اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو کہنا چاہتا کہہ دیتا۔

(مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دار السلام: ۳۲۰ سند صحیح)

خیر القرون کے مشہور ثقہ و مجاہد امام عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ کے مقابلے میں سیوطی صاحب کے نامعلوم ”بعض محدثین“ کی بات کون سنتا ہے؟!

فی الحال آل دیوبند کے خلاف ”پھکی“ کے طور پر سیوطی کے تین حوالے پیش خدمت ہیں: اول: سیوطی نے لکھا ہے: یہ کہنا واجب (فرض) ہے کہ ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے امام سے منسوب ہو جائے، اس انتساب پر وہ دوستی رکھے اور دشمنی رکھے تو یہ شخص بدعتی ہے، اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، چاہے (انتساب) اصول میں ہو یا فروع میں۔ (الکنز الدفون ص ۱۲۹، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۴۱)

عبارت مذکورہ میں علامہ سیوطی صاحب نے آل دیوبند کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیا ہے۔

دوم: سیوطی نے لکھا ہے: اہل حدیث کے لئے اس سے زیادہ کوئی فضیلت نہیں ہے کہ نبی ﷺ کے سوا ان کا کوئی (متبوع) امام نہیں ہے۔

(تدریب الراوی ۲/۱۲۶، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۸۵)

سوم: سیوطی نے غزالی سے نقل کیا ہے: مقلد کے لئے چپ رہنا شرط ہے یعنی مقلد کو چاہئے کہ چپ رہے اور عز الدین ابن عبدالسلام سے نقل کیا ہے کہ مفتی کے لئے مجتہد ہونا شرط ہے۔ (الحادی للفتاویٰ ۲/۱۱۶، اتمام النعمۃ فی اختصاص الاسلام بحمدہ الامۃ)

سیوطی، غزالی اور ابن عبدالسلام کے ان اقوال سے ثابت ہوا کہ آل دیوبند میں کوئی ایک بھی مفتی موجود نہیں اور گھسن پارٹی والوں پر یہ ضروری ہے کہ چپ رہیں۔

۳: دوسری دلیل کے طور پر شبیر احمد صاحب نے حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ سے ”ہو الطہور ماؤہ“ والی حدیث کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ”و اهل الحديث لا يصححون مثل اسناده لكن الحديث عندي صحيح لأن العلماء تلقوه بالقبول“ (قائد باطل ج ۵ ص ۱۹)

عرض ہے کہ حدیث مذکور کو درج ذیل اہل حدیث (محدثین کرام) نے صحیح قرار دیا ہے: ترمذی (۶۹) ابن خزیمہ (۱۱۱) ابن حبان (الموارد: ۱۱۹) ابن الجارود (المستقی: ۴۳) بغوی (شرح السنۃ: ۲۸۱) نووی (شرح صحیح مسلم ۱۳/۸۶) ابن الملقن (البدرا لمیر ۱/۳۳۸) اور بخاری وغیرہم رحمہم اللہ

بعض نامعلوم اہل حدیث کا حدیث مذکور کو صحیح قرار نہ دینا، امام بخاری وغیرہ جمہور محدثین کے مقابلے میں قابلِ سماعت نہیں ہے اور تلقی بالقبول کا مطلب یہ ہے کہ حافظ ابن عبدالبر کے زمانے میں تمام اہل حدیث: علمائے حق نے بالاتفاق اس حدیث کو قبول کر لیا تھا، لہذا یہ اجماع ہے اور اجماع شرعی حجت ہے۔

تلقی بالقبول سے آل دیوبندی مراد کیا ہے؟ تمام علماء کا قبول کرنا یا بعض کا قبول کرنا اور دوسروں کا اسے رد کر دینا؟

اگر تمام علماء کا قبول مراد ہے تو یہ اجماع ہے اور اگر حالتِ اختلاف میں بعض علماء کا قبول کر لینا ہے تو یہ دوسروں پر کس طرح بطورِ حجت پیش کیا جاسکتا ہے؟!

شبیر احمد دیوبندی نے ابن ہمام حنفی اور ظفر احمد تھانوی دیوبندی کے اقوال پیش کئے

ہیں کہ ”مجتہد اگر کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ اس کے نزدیک صحیح ہوتی ہے“  
 امام ابو حنیفہ سے قول مذکور قطعاً ثابت نہیں اور علمی میدان میں ابن ہمام اور تھانوی کے  
 اقوال کی کوئی حیثیت نہیں، نیز حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کا قول حافظ ابن الصلاح وغیرہ  
 کے اقوال کے مقابلے میں مرجوح ہے۔ ابن الصلاح نے کہا: ”وہکذا نقول: إن عمل  
 العالم أو فتیاء علی وفق حدیث لیس حکماً منه بصحة ذلك الحدیث“  
 اور اسی طرح ہم کہتے ہیں: بے شک حدیث کے مطابق عالم کا عمل یا فتویٰ اس کی طرف سے  
 اس حدیث کی تصحیح نہیں ہے۔ (علوم الحدیث مع التقید والایضاح ص ۱۳۴، دوسرا نسخہ ص ۲۲۲)

امام شافعی (مجتہد) نے سورۃ الفاتحہ فی الجنازۃ کے ثبوت کے لئے ”ابراہیم بن  
 محمد الأسلمی عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ  
 عنہ“ کی مرفوع روایت سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے کتاب الامام ج ۱ ص ۲۷۰)  
 کیا آل دیوبند اس مرفوع روایت کو مجتہد کے استدلال کی وجہ سے صحیح تسلیم کرنے کے  
 لئے تیار ہیں؟! اگر نہیں تو پھر دوغلی پالیسی چھوڑ دیں اور صحیح احادیث پر بھی عمل کرنے کے  
 لئے تیار ہو جائیں۔

۴: شبیر احمد صاحب نے لکھا ہے کہ ”اگر کسی روایت کے مضمون پر اجماع ہو جائے تو وہ  
 روایت قوی بن جاتی ہے۔“ (قائد باطل ج ۵ ص ۲۰)

عرض ہے کہ اجماع بذات خود حجت ہے۔ (دیکھئے الحدیث حضرت ۹۱)  
 کئی مسائل پر اجماع ہوا ہے اور آل دیوبند ان اجماعی مسائل کے مخالف ہیں مثلاً  
 جرابوں پر مسح کرنے کے جواز پر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا اجماع ہے۔

(دیکھئے المغنی لابن قدامہ ۱/۱۸۱، مسئلہ ۳۲۶)

کیا اب اس اجماع کی وجہ سے آل دیوبند امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی معتن حدیث  
 مفیرہ (المسح علی الجوربین) کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں؟!  
 ہم بار بار عرض کر رہے ہیں کہ دوغلی پالیسی چھوڑ دیں۔

۵: اجماع بذاتِ خود حجت ہے، لہذا ایک دینار چوبیس قیراط کا ہونا اجماع کی وجہ سے حجت ہے اور ضعیف روایت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

۶: ابن عبد البر اور متاخرین میں سے شوکانی کے حوالے اجماع سے متعلقہ ہیں اور آل دیوبند کئی مسائل میں اجماع کے مخالف ہیں۔

(دیکھیے میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۶۰۴-۶۰۷)

۷: شبیر احمد صاحب نے اپنے ”پیشوا“ شوکانی سے نقل کیا ہے کہ ”ابراہیم بن محمد شیخ الشافعی ہے جو کہ ضعیف ہے“ (ص ۲۱)

عرض ہے کہ یہ ابراہیم بن محمد وہی ہے جس کی روایت کو آصف احمد لاہوری دیوبندی گھمنی نے اپنے زعمِ باطل میں ”ترک رفع الیدین پر ۳۲۷ صحیح احادیث و آثار کا مجموعہ“ نامی میں بطور استدلال پیش کیا ہے۔ (ص ۷۳ احادیث نمبر ۲۵۲)

مدین والوں کی طرح ناپ تول کے علیحدہ علیحدہ پیمانے نہ رکھیں بلکہ اصول و حق کی ہمیشہ پابندی کریں اور دوغلی پالیسی چھوڑ دیں۔

۸: شبیر احمد نے امام ابو حنیفہ کے بارے میں بغیر کسی صحیح دلیل کے لکھا ہے: ”اور آپ کے امام واعلم ہونے پر اجماع اکثری ہے اور اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے“ (ص ۲۲)

قربان جائیں ایسے اجماع کے جس سے امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور جمہور محدثین خارج ہیں بلکہ غزالی جیسے صوفی نے بھی لکھ دیا ہے کہ ”و اما أبو حنیفة فلم یکن مجتہداً ...“ (التخول ص ۵۸۱، الحدیث حضور: ص ۹۰ ص ۳۰)

غزالی وغیرہ پر فتوے لگائیں اور بات آگے چلائیں!

۹: موفق بن احمد انکی کو کس محدث نے ثقہ کہا ہے؟ حوالہ پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو کردری حنفی نے اس موفق کے بارے لکھا ہے: معتزلی، علی (رضی اللہ عنہ) کو تمام صحابہ پر فضیلت دینے کا قائل۔ (مناقب الکوردی ج ۱ ص ۸۸)

محمد نافع (دیوبندی) نے ”مولوی“ عبدالعزیز دہلوی سے نقل کر کے موفق کی (اخطب

خوارزم) کے بارے میں بطور خلاصہ لکھا ہے:

”اخطب خوارزم غالی زیدی شیعوں میں سے ہے... اہلسنت کے محدثین اس بات پر اجماع رکھتے ہیں کہ اخطب زیدی مذکور کی سب روایات مجہول وضعیف لوگوں سے منقول ہیں اور اس کی بیشتر روایات معتبر لوگوں کے خلاف اور جعلی ہیں۔ اہل السنۃ کے فقہاء اس کی مرویات کے ساتھ ہرگز احتجاج واستدلال نہیں کرتے۔“ (حدیث ثقلین ص ۱۳۳)

محمد نافع نے مزید لکھا ہے: ”حافظ ابن تیمیہ اور شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ یہ بزرگ زیدی شیعہ خیال کے آدمی ہیں ان کی تحقیقات اور مرویات برائے اہل سنۃ قابل اعتماد نہیں۔“ (حدیث ثقلین ص ۱۶۳)

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ باطل قافلے والے اہل سنت نہیں بلکہ زیدی شیعہ نواز ہیں۔ تحقیقی مقالات (ج ۲ ص ۳۵۷، ۳۶۳) میں احمد بن محمد بن عمر والروزی الفقیہ، ابراہیم بن علی الآمدی الفقیہ اور ابن بطہ الامام وغیرہ کے بارے میں ناقابل تردید حوالوں سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک مجروح، مجہول اور گمراہ راوی کے بارے میں فقیہ اور امام وغیرہ کے کلمات توثیق نہیں ہوتے، ورنہ آل دیوبند یہ اعلان شائع کر دیں کہ ”جس راوی کے ساتھ فقیہ یا امام کا لفظ ہوگا، ہم اسے ثقہ و صحیح الحدیث ہی سمجھیں گے۔“!

فاتحہ خلف الامام کی بہت سی احادیث میں سے ایک حدیث امام محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ نے روایت کی ہے اور آل دیوبند کو محمد بن اسحاق سے بہت چڑ ہے، جس کا کچھ نمونہ سرفراز خان صفدر کڑمگی کی کتاب احسن الکلام میں دیکھا جاسکتا ہے۔

امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کو حافظ ذہبی، حافظ ابن کثیر، حافظ ابن العجمی اور علامہ علائی نے امام قرار دیا ہے۔ (دیکھئے تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۱/۱۳۰، البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۱/۳۸، ۳۹۴، التہذیب لاسماء ابن یسین لابن العجمی ۱/۴۷۰، جامع التحصیل للعلائی ۱/۱۰۹، ۲۶۱، بحوالہ شاملہ)

کیا شبیر احمد صاحب اور گھمن پارٹی والے امام محمد بن اسحاق کو ثقہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں؟ دوغلی پالیسی چھوڑ دیں۔



۱۰: ابو محمد الحارثی کو کسی محدث یا امام نے ثقہ و صدوق نہیں کہا بلکہ جلیل القدر علماء نے اس پر شدید جرح کی ہے اور کذاب وغیرہ قرار دیا ہے۔

اس کی تفصیل میرے تحقیقی مضمون: ”ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری اور محدثین کی جرح“ میں ہے۔ (دیکھئے ص ۲۳۵)

۱۱: سرائیکی محاورہ تو تب قابلِ سماعت ہو جب آلِ تقلید میں سے کوئی ”ٹو رزن“ اٹھ کر تحقیقی مقالات کے مذکورہ بادلِ حوالوں کا جواب پیش کرے، ورنہ پھر ﴿ثُمَّ نَكْسُوا عَلَى رُءُوسِهِمْ﴾ والی حالت آلِ دیوبند پر طاری ہے۔

۱۲: شبیر احمد صاحب نے لکھا ہے: ”امام اعظم ابو حنیفہؒ اور آپ کے متبعین کے نزدیک مجہول الحال کی روایت قبول کی جائے گی...“ (ص ۲۲)

اس کے مقابلے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھنوی کڑمگی نے لکھا ہے: ”یہ بالکل غلط ہے کہ امام ابو حنیفہؒ مستور کی روایت کو حجت سمجھتے ہیں۔ حافظ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں کہ صحیح مسلک یہ ہے کہ مستور کی روایت فاسق کی طرح مردود ہوگی جب تک اس کی عدالت ثابت نہ ہو جائے اس کی حدیث حجت نہیں ہو سکتی...“ (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۰۵، دوسرا نسخ ج ۲ ص ۹۵)

اب آلِ دیوبند باہم سر جوڑ کر بیٹھیں اور فیصلہ کریں کہ ان دونوں (شبیر و سرفراز) میں سے کون جھوٹا ہے؟!

تنبیہ: مجہول الحال اور مستور ایک ہی راوی کے دو القاب ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا: ”اگر اس سے دو یا دو سے زائد نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق نہ ہو تو وہ مجہول الحال ہے اور مستور ہے...“ (قطرات العطر شرح اردو شرح نخبة القرآن ص ۲۳۶، انضاد اکاڑوی)

آخر میں شبیر احمد صاحب، الیاس گھمن صاحب اور آلِ دیوبند کی ”خدمات“ میں عرض ہے کہ وہ ہمت کریں اور قافلہٴ باطل کی مذکورہ روایت کا صحیح یا حسن ہونا اصولِ حدیث، اسماء الرجال اور اصولِ محدثین سے ثابت کر دیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو علانیہ توبہ کریں۔ غلط بات سے توبہ کرنے میں آخر حرج ہی کیا ہے؟!

یاد رہے کہ مخالف کے اصل دلائل کا جواب نہ دینا اور ادھر ادھر کی باتیں لکھ دینا جواب نہیں کہلاتا بلکہ شکست فاش ہوتا ہے۔  
(۱۱/نومبر ۲۰۱۱ء)

### محمد رضوان دیوبندی کی ایک تازہ تحریف

یہ سچ ہے کہ جب تک روئے زمین پر ابلیس اور اس کے چیلے موجود ہیں، کذب و افتراء اور کفر و شرک کے ساتھ جرائم اور وضع حدیث کا شیطانی کاروبار جاری رہے گا۔  
اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ دیوبندی ”مفتی“ محمد رضوان نے ایک کتاب لکھی ہے:  
”وتر کی نماز کے فضائل و احکام“

اس کتاب میں اس رضوان صاحب نے لکھا ہے:

”اور ابن ابی الدنیا، حضرت شجاع بن مخلد سے اور وہ حضرت ہشیم سے اور وہ حضرت یونس بن عبید سے اور وہ حضرت حسن سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

كَانُوا يَصَلُّونَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَالْوُتْرَ ثَلَاثًا (فضائل رمضان لابن ابی الدنیا، حدیث نمبر ۴۸، دارالسلف، الریاض - السعودیہ)

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں) رمضان کے مہینہ میں لوگ بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس روایت کے تمام راوی انتہائی اعلیٰ درجہ کے معتبر اور ثقہ راوی ہیں۔“ (وتر کی نماز ص ۱۲۰-۱۲۱)

عرض ہے کہ ابن ابی الدنیا کی کتاب فضائل شہر رمضان میں یہ روایت دوسرے متن اور ”عشیرین لیلة“ بیس راتیں، کے الفاظ سے ہے اور بیس رکعتوں کے الفاظ سے نہیں، لہذا رضوان صاحب نے جھوٹ بولا ہے اور حدیث میں تحریف بھی کی ہے۔

دیکھئے فضائل شہر رمضان لابن ابی الدنیا (ص ۳۷۳ ح ۴۸)

۱: مطبوعہ: دارالسلف للنشر والتوزیع، تحقیق: عبداللہ بن حمد المصنور (ص ۷۸ ح ۴۸)

۲: مطبوعہ: المکتبۃ العصریہ صیدا بیروت (۱۲/نومبر ۲۰۱۱ء)

## سرفراز خان صفدر کے دفاع میں ناکامی

سرفراز خان صفدر دیوبندی کڑمنگی لکھڑوی نے ”مقام ابی حنیفہ“ کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں ابن عطیہ الحمائی وغیرہ کذابین سے چن چن کر موضوع، باطل اور مردود روایات لکھیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (۲ ص ۱۰ تا ۲۴)

اب بہت عرصے بعد کسی احسن خدای (؟) نے ”فراست مومن... اور... علی زئی تنقید“ کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے، لیکن کسی ایک سرفرازی روایت موضوع مردودہ کا صحیح یا حسن ہونا ثابت نہیں کیا۔ (دیکھئے مجلہ صفدر گجرات شمارہ ۸ ص ۴۱ تا ۴۴)

احسن خدای نے غمار ناصر (غامدی دیوبندی) کے رسالے ”الشریعة“ سے سرفراز خان کڑمنگی کا قول نقل کیا ہے: ”اور وہ اسی کتاب سے چند کمزور حوالے نقل کر کے ساری دنیا میں تشہیر کریں گے...“ (مجلہ صفدر ص ۴۱، اکتوبر ۲۰۱۱ء)

اس حوالے میں سرفراز خان صفدر اور احسن خدای دونوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ ”مقام ابی حنیفہ“ نام والی کتاب میں ”چند کمزور حوالے“ موجود ہیں۔

عرض ہے کہ یہ ”چند کمزور حوالے“ نہیں بلکہ بہت زیادہ موضوع، من گھڑت اور جھوٹے حوالے اور مردود روایات ہیں، جن میں سے دس حوالے بطور نمونہ ماہنامہ الحدیث میں پیش کئے گئے اور ان کا اسماء الرجال و اصول حدیث کی رو سے مدلل رد بھی لکھا گیا، جس کے جواب الجواب سے تمام آل دیوبند عاجز و ساکت ہیں۔

احسن خدای صاحب اور آل دیوبند ہمت کریں اور اس تحقیقی مضمون کا مکمل جواب لکھیں، ورنہ کذب و افتراء و تلبیسات تو آل دیوبند کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

(۱۲/نومبر ۲۰۱۱ء)

## شبیر احمد میرٹھی دیوبندی اور انکارِ حدیث

مشہور منکر حدیث شبیر احمد از ہر میرٹھی ہندوستانی جس نے صحیح بخاری پر مجرمانہ حملے کرتے ہوئے ”صحیح بخاری کا مطالعہ: بخاری کی کچھ کمزور احادیث کی تحقیق و تنقید“ کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس کا جواب حافظ ابویحییٰ محمد اعجاز بن نذیر احمد نور پوری حفظہ اللہ نے ”صحیح بخاری کا مطالعہ اور فتنہ انکارِ حدیث“ (حصہ اول) کے نام سے لکھا جو کہ مطبوع ہے۔ اس میرٹھی نے خروجِ دجال، ظہورِ مہدی اور نزولِ مسیح (قیامت سے پہلے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر نازل ہونے) کے انکار پر ”احادیث دجال کا تحقیقی مطالعہ“ کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ شخص (شبیر احمد میرٹھی) دیوبندی تھا، جیسا کہ سرفراز خان صفدر کے بیٹے زاہد الراشدی اور پوتے محمد عمار خان ناصر (الغامدی) کے ماہوار رسالے الشریعہ میں لکھا ہوا ہے: ”... اور دیوبند سے دورۂ حدیث کیا۔ وہاں خاص اساتذہ میں شیخ الادب مولانا اعجاز علی امر و ہوئی، مولانا فخر الحسن اور حضرت مدنی تھے۔“ (ج ۲۲ شمارہ ۱۱ ص ۲۷، نومبر ۲۰۱۱ء)

شبیر احمد میرٹھی (۱۹۲۳ء تا ۲۰۰۵ء) کے بیٹے ”ڈاکٹر“ غطریف شہباز ندوی (منکرِ حدیث) نے اپنے باپ کے حالات پر ایک مفصل مضمون لکھا ہے، جو کہ الشریعہ (گوجرانوالہ) کے مذکورہ شمارے میں (صفحہ ۲۶ تا ۳۴) مطبوع ہے۔

ثابت ہوا کہ انکارِ حدیث اور بنیادی و اجماعی اسلامی عقائد میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے ڈانڈے دیوبندیت اور آلِ دیوبند سے ملے ہوئے ہیں۔ غطریف ندوی نے اجماع کا مذاق اڑاتے ہوئے اور اپنے منکرِ حدیث باپ کا دفاع کرتے ہوئے اہل حدیث علماء کو: ”بعض علمی طور پر کوتاہ قد اور متعصب... ایسے ہی کم ظرفوں اور کم علموں...“ لکھا ہے۔

(الشریعہ نومبر ۲۰۱۱ء، ص ۳۰)

شبیر احمد میرٹھی نے صحیح مسلم کی احادیث کو ضعیف و مردود ثابت کرنے کے لئے ”صحیح مسلم کا تحقیقی مطالعہ“ کے نام سے ایک ناقص کتاب لکھی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی تکمیل کا موقع نہیں دیا۔ (کتاب کے حوالے کے لئے دیکھئے الشریعہ ص ۲۸)

تنبیہ: یہ مضمون ان اہل حدیث علماء و عوام کے لئے لکھا گیا ہے جو دیوبندیت اور آل دیوبند کی اصلیت سے ناواقف ہیں۔ (۱۶/نومبر ۲۰۱۱ء)

## مرزا غلام احمد قادیانی کون تھا؟

مرزا غلام احمد قادیانی کون تھا؟ اس سلسلے میں بیس (۲۰) حوالے مع تبصرہ پیش خدمت ہیں:

(۱) فیض احمد فیض بریلوی نے لکھا ہے:

”تحریک قادیانیت کے بانی کا نام مرزا غلام احمد تھا.... جہاں تک معلوم ہو سکا ہے اُن کے آبا و اجداد حنفی المذہب مسلمان تھے اور خود مرزا صاحب بھی اپنی اوائل زندگی میں اُنہی کے قدم بہ قدم چلتے رہے۔“ (مہرِ منیر سوانح حیات مہر علی شاہ گولڑوی ص ۱۶۵)

فیض مذکور نے مزید لکھا ہے:

”اس وقت تک مرزا صاحب کے عقائد وہی تھے جو ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان کے ہونے چاہئیں....“ (مہرِ منیر ص ۱۶۶)

یہ کتاب بریلوی پیر غلام محی الدین کی اجازت اور ایماء سے شائع ہوئی ہے۔

(۲) محمد حیات خان بریلوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں (مہر علی شاہ گولڑوی کی کتاب: سیفِ چشتیائی کے پیش لفظ میں) لکھا ہے:

”جہاں تک معلوم ہو سکا ہے اُن کے آبا و اجداد حنفی المذہب مسلمان تھے۔ اور خود مرزا صاحب بھی اپنی اوائل زندگی میں اُنہی کے قدم بہ قدم چلتے رہے۔“

(پیش لفظ: سیفِ چشتیائی صفحہ ۱)

یہ کتاب بھی بریلوی پیر غلام محی الدین کی اجازت اور ایماء سے شائع ہوئی ہے۔

(۳) مرزا قادیانی نے جمادی الاولیٰ ۱۳۰۸ھ (برطانیق دسمبر ۱۸۹۰ء) میں ”فتح اسلام“ نامی

رسالہ شائع کیا۔ دیکھئے مرزائیوں کی کتاب: روحانی (شیطانی) خزائن (ج ۳ ص ۱)

اس رسالے میں مرزا نے کہا:

”سوائے مسلمانو! اس عاجز کا ظہور سحرانہ تاریکیوں کے اُٹھانے کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف

سے ایک معجزہ ہے۔“ (فتح اسلام ص ۶، دوسرا نسخہ ۷)  
 رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا ہے:

”مولوی غلام احمد صاحب قادیانی کی فتح الاسلام بندہ نے بھی دیکھی اجمالاً اوکو جو اول گمان تجدید ہوا ہے یہ اوسکا ہی ضمیمہ ہے کہ اب اونکے خیلہ میں یہ دوسوہ پیدا ہوا کہ مثیل عیسیٰ ہوں اس باب میں بندہ یہ گمان کرتا ہے کہ دنیا طلبی تو اوکو مقصود نہیں بلکہ ایک خود پسندی اون کے خیلہ میں بوجہ صلاحیت قائم ہوئی تھی اب یہ خیالات بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اسکو وہ دین و تائید دین اور اپنے کمالات جانتے ہیں اوسمیں مجبور ہیں۔ اس مثیل عیسیٰ ہونیکو اور نزول عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کی روایات کے حقیقی معنی کے انکار کو چند جگہ سے جو بندہ سے استفہار کیا گیا تو بندہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ عقیدہ فاسد و خطا خلاف جملہ سلف خلف کے ہے اوکو مایجو لیا ہو گیا ہے کہ خلاف عقل کے ایسی بات لکھتے ہیں کہ تمام عالم نے اوسکو نہ سمجھا اب اوکو اسکی فہم ہوئی اوپر اشتہار مباحثہ دیا ہے اور بندہ کو مخاطب بنایا ہے اور تکفیر نہیں چاہئے کہ وہ ماؤل ہے اور معذور ہے فقط مولوی عبداللہ کو منع کرنا۔“ (مکاتیب رشیدیہ ص ۹۰ مکتوب: ۱۳۸)

ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری دیوبندی نے لکھا ہے:

”جن حضرات نے فتوائے تکفیر سے اختلاف کیا ان میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب چشتی گنگوہیؒ جو ان دنوں علمائے حنفیہ میں نہایت ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور اطراف و اکناف ملک کے حنفی شائقین علم حدیث اس فن کی تکمیل کیلئے انکے چشمہ فیض پر پہنچ کر تنگی سعادت سے سیراب ہو رہے تھے سب سے پیش پیش تھے۔ انھوں نے علمائے لدھیانہ کے فتوائے تکفیر کی ممانعت میں ایک مقالہ لکھ کر قادیانی صاحب کو ایک مرد صالح قرار دیا اور اس کو حضرات مکفرین کے پاس لدھیانہ روانہ کیا۔“ (رئیس قادیان ج ۲ ص ۳)

دلاوری دیوبندی نے رشید احمد گنگوہی دیوبندی سے نقل کیا:

”کسی مسلمان کی تکفیر کر کے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذہ اخروی سر پر لینا سخت نادانی ہے۔ یہ بندہ جیسا اُس بزرگ (مرزا صاحب) کو کافر فاسق نہیں کہتا اس کو مجذوب و ولی بھی نہیں

کہہ سکتا۔ صالح مسلمان سمجھتا ہوں۔ اور اگر کوئی پوچھے تو ان کے ان کلمات کی تاویل مناسب سمجھتا ہوں۔ اور خود اس سے اعراض و سکوت ہے۔ فقط والسلام (رشید احمد)

(نیکس قادیان ج ۲ ص ۵)

رشید احمد گنگوہی کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی دیوبندی المذہب تھا، ورنہ اسے گنگوہی کا ”صالح مسلمان“ اور ”بزرگ“ کہنا کیا مقصد رکھتا ہے؟

۴) عبدالماجد دریا آبادی دیوبندی نے اشرف علی تھانوی کا ایک واقعہ لکھا ہے:

”سنہ خوب یاد نہیں، غالباً ۱۹۳۰ء تھا، حکیم الامت تھانویؒ کی محفل خصوصی میں نماز چاشت کے وقت حاضری کی سعادت حاصل تھی ذکر مرزائے قادیانی اور ان کی جماعت کا تھا اور ظاہر ہے کہ ذکر ”ذکر خیر“ نہ تھا حاضرین میں سے ایک صاحب بڑے جوش سے بولے ”حضرت ان لوگوں کا دین بھی کوئی دین ہے، نہ خدا کو مانیں نہ رسول کو“ حضرت نے معاً لہجہ بدل کر ارشاد فرمایا کہ ”یہ زیادتی ہے، توحید میں ہمارا ان کا کوئی اختلاف نہیں، اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدہ ختم رسالت میں بات کو بات کی جگہ پر رکھنا چاہئے۔ جو شخص ایک جرم کا مجرم ہے، یہ تو ضرور نہیں کہ دوسرے جرائم کا بھی ہو۔“ ارشاد نے آنکھیں کھول دیں اور صاف نظر آنے لگا کہ.....“

(جی باتیں ص ۲۱۲، طبع نفس اکیڈمی کراچی)

تھانوی کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ مرزائیوں کا دیوبندیوں کے ساتھ توحید میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اختلاف صرف رسالت کے ایک باب (عقیدہ ختم رسالت) میں ہے (نیز دیکھئے یہی مضمون، فقرہ نمبر ۱۲) اور یاد رہے کہ یہ بیان مرزا کی موت کے بہت عرصے بعد ۱۹۳۰ء کا ہے۔

۵) ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی (ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر) نے لکھا ہے:

”مولانا غلام احمد قادیانی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی میں انگریز دوستی کی بناء پر اصلاحی تحریکوں کی مخالفت قدر مشترک تھی۔“ (مطالعہ بریلویت ج ۱ ص ۲۱۶، طبع دارالعارف لاہور)



مولانا چونکہ عزت و احترام والا لقب ہے جو علماء کے بارے میں استعمال ہوتا ہے لہذا اس دیوبندی حوالے سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی آل دیوبند کا ”مولانا“ تھا۔

یاد رہے کہ رشید احمد گنگوہی کے نزدیک مرزا قادیانی ایک ”مولوی“ تھا۔ دیکھئے فقرہ: ۳۔  
 ۶) غازی احمد (سابق کرشن لال) سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج، بوچھال کلاں ضلع چکوال نے مرزا ناصر احمد قادیانی بن مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد سے اپنی ملاقات کا تذکرہ درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

”میں نے عرض کیا مجھے ایک بات اور دریافت کرنا ہے۔ میں نے مرزا صاحب کی تحریر پڑھی ہے کہ میں اور میری جماعت کے افراد فقہی مسلک میں امام ابوحنیفہؒ کے پیروکار ہیں۔ ناصر صاحب میں بھی حنفی مسلک سے تعلق رکھتا ہوں۔

ناصر صاحب نے اظہارِ مسرت فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ مرزا صاحب تو آپ کے خیال کے مطابق منصبِ نبوت پر سرفراز تھے۔ کیا یہ امر منصبِ نبوت کے شایانِ شان ہے کہ ایک نبی ایک امتی کے فقہی مسلک کا پیروکار اور مقلد ہو۔ کیا یہ مقامِ نبوت کی توہین نہیں؟ ناصر صاحب نے فرمایا اس سوال کا جواب بھی کسی دوسری مجلس میں تفصیل کے ساتھ دوں گا۔“

(من الظلمات الی النور = کفر کے اندھیروں سے نور اسلام تک ص ۹۳)

غازی احمد حنفی کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد اپنے آپ کو امام ابوحنیفہ کا پیروکار کہتا تھا اور مرزا ناصر احمد نے بھی اپنے دادا کی اس بات کا انکار نہیں کیا۔

۷) بشیر احمد قادری دیوبندی نے ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی کی کتاب: مجدد اعظم کے حوالے سے بطور استدلال لکھا ہے:

”مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نئے نئے پڑھ کر اور مولوی بن کر جو بٹالہ آئے تو چونکہ یہ الحمدِ للہ تھے، اس لئے خفیوں کو ان کے خیالات بہت گراں گزرے۔ بعض اختلافی مسائل میں بحث کرنے کے لئے خفیوں نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی طرف رجوع کیا اور ایک نمائندہ حضرت اقدس کو قادیان سے بٹالہ لے آیا، شام کو مولوی محمد حسین بٹالوی اور اُن

کے والد مسجد میں تھے، جو حضرت اقدس وہاں پہنچ گئے، بحث شروع ہوئی، مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے تقریر کی۔ حضرت قدس نے تقریریں کر فرمایا کہ اس میں تو کوئی بات ایسی نہیں جو قابل اعتراض ہو۔ تو میں تردید کس بات کی کروں۔ ان لوگوں کو جو آپ کو لائے تھے، بہت مایوسی ہوئی اور وہ آپ سے بہت ناراض ہوئے، لیکن آپ نے محض اللہ کے لئے اس بحث کو ترک کر دیا۔ کیونکہ محض دھڑے بندی کے لئے آپ حق بات کی تردید نہیں کر سکتے تھے۔ مجدد اعظم ج ۲ ص ۱۳۴۳

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مرزا صاحب نے بٹالوی صاحب کے نظریات و خیالات کی کس طرح تائید و تصویب کی ہے۔ اگر مرزا صاحب ابتداء مقلد ہوتے تو لازماً بٹالوی صاحب کے نظریات کی تردید کرتے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب پہلے غیر مقلدانہ خیالات کے حامل تھے، پھر غیر مقلدیت سے ترقی کر کے نبوت کا دعویٰ کر کے ایک دنیا کو گمراہ کیا۔“ (ترک تقلید کے بھیاک نتائج طبع چہارم ص ۴۷، ۴۸)

اس دیوبندی حوالے سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی اہل حدیث نہیں تھا بلکہ وہ دیوبندی و بریلوی (یا عرف عوام میں: خفی) تھا اور خفیوں کا مناظر تھا، ورنہ یہ کس طرح ممکن تھا کہ ایک اہل حدیث کے مقابلے میں اختلافی مسائل میں خفی حضرات ایک اہل حدیث مناظر پیش کرتے؟

یاد رہے کہ بشیر احمد قادری نے ”غیر مقلدانہ خیالات“ اور ”غیر مقلدیت سے ترقی“ وغیرہ الفاظ لکھ کر بہت بڑا جھوٹ بولا ہے، جس کی تردید اس کے ذکر کردہ حوالے سے ہی ظاہر ہے۔

(۸) فیض احمد فیض بریلوی نے لکھا ہے:

”اُدھر چاچڑاں (ریاست بہاولپور) کے مشہور شیخ طریقت اور صوفی شاعر حضرت خواجہ غلام فرید چشتی بھی ابتدا میں مرزا صاحب کے متعلق بہت حُسن ظن رکھتے تھے۔ خواجہ صاحب ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے اور حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے قادیانی معرکہ لاہور کے قریب ایک

سال بعد ۱۹۰۱ء میں انتقال فرما گئے۔“ (مہرِ میر ص ۲۰۲، ۲۰۵)  
فیض احمد نے مزید لکھا ہے:

”اس پر خواجہ صاحبؒ نے اپنے جواب میں اعانت فی الدین کا وعدہ کرتے ہوئے مرزا صاحب کی شان میں تعریفی کلمات تحریر فرمائے۔ آپ کے ملفوظات ”اشارات فریدی“ میں مذکور ہے کہ جب علماء نے مرزا صاحب کے خلاف لکھنا شروع کیا تو خواجہ صاحبؒ نے فرمایا یہ شخص حمایتِ دین پر کمر بستہ ہے۔ علماء تمام مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر اس نیک آدمی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔ حالانکہ وہ اہل سنت والجماعت سے ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔ لیکن جب مرزا صاحب کی نئی کتابیں خواجہ صاحبؒ کے پاس پہنچیں جن میں اُن کے منفرد عقائد اور ”مسح موعود“ اور ”ظلیٰ اور بروزی“ نبوت کے دعاوی درج تھے تو آپ نے بھی مولوی حسین بٹالوی کی طرح علانیہ اپنی بیزاری کا اظہار کیا۔“ (مہرِ میر ص ۲۰۵)

اس بریلوی حوالے سے ثابت ہوا کہ خواجہ غلام فرید چاچڑاں والے کے نزدیک مرزا قادیانی بریلوی یا دیوبندی تھا۔

۹) مولانا محمد داود ارشد حفظہ اللہ نے لکھا ہے:  
”حاجی نواب دین گولڑوی لکھتا ہے کہ

جہاں تک معلوم ہو سکا ہے ان کے آبا و اجداد حنفی المذہب مسلمان تھے اور خود مرزا صاحب بھی اپنی اوائل زندگی میں انہی کے قدم بقدم چلتے رہے۔

(آفتاب گولڑہ اور فقہِ مرزاہیت ص ۱۵۰)۔ (تحفہ حنفیہ ص ۵۲۷)

۱۰) خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے لکھا ہے:

”ہم اور ہمارے مشائخ سب کا مدعی نبوت و مسیحیت قادیانی کے بارے میں یہ قول ہے کہ شروع شروع جب تک اس کی بدعتیہ عقیدگی ہمیں ظاہر نہ ہوئی بلکہ یہ خبر پہونچی کہ وہ اسلام کی تائید کرتا ہے اور تمام مذاہب کو بدلائل باطل کرتا ہے تو جیسا کہ مسلمانوں کو مسلمان کے ساتھ زیبا ہے ہم اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محمل

حسن پر حمل کرتے رہے اسکے بعد جب اس نے نبوت و مسیحیت کا دعویٰ کیا تھا اور عیسیٰ مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا منکر ہوا اور اس کا خبیث عقیدہ اور زندیق ہونا ہم پر ظاہر ہوا تو ہمارے مشائخ نے اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا قادیانی کے کافر ہونے کی بابت ہمارے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ تو طبع ہو کر شائع بھی ہو چکا بکثرت لوگوں کے پاس موجود ہے کوئی چھپی ڈھکی بات نہیں۔“ (المہند علی المفند: السوال السادس والعشرون ص ۲۶۸، ۲۶۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دیوبندی مشائخ کے نزدیک مرزا کی بدعتیگی شروع میں ظاہر نہ ہوئی تھی بلکہ وہ ”اسلام“ کی تائید کرتا تھا اور یہ مشائخ اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے یعنی دوسرے لفظوں میں مرزا غلام احمد شروع میں دیوبندی یا دیوبندیوں کا ہم عقیدہ تھا۔

دیوبندیوں اور بریلویوں کے ان دس حوالوں کے بعد مرزا اور آل مرزا کی تحریروں سے دس حوالے پیش خدمت ہیں جن سے صراحتاً مرزا کا دیوبندی و بریلوی (یا عرف عوام میں: حنفی) ہونا ثابت ہوتا ہے:

۱۱) مرزا غلام احمد قادیانی نے اہل حدیث کو وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہوئے کہا: ”میرا دل ان لوگوں سے کبھی راضی نہیں ہوا اور مجھے یہ خواہش کبھی نہیں ہوتی کہ مجھے وہابی کہا جائے اور میرا نام کسی کتاب میں وہابی نہ نکلے گا۔ میں ان کی مجلسوں میں بیٹھتا رہا ہوں۔ ہمیشہ لفاظی کی بو آتی رہی ہے یہی معلوم ہوا کہ ان میں نرا چھلکا ہے مغز بالکل نہیں ہے۔“

(ملفوظات مرزا ج ۲ ص ۵۱۵، ۱۳ نومبر ۱۹۰۲ء)

اس عبارت میں مرزا نے تسلیم کیا کہ وہ وہابی (یعنی اہل حدیث) نہ کبھی تھا اور نہ ہے۔

یاد رہے کہ اہل حدیث کے بارے میں ”لفاظی کی بو“ اور ”نرا چھلکا ہے مغز بالکل نہیں

ہے“ کہنا مرزا قادیانی کے جھوٹوں میں سے ہے۔

تنبیہ: مرزائیوں کے نزدیک وہابی سے مراد اہل حدیث ہے۔

دیکھئے یہی مضمون (فقہہ نمبر ۱۲) اور سیرت المہدی (جسد دوم ص ۲۸)

۱۲) مرزا غلام اور قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد (قادیانیوں کے خلیفہ دوم) نے لکھا ہے: ”نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ احمدیت کے چرچے سے قبل ہندوستان میں اہل حدیث کا بڑا چرچا تھا اور خفیوں اور اہل حدیث کے درمیان (جکو عموماً لوگ وہابی کہتے ہیں، بڑی مخالفت تھی اور آپس میں مناظرے اور مباحثے ہوتے رہتے تھے اور یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے گویا جانی دشمن ہو رہے تھے... اور ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ بازی کا میدان گرم تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دراصل دعویٰ سے قبل بھی کسی گروہ سے اس قسم کا تعلق نہیں رکھتے تھے جس سے تعصب یا جھٹھ بندی کا رنگ ظاہر ہو لیکن اصولاً آپ ہمیشہ اپنے آپ کو خفی ظاہر فرماتے تھے اور آپ نے اپنے لئے کسی زمانہ میں بھی اہل حدیث کا نام پسند نہیں فرمایا۔ حالانکہ اگر عقائد و تعامل کے لحاظ سے دیکھیں تو آپ کا طریق خفیوں کی نسبت اہل حدیث سے زیادہ ملتا جلتا ہے۔“ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۳۸، ۳۹ فقرہ: ۳۵۷)

مرزا بشیر احمد کی اس عبارت سے پانچ باتیں ثابت ہوئیں:

- ۱: مرزا غلام احمد قادیانی اہل حدیث نہیں تھا۔
  - ۲: مرزا غلام احمد قادیانی غیر متعصب خفی تھا۔
  - ۳: اہل حدیث کو لوگ وہابی کہتے تھے لہذا مرزا اور اس کے مقلدین کی تحریروں میں جہاں بھی وہابی کا لفظ ہوگا، اس سے مراد دیوبندی نہیں بلکہ صرف اہل حدیث مراد ہیں۔
  - ۴: مرزا قادیانی اپنے آپ کو ہمیشہ خفی ظاہر کرتا تھا۔
  - ۵: مرزا قادیانی نے کسی زمانے میں بھی اپنے لئے اہل حدیث نام پسند نہیں کیا۔
- تنبیہ: مرزا بشیر احمد کا یہ کہنا کہ ”عقائد و تعامل کے لحاظ سے مرزا کا طریق خفیوں کی بہ نسبت اہل حدیث سے زیادہ ملتا جلتا ہے۔“ کئی لحاظ سے غلط اور جھوٹ ہے:
- اول: عقائد کا ایک بڑا مسئلہ توحید ہے اور شرعی تھانوی دیوبندی نے مرزائیوں کے بارے میں کہا: ”توحید میں ہمارا ان کا کوئی اختلاف نہیں“ (پچی باتیں ص ۲۱۲، دیکھئے یہی مضمون فقرہ: ۴۰)
- یعنی دیوبندیوں اور مرزائیوں کی ”توحید“ ایک ہے۔

دوم: عقائد کا ایک باب ختم نبوت پر ایمان ہے۔ محمد قاسم نانوتوی نے لکھا ہے: ”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا“ (تخذیر الناس ص ۳۳، دوسرا نسخہ ص ۸۵)

یعنی دیوبندیوں کے نزدیک اگر خاتم النبیین محمد ﷺ کی وفات کے بعد اگر کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی ختم نبوت کے عقیدے میں کچھ بھی فرق نہیں آئے گا۔!  
 بعینہ یہی عقیدہ مرزائیوں کا ہے بلکہ عبدالرحمن خادم مرزائی نے نانوتوی کے مذکورہ قول کو اپنی کتاب میں بطور حجت پیش کیا ہے۔ دیکھئے قادیانیوں کی: پاکٹ بک (ص ۶۷-۲۷)

سوم: مرزائیوں کا تعال بھی اہل حدیث کے خلاف ہے مثلاً:  
 مرزا بشیر احمد قادیانی نے میاں عبداللہ سنوری قادیانی سے نقل کیا کہ  
 ”... اور میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت صاحب کو کبھی رفع یدین کرتے یا آمین بالجہر کہتے نہیں سنا۔“ الخ (سیرت المہدی حصہ اول ص ۱۶۲ فقرہ: ۱۵۳)

(۱۳) مرزا قادیانی کے مرید اور خلیفہ اول حکیم نور الدین بھیروی نے کہا:  
 ”حضرت مرزا صاحب اہل سنت والجماعت خاص کر حنفی المذہب تھے۔ اس طائفہ ظاہرین علی الحق میں سے تھے واللہ رب العالمین ۲۹ اگست ۱۹۱۲ء“  
 (کلام امیر المعروف ملفوظات نور حصہ اول ص ۵۴، بحوالہ تحفہ حنفیہ ص ۵۲۴)

(۱۴) محمد علی لاہوری مرزائی نے لکھا ہے:  
 ”آپ کی اس وقت کی قبولیت عامہ کی ایک جھلک اس ریویو میں نظر آتی ہے جو مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اہل حدیث کے لیڈر تھے آپ کی کتاب براہین احمدیہ پر کیا۔ یہ ریویو اس لحاظ سے اور بھی زیادہ حیرت انگیز ہے کہ حضرت مرزا صاحب ابتداء سے آخر زندگی تک علی الاعلان حنفی المذہب رہے۔“ (تحریک احمدیت ص ۱۱)

یعنی بٹالوی صاحب نے حنفی المذہب مرزا قادیانی کی کتاب پر ریویو لکھا تھا۔  
 (۱۵) مرزا بشیر احمد قادیانی نے لکھا ہے:

”حافظ روشن علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کسی دینی ضرورت کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی نور الدین صاحب کو یہ لکھا کہ آپ یہ اعلان فرمادیں کہ میں خفی المذہب ہوں حالانکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت مولوی صاحب عقیدتنا اہل حدیث تھے۔“ الخ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۲۸ فقرہ: ۳۵۷)

اس قادیانی حوالے سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی لوگوں کو خفی المذہب ہونے کی دعوت دیتا تھا۔

تنبیہ: مرزا ابشر احمد کا حکیم نور الدین قادیانی کو ”عقیدتنا اہل حدیث“ کہنا غلط اور جھوٹ ہے۔ ابوالقاسم دلاوری دیوبندی نے نور الدین کے بارے میں لکھا ہے: ”... لیکن ایسے ایسے اکابر کی صحبت اٹھانے کے باوجود طبیعت آزادی کی طرف مائل تھی اس لئے حقیقت پر قائم نہ رہ سکے۔ پہلے اہل حدیث بنے۔ لیکن اس سے بھی جلد سیر ہو گئے۔“

(رئیس قادیان ج ۱ ص ۸۱)

اس دیوبندی حوالے سے معلوم ہوا کہ حکیم نور الدین بھیروی خفی (یعنی دیوبندی یا بریلوی) تھا۔

تنبیہ: دلاوری کا یہ کہنا کہ ”پہلے اہل حدیث بنے۔“ غلط اور جھوٹ ہے۔

(۱۶) مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

”کہ یہودیوں میں حضرت مسیح کے منکر الہدایت ہی تھے۔ انہوں نے ان پر شور مچایا۔ اور تکفیر کا فتویٰ لکھا اور انکو کافر قرار دیا۔ اور کہا کہ یہ شخص خدا کی کتابوں کو مانتا نہیں۔“

(کشتی نوح ص ۶۵، دوسرا نسخہ ص ۶۰، قادیانی: روحانی خزائن ج ۱ ص ۶۷)

یہ تحریر اہل حدیث پر بہت بڑا بہتان ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا اہل حدیث نہیں تھا۔

(۱۷) مرزا قادیانی نے کہا:

”ہمارا مذہب وہابیوں کے برخلاف ہے۔ ہمارے نزدیک تقلید کو چھوڑنا ایک اباحت ہے،

کیونکہ ہر ایک شخص مجتہد نہیں ہے۔ ذرا سا علم ہونے سے کوئی متابعت کے لائق نہیں ہو جاتا۔ کیا وہ اس لائق ہے کہ سارے متقی اور تزکیہ کرنے والوں کی تابعداری سے آزاد ہو جائے۔ قرآن شریف کے اسرار سوائے مطہر اور پاک لوگوں کے اور کسی پر نہیں کھولے جاتے ہمارے ہاں جو آتا ہے اسے پہلے ایک حقیقت کا رنگ چڑھانا پڑتا ہے۔۔۔ الخ

(ملفوظات قادیانی ج ۱ ص ۵۳۳، ۱۵/ اگست ۱۹۰۱ء)

فقہہ نمبر ۱۲ کے تحت گزر چکا ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک وہابی سے مراد اہل حدیث ہیں لہذا ثابت ہوا کہ مرزا اور مرزائیوں کا مذہب اہل حدیث کے برخلاف ہے اور ہر شخص کو مرزائیت میں آنے کے بعد، پہلے حقیقت کا رنگ چڑھانا پڑتا ہے۔

۱۸۔ مرتضیٰ خان حسن بی اے قادیانی نے لکھا ہے:

”... ہم فقہ کو بھی مانتے ہیں اور فقہائے عظام کی دل سے قدر کرتے ہیں اور ان کے اجتہاد اور تفقہ کی قدر کرتے ہیں۔ ہم بالخصوص حضرت امام ابو حنیفہ کی فقہ پر عمل پیرا ہیں۔ اسی کی ہدایت ہمارے امام حضرت مرزا صاحب نے فرمائی ہے۔“

(مجدد زمان بجواب دونی ص ۲۱۷، بحولہ تحفہ حنیفہ ص ۵۲۵)

۱۹۔ مرزا قادیانی نے کہا:

”سخت تعجب ان لوگوں کے فہم پر ہے جو کہتے ہیں کہ ہم اہل حدیث اور غیر مقلد ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم توحید کی راہوں کو پسند کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو حنفیوں کو یہ الزام دیتے ہیں کہ تم بعض اولیاء کو صفات الہیہ میں شریک کر دیتے ہو اور ان سے حاجتیں مانگتے ہو۔“ الخ (تحفہ گلڑویہ ص ۱۲۱، دوسرا نسخہ ص ۷۰، قادیانی: روحانی خزائن ج ۱ ص ۲۰۷/ حاشیہ)

یہ تحریر خود بتا رہی ہے کہ اس کا لکھنے والا اہل حدیث نہیں بلکہ حنفیت کا دفاع کرنے والا ہے۔

۲۰۔ مولانا عبدالغفور اثری حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

”روزنامہ نوائے وقت ج ۳، شمارہ ۲۱۲، ۱۱/ دسمبر ۱۹۷۶ء میں ہے کہ:

۱۰۔ دسمبر (وقائع نگار) قادیانی جماعت کا سالانہ جلسہ آج ربوہ میں شروع ہوا فرقہ قادیان



کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے کہا ہم جو محسوس کرتے ہیں اور سچ سمجھتے ہیں اس کا اعلان کرتے رہیں گے.... انہوں نے اپنے عقائد کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس مذہب کو مانتے ہیں جو نبی آخر الزماں لے کر آئے۔ ہمارا فقہ حنفی فقہ ہے۔“

(حقیقت اور مرزا ایتھس ۵۵، طبع ۱۹۸۷ء)

قارئین کرام! ان بیس حوالوں سے یہ ثابت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اہل حدیث نہیں بلکہ دیوبندی یا بریلوی (عرف عوام میں: حنفی) تھا لہذا ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی، عبدالحق خان بشیر دیوبندی اور آل دیوبند و آل بریلوی کے جن لکھاریوں نے ادھر ادھر کے اعمال فقہیہ والے حوالوں اور تحریفات سے مرزا قادیانی کو اہل حدیث ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، وہ سب جھوٹ، باطل اور مردود ہے۔

تنبیہ: ہمارے ذکر کردہ حوالوں کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی اہل حدیث نہیں تھا مثلاً:

۱: مفتی محمد صادق قادیانی نے ”اہل حدیث و یہود“ کا باب باندھ کر مرزا قادیانی سے نقل کیا: ”ایسا ہی اس زمانہ میں ہمارا مقابلہ الحمد للہ کے ساتھ ہوا۔ کہ ہم قرآن پیش کرتے، اور وہ حدیث پیش کرتے ہیں۔“ (ذکر حبیب ص ۲۹۵، نیز دیکھئے ملفوظات مرزا ج ۲ ص ۲۰۲)

۲: مرزا قادیانی نے کہا: ”باقی رہا شریعت کا عملی حصہ، سو ہمارے نزدیک سب سے اول قرآن مجید ہے۔ پھر احادیث صحیحہ جن کی سنت تائید کرتی ہے۔ اگر کوئی مسئلہ ان دونوں میں نہ ملے تو پھر میرا مذہب تو یہی ہے کہ حنفی مذہب پر عمل کیا جاوے کیونکہ ان کی کثرت اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ کی مرضی یہی ہے۔ مگر ہم کثرت کو قرآن مجید و احادیث کے مقابلہ میں بچ سمجھتے ہیں۔ انکے بعض مسائل ایسے ہیں کہ قیاس صحیح کے بھی خلاف ہیں۔ ایسی حالت میں احمدی علماء کا اجتہاد اولیٰ بالعمل ہے...“ (ملفوظات ج ۵ ص ۱۳۲) (۳/ جولائی ۲۰۰۹ء)

۳: احمد یار نعیمی بریلوی کے بیٹے اقتدار احمد نعیمی نے مرزا قادیانی کے بارے میں لکھا ہے:

”مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی اولاد دیوبندی تھا“ (الطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ ج ۳ ص ۱۷۵)

## فیصل خان بریلوی رضا خانی کی دو بڑی خیانتیں

خیانت کرنا کبیرہ گناہ اور بہت بڑا جرم ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما دونوں نے فرمایا: ”المؤمن یطبع علی الخلال کماہا إلا الخیانة و الکذب“ ”مومن کی طبیعت میں ہر عادت ہو سکتی ہے لیکن خیانت اور جھوٹ نہیں ہو سکتا۔“

(کتاب الایمان لابن ابی شیبہ: ۸۰-۸۱ وسندہ قوی)

حافظ ذہبی نے ”کتاب الکبائر“ میں خیانت کو چونتیسویں (۳۴) کبیرہ گناہ کے تحت ذکر کیا ہے۔ (ص ۶۰-۶۱ تحقیق سمیر بن امین الزہری)

فیصل خان بریلوی رضا خانی نے ”الدرة فی عقد الایدی تحت السرة“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس کے ٹائٹل پر درج ذیل دعویٰ کیا ہے:

”نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر تعمیر مقلد زیر علی علی زئی اور ارشاد الحق اثری کے اعتراضات کے علمی محاسبہ“ !!

اس خیانتی اور فراڈی محاسبے سے دو بڑی خیانتیں باحوالہ و رد و پیش خدمت ہیں:

۱) فیصل خان نے ”عرب محققین (حمد بن عبداللہ اور محمد بن ابراہیم) کا نسخہ علامہ عابد سندھی پر اعتماد“ کی سُرخی کے تحت لکھا ہے: ”علامہ عابد سندھی کے نسخہ پر عرب محققین حمد بن عبداللہ اور محمد بن ابراہیم اللخیدان کا اعتماد ہے۔ ان دونوں محققین نے مصنف ابن ابی شیبہ کی تحقیق کا کام سرانجام دیا۔ جو مکتبہ الرشید سے ۲۰۰۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ محققین علامہ عابد سندھی کے نسخہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔“

”وہی نسخة كاملة و لا بأس بها“ یعنی یہ نسخہ کامل اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ تحقیق محمد بن عبداللہ الجمہ: ۳۶۸/۱)

معلوم ہوا کہ عرب محققین شیخ حمد بن عبداللہ الجمہ اور شیخ محمد بن ابراہیم اللخیدان کا بھی

اعتماد نسخہ علامہ عابد سندھی پر ہے اور ارشاد الحق اثری صاحب کا اس نسخہ پر اعتراض دلائل کی روشنی میں غلط ہے۔“ (الدرة فی عقد الایدی تحت السرة ص ۳۹)

عرض ہے کہ فیصل خان کے مشار الیہا صفحے پر محمد عابد سندھی کے نسخے کے بارے میں صاف لکھا ہوا ہے کہ ”وہی نسخة كاملة و لا بأس بها لو لا ما فیہا من التصحیفات و السقط الكثير الذي يعادل عدة أسانید فی مکان واحد - أحياناً! - و قد بینا کل ذلك أثناء التحقيق.“

اور یہ نسخہ مکمل ہے اور اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں (تھا) اگر اس میں جو تصحیفات ہیں وہ نہ ہوتیں اور بعض اوقات سقط کثیر نہ ہوتا جو کئی سندوں کو ایک مکان پر ملا دیتا ہے اور ہم نے تحقیق کے دوران میں یہ سب بیان کر دیا ہے۔ (ص ۳۶۸)

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ محققین مذکورین نے محمد عابد سندھی کے نسخے کو مطلقاً ”و لا بأس بها“ نہیں کہا بلکہ ”لو لا ما فیہا“ کے ساتھ مشروط کیا اور اس نسخے پر دو اعتراضات کئے۔

۱: اس نسخے میں تصحیفات (غلطیاں) ہیں۔

۲: اس نسخے میں سقط کثیر ہے یعنی کاتب سے لمبی عبارتیں لکھنا رہ گئی ہیں۔

محققین نسخہ نے صفحہ مذکورہ کے حاشیہ پر محمد عابد سندھی کے بارے میں لکھا ہے:

”هو شيخ الرواية في عصره على تعصبه الشديد لمذهب أبي حنيفة! قال صديق خان ....“ وہ اپنے زمانے میں شیخ روایت تھا، مذہب ابی حنیفہ میں شدید تعصب کے ساتھ! صديق (حسن) خان نے کہا....“ (ص ۳۶۸)

[فیصل خان کے مذکورہ صفحے کا عکس اس مضمون کے آخر میں صفحہ ۴۸ پر موجود ہے۔]

محققین (میں سے ایک) نے مزید لکھا ہے:

”و لیتها كانت متقنة أو متوسطة الاتقان، لكنها تميل إلى الضعف، كما ذكرت“ اور کاش کہ یہ نسخہ مستحکم و مضبوط اور بے عیب ہوتا یا درمیانے درجے کا مضبوط و پختہ

ہوتا، لیکن یہ ضعف کی طرف مائل ہے جیسا کہ میں نے ذکر کر دیا ہے۔ (حاشیہ ص ۳۶۸)  
 نسخہ مذکورہ کے محقق صاحب تو محمد عابد سندھی (متعصب حنفی) کے نسخے کو درمیانے  
 درجے کا مضبوط و پختہ نسخہ بھی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ضعف کی طرف مائل قرار دیتے ہیں اور  
 فیصل خان صاحب یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ان کا عابد سندھی کے نسخے پر اعتماد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخٰنِثِيْنَ﴾  
 ”اور یقیناً اللہ تعالیٰ کامیاب نہیں ہونے دیتا دغا بازوں کی فریب کاری کو۔“

(سورۃ یوسف: ۵۲، ضیاء القرآن ج ۲ ص ۴۳۶)

فیصل صاحب! خاننین (خیانت کرنے والوں) کی فریب کاری ناکام رہے گی۔ ان شاء اللہ  
 ۲) فیصل خان صاحب نے نعمان بن سعد (صدوق حسن الحدیث) کے بارے میں لکھا  
 ہے: ”امام ابو داؤد دیکھتے ہیں۔ سمعت احمد قال: نعمان بن سعد الذی یحدث  
 عن علی مقارب الحدیث لا بأس به (سوالات ابی داؤد ص ۲۸۷ رقم: ۳۳۲)  
 یعنی نعمان بن سعد مقارب الحدیث ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابو داؤد کی  
 توثیق کے بعد نعمان بن سعد پر مجہول کی جرح فضول ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ نعمان بن سعد  
 ثقہ اور صحیح راوی ہے۔“ (الدرة فی عقد الایدی تحت السرة ص ۶۲)

عرض ہے کہ یہ امام ابو داؤد کا قول نہیں بلکہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے جس کی مکمل  
 عبارت پیش خدمت ہے: ”سمعت أحمد قال: النعمان بن سعد الذی یحدث  
 عن علی مقارب الحدیث لا بأس به، ولكن الشأن فی عبد الرحمن بن  
 إسحاق، له أحادیث مناکیر“ میں نے احمد (بن حنبل) سے سنا، انھوں نے فرمایا:  
 نعمان بن سعد جو علی (بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) سے حدیثیں بیان کرتا تھا، مقارب الحدیث  
 لا بأس بہ ہے، لیکن مسئلہ عبد الرحمن بن اسحاق (الکوفی) میں ہے، اس کی حدیثیں منکر ہیں۔

(سوالات ابی داؤد ص ۲۸۷-۲۸۸ فقرہ: ۳۳۲)

فیصل خان صاحب نے ”ولكن الشأن فی عبد الرحمن بن إسحاق، له

احادیث مناکیر “ کے الفاظ چھپا کر بہت بڑی خیانت کی ہے اور یہ ان لوگوں کا کام ہے جنہیں مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنادیا گیا تھا۔

یاد رہے کہ امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ عبدالرحمن بن اسحاق الکوفی کو ”منکر الحدیث“ (الضعفاء للبخاری، ۲۰۳، تاریخ الکبیر ۵/۲۵۹)

”متروک الحدیث“ (کتاب العلل ۱/۳۵۰ تا ۲۱۸۹)

اور ضعیف و لیس بشی قرار دیتے تھے، لہذا شعبہ بازی اور تقلف کے ذریعے سے یہاں ”مناکیر“ کا معنی ”افراد“ کرنا غلط ہے۔

تنبیہ: نعمان بن سعد کے بارے میں راقم الحروف کی سابقہ عبارات منسوخ ہیں۔

فیصل خان کی کتاب مذکور میں اکاذیب، افتراءات، خیانتیں، دھوکے، مغالطے، شعبہ بازیاں اور باطل کثرت سے موجود ہیں اور عقل مند کے لئے فیصل خانی دیگ کے مذکورہ دو چاول ہی کافی ہیں۔

فیصل خان کے ایک افتراء کا جواب: راقم الحروف نے مسند احمد (۵/۲۲۶ ج ۲۲۳۱۳) سے ایک حدیث ”عن یمینہ و عن شمالہ“ کے الفاظ سے نقل کی ہے۔

(دیکھئے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۱۴)

اس کے بارے میں فیصل خان نے لکھا ہے: ”مسند احمد میں حضرت ہلب الطائی کی

حدیث میں عن شمالہ کی بجائے عن یسارہ کے الفاظ ہیں لہذا اس میں لفظی تحریف کی ہے۔“

(الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرة ص ۹۰)

عرض ہے کہ راقم الحروف کی پیش کردہ روایت ”عالم الکتب بیروت لبنان“ کے مطبوعہ

نسخے (۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸م) میں ”و عن شمالہ“ کے الفاظ سے صاف موجود ہے۔

(ج ۷ ص ۳۳۷ ج ۲۲۳۱۳)

اور ”نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام“ میں حوالہ مذکورہ میں اسی نسخے کا نمبر لکھا گیا ہے،

لہذا یہ تحریف نہیں بلکہ صحیح حوالہ ہے اور فیصل خان نے تحریف کا الزام لگا کر جھوٹ بولا ہے۔

مسند احمد کی مذکورہ روایت اور اس کے حاشیے کا عکس درج ذیل ہے:

هَلْبُ الطَّائِي ۲۲۳۱۲ - حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سَفِيَانُ، عَنْ سَمَاعٍ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هَلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، عَنْ طَعَامِ النَّصَارَى. فَقَالَ: لَا يَخْطِلِبُنَّ فِي مِلْكِكَ طَعَامُ شَارَعَتِ فِيهِ النَّصْرَانِيَّةُ.

۲۲۳۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سَفِيَانَ حَدَّثَنِي سَمَاعٌ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هَلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ. قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْصَرِفُ مِنْ بَيْتِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ (۱)، وَرَأَيْتُهُ يَضَعُ مِذْبَاحَهُ عَلَى صَدْرِهِ (وَصَفَّ يَحْيَى الْيَمَنِي عَلَى الْبُسْرَى) فَوْقَ الْمَفْعَلِ (۲).

(۱) فی البیت، و (۲) و (۳): "بار"، وأُبتدأ من مباح السليمة / الفقرة ۲۷۵، و الأطراف / الفقرة ۱۰۴.

فائدہ: عن شمالہ اور عن یسارہ کا مطلب ایک ہے یعنی بائیں ہاتھ۔ عربی زبان میں بائیں جانب کو شمال بھی کہتے ہیں اور یسار بھی کہتے ہیں۔ (دیکھئے القاموس الوحید ص ۸۸۸، ۱۹۱۳) تنبیہ: فیصل خان نے قبیسہ بن ہلب، سماع بن حرب، موئل بن اسماعیل، سلیمان بن موسیٰ الدمشقی رحمہم اللہ اور عبدالرحمن بن اسحاق الکوفی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، تانا بانا تانتا ہے اور جو کمزری کا جالابنا ہے وہ نری شعبدہ بازی، لفاظی اور بیت العنکبوت ہے، جس کے رد کے لئے راقم الحروف کی کتاب (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام) اور اصل کتابوں کی طرف رجوع ہی کافی ہے۔

لطیفہ: فیصل خان نے مضطرب الحدیث کو جرح مفسر بنانے کی کوشش کی ہے۔

(دیکھئے الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرة ص ۱۰۲-۱۰۳)

اور اُن کے مدوح غلام مصطفیٰ نوری بریلوی رضا خانی نے صاف لکھا ہے: ”حافظ کا خراب ہونا، مضطرب الحدیث ہونا، یہ جرح مفسر ہے جو کہ تعدیل پر مقدم ہے لہذا امام مالک علیہ الرحمہ کا اس کو ثقہ کہنا غیر مقلدین کے کام نہیں آ سکتا۔“ (ترک رفع یدین ص ۳۵۵ طبع جون ۲۰۰۳ء) عرض ہے کہ صحیح مسلم کے مصنف امام مسلم رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ”أبو حنيفة النعمان بن ثابت صاحب الرأي، مضطرب الحديث، ليس له كبير حديث صحيح“

(کتاب الکئی والاسماء لامام مسلم قس ص ۱۰۷ (۳۱)، تاریخ بغداد ۱۳/۱۳۵، سندہ صحیح)

اس ”اپنی تسلیم کردہ جرح مفسر“ کے بارے میں کیا خیال ہے؟! (۹/ ستمبر ۲۰۱۱ء)

## فیصل خان کے مذکورہ صفحے کا عکس (مقدمہ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۶۸):

المطلب الثالث: وصف المخطوطات

الفصل الثالث: عملنا في الكتاب

عدد الأسطر والكلمات: ۴۵ سطراً، وفي بعض الصفحات أقل قليلاً، وبعضها أكثر قليلاً. وفي كل سطر ۲۵ كلمة تقريباً.

نسخها: السيد محمد عمن الزرقاني<sup>(۱)</sup>.

تاريخ نسخها: (۱۰/ شعبان / ۱۲۲۹ھ).

وصفها: واضحة الخط ومنقطة، إلا أنه دقيق جداً؛ فربما أشكل! وهي نسخة كاملة ولا بأس بها لولا ما فيها من التصحيقات والسقطات الكثيرة الذي يعادل عدة أسانيد في مكان واحد - أحياناً ۱- وقد يتنا كل ذلك أثناء التحقيق. ولعل السبب في دقة خطها، هو ما ألزم الناسخ به نفسه من ضبط للحروف والأسطر لتخرج النسخة في أصغر حجم ممكن. وعناوين الأبواب فيها ملعوجة مع الأكرار إلا أنه جعلها بخط أكبر. ولا يوجد عليها أية سماعات.

وقد رقمها الناسخ - وفي ترقيمه بعض الخطأ - وفي أولها فهرس للأبواب. والملاحظ أن الخط تغير في وسطها عن أولها وآخرها؛ فلعل صاحب النسخة استعان بناسخين. وصاحب هذه النسخة هو محمد عابد السندي المحدث الفقيه الحنفي المشهور<sup>(۲)</sup>. وقد وقفها على أولاده، ثم دخلت

(۱) الخط غير واضح، ولم آت له على ترجمة.

(۲) هو شيخ الرواية في عصره على تعصبه الشديد للمذهب أبي حنيفة. قال صديق خان: «... وهذا من غرائب الدنيا وعجائب الدهر...»، له: «ترتيب مستند الشافعي»، «المواهب اللطيفة على مستأبني حنيفة»، و«حصر الشارود من أسانيد محمد عابد» وغيرها. وهو غير محمد حياة السندي (ت ۱۱۶۳ھ) فإن هذا شيخ الشيخ محمد بن عبد الوهاب، رحمه الله تعالى، وغير توفد الدين السندي (ت ۱۱۳۸ھ) صاحب الحواشي على الكتب الستة وغيرها. توفي محمد عابد سنة ۱۲۵۷ھ. انظر: أجمد العلوم ۱۷۱/۳ - ۱۷۲، وفهرس الفهارس ۱/ ۳۲۳ - ۳۲۷.

۳۶۸

## مقدمہ مصنف ابن ابی شیبہ کے صفحہ ۳۶۹ کے حاشیے کا عکس:

(۱) هذه المخطوطة من أشهر نسخ «المصنف» - فيما وليت - فقلنا نخلو مكتبة من مصورة لها، وقلنا عالم له غاية بالحدث والآثار إلا ونسخ منها أو صوّر عليها أو اطلع عليها في أهل الأحوال. فمن هؤلاء: شمس الحق العظيم آبادي؛ كما ورد في خاتمة نسخة (ر)، والباركفوري (مقدمة نخبة الأحوزي ۱/ ۳۲۱)، والكتاني (الرسالة المستطرفة: ۱۰)، والأعظمي (مقدمة تحقيق للمصنف)، وحامد الأنصاري (مكتبة)، ومحمد رواش قلعة حي (في موسوعاته في فقه السلف)، وطليمو (المصنف) في الطبقات السلفية وطه دار الناج، ودار عالم الكتب؛ (المعروفي) وما لا أحصي من طلبية العلم المهتمين بالمخطوطات. والسبب في ذلك: قلّة أجزاءها وصفحاتها مما يسهل تصويرها وحملها والرجوع إليها، ولينها كانت مقننة أو متوسطة الإقتان، ولكنها غير لينة إلى الصف، كما ذكرت

## حنیف قریشی بریلوی اپنی کتاب کے آئینے میں

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسولہ الامین ، أما بعد :  
اس تحقیقی مضمون میں ( انگریزی دور میں پیدا ہو جانے والے ) نو مولود فرقتے :  
بریلویہ رضا خانہ کے ایک مناظر محمد حنیف قریشی کی ایک کتاب سے قریشی مذکور اور اس کے  
( چیلے ) معاون مناظر : امتیاز حسین کاظمی کے جھوٹ ، دھوکے ، جہالتیں اور خیانتیں باحوالہ و  
رد پیش خدمت ہیں :

( ۱ ) ایک روایت میں آیا ہے کہ ( رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : )  
” إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا نَظَرَ إِلَى امْرَأَتِهِ وَنَظَرَتْ إِلَيْهِ ، نَظَرَ اللَّهُ إِلَيْهِمَا نَظْرَةَ رَحْمَةٍ .  
فَإِذَا أَخَذَ بَكْفِهَا تَسَاقَطَتِ ذُنُوبُهُمَا مِنْ خِلَالِ أَصَابِعِهَا . “  
جب مرد اپنی بیوی کی طرف دیکھتا ہے اور وہ اسے دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی طرف  
رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے ، پھر جب وہ اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑتا ہے تو ان کی انگلیوں سے ان  
کے گناہ گر جاتے ہیں ۔

( الجامع الصغير للسيوطي بحوالہ میسرہ بن علی فی مسجئہ والرافعی فی تاریخہ ، فیض القدیر لیلناوی ۲/ ۴۲۲ ج ۱۹۷۷ )

اس روایت کی سند درج ذیل ہے :

میسرہ بن علی قال : ” ثنا إسماعيل بن توبة : ثنا الحسين بن معاذ الخراساني  
عن إسماعيل بن يحيى التيمي عن مسعر بن كدام عن عطية العوفي عن أبي  
سعيد الخدري رضي الله عنه . “ ( تاریخ تدوین للرافعی ج ۲ ص ۴۷ ، بحوالہ المکتبۃ الشاملہ )

یہ وہی روایت ہے ، جسے محمد حنیف قریشی بریلوی رضا خانی نے پنڈی ، اسلام آباد  
والے مناظرے میں ” لوسنوا ! “ کہہ کر علانیہ پیش کیا تھا ۔

( دیکھئے روسیداد مناظرہ راولپنڈی : گستاخ کون ؟ ص ۵۵۴ )



حنیف قریشی کی پیش کردہ اس روایت کے ایک راوی اسماعیل بن یحییٰ بن عبید اللہ التیمی کے بارے میں محدثین کرام اور بعض علماء کی دس گواہیاں درج ذیل ہیں:

۱: امام ابن عدی نے فرمایا: ”یحدث عن الثقات بالبواطیل.“ وہ ثقہ راویوں سے باطل روایتیں بیان کرتا تھا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۹۷، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۹۱)

حافظ ذہبی نے لکھا ہے: ”و قسم کالبخاری و أحمد بن حنبل و أبي زرعة و ابن عدي: معتدلون منصفون.“ اور ایک قسم جیسے بخاری، احمد بن حنبل، ابو زرعة (الرازی) اور ابن عدی: معتدل (اعتدال کرنے والے) منصف (انصاف کرنے والے) تھے۔ (ذکر من یستمد قولہ فی الجرح والتعديل ص ۲، عبدالفتاح البوندہ والانسہ ص ۱۵۹)

۲: امام دارقطنی نے فرمایا: ”متروک کذاب.“

وہ متروک، کذاب (جھوٹا) ہے۔ (الضعفاء والمتر وکون للدارقطنی: ۸۱)

محمد بن عبدالرحمن السخاوی (صوفی) نے کہا: ”و قسم معتدل کأحمد والدارقطنی و ابن عدي.“ اور (اماموں کی) ایک قسم معتدل ہے، جیسے احمد، دارقطنی اور ابن عدی۔

(المعجمون فی الرجال مع تحقیق ابی عدہ ص ۱۳۷)

۳: حافظ ابن حبان نے کہا: ”کان ممن يروي الموضوعات عن الثقات و مالا أصل [لہ] عن الأثبات. لا يحل الرواية عنه ولا الاحتجاج به بحال.“

وہ ثقہ و ثبت راویوں سے موضوع اور بے اصل روایتیں بیان کرتا تھا، اس سے روایت کرنا حلال نہیں اور نہ کسی حال میں اس سے حجت پکڑنا جائز ہے۔ (کتاب المجر و ص ۱۲۶)

۴: حاکم نیشاپوری نے فرمایا:

”روی عن مالک بن أنس و مسعر بن کدام و ابن أبي ذئب و غیرهم أحادیث موضوعة.“ اس نے مالک بن انس، مسعر بن کدام اور (محمد بن عبدالرحمن) ابن ابی ذئب و غیرہم سے موضوع (من گھڑت، جھوٹی) روایات بیان کیں۔

(المدخل الی الصحیح ص ۱۱۷ ات ۸)

یادر ہے کہ حنیف قریشی کی پیش کردہ مذکورہ روایت بھی مسعر بن کدام سے ہے۔

۵: ابو نعیم اصبہانی نے فرمایا: ”حدّث عن مسعر و مابک بالاموضوعات ، يشمئز القلب و ينفر من حديثه ، متروك .“ اس نے مسعر اور مالک سے موضوع (جھوٹی، من گھڑت) روایات بیان کیں، اس سے دل تنگ ہوتا ہے اور اس کی روایتوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے، وہ متروک ہے۔ (کتاب الضعفاء لابن نعیم ص ۶۰ تا ۱۲)

یادر ہے کہ حنیف قریشی کی پیش کردہ مذکورہ روایت بھی مسعر بن کدام سے ہے۔

۶: حافظ نور الدین البیہقی نے فرمایا: ”کان يضع الحديث“ وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۶)

اور فرمایا: ”و هو كذاب“ اور وہ کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۳۰)

۷: جلال الدین سیوطی نے انتہائی متساہل اور حاطب اللیل ہونے کے باوجود ایک روایت کے بارے میں کہا: ”تفرد به إسماعيل و هو كذاب .“

اس روایت کے ساتھ اسماعیل (بن یحییٰ) منفرد ہے اور وہ کذاب ہے۔

(اللائی المصنوع فی الاحادیث الموضوعۃ ج ۱ ص ۲۰۷)

علاء الدین علی الممتقی بن حسام الدین الہندی البرہان فوری (متوفی ۹۷۵ھ) نے

ایک روایت لکھنے کے بعد کہا: ”و فيه إسماعيل بن يحيى التيمي كذاب يضع .“

اور اس میں اسماعیل بن یحییٰ التیمی ہے، وہ کذاب ہے (حدیثیں) گھڑتا تھا۔

(کنز العمال ج ۳ ص ۲۳۲ ح ۶۳۰۵)

تنبیہ: عین ممکن ہے کہ یہ سیوطی کا قول ہو۔

۸: حافظ ابن عبدالبر نے ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

”في هذا الباب حديث موضوع وضعه إسماعيل بن يحيى بن عبيد الله التيمي ...“ اس باب میں ایک موضوع روایت ہے، اسے اسماعیل بن یحییٰ بن عبید اللہ التیمی نے گھڑا ہے۔ (التمہید لمافی الموطأ من العانی والاسانید ج ۱ ص ۲۶۸)

۹: ابن الجوزی نے فرمایا: ”وإسماعيل كان كذاباً.“ اور اسماعیل (بن یحییٰ بن عبید اللہ التیمی) کذاب تھا۔ (کتاب الموضوعات ج ۳ ص ۲۱۹)

۱۰: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”وهو إسماعيل بن يحيى أحد الكذابين“ اور وہ اسماعیل بن یحییٰ ہے، کذابین میں سے ایک۔

(الاصابہ ج ۳ ص ۲۰۱ ت ۶۹۶ ترجمہ: فراس بن عمرو)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً:

حافظ ذہبی نے فرمایا: ”عن أبي سنان الشيباني و ابن جريج و مسعر بالباطيل“ اس نے ابوسنان الشیبانی، ابن جریج اور مسعر (بن کدام) سے باطل روایات بیان کیں۔ اور فرمایا: ”مجمع على تركه“ اس کے متروک ہونے پر اجماع ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۵۳ ت ۹۶۵)

محدث اسماعيلي نے فرمایا: ”و أحاديث إسماعيل بن يحيى موضوعة.“ اور اسماعیل بن یحییٰ کی (بیان کردہ) روایتیں موضوع و من گھڑت ہیں۔

(کتاب: جمع حدیث مسعر، بحوالہ فتح الباری لابن رجب ۲۹۳/۱، مکتبہ شاملہ)

محمد بن یوسف الصالحی نے کہا: ”فهذا هو الوضع المجمع على تركه.“ پس یہ (اسماعیل بن یحییٰ التیمی) وہ وضع (روایات گھڑنے والا) ہے جس کے متروک ہونے پر اجماع ہے۔ (سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱ ص ۴۰۵، مکتبہ شاملہ)

ثابت ہوا کہ حنیف قریشی کی پیش کردہ روایت موضوع، جھوٹی اور من گھڑت ہے۔ الجامع الصغیر کے مطبوعہ نسخوں میں اس روایت کے ساتھ ”صح“ کی علامت ناخ، کاتب یا سیوطی کی غلطی ہے اور غلطی سے استدلال کرنا غلط کار لوگوں کا ہی طریقہ ہے۔

روایت مذکورہ موضوع پر مزید جرح کے لئے دیکھئے البانی کی سلسلہ ضعیفہ (ج ۷

ص ۲۷۴-۲۷۵ ج ۴ ص ۳۲۷ و قال: موضوع) اور کتب اسماء الرجال۔

۲۰) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

”مشہور محدث حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”لسان المیزان“ میں حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت طویل کلام کرتے ہوئے آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور آپ کو کبار مشائخ اور عارف قرار دیا ہے۔ (لسان المیزان 2/451)“  
(روئید ادمناظرہ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص ۳۶۵)

عرض ہے کہ مذکورہ بیان بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے نہ تو ابن عربی کو خراج تحسین پیش کیا ہے، نہ اسے کبار مشائخ میں سے قرار دیا ہے اور نہ اسے عارف کہا ہے۔ انھوں نے ابن عربی کی تعریف میں بعض علماء کے اقوال ضرور نقل کئے ہیں لیکن یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ”کأنهم ما عرفوها أو ما اشتهر كتابه الفصوص“  
گویا کہ انھوں نے انھیں (عقائد ابن عربی) کو نہیں پہچانا یا اس کی کتاب الفصوص (ان کے سامنے) مشہور نہیں ہوئی تھی۔ (لسان المیزان ج ۵ ص ۳۱۲-۳۱۳، دوسرا نسخہ ج ۶ ص ۴۰۰)  
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ امام سراج الدین البلقینی سے ابن عربی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فوراً جواب دیا کہ وہ کافر ہے۔

(لسان المیزان ج ۴ ص ۳۱۸، دوسرا نسخہ ج ۵ ص ۲۱۳)

القول البدیع والے سخاوی صوفی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی علانیہ ابن عربی اور اس جیسے لوگوں پر رد کرتے تھے... ایک دفعہ آپ کا ابن عربی کے ایک معتقد سے مباہلہ ہوا تھا تو وہ شخص سال ختم ہونے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا تھا۔ (الجواہر والدرر ج ۳ ص ۱۰۴۷-۱۰۴۸)  
اس مباہلے کی تفصیل اور ذکر کے لئے دیکھئے الجواہر والدرر (ج ۳ ص ۱۰۰۱-۱۰۰۲)  
اور فتح الباری (ج ۸ ص ۹۵ ج ۴۳۸۰-۴۳۸۲ باب قصۃ اہل نجران، کتاب المغازی)  
آنکھیں کھول کر دیکھیں، حافظ ابن حجر تو رد فرماتے تھے اور مباہلہ کرتے تھے اور حنیف قریشی صاحب یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ”خراج تحسین پیش کیا۔ اور آپ کو کبار مشائخ اور عارف قرار دیا ہے۔“!

یاد رہے کہ مذکورہ مباہلہ ۷۹۷ھ میں ہوا تھا۔

(۳) حنیف قریشی نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:  
 ”علامہ ابن تیمیہ کے مختلف تفردات کا ذکر، دفع الشبہ لابن الجوزی“

(روئیدامناظرہ ص ۴۹۵)

عرض ہے کہ حافظ ابن الجوزی ۵۹۷ھ میں فوت ہوئے تھے اور حافظ ابن تیمیہ ۶۶۱ھ میں پیدا ہوئے تھے تو کیا ابن الجوزی نے اپنی وفات کے بعد پیدا ہونے والے ابن تیمیہ کے تفردات پہلے سے لکھ دیئے تھے یا کوثری بھی کذاب و متروک کے حواشی کو ”دفع الشبہ لابن الجوزی“ بنادیا گیا ہے؟ جواب دیں۔ !

(۴) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

”مشہور محدث ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کے نظریہ ”روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے سفر معصیت و گناہ ہے“ کو قریب بہ کفر قرار دیا ہے۔ اور اس کے علاوہ حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھا کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم، اللہ عز و جل کے لئے جہت اور جسم ثابت کرنے والے ہیں۔ (مرقات جلد 13/87)“ (روئیدامناظرہ ص ۵۰۵)

عرض ہے کہ ملا علی قاری حنفی کی مذکورہ عبارت میں ابن حجر سے مراد حافظ ابن حجر عسقلانی نہیں بلکہ احمد بن حجر البیہقی المکی (ایک بدعتی گمراہ) ہے اور اس کی عبارت نقل کرنے کے بعد ملا علی قاری نے فرمایا: ”أقول : صانهما الله عن هذه السمة الشنيعة والنسبة الفظيعة“ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں (ابن تیمیہ اور ابن القیم) کو اس بُرے داغ اور انتہائی مکروہ بُری نسبت سے بچایا ہے، محفوظ رکھا ہے۔

ملا علی قاری نے مزید فرمایا: ”بل و من أولياء هذه الأمة“ بلکہ وہ دونوں اس اُمت کے اولیاء میں سے ہیں۔ (مرقات المفاتیح ج ۸ ص ۱۴۸ ح ۴۴۰ طبع مکتبہ حقانیہ پشاور، پاکستان)

نیز دیکھئے جمع الوسائل فی شرح الشماک للقاری (ج ۱ ص ۲۰۷)

ملا علی قاری نے تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا زبردست دفاع کیا ہے اور حنیف قریشی نے یہ راگ الاپا ہے کہ ”قریب بہ کفر قرار دیا ہے۔“

چہ دلاور است دزدے کہ بہ کف چراغ دارد

۵) حنیف قریشی نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ایک غالی دشمن تقی الدین الحسنی کی مردود کتاب: دفع الشبه (ص ۱۲۳) کے حوالے سے لکھا ہے:

”حضرت شیخ زین الدین بن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (795ھ) آپ کبار حنابلہ میں سے اور مشہور محدث تھے اور آپ ابن تیمیہ کو اس کے غلط نظریات کے باعث کافر سمجھتے تھے۔“

(روئیداد مناظرہ ص ۵۰۴)

یہ حوالہ تین وجہ سے جھوٹا اور مردود ہے:

۱: تقی الدین الحسنی ایک بدعتی شخص تھا جو شیخ الاسلام کا سخت مخالف تھا اور مخالف کی بے حوالہ و سنی سنائی جرح مردود ہوتی ہے۔

۲: تقی الدین نے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا کہ اسے کہاں سے یہ بات معلوم ہو گئی تھی یا اضغاث احلام والا خواب دیکھا تھا؟

۳: اس دروغ بے فروغ کے سراسر خلاف ”کبار حنابلہ میں سے اور مشہور محدث“ ابن رجب حنبلی نے اپنی مشہور و متواتر کتاب میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں اُن کی وفات کے بعد صاف طور پر لکھا ہے:

”الإمام الفقيه، المجتهد المحدث، الحافظ المفسر، الأصولي الزاهد، تقى الدين أبو العباس، شيخ الإسلام و علم الأعلام، و شهرته تغني عن الاطناب في ذكره، و الاسهاب في أمره“ امام فقيه، مجتہد محدث، حافظ مفسر، اصول کے ماہر، زاہد، تقی الدین ابوالعباس، شیخ الاسلام، نمایاں اشخاص کے نمایاں، آپ کی شہرت اس سے بے نیاز کرتی ہے کہ آپ کے ذکر میں مبالغہ و طوالت سے کام لیا جائے اور آپ کے بارے میں تفصیل لکھی جائے۔ (کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۳۸۷)

۶) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کی تھلیل کی حکایت اور ان کے عقائد و

نظریات کے حق و ناحق ہونے کا قول کیا۔ (ابن تیمیہ لابی زہرہ مصری)۔“

(روئید اوسناظرہ ص ۵۰۹)

عرض ہے کہ جھوٹ نہ بولیں، ابو زہرہ تو چودھویں صدی کا ایک بدعتی اور کوثری المذہب گمراہ ہے، جبکہ سیوطی صاحب (غیر مقلد) اس کی پیدائش سے صدیوں پہلے ۹۱۱ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

سیوطی نے اپنی صوفیت کے باوجود صاف لکھا ہے:

”ابن تیمیہ الشیخ الإمام العلامة الحافظ الناقد الفقیہ المجتہد البارع،

شیخ الاسلام، علم الزہاد، نادرة العصر ...“

ابن تیمیہ شیخ امام علامہ حافظ ناقد فقیہ، مجتہد ماہر باکمال، شیخ الاسلام، زاہدوں کے نمایاں

نشان، اپنے زمانے کی منفرد شخصیت ...“ (طبقات الحافظ للسیوطی ص ۵۲۰ تا ۱۱۳۲)

۷) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

”علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کے عقیدہ کہ ”زیارت رسول کے لئے سفر کرنا حرام اور ممنوع ہے“ کے بارے میں لکھا کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ نبی پاک ﷺ کی بے ادبی اور توہین کا مرتکب ٹھہرے گا۔ اور لکھا کہ ابن تیمیہ نے یہ ایسی گندی بات لکھی ہے کہ جس کی گندگی سات سمندروں کے پانی سے بھی نہیں دھوئی جاسکتی۔“

(روئید اوسناظرہ ص ۵۱۰ بحوالہ شامی المقال ص ۵۲)

یہ تھا حنیف قریشی کا بیان اور اب ابن عابدین شامی (بدعتی فقیہ) کا اپنا بیان پیش

خدمت ہے۔ ابن عابدین نے لکھا ہے:

”و رأیت فی کتاب الصارم المسلمول لشیخ الإسلام ابن تیمیہ الحنبلی

مانصہ ...“ اور میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی کی کتاب الصارم المسلمول میں دیکھا،

اس کے الفاظ یہ ہیں ... (رد المحتار علی الدر المختار ج ۳ ص ۳۰۵ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ابن عابدین شامی نے تو ”شیخ الاسلام“ کا لقب لکھا ہے اور حنیف قریشی صاحب کفر

کفر کی رٹ لگا رہے ہیں۔!

حنیف قریشی نے ابن عابدین مذکور کے بارے میں تعریف کے ڈونگرے برساتے ہوئے لکھا ہے: ”خاتمة المحققين السيد ابن عابدین الشامی رحمۃ اللہ علیہ، صاحب رد المحتار آپ بہت بڑے فقیہ ہیں...“ (رویداد مناظرہ ص ۴۷۱)

اس ”خاتمة المحققين“ اور ”بہت بڑے فقیہ“ کے ”شیخ الاسلام“ کے بارے میں کیا خیال ہے؟!

فائدہ: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے خود فرمایا: ”إنما أتناول ما أتناول منها علی معرفتي بمذهب أحمد، لا علی تقلیدی له“ میں تو اسے اس لئے استعمال کرتا ہوں کہ مجھے احمد (بن حنبل) کے مذہب کی پہچان ہے، میں ان (احمد بن حنبل) کی تقلید نہیں کرتا۔ (اعلام الموقعین لابن القيم ج ۲ ص ۲۴۱-۲۴۲)

لہذا حافظ ابن تیمیہ کو حنبلی مقلد قرار دینا غلط ہے، بلکہ وہ مجتہد تھے۔

۸) حنیف قریشی نے ۹۵۳ھ میں مرنے والے کسی محمد بن علی بن احمد بن طولون کی طرف سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر بعض سنگین الزامات لکھے ہیں۔ مثلاً:

”اللہ تعالیٰ کل حوادث ہے۔

قرآن محدث ہے۔

اہل النار کا عذاب منقطع ہو جائے گا ہمیشہ نہ رہے گا۔“ وغیر ذلک (دیکھئے رویداد مناظرہ ص ۴۹۳)

عرض ہے کہ لوگوں کو دھوکا نہ دیں اور صاف بتا دیں کہ ابن طولون ۸۸۰ ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ (دیکھئے معجم الموقعین ج ۳ ص ۵۴۰)

اور حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۷۲۸ھ میں فرقہ جمیہ معطلہ کی سازشوں کی وجہ سے جیل میں فوت ہو گئے تھے۔

۱۵۲ سال بعد میں پیدا ہو جانے والے ابن طولون کو ان الزامات کے بارے میں کیا خواب آگیا تھا یا وحی شیطانی سے فائدہ اٹھایا تھا؟ ایسی منقطع و بے سند نقل کے بل بوتے پر شیخ



الاسلام پر حملہ کر رہے ہیں جو کہ بقول ملا علی قاری: اس امت کے ولی تھے۔ سبحان اللہ!  
 ۹) حنیف قریشی نے ۹۰۹ھ میں پیدا ہونے اور ۹۷۳ھ میں مرنے والے بدعتی ابن حجر کی  
 کے ذریعے سے بھی حافظ ابن تیمیہ پر حملہ کیا ہے۔ (دیکھئے روئیدامناظرہ ص ۳۹۴)  
 ابن حجر پیشی مکی کے خواب و خیال اور بے سند سنی سنائی باتوں کی علمی میدان میں  
 حیثیت ہی کیا ہے؟!

۱۰) حنیف قریشی نے مشہور اہل حدیث عالم اور محدث کبیر حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ  
 کی کتاب الدرر الکامنہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر تنقید نقل کر کے یہ ظاہر کرنے کی  
 کوشش کی ہے کہ یہ حافظ ابن حجر کا کلام ہے۔ حنیف قریشی نے لکھا ہے:  
 ”علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

و ذکر و انہ ذکر حدیث النزول فنزل عن المنبر درجتین فقال کنز ولی  
 هذا فنسب إلى التجسیم و ردوه علی من توسل بالنبی ﷺ او استغاث  
 فاشخص من دمشق“ (الدرر الکامنہ ۱/۱۵۴)

اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابن تیمیہ نے حدیث نزول کا ذکر کیا اور وہ منبر سے دو سیڑھیاں  
 اترے اور کہا کہ (اللہ تعالیٰ کا نزول) میرے اس اترنے کی طرح ہے اس بناء پر انہیں مجسمہ  
 قرار دیا گیا۔ پھر حضور ﷺ کے توسل اور استعانت کا بھی رد ابن تیمیہ نے کیا ان عقائد کی  
 بناء پر انہیں دمشق سے نکال دیا گیا۔“ (روئیدامناظرہ ص ۴۰۵)

عرض ہے کہ حافظ ابن حجر ۷۷۳ھ میں یعنی اپنی تیمیہ کی وفات کے ۴۵ سال بعد پیدا  
 ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ حوالہ (سلیمان بن عبد القوی) الطوفی سے نقل کیا ہے۔

(دیکھئے الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۳)

سلیمان الطوفی شیعہ (رافضی) تھا۔

(دیکھئے الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۱۵۶، ذیل طبقات الحنابلہ لابن رجب ج ۲ ص ۳۶۸)

طوفی نے امیر المومنین عمرؓ کے بارے میں کہا کہ اس نے جان بوجھ کر امت کو گمراہ

کیا ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن رجب حنبلی نے کہا: ”و لقد كذب في ذلك و فجر“ اس نے اس بارے میں جھوٹ بولا ہے اور گناہ کیا ہے۔ (ذیل طبقات الحنابلہ ۲/۳۶۸)

حافظ ابن حجر نے الدرر الکامنہ کے آخر میں اپنے استاذ حافظ صلاح الدین العلانی سے نقل کیا کہ حافظ بہاؤ الدین عبداللہ بن محمد بن خلیل نے ابن تیمیہ کے بارے میں فرمایا:

”وهو الشيخ الامام العالم الرباني والخبير البحر النوراني امام الأئمة بركة  
الامة علامة العلماء وارث الانبياء آخر المجتهدين اوحد علماء الدين  
شيخ الإسلام حجة الاعلام قدوة الانام برهان المتعلمين قانع المبتدعين  
سيف المناظرين بحر العلوم كنز المستفيدين ترجمان القرآن اعجوبة  
الزمان فريد العصر والاولان تقى الدين امام المسلمين حجة الله العالمين  
اللاحق بالصالحين والمشبّه بالماضين مفتي الفرق ناصر الحق علامة  
الهدى عمدة الحفاظ فارس المعاني والالفاظ ركن الشريعة ذو الفنون  
البديعة ابو العباس ابن تيمية.“ (الدرر الكامنة ج ۱ ص ۱۵۹-۱۶۰)

کس قدر مبالغہ اور کتنی بڑی تعریف ہی تعریف ہے! اور اس کے بعد حافظ ابن حجر نے ابن تیمیہ پر کوئی جرح نقل نہیں کی بلکہ شیخ شہاب الدین الاذری سے حافظ ابن تیمیہ کی تعریف نقل کی اور آخر میں ”و ذلك من بركة الشيخ رحمه الله“ لکھ کر ان کے حالات کا اختتام کر دیا، لہذا حافظ ابن حجر کو حافظ ابن تیمیہ کے جارحین میں ذکر کرنا غلط ہے۔

حنیف قریشی نے اپنے نمبر بڑھانے کے لئے چودھویں صدی کے ایک گمراہ محمد عبدہ (مصری) کو بھی حافظ ابن تیمیہ کے جارحین میں ذکر کیا ہے۔ سبحان اللہ! (دیکھئے رویداد مناظرہ ص ۵۱۰)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے عظیم الشان مقام کے لئے دیکھئے توضیح الاحکام (۱/۶۳۱-۶۳۷)

حنیف قریشی اور امتیاز حسین کاظمی کے دیگر کاذب بھی موجود ہیں۔

نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضور (عدد ۸۹ ص ۲-۳، ۳۶-۳۹) وما علينا إلا البلاغ

(۲۱/ اگست ۲۰۱۱ء)

## ساقی بریلوی کے مزید پانچ جھوٹ

الحمد لله رب العالمين والتسلوة والسلام على رسولہ الامین ، أما بعد :  
یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جھوٹ بولنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، بلکہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مومن کی طبیعت میں ہر عادت ہو سکتی ہے، لیکن خیانت اور جھوٹ نہیں ہو سکتا۔

(کتاب الایمان لابن ابی شیبہ، میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۴ ص ۲۲)

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے لوگ دانستہ جھوٹ بولتے ہیں، خیانتیں کرتے ہیں اور دھوکے دیتے ہیں، حالانکہ ایک دن رب العالمین کی عدالت میں ضرور حاضر ہونا ہے اور صغیرہ و کبیرہ سب کا حساب دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

غلام مرتضیٰ ساقی مجددی بریلوی رضا خانی نے اہل حدیث کے خلاف ایک کتاب لکھی تھی، جس میں سے ساقی کے ”دس جھوٹ، پانچ دھوکے اور خیانتیں“ میری کتاب: تحقیقی مقالات میں باحوالہ ومع رد شائع ہو چکے ہیں۔ (ج ۴ ص ۴۸۹-۵۰۰)

اب ایک اور کتاب سے رضا خانی مذکور کے پانچ جھوٹ اور خیانتیں باحوالہ ومع رد

پیش خدمت ہیں:

۱) ساقی نے اہل حدیث یعنی اہل سنت کو ”وہابیوں“ کا خود ساختہ لقب دیتے ہوئے لکھا ہے: ”وہابیوں کے نزدیک صحابہ کرام کا قول، فعل، فہم، رائے، استدلال، استنباط اور اجتہاد کا کوئی اعتبار نہیں۔ پوری امت میں سے کسی پر انہیں ماننا ضروری نہیں۔“

اس کے بعد ساقی نے ”انہی نظریات کا اظہار:“ کی سرخی جما کر لکھا ہے:

”...ذیر علیزی اور اسکی پارٹی نے: الحدیث نمبر ۳۰ صفحہ ۴۴، ۱۴، نمبر ۷۷ ص ۵۷، ۵۶ پر۔“

(بہ مذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۹۹)

عرض ہے کہ صفحہ ۱۴، ۵۷، ۵۶ والے اعتراض کا جواب تحقیقی مقالات میں چھپ چکا ہے۔ (ج ۲ ص ۲۸۹)

اور ص ۳۴ والی عبارت درج ذیل ہے:

”کیا ”جماعت المسلمین رجسٹرڈ“ والوں کے نزدیک مرفوع حدیث اور جمہور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں صرف ایک صحابی کا قول حجت بنالینا جائز ہے؟“ (الحدیث: ۳۰)

فرقہ مسعودیہ اور ان کے امیر دوم کی طرف سے اس سوال کا کوئی جواب ابھی تک نہیں آیا اور اگر رضا خانی مذکور کے پاس اس سوال کا جواب موجود ہے، تو پیش کریں!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلم کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مسلم کا وارث ہوتا ہے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلم یہودی یا نصرانی کا وارث نہیں ہوتا۔ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: کافر کا مومن وارث نہیں بن سکتا۔

(حوالوں کے لئے دیکھئے الحدیث: ۳۰ ص ۲۳-۲۴)

عرس بن قیس الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اشعث بن قیس کی پھوپھی مرگئی، وہ یہودیہ تھی تو عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسے (اشعث بن قیس کو) اس کی وراثت میں سے کچھ بھی نہ دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۸۶ ج ۲۸۳۲ وسندہ صحیح)

یہ روایت سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔ (ایضاً ج ۳۱۲۹ وسندہ صحیح)

علامہ نووی نے فرمایا: جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والوں کے نزدیک مسلم کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳)

امام مالک، امام سفیان ثوری، تمام اہل مدینہ اور امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔

(اللاوسط لابن المنذر ج ۷ ص ۳۶۳ تحت ح ۶۸۶۳)

میراث کی مشہور کتاب سراجی میں ”اختلاف الدینین“ کو وراثت میں مانع قرار دیا گیا ہے۔ (ص ۲۸۹ فی الموانع طبع ۱۲۸۹ھ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ”و اختلاف الدین یمنع الارث“ دین کا مختلف ہونا

میراث سے مانع ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۷۱)  
 مختصر یہ کہ حوالہ مذکورہ میں ساقی رضا خانی نے صریح جھوٹ بولا ہے اور اس کے  
 برعکس راقم الحروف نے علانیہ لکھا تھا:

”کتاب وسنت کا وہی مفہوم معتبر ہے جو سلف صالحین سے ثابت ہے۔“ (الحديث: ۱ ص ۴)  
 الحديث حضرت (عدد ۳۰) کے آخری صفحے پر واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ ”سلف صالحین  
 کے متفقہ فہم کا پرچار“

اسی شمارے کے صفحہ ۳۰ تا ۴۲ پر صحابہ کرام کے اکتالیس حوالے پیش کئے گئے ہیں،  
 جنہیں دیوبندی و بریلوی دونوں آلِ تقلید نہیں مانتے، بلکہ مخالفت کرتے ہیں۔ مثلاً:

- ۱: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (حوالہ نمبر ۴)
- ۲: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ (حوالہ نمبر ۱۰)
- ۳: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کسی آدمی کو نماز میں سلام کیا جائے تو زبان سے  
 جواب نہ دے، بلکہ ہاتھ سے اشارہ کرے۔ (حوالہ نمبر ۱۱)
- ۴: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا۔ (حوالہ نمبر ۱۳)
- ۵: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بارہ تکبیروں کے ساتھ نماز عید پڑھی۔ (حوالہ نمبر ۱۷)
- ۶: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز میں با آواز بلند ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (حوالہ نمبر ۲۲)
- ۷: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ سے فارغ ہو کر دائیں طرف ایک سلام پھیرتے تھے۔  
 (حوالہ نمبر ۲۶)
- ۸: سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ کے دوران میں دو رکعتیں پڑھیں۔  
 (حوالہ نمبر ۳۵)

کیا ان آثار پر ساقی رضا خانی اور ان کی پارٹی کا عمل ہے؟!

۲) ساقی نے لکھا ہے: ”زبیر علیہ کی نے لکھا: عبد اللہ بن عمر کا اجتہاد نبی کی سنت کے خلاف  
 ہے۔ (الحديث نمبر ۲۶ صفحہ ۵۶)“ (بد مذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۰۰)

عرض ہے کہ یہ عمرو بن عبدالمعتم (ایک عربی) کی عبارت ہے، جس کا متن درج ذیل ہے: ”فهذا اجتهدا منه - رضي الله عنه - وقد خالف فيه ما صح من هدي النبي ﷺ في ذلك ...“ (اسنن والمبتدعات ص ۳۸-۵۷ مطبوعہ لبنان)

راقم الحروف نے عبارت مذکورہ کے ترجمے میں رضی اللہ عنہ اور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ لکھے ہیں، لیکن ساقی سے سہوئاً تمہد آیہ الفاظ رہ گئے ہیں۔ واللہ اعلم

عمرو بن عبدالمعتم کی عبارت میں اجتہاد سے مراد یہ ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ موزوں کے اوپر بھی مسح کرتے تھے اور موزوں کے نیچے بھی مسح کرتے تھے۔

فقہ حنفی اور فقہ رضا خانی میں اس مسئلے کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

ہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ ”ثم المسح على الظاهر حتم حتى لا يجوز على باطن الخف و عقبه و ساقه ...“ پھر ظاہر پر مسح ضروری ہے، حتیٰ کہ موزے کے نیچے، ایڑی اور پنڈلی پر مسح جائز نہیں ہے ... (اولین ص ۵۸ باب مسح علی الخفين)

قدوری نے کہا: ”قال أصحابنا: المسون مسح ظاهر الخف“ موزے کے ظاہر (پیٹھ) پر مسح مسنون ہے۔ (التجريد ص ۳۴ فقرہ ۱۳۹۴)

اور کہا: ”فأما الباطن فليس بمحل فهو كالساق ...“ باطن مسح کا محل نہیں، لہذا وہ پنڈلی کی طرح ہے۔ (التجريد ص ۳۳۶ ج ۱ ص فقرہ ۱۳۱۰)

برہان الدین البخاری نے کہا: ”فنقول: محل المسح ظاهر الخف دون باطنه، حتى لو مسح باطن خفيه دون ظاهرهما لا يجوز“ پس ہم کہتے ہیں: مسح کا مقام موزے کا ظاہر ہے باطن نہیں، حتیٰ کہ اگر موزے کے صرف باطن پر ظاہر کو چھوڑ کر مسح کرے تو جائز نہیں۔ (المحيط البرہانی ج ۱ ص ۳۴۱ فقرہ ۶۵۹)

نیز دیکھئے رد المحتار (۱/ ۱۹۶) شرح فتح القدير لابن ہمام (۱/ ۱۳۲) اور کنز الدقائق (ص ۱۱) وغیرہ۔

محمد امجد علی رضوی بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: ”مسح میں فرض دو ہیں (۱) ہر موزہ کا

”سح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہونا۔ (۲) موزے کی پیٹھ پر ہونا۔“  
 اور مزید لکھا ہے: ”موزے کے تلے یا کروٹوں یا ٹخنے یا پنڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح نہ ہوا۔“  
 (بہار شریعت حصہ دوم ص ۳۹ موزوں پر مسح کرنے کے مسائل)

کیا خیال ہے: رضا خانی مذہب میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مذکورہ مسح ہو گیا تھا یا نہیں؟  
 تنبیہ: ہمارے نزدیک موزے کے اوپر مسح کرنا بہتر ہے جیسا کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے  
 اور اوپر نیچے دونوں پر مسح کرنا جائز ہے جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔  
 اگر کوئی کہے کہ آپ نے عمرو بن عبدالمعمر کی عبارت مذکورہ پر رد کیوں نہیں لکھا؟  
 تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پہلوا رہ گیا ہے اور دیگر کئی مقامات پر راقم الحروف نے عمرو  
 مذکور کا رد بھی لکھا ہے۔

مختصر یہ کہ حوالہ مذکورہ کو ساقی نے راقم الحروف کی طرف صراحتاً منسوب کر کے بہت  
 بڑا جھوٹ بولا ہے۔

۳) مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:

”فرقہ شیعہ بلحاظ اپنے عقائد سب و شتم خلفاء کیا داخل اسلام ہے یا خارج۔“

تو انھوں نے جواب دیا: ”اسلام کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آمنوا باللہ و رسولہ اس  
 لحاظ سے تو اصحاب کی تصدیق داخل اسلام نہیں دوسری حیثیت صحبت رسولؐ کی ہے جس کی  
 بابت ارشاد ہے... محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ والے ہیں وہ کافروں  
 کے مقابلہ میں سخت ہیں۔ آپس میں رحمدل ہیں۔ تم ان کو دیکھتے ہو کہ رکوع سجود کرتے ہوئے  
 اللہ کا فضل چاہتے ہیں۔ وغیرہ اس آیت کی تصدیق بھی داخل اسلام ہے۔ اس لئے اصحاب  
 کے حق میں سب و شتم کرنے والے کو کافر یا مومن کہنے کے بارے میں کف لسان اور قلم کو  
 روکتا ہوں۔ واللہ اعلم بذات الصدور“ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۹۰)

اس کی تشریح میں مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”اس آیت شریفہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ خلفاء ثلاثہ وغیرہ صحابہ مہاجرین رضی اللہ عنہم

کو کافر و منافق کہنا ان کو سب و شتم کرنا۔ ان کو دائمی دوزخی بتانا قرآن شریف کی تکذیب ہے... بہر حال خلفائے ثلاثہ کے بارے میں ایسے ناپاک خیالات صراحۃً کفر ہیں۔“

(حاشیہ شریفہ بر فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۹۰-۱۹۱)

اب دیکھئے! ساقی بریلوی نے کیا لکھا ہے:

”ثناء اللہ امر تسری نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کو گالیاں دینے والے کے بارے میں اپنے قلم اور زبان کو روکتا ہوں۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۱۹۰)“ (بذنب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۹۹)

عرض ہے کہ جھوٹ نہ بولو، خیانت نہ کرو، پوری عبارت لکھو، نیز مولانا شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ کی تشریح میں ”قرآن شریف کی تکذیب“ اور ”صراحتاً کفر“ کے الفاظ کو کیا سمجھ کر چھپایا ہے!؟

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ ”و لو قذف عائشة رضي الله عنها بالزنى كفر بالله و لو قذف سائر نسوة النبي ﷺ لا يكفر و يستحق اللعنة و لو قال عمر و عثمان و علي رضي الله عنهم لم يكونوا أصحاباً لا يكفر و يستحق اللعنة، كذا في خزائن الفقه“ اور اگر (کوئی شخص) عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائے تو اس شخص نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اگر نبی ﷺ کی ساری بیویوں پر زنا کی تہمت لگائے تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا اور وہ لعنت کا مستحق ہے، اور اگر اس نے کہا: عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم صحابہ نہیں تھے تو وہ کافر قرار نہیں دیا جائے گا اور وہ لعنت کا مستحق ہے، اسی طرح خزائن الفقه میں لکھا ہوا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۲۶۳)

ان فتوؤں اور ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی کی خزائن الفقه کے بارے میں کیا خیال ہے!؟

۴) ساقی بریلوی نے مولانا امرتسری رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

”مزید لکھا ہے کہ: صحابہ کرام کو سچا ماننا اسلام میں داخل نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۱۹۰)“

(بذنب ص ۹۹)

عرض ہے کہ فتاویٰ ثنائیہ کے صفحہ مذکورہ پر ایسی کوئی عبارت نہیں اور صحابہ کے فضائل



والی آیت کے بارے میں امر تسری صاحب نے لکھا ہے:

”اس آیت کی تصدیق بھی داخل اسلام ہے“ (دیکھئے فقرہ سابقہ: ۳)

نیز تشریح والے الفاظ: ”قرآن شریف کی تکذیب“ اور ”صراحتاً کفر“ کیوں چھپائے ہیں؟

۵) ساقی بریلوی نے ”وہابیوں کے باطل عقائد“ کی سرخی کے تحت نمبر ۷ میں لکھا ہے:

”ابن حزم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنا بیٹا پیدا کر سکتا ہے۔ (المسل والنحل جلد ۲ صفحہ ۱۲۳، ۱۳۶)“

(بد مذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۸۴)

اولاً عرض ہے کہ ابن حزم کا بریلوی علم کلام والا وہابی ہونا قطعاً غیر ممکن ہے، کیونکہ وہ

صدیوں پہلے ۴۵۶ھ میں فوت ہو گئے تھے اور اس وقت شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب التمیمی رحمہ اللہ کے آبا و اجداد بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔

یہ حق ہے کہ ابن حزم مقلد نہیں تھے بلکہ فرماتے تھے: اور تقلید حرام ہے۔

(النبذۃ الکافیہ ص ۷۰، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۹)

ثانیاً یہ کہ ابن حزم نے ساقی کی مذکورہ بات قطعاً نہیں لکھی، بلکہ جب میں نے ساقی

مذکور سے موبائل فون پر رابطہ کیا تو اس نے عربی نسخے کی عبارت کا حوالہ نہیں دیا، بلکہ بتایا کہ

یہ حوالہ اردو مترجم نسخے کا ہے اور اس کی عبارت بھی اس عبارت سے مختلف ہے۔ (ملخصاً)

اگر کوئی کہے کہ ابن حزم نے ایک سوال ”هل الله تعالى قادر على أن يتخذ

ولداً؟“ کے جواب میں لکھا ہے:

”أنه تعالى قادر على ذلك وقد نص عز وجل على ذلك في القرآن . قال

الله تعالى: لو اراد الله ان يتخذ ولداً لا صطفى مما يخلق ما يشاء سبحانه

هو الله الواحد القهار .“ (الفصل فی المسل والنحل ۲/۳۷۲، دوسرا نسخہ ۲/۱۳۸)

عرض ہے کہ ”یتخذ“ کا مطلب ”پیدا کر سکتا ہے“ نہیں، ورنہ بتائیں کہ درج ذیل

آیت کا ترجمہ کیا ہے:

﴿اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِنِي وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ﴾

کیا ساقی صاحب اس سے یہ مراد لیں گے کہ ابلیس اور شیاطین کو بعض مشرکین نے پیدا کیا ہے؟

یتخذ کا معنی یہاں ”بنانا، جن لینا اور مقرر کرنا“ ہے، جیسا کہ ابن حزم کی پیش کردہ آیت مذکورہ کا ترجمہ احمد رضا خان بریلوی نے درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

”اللہ اپنے لئے بچہ بناتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا جن لیتا پاکی ہے اسے وہی ہے ایک اللہ سب پر غالب“ (ترجمہ احمد رضا خان مطبوعہ تاج کمپنی ص ۷۳)

ابن حزم کا جواب تو ”کیا اللہ ایک ولد کے اتخاذ پر قادر ہے؟“ کا تھا اور رہا یہ سوال کہ کیا اللہ نے کسی کو ولد بنایا ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب ابن حزم کے درج ذیل الفاظ میں پیش خدمت ہے:

”وکل هذا قد علم الله تعالى أنه لا يكون أبداً“  
اور اس طرح کی سب چیزیں، اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے کہ کبھی نہیں ہوں گی۔

(الفصل فی الملل والنحل ج ۳ ص ۳۰۴)

یعنی ابن حزم کے نزدیک اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا بیٹا کبھی نہیں بنائے گا، لہذا ثابت ہوا کہ ساقی بریلوی نے علامہ ابن حزم پر بہت بڑا جھوٹ بولا اور بہتان تراشا ہے۔

میں یہ کہا کرتا ہوں کہ کسی نے اگر اختلاف کرنا ہے تو صداقت، امانت اور وسیع النظر فی کے ساتھ اختلاف کرے، جھوٹ نہ بولے اور خیانت نہ کرے، ورنہ یہ سوچ لے کہ ایک دن اللہ رب العالمین کے دربار میں ضرور پیش ہونا ہے اور اس دن کسی قسم کا دھوکا، فراڈ اور کذب و افتراء قطعاً نہیں چلے گا۔

غلام مرتضیٰ ساقی کی اس کتاب میں اور بھی کئی باتیں غلط اور صریح دھوکا بازی پر مشتمل ہیں، مثلاً ساقی نے لکھا ہے:

”وہابیوں کے امام عبدالستار دہلوی نے لکھا ہے:

”خدا کو ہر جگہ ماننا معتزلہ وجمیہ وغیرہ فرق ضالہ کا باطل عقیدہ ہے۔ (فتاویٰ ستار یہ جلد ۲

(۸۴ ص)

گو یا اب خدا کو حاضر و ناظر ماننا بھی باطل ہو گیا۔“ (بد مذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۹۶)

عرض ہے کہ برصغیر کے بہت سے اہل حدیث علماء میں سے ایک عالم مولانا عبدالستار دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”الغرض قرآن مجید کی آیات کثیرہ سے خداوند قدوس کا عرش پر مستوی ہونا نصاً و اشارتاً ثابت ہے۔ اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی اس امر کی تنصیص و تائید موجود ہے ہاں اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت مجہول و نامعلوم ہے۔ تمام صحابہ و تابعین و تابع تابعین اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول و اعتقاد تھا کہ اللہ رب العزت عرش پر مستوی ہے اور استواء علی العرش کی کیفیت مجہول ہے۔“

مولانا عبدالستار دہلوی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا:

”تمام کتب تفاسیر مثل ابن جریر، ابن کثیر، درمنثور، معالم التنزیل، فتح البیان، جامع البیان، ترجمان القرآن، موضح القرآن، احسن التفاسیر وغیرہ کتب معتبرہ میں آیات مذکورہ بالا کے تحت یہی منقول و منصوص ہے کہ اللہ عز و جل بذاتہ بنفسہ عرش پر مستوی ہے۔ خدا کو ہر جگہ ماننا معتزلہ و جمہیہ وغیرہ فرق ضالہ کا باطل عقیدہ ہے چنانچہ علامہ ابن کثیر تحت آیت...”

(فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۸۴)

آپ نے دیکھ لیا کہ مولانا عبدالستار صاحب اللہ تعالیٰ کے عالم و ناظر ہونے کا انکار نہیں کر رہے اور اگر حاضر سے مراد ہر چیز کا علم و قدرت سے محیط ہونا ہے تو اس کا بھی انکار نہیں کر رہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ بذاتہ (موجود) ماننے کا انکار کرتے ہیں اور دلیل کے طور پر آیات، احادیث، آثار اور تفاسیر پیش کر رہے ہیں مگر ساتی صاحب نے خیانت کر کے عبارت مذکورہ کو حذف کر کے یہ جھوٹ تراش لیا ہے کہ وہ اللہ کے ناظر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔!

ساتی صاحب کی بریلوی پارٹی کے ایک مشہور مصنف اور ”رضا خانی حکیم الامت“ احمد یار نعیمی بدایونی نے لکھا ہے: ”ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔

خدائے تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے کتب عقائد میں ہے۔۔۔“

(”جاء الحق“ ج ۱ ص ۱۶۲، حاضر ناظر پر بحث دوسرا باب، اعتراض نمبر ۱ کا جواب)

احمد یار نعیمی بدایونی نے اپنے رضا خانی انداز میں مزید لکھا ہے:

”خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے۔ ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے۔۔۔“

(”جاء الحق“ ج ۱ ص ۱۶۲)

ساتی صاحب کی ”خدمت“ میں عرض ہے کہ وہ اپنے اندھیرے کی اندھی لاشی ذرا اپنے ”حکیم الامت“ کی طرف پھرا کر بھی دیکھیں اور یاد رہے کہ وہ اپنے خود ساختہ ”حکیم الامت“ کے نزدیک مذکورہ اعتراض میں بے دین ثابت ہوئے ہیں۔!!

احمد سعید کاظمی بریلوی نے لکھا ہے:

”اور قرآن وحدیث میں کسی جگہ حاضر و ناظر کا لفظ ذات باری تعالیٰ کے لئے وارد نہیں ہوا۔ نہ سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا۔ کوئی شخص قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا کہ صحابہ کرام یا تابعین یا ائمہ مجتہدین نے کبھی اللہ تعالیٰ کے لئے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کیا ہو۔“ (تسکین الخواطر ص ۱۱، مقالات کاظمی حصہ سوم ص ۱۵۵، واللفظہ)

آخر میں عرض ہے کہ ساتی صاحب اور کئی دوسرے اہل باطل نے اہل حدیث کے خلاف وحید الزمان وغیرہ کے شاذ و مردود اقوال اپنی تحریروں میں بار بار پیش کئے ہیں، لہذا اس کا جواب ساتی صاحب کے قلم سے ہی پیش خدمت ہے:

”جواباً گزارش ہے کہ اگر کسی شخص کی بات قرآن وحدیث، اجماع امت اور اسلامی قواعد و ضوابط کے مخالف ہو تو ہرگز معتبر نہیں، کہنے والا کتنا ہی صاحب علم و فضل ہو، اس کی لغزش اور خطا کو غلطی قرار دے کر ترک کر دیا جائیگا۔“ (بد مذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۷۰)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر اہل حدیث کے خلاف کچھ پیش کرنا ہے تو قرآن، حدیث اور اجماع پیش کریں، ورنہ پھر شاذ و مردود اور غلط اقوال کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ انھیں غلطی قرار دے کر ترک کر دیا جائے گا۔

(۱۷/مئی ۲۰۱۱ء)

## امتیاز حسین کاظمی بریلوی کے تین جھوٹ

محمد حنیف قریشی بریلوی رضا خانی کے معاون مناظر امتیاز حسین شاہ کاظمی بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: ”یہ نظام الدین اولیاء کا قول نہیں بلکہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے احیاء العلوم جلد 4 صفحہ 521 خلیۃ الاولیاء جلد 5 صفحہ 212 اور الزہد و الرقاق لابن المبارک جلد اول صفحہ 312 پر ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لا یکمل ایمان المرء حتی یکون الناس عنده کالاباعر“ یعنی انسان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک لوگ اس کے سامنے میٹنگی کی طرح نہ ہو جائیں۔“

(روئیدامناظرہ: گستاخ کون؟ ص ۱۳۴)

عرض ہے کہ عبارت مذکورہ میں کاظمی نے حلیۃ الاولیاء اور الزہد و الرقاق دونوں کتابوں پر صریح جھوٹ بولا ہے، کیونکہ ان دونوں کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب روایت مذکورہ موجود نہیں بلکہ صرف خالد بن معدان رحمہ اللہ (تابعی) کا قول لکھا ہوا ہے، جسے کاظمی نے ”رسول اللہ ﷺ کی حدیث“ بنا دیا ہے۔!

نظام الدین (صوفی) کا قول فوائد القواد (اردو مترجم ص ۲۲۳) میں موجود ہے۔

اگر کاظمی صاحب اپنے دونوں جھوٹے حوالوں کا اعتراف کرنے کے بعد یہ کہے کہ میں نے غزالی کی احیاء العلوم کا حوالہ بھی دیا ہے، تو عرض ہے کہ ابو حامد غزالی (صوفی) کی احیاء علوم الدین میں یہ روایت بغیر سند اور بغیر حوالے کے مذکور ہے اور حافظ عراقی نے فرمایا: ”لم أجد له أصلاً في حديث مرفوع“ مجھے مرفوع حدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔ (تخریج الاحیاء ج ۴ ص ۳۹۲، طبع دار المعرفہ بیروت)

امام ابو بکر محمد بن الولید بن خلف الطرطوشی الاندلسی المالکی الفقیہ رحمہ اللہ (متوفی ۵۲۰ھ) نے غزالی کی احیاء علوم الدین کے بارے میں فرمایا: ”ثم شحن كتابه بالكذب علی“

رسول اللہ ﷺ فلا أعلم کتاباً علی وجه بسیط الأرض أكثر کذباً علی الرسول منه“ پھر اس نے اپنی کتاب کو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ سے بھر دیا، پس روئے زمین پر مجھے ایسی کوئی کتاب معلوم نہیں جس میں رسول پر اس کتاب سے زیادہ جھوٹ بولا گیا ہو۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۹/۳۹۵ و سندہ صحیح)

غزالی کی روایت مذکورہ کو اس کے عالی معتمد سبکی نے بھی ان روایات میں ذکر کیا ہے، جن کی سندیں سبکی کو نہیں ملیں۔ (دیکھئے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲/۵۳۱)

یاد رہے کہ بے سند روایت مردود ہوتی ہے۔ غلام رسول سعیدی بریلوی نے بھی لکھا ہے: ”اور جو روایت بلا سند مذکور ہو وہ حجت نہیں ہے۔“ (شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۱۱) محمد عباس رضوی بریلوی نے لکھا ہے: ”... کیونکہ سند کے بغیر تو کوئی روایت بھی قابل حجت نہیں ہوتی“ (منظرے ہی مناظرے ص ۳۰۰)

غلام مصطفیٰ نوری نے لکھا ہے: ”بے سند باتوں کا کیا اعتبار ہے۔“ (ترک رفع یدین ص ۳۳۴) شاہ عبدالعزیز دہلوی نے کہا:

”اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ جو کہ ہرگز قابل سماعت نہیں۔“ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۶۵ [ہمارا نسخہ ص ۵۵۲] بحوالہ فتاویٰ رضویہ ص ۵۸۵ ج ۵)

یہ وہ عبارت ہے، جس کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے:

”یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے“

(فتاویٰ رضویہ ۵/۵۸۵)

کاظمی اور قریشی دونوں سے مطالبہ ہے کہ اپنے تین جھوٹوں (نظام الدین کے قول کا انکار، حلیۃ الاولیاء اور الزہد والرقاق کے جھوٹے حوالوں) کا جواب دیں اور احیاء العلوم والی مذکورہ بے سند و بے اصل روایت کی صحیح یا مقبول متصل سند پیش کریں اور اگر پیش نہ کر سکیں تو لوگوں کے سامنے علانیہ توبہ کریں۔ (۱۹/اگست ۲۰۱۱ء)

## آصف دیوبندی اور آل دیوبند کی شکست فاش

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الامين ورضي الله عن اصحابه وازواجه و آله اجمعين ورحمة الله على من تبعهم باحسان الى يوم الدين ، اما بعد :

اہل سنت یعنی اہل حدیث کا یہ دعویٰ ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے، سمح اللہ لہن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے تھے۔“ اور اسی پر تمام اہل حدیث کا عمل ہے۔ والحمد للہ

اس دعوے کی دلیل کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (باب رفع الیدین إذا کبر و إذا رکع و إذا رفع ج ۷۳۶)

امیر المومنین فی الحدیث و امام الدین فی فقہ الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) نے رفع یدین کے ثبوت و دفاع پر اپنی مشہور کتاب: جزء رفع الیدین لکھی ہے۔  
تنبیہ: یہ دعویٰ ہر نماز (مثلاً ایک رکعت نماز وتر، دو رکعت نماز فجر، تین رکعت نماز مغرب، چار رکعت نماز ظہر و عصر و عشاء اور نور رکعت صلوٰۃ اللیل وغیرہ سب) پر فٹ اور جاری و ساری ہے۔

مذکورہ تین مقامات کے علاوہ جس مقام پر (مثلاً چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اٹھ کر) رفع یدین ثابت ہے تو اس پر بھی عمل کرنا چاہئے اور جس مقام پر رفع یدین ثابت نہیں یا اس کی صریح صحیح نفی موجود ہے تو وہاں رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ آصف احمد دیوبندی حیاتی نے ”سنت رسول الثقلین ﷺ فی ترک رفع الیدین: ترک رفع الیدین پر 327 صحیح احادیث و آثار کا مجموعہ“ لکھ کر

ایک کتاب شائع کی ہے اور اسے کسی دیوبندی ”مفتی“ محمد حسن (?) نے پسند ”فرمایا“ ہے۔  
فائدہ: آل دیوبند، آل بریلی اور حنفیہ کے نزدیک معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے: ”أجمع الفقهاء على أن المفتي يجب أن يكون من أهل الاجتهاد“  
فقہاء کا اس پراجماع ہے کہ مفتی کا اہل اجتہاد میں سے ہونا واجب (ضروری) ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ ۳/۳۰۸)

یعنی مفتی ہونے کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے اور امین اوکاڑوی دیوبند نے صاف لکھا ہے: ”خیر القرون کے بعد اجتہاد کا دروازہ بھی بند ہو گیا اب صرف اور صرف تقلید رہ گئی۔“ (دیکھئے الکلام المفید کی تقریظ ص ۳، اور تجلیات صفحہ ۳/۴۱۲)

تجلیات صفحہ میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ”اب اجتہاد کی راہ ایسی بند ہوئی کہ اگر آج کوئی اجتہاد کا دعویٰ لے کر اٹھے تو اس کا دعویٰ اس کے منہ پر مار دیا جائے“ (۴۴/۵)

ثابت ہوا کہ کوئی دیوبندی بھی مفتی نہیں، کیونکہ کوئی دیوبندی بھی مجتہد نہیں، لہذا آل دیوبند کو اپنے لئے مفتی کا لقب کبھی استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

آصف صاحب کے چہیتے عبدالغفار... دیوبندی نے لکھا ہے: ”جناب زبیر علی زئی... نے تو نام نہاد اہلحدیث ہونے کا دعویٰ عمل بھی مکمل نہیں لکھا۔ کیونکہ غیر مقلدین چار رکعات نماز میں چار مقامات پر رفع الیدین کرتے ہیں جو دس مرتبہ بنتی ہے۔ اور علی زئی... نے تین مقام کا یہاں ذکر کیا ہے اور چوتھے مقام ”اذا قام من الركعتین“ کی رفع الیدین کا اپنے دعویٰ عمل کو اس مقام پر ذکر نہ کرنا عجیب طفلانہ حرکت ہے یا بیہوش ہونے کی دلیل ہے۔“

(آصف کی کتاب ص ۱۶)

عرض ہے کہ ہر نماز چار رکعتوں والی نہیں ہوتی بلکہ فجر کی نماز دو رکعتیں، مغرب کی نماز تین رکعتیں اور وتر کی نماز ایک رکعت بھی ہوتی ہیں، لہذا اوکاڑوی کی اندھی تقلید میں چار رکعتوں کی رٹ لگانا کون سی حرکت ہے اور کیا ہونے کی دلیل ہے؟!

کیا آل دیوبند میں سے آصفی حضرات صبح کی فرض نماز چار رکعتیں پڑھتے ہیں اور اگر



نہیں تو پھر اس اعتراض میں کوئی وزن نہیں ہے۔

ہمارا دعویٰ اور عمل ہماری ہر نماز پر فٹ ہے۔ واللہ

آصف صاحب نے اپنے چہیتے عبدالغفار دیوبندی کی چھتری ”تلے“ اپنی اس کتاب میں پہلی حدیث ”پہلی حالت سجدوں کی رفع الیدین کا ثبوت“ کے عنوان سے بحوالہ شرح مشکل الآثار للطحاوی (ج ۲ ص ۲۰ رقم الحدیث ۲۴) شائع کی ہے، طرح الثریب للعراقی کا حوالہ بھی دیا ہے اور ابن القطان (الفاسی المغربی) سے اس کا ”صحیح“ ہونا بھی نقل کیا ہے۔

(ص ۱۷)

آصف صاحب کے چہیتے کی پیش کردہ یہ روایت شاذ ہے۔

۱: خود طحاوی حنفی نے لکھا ہے: ”وكان هذا الحديث من رواية نافع شاذاً لما رواه عبيد الله“ اور یہ حدیث نافع کی روایت سے شاذ تھی، جو عبید اللہ نے روایت کیا ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۵ ص ۱۵ ج ۴ ص ۵۸۳۱، تحفۃ الاخیار ج ۲ ص ۲۰ ج ۲۴)

اس جرح کو آصف صاحب نے چھپا لیا ہے۔

جس روایت کا محدثین کرام سے متفقہ طور پر یا اصول حدیث کی رو سے شاذ ہونا

ثابت ہو جائے تو وہ روایت مردود ہوتی ہے۔ (مثلاً دیکھئے تیسیر مصطلح الحدیث ص ۱۱۹)

آل دیوبند کی پسندیدہ کتاب ”علوم الحدیث“ میں محمد عبید اللہ الاسعدی نے لکھا ہے:

”شاذ مردود ہے اور ”محفوظ“ مقبول...“ (ص ۱۹۰)

اس کتاب پر حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی کی نظر ثانی و تقریظ ہے، نیز عبدالرشید نعمانی

دیوبندی نے بھی اس کی تائید کر رکھی ہے۔

محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے ایک دیوبندی اصول لکھا ہے:

”ان وجوہ کے پیش نظر سنت ثابتہ وہی ہے جس پر اکابر صحابہ کرامؓ و تابعینؓ کا تعامل رہا۔ اور جو روایت ان کے تعامل کے خلاف ہو وہ یا تو منسوخ کہلائے گی یا اس میں تاویل کی ضرورت ہوگی۔ ایسی روایات جو تعامل سلف کے خلاف ہوں صدر اول میں ”شاذ“ شمار کی

جاتی تھیں۔ اور جس طرح متاخرین محدثین کی اصطلاحی ”شاذ“ روایت حجت نہیں۔ اسی طرح متقدمین کے نزدیک ایسی شاذ روایات حجت نہیں تھیں۔“

(اختلاف امت اور صراطِ مستقیم حصہ دوم ص ۳۲، دوسرا نسخہ ص ۴۳)

امین اوکاڑوی دیوبندی نے ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

”حدیث کی صحت کے لئے صرف راویوں کا ثقہ ہونا کافی نہیں بلکہ شذوذ اور علت سے سلامتی بھی شرط ہے، اس حدیث کے ضعف کی بنیادی وجوہ دو ہیں:

(۱) یہ روایت شاذ ہے کہ متواتر احادیث کے خلاف ہے (۲) معلول ہے کہ ظاہر قرآن پاک کے خلاف ہے۔ ایسی حدیث قابلِ عمل نہیں ہوتی۔“ (تجلیاتِ صفحہ ص ۱۷۵)

اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے:

”مذہبِ حنفی جو ظاہر الروایت ہے جس پر ہر جگہ عمل ہے اس کے خلاف شاذ روایت بیان کی، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ عیسائی، یہودی، رافضی متواتر قرآن پاک کے متعلق دوسو سے ڈالنے کے لئے شاذ قرأتوں سے تحریفِ قرآن ثابت کر کے عوامِ اہل اسلام کے دلوں میں دوسو سے ڈالا کرتے ہیں۔“ (تجلیاتِ صفحہ ص ۱۹۱)

اس حوالے سے ظاہر ہے کہ ”امین اوکاڑوی کے نزدیک“ آصف لاہوری دیوبندی نے عیسائیوں، یہودیوں اور رافضیوں کی طرح استدلال کر کے اہل اسلام کے دلوں میں دوسو سے ڈالنے کے لئے شاذ روایت پیش کر دی ہے ”اور شاذ روایات کو اپنانا اپنا مشن بنالیا ہے۔“ (دیکھیے تجلیاتِ صفحہ ص ۱۴۲)

امین اوکاڑوی نے اپنی مرضی کے خلاف ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

”تو وہ روایت مخالفتِ ثقات کی وجہ سے خود شاذ و مردود ہوئی۔“ (تجلیاتِ صفحہ ص ۳۸۱)

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھڑوی کڑمگی نے اپنی مرضی کے خلاف ایک عبارت

کے بارے میں ”فرمایا“ ہے:

”جب عام اور متداول نسخوں میں یہ عبارت نہیں تو شاذ اور غیر مطبوعہ نسخوں کا کیا اعتبار ہو سکتا

ہے۔؟“ (خزائن السنن ص ۳۴۷ حصہ دوم ص ۹۷)

انگریزی دور میں (۱۸۵۷ء کے بعد) پیدا ہو جانے والے دیوبندی فرقے کا عجیب طریقہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی متفق علیہ احادیث کے مقابلے میں شاذ، مدلس، ضعیف اور مردود روایات پیش کرتے ہیں اور جب اپنی باری آئے تو شاذ کا دفاع شروع کر دیتے ہیں۔ واللہ من ورائہم محیط

۲: حافظ عراقی نے اس روایت کے بعد لکھا ہے: ”و ذکر الطحاوی أن هذه

الرواية شاذة و صححها ابن القطان ...“ (طرح الثریب فی شرح التقریب ۲/۲۶۲)

اس جرح کو بھی آصف صاحب نے چھپایا ہے۔

۳: حافظ ابن حجر العسقلانی نے لکھا ہے:

”و هذه رواية شاذة“ اور یہ روایت شاذ ہے۔ (فتح الباری ۲/۲۲۳ تحت ج ۷۳۹)

ساتویں صدی کے ابن القطان القاسی (متوفی ۶۲۸ھ) نے اس روایت کو صراحۃً ”صحیح“ نہیں لکھا، لیکن ”قد صح فیہما الرفع من حدیث ابن عباس و ابن عمر و مالک بن الحویرث“ لکھا ہے۔ (بیان الوہم والایہام ج ۵ ص ۶۱۲)

اس عبارت میں ابن القطان کو تین اوہام ہوئے ہیں:

۱: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت میں ابوہل نصر بن کثیر الازدی العابد راوی ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب بیہدیب: ۱۴۷ و کتب الرجال)

۲: طحاوی والی روایت بقول طحاوی شاذ ہے اور اصولی حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ شاذ ضعیف ہوتی ہے، لہذا یہ روایت صحیح کس طرح ہوئی؟!

۳: سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت میں قتادہ مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔ اصولی حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ غیر صحیحین میں مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (مثلاً دیکھئے سرفراز خان صفردیوبندی کی دفائن السنن مقدمہ خزائن السنن ص ۱) تنبیہ: ابن القطان نے قتادہ کی روایت مذکورہ میں ان کا شاگرد شعبہ ظاہر کیا ہے، حالانکہ

محمد یوسف بنوری دیوبندی نے صاف لکھا ہے:

”وقع فی نسخة النسائی المطبوعة بالهند: شعبة عن قتادة بدل سعيد عن

قتادة وهو تصحیف صرح علیه شیخنا أيضاً فی نیل الفرقدین ...“

ہند (و پاکستان) میں مطبوعہ نسائی کے نسخے میں سعید عن قتادہ کے بدلے میں شعبہ عن قتادہ

چھپ گیا ہے اور یہ تصحیف (غلطی) ہے، ہمارے استاد (انور شاہ کاشمیری دیوبندی) نے

بھی نیل الفرقدین میں اس کی صراحت کی ہے۔ (معارف السنن للبنوری ج ۲ ص ۲۵۶)

آصف صاحب نے طحاوی کے جس نسخے کا حوالہ دیا ہے، اس کے حاشیے میں بھی لکھا

ہوا ہے کہ ”رجاله ثقات لكن هذه الرواية شاذة كما سبذكر الطحاوي“

اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن یہ روایت شاذ ہے، جیسا کہ طحاوی (عنقریب) بیان کریں گے۔

(تختہ الاخیار ج ۲ ص ۲۰ تحت ح ۲۳)

بطور اعلان اور اطلاع خاص و عام عرض ہے کہ سجدوں کے دوران میں، سجدہ کرتے

اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت حالت سجود میں رفع یدین کرنا (نبی ﷺ سے) ثابت

نہیں ہے۔ (دلائل کے لئے دیکھیے میری کتاب: نور العینین ص ۱۸۹-۱۹۳)

سجدوں میں رفع یدین کی ضعیف و غیر صریح روایات کے مقابلے میں صحیح بخاری میں

لکھا ہوا ہے: ”وكان لا يفعل ذلك في السجود“ اور آپ یہ کام (رفع یدین)

سجدوں میں نہیں کرتے تھے۔ (۷۳۵ع)

”ولا يفعل ذلك حين يسجد و لا حين يرفع رأسه من السجود“ اور آپ یہ

کام (رفع یدین) سجدہ کرتے وقت نہیں کرتے تھے اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت نہیں

کرتے تھے۔ (۷۳۸ع)

آصف دیوبندی کے چہیتے نے ”بخاری و مسلم کے راویوں پر غیر مقلدین کی جرح“

کا عنوان لکھ کر درج ذیل نام گوائے ہیں:

سفیان ثوری، قتادہ، سعید بن ابی عروبہ، یزید بن ابی زیاد، حمید الطویل، ابو الزبیر الحکی،

ابراہیم، ابوبکر بن عیاش، اسماعیل بن ابی خالد، حکم بن عتیہ، اور حفص بن غیاث۔

(آصف کی کتاب ص ۲۳-۲۵)

ان مذکورہ راویوں میں ابوبکر بن عیاش راقم الحروف کی تحقیقِ ثانی میں صدوق حسن الحدیث تھے اور صحیح مسلم میں متابعات و شواہد کا راوی یزید بن ابی زیاد حتمی طور پر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۸-۱۷۰، ۱۳۵-۱۳۶)

باقی راویوں کا ثقہ و صادق ہونے کے بعد مدلس ہونا بخاری و مسلم کے راویوں پر جرح نہیں اور اب دوسرا رخ پیشِ خدمت ہے:

۱: سرفراز خان صفدر دیوبندی نے صحیحین کے بنیادی راوی امام ابو قلابہ الشامی رحمہ اللہ کے بارے میں ”غضب کا مدلس“ لکھا ہے۔ (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۱۴، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۱۲۷) سفیان ثوری کے بارے میں بحوالہ تقریب ”ربما مدلس“ کے الفاظ لکھے ہیں۔ (خزان السنن ج ۲ ص ۷۷)

امین اوکاڑوی دیوبندی نے سفیان ثوری کو مدلس لکھا ہے۔

(تجلیات صفدر ج ۵ ص ۴۷۰ فقرہ: ۸۷)

۲-۳: امین اوکاڑوی نے ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

”اولا تو یہ سند سخت ضعیف ہے کیونکہ سند میں سعید بن ابی عروبہ مختلط ہے اور قتادہ مدلس ہے۔ نہ تجدید ثابت ہے اور نہ ہی متابعت۔“ (جزء رفع الیدین ترجمہ و تشریح اوکاڑوی ص ۲۸۹، ۲۹۰ ج ۲ ص ۳۱۲)

۴: سرفراز صفدر کے استاد عبدالقدیر دیوبندی حضوری نے لکھا ہے:

”اور حضرت زہریؒ مدلس ہیں“ (مدتقی الکلام ج ۲ ص ۱۳۱)

امین اوکاڑوی نے کہا: ”ابن شہاب مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔“

(فتوحات صفدر ج ۲ ص ۲۵۶)

امین اوکاڑوی نے ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے: ”اور یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ

اول تو اس میں زہریؒ کا معنعنہ ہے...“ (جزء القراءۃ للبخاری، ترجمہ و تشریح امین اوکاڑوی ص ۲۱ تحت ج)

۵: یزید بن ابی زیاد جو صحیح مسلم کے اصول کا راوی نہیں بلکہ متابعات و شواہد کا راوی ہے، اس کے بارے میں محمد الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے:

”۱۔ زلیحی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

۲۔ حافظ بن حجر تقریب میں فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے بڑھاپے میں اس کی حالت بدل گئی تھی اور وہ شیعہ تھا۔“ (نماز پیغمبر ﷺ ص ۸۵)

یہ کتاب آل دیوبند اور الیاس گھسن کی پسندیدہ ہے۔

(دیکھئے فرقۃ الحمدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ ص ۳۹۵)

۶: حمید الطویل کے بارے میں امین اوکاڑوی نے کہا: ”صرف حمید الطویل اس کو مرفوع کرتا ہے جو مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔“ (تجلیات صفحہ ۲ ص ۲۷۹)

۷: ابوالزیر المکی کی ایک روایت کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

”یہ حدیث سنداً (سند کے اعتبار سے) ضعیف ہے کیونکہ ابوزیر مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے“ (جزء رفع الیدین ترجمہ و تشریح امین اوکاڑوی ص ۳۱۸ تحت ج ۵۶)

۸: ابراہیم بن یزید نخعی کو حاکم اور سیوطی وغیرہ مانے بھی مدلس قرار دیا ہے۔

(دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۸، اسماء بن عرف بالتدلیس للسیوطی: ۱)

عبدالقدیر دیوبندی حضروی نے حافظ ابن حجر کے نزدیک طبقہ ثانیہ کے مدلس امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے: ”اس روایت کا راوی سفیان بن عیینہ بھی مدلس ہے۔“ (تذقیۃ الکلام ج ۲ ص ۱۳۱)

۹: ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کے بارے میں راقم الحروف کا اعلان رجوع چھپ چکا ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۸-۱۶۹)

تنبیہ:

امام ابوبکر بن عیاش کے صدوق حسن الحدیث ہونے کے باوجود ان کی ترک رفع یدین والی خاص روایت باطل اور وہم ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل اور امام ابن معین وغیرہما کی

تحقیقات سے ثابت ہے اور خاص و صریح دلیل عام و غیر صریح دلائل پر مقدم ہوتی ہے۔

۱۰: امام اسماعیل بن ابی خالد کے بارے میں سرفراز خان دیوبندی نے لکھا ہے:

”اور یہ صاحب مدلس بھی تھے“ (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۳۵، طبع دوم)

یاد رہے کہ یہ عبارت بعد والے نسخوں میں چپکے سے بغیر کسی اعلان رجوع و توبہ کے نکال دی گئی ہے۔ (مثلاً دیکھئے طبع جون ۲۰۰۶ء ج ۲ ص ۱۲۸)

۱۱-۱۲: الحکم بن عتیبہ اور حفص بن غیاث دونوں کو سیوطی نے مدلسین میں ذکر کیا۔

(اسماء من عرف بالمدلس: ۱۴، ۱۵)

تنبیہ:

آل دیوبند کے نزدیک سیوطی کا بہت بڑا مقام ہے، بلکہ قافلہ باطل میں ”امام سیوطی“ لکھا ہوا ہے۔ (جلد ۵ شمارہ ۳ ص ۲۲، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۱ء، جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۳۳، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۱ء)

محدثین اور آل تقلید کے سابقہ حوالوں کے باوجود آصف صاحب کے چہیتے کا یہ کہنا: ”بخاری و مسلم کے راویوں پر غیر مقلدین کی جرح“ کوئی معنی نہیں رکھتا اور تدلیس کا اعتراض راوی کی ذات و عدالت پر جرح نہیں بلکہ اس کی معتعن روایت پر جرح ہوتی ہے، بشرطیکہ یہ روایت صحیحین میں نہ ہو اور اس کے مقابلے میں کوئی خاص دلیل نہ ہو۔

آصف صاحب کے چہیتے اور آل دیوبند کو چاہئے کہ ذوغلی پالیسی چھوڑ دیں اور اپنی چار پائیوں کے نیچے ذرا لالٹھی پھیر لیں۔

آصف لاہوری دیوبندی کے چہیتے عبدالغفار دیوبندی نے بغیر کسی صحیح سند کے لکھا ہے: ”ترک رفع الیدین بعد الافتتاح پر 1500 صحابہ سے زائد عامل تھے۔“ (ص ۲۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ آصف کی یہ بات بالکل جھوٹ ہے اور اس کے مقابلے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا اعلان درج ذیل ہے:

کسی صحابی سے بھی رفع الیدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔

(جزء رفع الیدین: ۳۰، ۶، ۷، المجوع للنووی ۳/۴۰۵)

آصف لاہوری دیوبندی کی پیش کردہ روایات کا تحقیقی جائزہ

اب مذکورہ کتاب میں آصف لاہوری دیوبندی کی ”۳۲۷ صحیح احادیث و آثار“ کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے:

(۱) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۱۴۳۱ کی سند میں سفیان ثوری مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔

(جواب کے لئے دیکھئے نور العینین ص ۱۲۹-۱۳۹)

نمبر ۱۵ سے سفیان ثوری کا واسطہ (کاتب یا کمپوزر کی غلطی سے) رہ گیا ہے۔

دیکھئے مسند الامام احمد (۱/۳۸۸ ج ۳۶۸۱، دوسرا نسخہ ۶/۲۰۳)

نمبر ۱۹۱۶ میں ترک رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں ہے۔

نمبر ۲۲۲۰ میں تین راوی کذاب ہیں: ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی، محمد بن ابراہیم بن زیاد الرازی اور سلیمان الشاذکونی۔

حارثی کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۲/۴۹۶، دوسرا نسخہ ۴/۱۸۹) اور لسان

المیزان (۳/۳۴۸-۳۴۹) اور میرا مضمون: ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری اور محدثین کی جرح۔

محمد بن ابراہیم بن زیاد کے لئے دیکھئے الضعفاء والمتر وكون للدارقطني (۴۸۷) اور لسان المیزان (۵/۲۲، دوسرا نسخہ ۵/۶۱۶)

سلیمان الشاذکونی کے لئے دیکھئے سرفراز خان صفدر کی احسن الکلام (ج ۱ ص ۲۰۴،

دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۵۴)

نمبر ۲۱۲۲ میں ترک رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں بلکہ عدم ذکر ہے اور مدرسہ دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب نے لکھا ہے:

”جناب مولوی صاحب معقولات کے طور پر اتنا ہی جواب بہت ہے کہ عدم الاطلاع یا عدم



الذکر عدم الشے پر دلالت نہیں کرتا۔“ (ہدیۃ الشیعہ ص ۲۰۰)

اس عبارت پر ”مذکور نہ ہونا معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہے“ کا عنوان لکھا گیا ہے۔  
آصف لاہوری کا عدم ذکر والی روایات کے ترجمے میں اپنی طرف سے بریکٹوں کے درمیان (صرف اور اس مفہوم کی عبارات) کا اضافہ کرنا صریح تحریف و کذب بیانی ہے۔  
تنبیہ: اگر عدم ذکر سے نفی ذکر پر یہاں استدلال کیا جائے تو ان لوگوں کا تکبیر تحریمہ والا رفع یدین بھی ختم ہو جاتا ہے اور ورتوں والا رفع یدین بھی ممنوع ہو جاتا ہے، حالانکہ تمام آل دیوبند تکبیر تحریمہ اور ورتوں والے رفع یدین کے قائل و قائل ہیں۔

۲) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ

نمبر ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۷، ۵۱، ۵۲، ۵۴، ۵۷، ۶۰، ۷۲، ۷۳ میں محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ (دیکھئے فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۸)

نمبر ۳۳، ۳۸، ۵۰، ۵۲، ۵۳، ۵۵، ۵۶، ۵۸، ۶۹، ۷۱، ۷۲، ۸۱ میں یزید بن ابی زیاد جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ (دیکھئے زادناہن ماجلہ ص ۲۱۶)

اور نمبر ۳۶ میں صاحب کتاب امام ابو نعیم الاصبہانی سے لے کر امام ابو حنیفہ تک تمام راوی (مثلاً بکر بن محمد الحبالب اور علی بن محمد بن روح وغیرہما) مجہول ہیں، ان کی توثیق ہرگز معلوم نہیں۔ (دیکھئے ارشیف ملتقی اہل الحدیث عدد ۴ ج ۱ ص ۹۲۶، تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۱۲۳)

آصف کی مذکورہ روایات میں سے (بعض کے متون سے قطع نظر) ایک روایت بھی ثابت نہیں۔

تنبیہ: یزید بن ابی زیاد (ضعیف) کی دوسری روایت میں شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد سر اٹھانے (یعنی تینوں مکامات) پر رفع یدین کا ذکر و اثبات موجود ہے اور یزید تک سند حسن لذاتہ ہے۔ (دیکھئے اسنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۷)

ابراہیم بن بشار رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی تھے۔ یعنی حنفی نے ابراہیم بن بشار کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں

”إسناده صحيح“ لکھا ہے۔ (نخب الافکار ج ۱ ص ۴۷۵)

اور دوسری روایت کی تحقیق میں ”رجالہ ثقات“ لکھ کر ابراہیم بن بشار کو ثقہ قرار دیا

ہے۔ (دیکھئے نخب الافکار ج ۱ ص ۴۷۸-۴۷۹)

آصف صاحب کو یہ چاہئے تھا کہ وہ ابراہیم بن بشار کی یہ روایت بھی ذکر کرتے، ورنہ ان کی یہ حرکت و طرزِ عمل اگر خیانت اور حق چھپانا نہیں تو پھر کیا ہے؟!

۳) سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما

اس باب میں تمام آصفی روایات (نمبر ۸۲ تا ۸۸) کی سندوں میں محمد بن جابر راوی

ہے، جس کے بارے میں حافظ یشی نے لکھا ہے: ”وہو ضعیف عند الجمهور“

اور وہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ۵/۱۹۱)

اس کے مقابلے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً و مرفوعاً (دونوں طرح) شروع نماز،

رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والارفع یدین ثابت ہے۔

(دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ و سندہ صحیح)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفاً و مرفوعاً (دونوں طرح) شروع نماز، رکوع سے پہلے اور

رکوع کے بعد والارفع یدین ثابت ہے۔

(الفتح القدی شرح سنن الترمذی لابن سید الناس ج ۳ ص ۳۹۰، نور العینین ص ۱۹۵-۲۰۴)

آل دیوبند کا یہی عمومی طریقہ واردات ہے کہ وہ اختلافی مسائل میں صحیح و حسن اور

صریح روایات چھوڑ کر ضعیف و مردود اور غیر صریح روایات پیش کرتے ہیں۔

۴) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

نمبر ۸۹ تا ۹۵ میں مسند حمیدی اور مسند ابی عوانہ کی روایات پیش کی گئی ہیں، جن کا محرف

و مصحف ہونا نور العینین میں دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کر دیا گیا ہے۔ (دیکھئے ص ۶۸-۸۱)

نمبر ۹۶ والی روایت شاذ (بمعنی منکر) و موضوع ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۲۰۵-۲۱۱)

نمبر ۹۷ تا ۱۰۲ میں ترک رفع یدین کا نام و نشان نہیں، بلکہ صرف عدم ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مرفوعاً اور صحیح بخاری، سنن ابی داؤد اور جزء رفع الیدین وغیرہ میں موقوفاً رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین ص ۶۲، ۹۲)

بلکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اس شخص کو کنکریوں سے مارتے تھے جو رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ (دیکھئے جزء رفع الیدین: ۱۵، واللفظہ، التہذیب ۲۲۲/۹ مختصراً)

### ۵) سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ

نمبر ۱۰۳ تا ۱۳۰، میں ترک رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں بلکہ عدم ذکر ہے۔ آصف صاحب نے ترجمہ میں خیانت کرتے ہوئے بریکٹوں کے درمیان اپنی طرف سے (تو رفع یدین نہ کرتے) لکھ دیا ہے جو کہ صریح دروغ بے فروغ بلکہ کالا جھوٹ ہے۔

اس کے مقابلے میں سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں چار مقامات پر رفع یدین کا ذکر موجود ہے: (۱) شروع نماز (۲) رکوع سے پہلے (۳) رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہتے وقت (۴) دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اٹھ کر رفع یدین۔

(دیکھئے سنن ترمذی: ۳۰۴ وقال: ”هذا حديث حسن صحيح“ صحیح ابن حبان وابن الجارود وغیرہما/ نور العینین ص ۱۰۴)

### ۶) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

نمبر ۱۳۱ تا ۱۸۳، میں رکوع سے پہلے اور بعد میں ترک رفع یدین کا نام و نشان نہیں بلکہ عدم ذکر ہے۔ (نیز دیکھئے فقرہ سابقہ: ۵)

اس کے مقابلے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین مقامات پر رفع یدین ثابت ہے: تکبیر (نخیریمہ) کے وقت، رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھ کر۔ (جزء رفع الیدین: ۲۲، سندہ صحیح)

### ۷) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

نمبر ۱۸۴ تا ۲۱۰ میں رکوع سے پہلے اور بعد کی صراحت سے ترک رفع یدین کا نام و نشان نہیں بلکہ عدم ذکر ہے اور حدیث مذکور کا تعلق حالت قعود میں تشهد والے اشارے سے ہے جس پر آج کل بھی شیعہ و روافض عمل پیرا ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے جزء رفع الیدین: ۳۷، نور العینین ص ۱۲۷)

۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۱۱، ۲۱۲ میں محمد بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے۔ (دیکھئے فقرہ سابقہ: ۲)

نمبر ۲۱۲ میں ”حدث“ کا قائل مجہول ہے اور مسلم بن خالد جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

نمبر ۲۱۳، ۲۱۵ میں عطاء بن السائب مخطط ہے۔ (دیکھئے الکواکب النیرات ص ۳۳۱)

نمبر ۲۱۶ تا ۲۲۰ میں عدم ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں یہ ثابت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور

رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ/ ۲۳۵ ج ۲۳۳۱ و سندہ حسن، نور العینین ص ۱۶۰)

۹) سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۲۱ تا ۲۲۵ میں عدم ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی وہ روایت ہے کہ صحابہ کرام شروع

نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۷۵ و سندہ صحیح)

صحابہ کرام میں سیدنا وائل رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور ان کا استثناء کسی صحیح یا حسن لذاتہ

دلیل سے ثابت نہیں۔ سیدنا وائل کی مرفوع حدیث کے لئے دیکھئے صحیح مسلم (ج ۴۰۱)

۱۰) سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۲۶، ۲۲۷ میں عدم ذکر ہے اور سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے رکوع سے

پہلے اور بعد والا رفع یدین مرفوعاً اور منقوفاً دونوں طرح ثابت ہے۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۷۳۷، صحیح مسلم: ۳۹۱)

۱۱) امام سلیمان بن یسار تابعی رحمہ اللہ

اس روایت (۲۲۸) میں عدم ذکر ہے اور روایت بھی مرسل (منقطع) ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے ظاہر ہے کہ سلیمان بن یسار رحمہ اللہ نے شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر (تینوں مقامات والے) رفع یدین کو بھی روایت کیا ہے۔ (دیکھئے ج ۱ ص ۲۳۵ ج ۲ ص ۲۳۹ و سندہ صحیح ابی سلیمان بن یسار رحمہ اللہ)

(۱۲) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

نمبر ۲۲۹ تا ۲۳۲ میں عدم ذکر ہے۔

(۱۳) سیدنا ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ

اسانید سے قطع نظر عرض ہے کہ نمبر ۲۳۳-۲۳۴ دونوں روایتوں میں عدم ذکر ہے۔

(۱۴) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۳۵ تا ۲۴۷ تمام روایتوں میں ترک رفع یدین کا نام و نشان نہیں بلکہ عدم ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد

(تینوں مقامات پر) رفع یدین ثابت ہے۔ (جزء رفع الیدین: ۲۰ و سندہ صحیح)

(۱۵) سیدنا ابومالک الاشعری رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۳۸ تا ۲۵۱ میں عدم ذکر ہے اور رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے

ترک کا نام و نشان نہیں، لہذا آصف صاحب کا یہ استدلال بھی غلط ہے۔

فائدہ: سیدنا ابومالک الاشعری رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ مردوں اور

عورتوں کی نماز کا طریقہ ایک ہے اور ہیئت نماز میں کوئی فرق نہیں، لہذا آل دیوبند اس

حدیث کے الفاظ کے بھی مخالف ہیں۔

(۱۶) سیدنا علی رضی اللہ عنہ

اسانید سے قطع نظر نمبر ۲۵۲ تا ۲۵۶ میں عدم ذکر ہے اور اس کے مقابلے میں سیدنا علی

رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت

ہے، نیز دو رکعتوں سے اٹھ کر بھی رفع یدین ثابت ہے۔

(دیکھئے سنن ترمذی: ۳۴۳۳ و قال: ”صحیح حسن“ جزء رفع الیدین للبخاری: ۱، و سندہ حسن)

امام ترمذی نے ایک حدیث کے بارے میں فرمایا:

”و معنی قوله إذا قام من السجدين ، یعنی إذا قام من الركعتين“

اور آپ کے ارشاد: إذا قام من السجدين کا معنی یہ ہے کہ جب دو رکعتوں سے اٹھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۰۴۰ قال: هذا حديث حسن صحيح)

### ۱۷) سیدنا ابو موسیٰ الاشعریؓ

نمبر ۲۵ تا ۲۶۱ میں عدم ذکر ہے اور اس آصفیٰ مخرفانہ استدلال کے مقابلے میں سیدنا ابو موسیٰ الاشعریؓ سے مرفوعاً و موقوفاً شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے۔ (سنن دارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱، وسندہ صحیح، نور العینین ص ۱۱۸)

### ۱۸) سیدنا جابر بن عبد اللہؓ

آصف صاحب کی پیش کردہ دونوں روایتوں (نمبر ۱۲، ۲۶۳) میں عدم ذکر ہے اور اس کے مقابلے میں سیدنا جابر بن عبد اللہؓ سے مرفوعاً و موقوفاً دونوں طرح تکبیر تحریمہ، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے۔

(مسند السراج ص ۶۲-۶۳ ح ۹۲ وسندہ حسن، ابوالزبیر صرح بالساج والحمد للہ)

### ۱۹) سیدنا ابوسعید الخدریؓ

نمبر ۲۶۴ میں عدم ذکر ہے، جو کہ نفی ذکر کی دلیل نہیں۔ (دیکھیے فقرہ سابقہ: ۱) آصف صاحب کی پیش کردہ مرفوع روایات ختم ہوئیں اور اس آصفیٰ استدلال کے مقابلے میں درج ذیل صحابہ سے رفع یدین کی مرفوع روایات ثابت ہیں:

- (۱) عبد اللہ بن عمر (۲) مالک بن الحویرث (۳) وائل بن حجر (۸۵۴) ابو حمید الساعدی بتصدیق ابی قتادہ و ابی اسید الساعدی و ابی ہریرہ و محمد بن مسلمہ (۹) علی بن ابی طالب (۱۰) ابو موسیٰ (۱۱) ابوبکر الصدیق (۱۲) عبد اللہ بن الزبیر (۱۳) انس بن مالک (۱۴) جابر بن عبد اللہ الانصاری (۱۵) اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(تفصیل کے لئے نور العینین دیکھیں)

اب دیکھتے ہیں کہ آثارِ صحابہ میں آصف لاہوری صاحب نے کیا تیریا ”تکھ“ مارا ہے؟

(۱) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۶۸۵-۲۶۸۴ میں ابراہیم نخعی مدلس ہیں۔

سیوطی نے ابراہیم نخعی کو مدلسین میں شامل کیا ہے۔ (دیکھئے اسماء من عرف بالندیس: ۲)

سیوطی (غیر مقلد) کے بارے میں دیوبندی ”مفتی“ عبدالواحد قریشی نے لکھا ہے:

”فقہ شافعی کے عظیم مفسر، محدث، فقیہ، مورخ، جلال الدین سیوطی“ (متوفی ۹۱۱ھ)

(الیاس تھمن کا رسالہ ”قافلہ حق“ جلد ۵ شمارہ ۳ ص ۴۴، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۱ء)

اس ضعیف روایت کے مقابلے میں حسن اور صحیح روایت کے لئے دیکھئے فقرہ سابقہ: ۳

(۲) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۶۹-۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۶ والی سند میں ابوبکر اللہ شلی جمہور کے نزدیک

مؤثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے لیکن اُن کی یہ روایت اُن کا وہم اور غلطی

ہے، لہذا ضعیف ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین ص ۱۶۵)

نمبر ۲۷۱، ۲۷۷ کی سند میں ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی کذاب ہے۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۵۱۰)

دوسرے یہ کہ یہ اہل سنت کی کتاب نہیں بلکہ زیدی شیعوں کی کتاب ہے۔

فیض الباری میں زید بن علی کو ثقہ تسلیم کر کے لکھا ہوا ہے:

”إلا أن الآفة في كتابه من حيث جهالة ناقله“ صرف یہ کہ ان کی کتاب (مسند

زید) میں ناقلین کے مجہول ہونے کی وجہ سے مصیبت آئی ہے۔ (ج ۲ ص ۲۴۱)

معلوم ہوا کہ آل دیوبند کے نزدیک بھی مسند زید نامی کتاب ثابت نہیں ہے۔

زیدی شیعوں کی اس مسند میں موضوعات کے ساتھ عجائب و غرائب بھی ہیں، مثلاً

اذان میں حي علی خیر العمل اور نماز میں بسم اللہ بالجہر بھی لکھا ہوا ہے۔ (ص ۸۳، ۹۳)

کیا آصف صاحب اور گھسن پارٹی والے ان باتوں پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں؟!

نمبر ۲۷۳-۲۷۴ میں ابن فرقد شیبانی جمہور کے نزدیک مجروح و ضعیف اور محمد بن ابان بن صالح جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

(۳) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۷۸ تا ۲۹۱ میں سفیان ثوری مدلس ہیں اور حدیث نمبر ۲۹۲ سے سفیان ثوری کا واسطہ گر گیا ہے۔ (دیکھئے فقرہ سابقہ: ۱)

نمبر ۲۹۳-۲۹۵ میں عدم ذکر ہے اور نمبر ۲۹۶-۲۹۸ میں ابراہیم نخعی ہیں جو کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۶) تنبیہ: ابراہیم نخعی کی ہرسل و منقطع روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔

(دیکھئے کتاب الام للشافعی ج ۷ ص ۲۷۱-۲۷۲، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۷۵)

غیر واحد سے استدلال والے مغالطے کے جواب کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۱۶۶)

(۴) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۹۹ تا ۳۰۰ میں امام ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ ہیں جو کہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے لیکن ان کی بیان کردہ یہ روایت بافتاق محدثین ان کا وہم ہے، لہذا یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۸-۱۷۲)

نمبر ۳۰۱ میں عدم ذکر ہے اور نمبر ۳۰۲-۳۰۳ میں محمد بن ابان بن صالح ضعیف اور محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی (عرف ابن فرقد) سخت مجروح ہے۔

(دیکھئے نور العینین ص ۱۷۲-۱۷۳)

ان کے مقابلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین پر (زمانہ تابعین میں بھی) عمل کرنا ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۷۳۹)

آصف صاحب کے پیش کردہ آثار ختم ہوئے اور ترک رفع یدین ثابت نہ ہوا، بلکہ ان ضعیف و مردود اور غیر متعلق آثار کے مقابلے میں درج ذیل صحابہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین ثابت ہے:



(۱) عبد اللہ بن عمر (۲) مالک بن الحویرث (۳) ابو موسیٰ الاشعری (۴) عبد اللہ بن زبیر (۵) ابوبکر الصدیق (۶) انس بن مالک (۷) ابو ہریرہ (۸) عبد اللہ بن عباس (۹) جابر بن عبد اللہ الانصاری اور (۱۰) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم اجمعین۔  
(دیکھئے نور العینین ص ۱۵۹-۱۶۱، وغیرہ)

اب آصفی آثار تابعین کا جائزہ پیش خدمت ہے:

نمبر ۳۰۴ میں طحاوی (۱/۲۲۷) کی روایت مذکورہ میں الحمانی سے مراد یحییٰ بن عبد الحمید الحمانی ہے۔ (دیکھئے شرح معانی الآثار ۳/۱۶۳، باب المقدار الذی یقطع فیہ السارق)  
اور یہ حمانی جمہور کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔

(دیکھئے اتحاف الخیر للمصیری ۹/۳۹۶ ح ۹۴۳۴)

تنبیہ: آصف صاحب نے نقل روایت میں بھی گڑبڑ کی ہے۔ (دیکھئے ص ۲۰۱)  
نمبر ۳۰۵ میں ابن فرقد مجروح، محمد بن ابان بن صالح ضعیف اور حماد بن ابی سلیمان مختلط و مدلس ہیں۔

نمبر ۳۰۶ میں ثوری مدلس ہیں۔ (اسماء المدلسین للسیوطی ص ۹۸ ت ۱۸، وقال: مشہور بہ)

نمبر ۳۰۸، ۳۱۰ میں مغیرہ بن مقسم مدلس ہیں۔ (اسماء من عرف بالذلیل للسیوطی: ۷۲)

نمبر ۳۱۱ میں حجاج بن ارطاة ضعیف مدلس ہے اور طلحہ کا تعین مطلوب ہے۔

نمبر ۳۱۲ میں ”بلغنا“ کا قائل (مبلغ) نامعلوم ہے۔

نمبر ۳۰۷، ۳۰۹ میں لکھا ہوا ہے کہ ”تو شروع نماز کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہ کر۔“

جبکہ دیوبندی و بریلوی حضرات وتر اور عیدین میں بھی رفع یدین کرتے ہیں، لہذا یہ دونوں گروہ ابراہیم خفی کے مذکورہ اثر کے سراسر خلاف ہیں۔

نمبر ۳۱۳ میں حمانی مجروح ہے، جیسا کہ نمبر ۳۰۴ کے تحت گزر چکا ہے۔

نمبر ۳۱۴ میں اشعث بن سوار ضعیف ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۲۱۴)

نمبر ۳۱۵ تا ۳۱۷ میں ابن فرقد مجروح و ضعیف ہے۔ (دیکھئے نمبر ۳۰۵ کا جواب)

نمبر ۳۱۸ تا ۳۲۰ میں اصحاب عبداللہ اور اصحاب علی کا نام مذکور نہیں، یعنی یہ تمام نام معلوم شاگرد مجہول تھے۔ (دیکھئے نورالعینین ص ۳۱۲)

نمبر ۳۲۱ میں اسماعیل بن ابی خالد مدلس ہیں اور سماع کی تصریح نہیں۔ اسماعیل رحمہ اللہ کی تدلیس کے لئے دیکھئے احسن الکلام (ج ۲ ص ۱۳۵، طبع دوم)

بعد میں احسن الکلام والی عبارت کو چپکے سے اڑا دیا گیا ہے، جیسا کہ اس مضمون کے شروع میں نمبر ۱۰ کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

نمبر ۳۲۲ میں سفیان بن مسلم مجہول ہے۔ (دیکھئے نورالعینین ص ۳۱۲)

نمبر ۳۲۳ میں جاج بن ارطاة ضعیف ہے۔ (دیکھئے نصب الراية/ ۹۲)

اور مدلس بھی ہے۔ (دیکھئے نورالعینین ص ۳۱۲، اسماء الدلسین للسيوطی ص ۹۵)

نمبر ۳۲۴، ۳۲۵ میں جابر بن یزید الجعفی راوی ہے، جس کے بارے میں امام ابو حنیفہ نے فرمایا: ”ما رأيت أحداً أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح“ میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔ (کتاب العلل للترمذی مع الجامع ص ۸۹۱ و سند حسن)

اس گواہی سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

۱: جابر جعفی کذاب تھا۔

۲: امام صاحب نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا تھا، لہذا وہ تابعی نہیں تھے۔

نمبر ۳۲۶ میں کسی تابعی کا قول نہیں بلکہ اسحاق بن ابی اسرائیل نام کا ایک راوی تھا جو ۱۵۰ھ میں پیدا ہوا تھا اور اس کے بارے میں امام بغوی نے فرمایا:

”ثقة مأمون، إلا أنه كان قليل العقل“ وہ ثقہ مامون لیکن کم عقل تھا۔

(تاریخ بغداد ۶/۳۶۱-۳۶۲، سیر اعلام النبلاء ۱۱/۴۷۷)

تبع تابعین کے بعد ایک کم عقل ثقہ آدمی کی ذاتی رائے کی کیا حیثیت ہے؟!

نمبر ۳۲۷ میں مالکیوں کی مدونہ کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے جو کہ غیر ثابت اور ناقابل

حجت کتاب ہے۔

(دیکھئے العبر فی خبر من غیر ۲/۱۲۲، دوسرا نسخہ ۱/۴۴۳، اور القول التین فی الجہر بالتین ص ۸۷)  
ان آصفی آثار کے مقابلے میں درج ذیل تابعین سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع  
یہ دین ثابت ہے:

(۱) محمد بن سیرین البصری (۲) ابو قلابہ البصری الشامی (۳) وہب بن منبہ الیمانی  
(۴) سالم بن عبد اللہ بن عمر المدنی (۵) قاسم بن محمد بن ابی بکر المدنی (۶) عطاء بن  
ابی رباح الکی (۷) مکحول الشامی (۸) نعمان بن ابی عیاش المدنی الانصاری (۹) طاؤس  
الیمانی (۱۰) سعید بن جبیر الکوفی اور (۱۱) حسن بصری وغیرہم رحمہم اللہ۔

(دیکھئے نور العینین ص ۳۱۶)

ثابت ہوا کہ مکہ، مدینہ، بصرہ، شام اور یمن سب مقامات پر رکوع سے پہلے اور بعد  
والا رفع یہ دین کیا جاتا تھا اور دو تابعین میں اس پر عمل جاری و ساری تھا، لہذا رفع یہ دین مذکور  
کی منسوخیت یا متروکیت کا دعویٰ باطل و مردود ہے۔

انصاف پسند قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ نے دیکھ لیا، آصف  
لاہوری دیوبندی نے آل دیوبند کے ساتھ مل کر اپنے زعم باطل میں ”ترک رفع الیدین پر  
۳۲۷ صحیح احادیث و آثار کا مجموعہ“ پیش کیا، حالانکہ اس سارے مجموعے کا خلاصہ صرف دو  
چیزیں ہیں:

۱: صحیح مرفوع و موقوف روایات لیکن ان میں ترک رفع الیدین کا نام و نشان نہیں، لہذا  
انھیں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے خلاف پیش کرنا غلط، باطل اور مردود  
ہے۔

۲: ضعیف و مردود سندوں سے مروی مرفوع و موقوف روایات، جن سے استدلال غلط،  
باطل اور مردود ہے۔

آصف صاحب اینڈ پارٹی نہ تو نبی کریم ﷺ سے ترک رفع الیدین صراحت اور صحیح

سند کے ساتھ ثابت کر سکے ہیں اور نہ کسی ایک صحابی سے رکوع سے پہلے اور بعد کی صراحت کے ساتھ صحیح یا حسن سند سے ترک کا کوئی ثبوت پیش کیا ہے، لہذا آصف صاحب کی یہ کتاب آصف اور آل دیوبند کی شکست فاش ہے، جبکہ رکوع سے پہلے اور بعد والارفع الیدین صحیح و حسن لذاتہ اسانید کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے بھی ثابت ہے اور صحابہ کرام و جمہور تابعین عظام سے بھی ثابت ہے۔

رہ گیا ایک تابعی کا انفرادی و شاذ عمل تو اس کے مقابلے میں تابعین عظام کا جم غفیر ہے اور نبی کریم و صحابہ کرام کے مقابلے میں ایک تابعی یا مجہول لوگوں کے عمل کی حیثیت ہی کیا ہے؟! تفصیل کے لئے دیکھئے امام بخاری کی مشہور کتاب: جزء رفع الیدین اور راقم الحروف کی کتاب: نور العینین فی اثبات رفع الیدین، والحمد رب العالمین

(۸/نومبر ۲۰۱۱ء)

## امام ابو حنیفہ پر الیاس گھمن دیو بندی کا بہت بڑا جھوٹ اور بہتان

محمد الیاس گھمن دیو بندی نے امام ابو حنیفہ کے بارے میں کہا ہے:

”میں نعمان کے عقیدہ پر بات کرتا ہوں... امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے عقیدہ بیان

کیا... رب کی ذات کے بارے میں نعمان کا احناف کا عقیدہ یہ ہے ”اللہ ہر جگہ پر ہے“

صرف اللہ عرش پر نہیں ہے... ہم نے عقیدہ بیان کیا میں کہتا ہوں اللہ ہر جگہ پر ہے۔“

(خطبات گھمن ج ۱ ص ۲۰۰)

گھمن صاحب نے مزید کہا ہے:

”میں نے عرض کیا میرے امام کا عقیدہ ہے اللہ ہر جگہ پر ہے.....“

(خطبات گھمن ج ۱ ص ۲۰۵)

الیاس گھمن صاحب اور تمام آل دیوبند سے مطالبہ ہے کہ امام ابو حنیفہ سے مذکورہ

عقیدے کا صحیح یا حسن سند سے ثبوت پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو علانیہ تو بہ کریں، ورنہ جان لیں کہ یہ آپ لوگوں کا بہت بڑا جھوٹ ہے اور امام ابو حنیفہ اس سے بری ہیں۔

بطور الزامی دلیل عرض ہے کہ حنیفوں کی بے کار سند کے ساتھ ابو مطیع اللہ کی طرف منسوب

کتاب ”الفقہ الاکبر الاصل“ میں لکھا ہوا ہے:

”قال ابو حنیفہ من قال لا اعرف ربی فی السماء او فی الارض فقد

کفر لان الله تعالى قال الرحمن على العرش استوى فان قال انه تعالى على

العرش استوى ولكنه يقول لا ادري العرش افي السماء او في الارض قال

هو كافر لانه انكر كون العرش في السماء لان العرش في اعلى عليين وانه

تعالى يدعى من اعلى لامن اسفل لان الاسفل ليس وصف الربوبية

والالوهية في شيء....“

ابوحنیفہ نے کہا: جس نے کہا کہ میں نہیں جانتا میرا رب آسمان پر ہے یا زمین پر تو اس نے کفر کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رَحْمٰنُ عَرْشِ پر مستوی ہوا، پھر اگر اس نے کہا: اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا لیکن وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا کہ عرش آسمان پر ہے یا زمین پر ہے۔ انھوں (ابوحنیفہ) نے کہا: وہ کافر ہے کیونکہ اس نے آسمان پر عرش کے ہونے کا انکار کیا ہے، کیونکہ عرش اعلیٰ علیین پر ہے اور اللہ تعالیٰ کو اوپر (سمجھ کر) پکارا جاتا ہے، نہ کہ نیچے سے (یعنی نیچے سمجھ کر پکارا نہیں جاتا)

نیچے ہونا ربوبیت اور الوہیت کی کوئی صفت نہیں۔ (ص ۳۲۲ مطبوعہ کتب خانہ نعمانیہ پشاور شبر)  
فقہ اوسط کی مذکورہ عبارت قاضی صدر الدین علی بن ابی العز الحنفی کی مشہور کتاب شرح العقیدۃ الطحاویہ میں بعض اختلاف کے ساتھ موجود ہے۔ (ص ۳۲۲-۳۲۳)  
حافظ ذہبی نے بھی اس عبارت کو بعض اختلاف کے ساتھ بلغنا کہہ کر اپنی مشہور کتاب العلو للعلی الغفار (ج ۲ ص ۹۳۵ رقم ۳۳۲) میں نقل کیا ہے۔

کیا فرقہ دیوبندیہ میں ایک بھی سنجیدہ عالم موجود نہیں جو محمد الیاس گھسن صاحب کو امام ابوحنیفہ پر کذب و افتراء اور بہتان باندھنے سے روکے؟! ایس منکم رجل زستید؟  
(۱۳/ جنوری ۲۰۱۲ء مکتبۃ الحدیث حضرو)

## الیاس گھسن صاحب کے قافلے (جلد ۶ شمارہ نمبر ۱) کا جواب

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على آخر النبيين ورضي الله عن أصحابه أجمعين ورحمة الله على من تبعهم باحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

محمد الیاس گھسن صاحب کے رسالے ”قافلہ حق سرگودھا“ (جلد ۶ شمارہ: ۱، برطابق جنوری فروری مارچ ۲۰۱۲ء) میں اہل حق کے خلاف دیوبندی اعتراضات، نیز باطل استدلالات کے مدلل اور دندان شکن جوابات پیش خدمت ہیں:

(۱) گھسن صاحب نے لکھا ہے:

”امام اعظم ابو حنیفہ (م 150ھ) کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ناخ اور منموخ احادیث کے پرکھنے میں بہت ماہر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری عمل کے حافظ تھے۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصری ص ۱۱)“ (قافلہ ج ۶ شمارہ: ۱ ص ۳)

سنجیدہ قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ صمری والی روایت مذکورہ کی سند میں احمد (بن الصلت الحماني) راوی کذاب ہے۔

امام ابن عدی نے فرمایا: میں نے جھوٹے لوگوں میں اتنا بے حیا دوسرا کوئی نہیں دیکھا۔

امام دارقطنی وغیرہ نے فرمایا: وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

حافظ ذہبی نے فرمایا: ”کذاب وضاع“ وہ بڑا جھوٹا (اور) حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

(اس راوی پر دیگر شدید جرح کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۰ ص ۱۲-۱۳)

ثابت ہوا کہ یہ سند موضوع (من گھڑت) ہے، جسے گھسن صاحب نے بطور حجت پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ گھسنی قافلے کا اوڑھنا بچھونا کذاب و افتراء اور جھوٹی روایات کی ترویج ہے۔

(۲) گھسن صاحب نے مولانا معراج ربانی صاحب حفظہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

”ان کی تلیسیات کا جواب دے کر اسے خاموش کرایا گیا۔“ (قافلہ ۱/ص ۵)

یہ نام نہاد جواب دراصل جواب نہیں بلکہ تھانوی صاحب کے مذکورہ قاعدے والا جواب ہے۔ تھانوی صاحب نے کہا تھا: ”... اس لئے کہ جواب تو ہر بات کا ہے خواہ صحیح ہو یا غلط“ (الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۱۶، ملفوظات حکیم الامت ج ۸ ص ۴۱)

مولانا معراج ربانی صاحب حفظہ اللہ کی اصل کیٹیں دیکھ کر یہی ثابت ہوتا ہے کہ گھسن صاحب اُن کے جواب کی کوشش میں ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ سخت ناکام ہیں اور محترم سید توصیف الرحمن صاحب الراشدی حفظہ اللہ کے خلاف اُن کے باطل جواب کی بھی یہی حیثیت ہے۔

گھسن صاحب نے طارق جمیل صاحب کو ”عالمی مبلغ حضرت“ لکھا ہے، لہذا اُن کی ”خدمت“ میں عرض ہے کہ طارق جمیل صاحب کے خلاف دیوبندی ”مفتی“ محمد عیسیٰ خان صاحب کی کتاب: ”کلمۃ الہادی الی سوا السبیل فی جواب من لبس الحق بالباطیل“ کا ضرور مطالعہ کریں اور طارق جمیل صاحب کا آنجہانی ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب کے بارے میں درج ذیل فیصلہ آپ قافلہ باطل میں موٹی سرخی کے ساتھ شائع کریں:

”مولانا صفدر صاحب اُن کے لہجے میں بہت زیادہ سختی تھی اور بہت زیادہ شدت تھی۔“

(کلمۃ الہادی ص ۲۵۶-۲۵۷)

ساڑھے تین سو سے زیادہ صفحات کی اس کتاب کے علاوہ ”مجلہ المصطفیٰ، بہاولپور“ کا سرفراز خان صفدر نمبر بھی آل دیوبند کے لئے قابل مطالعہ ہے۔ مثلاً دیکھئے ص ۲۵۷-۲۵۸ عبد القدوس قارن اور سعید احمد جلاپوری دیوبندی کی نظر ثانی کے ساتھ سرفراز حسن خان حمزہ احسانی دیوبندی نے الیاس گھسن صاحب کے بارے میں لکھا ہے:

”انداز بیان کی سختی... طرز تحریر کی ترشی“ (المصطفیٰ کا سرفراز خان صفدر نمبر ص ۲۷۴-۲۷۵)

احسانی دیوبندی صاحب نے مزید لکھا ہے: ”... جب بندہ نے ”قافلہ حق“ کا مطالعہ



کیا تو اکابرین کے طرز کے مطابق نہ پایا۔“ (ص ۲۷۶)

اگر اہل حدیث یعنی اہل سنت والجماعہ کے خلاف کھمنی قافلے کی گالیاں اور گھٹیا عبارات اکھٹی کی جائیں تو ”گالی نامہ“ کے عنوان سے ایک طویل مضمون یا رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔

۳) رضوان عزیز صاحب نے ماہنامہ الحدیث (یعنی اشاعت الحدیث) حضور سے درج ذیل عبارت نقل کر کے، اس کے مفہوم میں تحریف کرنے کی کوشش کی ہے:

”اصول کی بنا پر اہل حدیث کے نزدیک ہر ذی شعور مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افراد امت کے فتاویٰ، ان کے خیالات کو کتاب و سنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سر آنکھوں پر تسلیم کرے ورنہ ترک کرے۔۔۔“ (الحدیث: ۵۹ ص ۴۷ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث: ج ۱ ص ۶)

مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ کی ”ذی شعور مسلمان“ سے مراد نااہل حضرات نہیں بلکہ اہل علم اور اہل اشخاص ہیں، لہذا رضوان عزیز صاحب کا اعتراض باطل ہے۔

۴) فتاویٰ شامی ایسی کتاب ہے جس کے حوالوں سے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند نامی کتاب بھری پڑی ہے اور اس فتاویٰ شامی میں لکھا ہوا ہے کہ ”ناپاک چیز سے علاج کرنا جائز ہے“ صاحب ہدایہ نے تجنیس میں یہی اختیار کیا ہے، انھوں نے کہا اگر کسی آدمی کی نکسیر پھوٹ گئی اور اس نے خون کے ساتھ اپنی ناک اور پیشانی پر سورہ فاتحہ کو لکھ دیا تو یہ طلب شفاء کے لیے جائز ہے، اور اگر یہ یقین ہو کہ پیشاب کے ساتھ لکھنے سے شفا ہوگی تو پیشاب کے ساتھ لکھنا بھی جائز ہے، لیکن یہ منقول نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ طلب شفاء کی وجہ سے حرمت ساقط ہو جاتی ہے، جیسے بھوکے اور پیاسے کے لئے خنزیر کھانا اور شراب پینا حرام نہیں ہے۔“ (ردالمحتار ج ۱ ص ۱۹۴، بحوالہ شرح صحیح مسلم للسعیدی ج ۶ ص ۵۵۶-۵۵۷)

عبارت مذکورہ کو رضوان عزیز نے ابو بکر اسکارف (اسکاف) کا مذہب قرار دیا ہے۔ (ص ۱۲) عرض ہے کہ ابو بکر الاسکاف مشہور حنفی فقیہ تھا، جس کے بہت سے حوالے فقہ حنفی کی

کتابوں میں موجود ہیں۔

فقیر محمد جہلمی نے لکھا ہے: ”اپنے وقت کے امام اور فقیہ جلیل القدر تھے۔“

(حدائق الحنفیہ ص ۱۹۲)

بلکہ خود رضوان عزیز نے بھی اس کاف مذکور کو ”امام“ لکھا ہے۔ (ص ۱۲)  
فقہ حنفی کے اس ”جلیل القدر امام“ کے مذکورہ فتوے پر غلام رسول سعیدی بریلوی نے  
درج ذیل تبصرہ لکھا ہے:

”میں کہتا ہوں کہ خون پیشاب کے ساتھ سورہ فاتحہ لکھنے والے کا ایمان خطرہ میں ہے۔“

(شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۵۵۷)

جس کا ایمان خطرے میں ہے، اسے ”امام“ قرار دینا رضوان عزیز جیسے لوگوں کا ہی

کام ہے۔

محمد تقی عثمانی صاحب کا یہ کہنا کہ ”میں نے ایسا کوئی فتویٰ نہیں دیا پیشاب یا کسی بھی  
نجاست سے قرآن کریم کی کوئی آیت لکھنا بالکل حرام ہے اور میں معاذ اللہ اسے جائز قرار  
دینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔“

میں کہتا ہوں کہ خود محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب نے بغیر کسی رد کے صاحب الہدایہ  
سے نقل کیا ہے کہ ”إذا سال الدم من أنف إنسان يكتب فاتحة الكتاب بالدم  
على جبهته وأنفه ، يجوز ذلك الاستشفاء والمعالجة . ولو كتب بالبول إن  
علم أن فيه شفاء لا بأس بذلك ، لكنه لم ينقل . وهذا لأن الحرمة ساقطة  
عند الاستشفاء . ألا ترى أن العطشان يجوز له شرب الخمر والجائع يحل  
له أكل الميتة“ (تكملة فتح الملبم ج ۲ ص ۳۰۳ طبعہ اولیٰ مفر ۱۴۲۲ھ)

ایک غلط بات لکھ کر اس کا انکار کرنا کفر جاننا کہلاتا ہے اور دوسرے الفاظ میں یہ کذب  
بیانی، دھوکا اور فراڈ ہے۔ تقی عثمانی صاحب کو چاہئے تھا کہ اپنی لکھی ہوئی بات سے رجوع  
کرتے اور اپنی تحریر کو بھول کر اس کا انکار نہ کرتے۔

تنبیہ: قافلہ باطل والوں سے مطالبہ ہے کہ تقی عثمانی صاحب کی مذکورہ عربی عبارت کا  
ترجمہ اپنے قافلے میں شائع کریں اور عوام کی خدمت میں عرض ہے کہ اس عبارت

کا تقریباً وہی مفہوم ہے جو غلام رسول سعیدی صاحب کے قلم سے اس فقرے کے آغاز میں لکھ دیا گیا ہے۔

۵) عبد اللہ معصوم دیوبندی نے لکھا ہے: ”مروجہ اونی یا سوتی جرابوں پر مسح جائز نہیں“

(تافلہ ص ۲۰ ج ۶ ش ۱)

عرض ہے کہ جرابوں پر مسح کرنا پانچ صحابہ کرام سے ثابت ہے اور ابن قدامہ نے کہا: اس پر اجماع ہے۔ (دیکھئے میری کتاب: ہدیۃ السالکین ص ۱۸-۱۹ ج ۴) ان شاء اللہ اس موضوع پر ایک مفصل مضمون لکھا جائے گا۔

۶) ایک نامعلوم راوی حجاج سے ایک روایت میں ہے آیا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ (دیکھئے ماہنامہ الحدیث ۹۰ ص ۸-۱۰)

رضوان عزیز صاحب تو حجاج کا تعین ثابت نہیں کر سکے مگر مستدرک (ج ۸۵۶۶) کے ایک حوالے سے یہ لکھ دیا ہے: ”لہذا معلوم ہوا کہ امام ذہبی نے اپنی سابقہ جرح سے رجوع فرمالیا تھا“ (تافلہ ج ۶ ش ۱ ص ۴۰)

حالانکہ حجاج بن الاسود بلاشبہ ثقہ ہیں لیکن سند مذکور میں یہ صراحت نہیں کہ حجاج سے مراد ابن الاسود ہے، لہذا رضوان عزیز صاحب کی ساری کوشش تصوراتی سراب سے زیادہ کچھ نہیں اور نہ اس سلسلے میں حافظ ذہبی کے کسی رجوع کا کوئی نام و نشان ہے۔

”ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ“ والی غلطی کتابت کی غلطی ہے، جس کا اعلان ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو لکھا گیا تھا اور الحدیث حضور و شمارہ نمبر ۹۱ (دسمبر ۲۰۱۱ء) میں چھپ چکا ہے۔ (ص ۵۶)

لہذا رضوان عزیز کا طعنہ مردود ہے۔

کشمنی قافلے والوں سے عرض ہے کہ ذرا اپنی آنکھیں کھول کر رکھیں!

۷) راقم الحروف کا یہ موقف ہے کہ موجودہ جماعتوں کی کوئی شرعی حیثیت نہیں اور اہل حدیث علماء و عوام کو چاہئے کہ وہ ان جماعتوں کو چھوڑ کر ایک دوسرے سے اسلامی محبت کا رشتہ قائم کریں۔ مدارس و مساجد اور علمائے حق سے رابطہ رکھیں اور اہل حدیث یعنی اہل سنت

علماء کا مکمل احترام کریں۔

یہی وہ منہج ہے جس پر قائم رہ کر تمام اہل حدیث کو متحد کیا جاسکتا ہے۔

اس سلسلے میں رضوان عزیز نے اپنی سبائی شتائی زبان میں توضیح الاحکام (۱/۱۷۵) کا ایک حوالہ پیش کر کے دیوبندی منطق اور یونانی فلسفہ و کلام کو استعمال کیا ہے۔ رضوان عزیز نے راقم الحروف کے بارے میں لکھا ہے:

”اب پتہ چلا ہے حضور سے بھی مفرور ہے۔“ (قائدہ خ ۶ ش ۱ ص ۶۱)

عرض ہے کہ میں آپ لوگوں کے قریب، سرگودھا شہر میں موجود ہوں اور محترم سید محمد سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ کے زیر انتظام جامعہ امام بخاری (مقام حیات) میں حدیث و اصول حدیث پڑھا رہا ہوں اور اس بارے میں بعض اہل حدیث رسالوں میں اعلانات بھی چھپ چکے ہیں۔

۸) محمد کلیم اللہ دیوبندی نے رپورٹ دیتے ہوئے لکھا ہے:

”مجمع کبیر طبرانی میں موجود ہے حضرت علی نے سوال کیا یا رسول اللہ اگر کوئی مسئلہ پیش آجائے جس بارے میں نہ تو کرنے کا حکم ہو اور نہ ہی چھوڑنے کا ذکر ہو تو ہم کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تشاورون الفقہاء تم فقہاء سے مشاورت کرو۔“ (قائدہ ۱ ص ۵۳)

یہ روایت ہمارے علم کے مطابق مجمع کبیر میں نہیں بلکہ المعجم الاوسط للطبرانی (۲/۳۶۸ ج ۱۶۴) میں ہے۔ (نیز دیکھئے مجمع الزوائد ۱۷۸، ۱۷۹ اور کنز العمال: ۴۱۸۸)

اس کی سند میں ولید بن صالح مجہول الحال ہے۔ نیز دیکھئے سلسلہ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی (۱۰/۳۳۳ ج ۴۸۵۴)

یاد رہے کہ حوالے میں اس طرح کی غلطی کو قائد باطل والے جھوٹ قرار دیتے ہیں، لہذا وہ اپنے ہی قاعدے و اصول کی زد میں ہیں۔

۹) عظیم گل محمدی (دیوبندی) نے حدائق الحنفیہ (ص ۷۰) کے حوالے سے ایک قصہ لکھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس عورت کا پیٹ چیر کر زندہ بچہ نکالنے کا

فتویٰ دیا تھا، جو عورت دورانِ حمل میں فوت ہو گئی تھی۔ الخ (قاقلہ ۶/ص ۵۶)

گھسن صاحب سے لے کر تمام آلِ دیوبند سے یہ مطالبہ ہے کہ اس قصے کی صحیح یا حسن لذاتہ سند پیش کریں، ورنہ امام ابوحنیفہ پر جھوٹ بول کر شائع کرنا حقیقت کی خدمت نہیں، بلکہ دیوبندیت کا کذب و افتراء ہے۔

۱۰) محمد اشفاق ندیم (دیوبندی) نے کسی ”درنایاب“ کے حوالے سے امام ابوحنیفہ کے بارے میں ایک بدوکا قصہ لکھا ہے:۔: بواوام بواوین... الخ (قاقلہ ۶/ص ۶۲)

گھسن صاحب سے لے کر تمام آلِ دیوبند سے یہ مطالبہ ہے کہ اس قصے کی صحیح یا حسن لذاتہ سند پیش کریں، ورنہ امام ابوحنیفہ پر جھوٹ بول کر شائع کرنا حقیقت کی خدمت نہیں، بلکہ دیوبندیت کا کذب و افتراء ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ عبدالغفار... دیوبندی صاحب تو قافلہ باطل سے نودو گیارہ ہو چکے ہیں اور تازہ شمارے میں ننھے اوکاڑوی (محمود عالم صفدر) سے اعلانِ براءت ہے۔ (ص ۶۲)

ان شاء اللہ باطل کے یہ ستون اسی طرح گرتے رہیں گے۔ واللہ اعلم

(۱۳/ جنوری ۲۰۱۱ء مکتبۃ الحمد یث حضرت)

## عباس رضوی صاحب جواب دیں!

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسولہ الامین، أما بعد:  
عباس رضوی نامی ایک رضا خانی لائڈ ہب نے اہل حدیث یعنی اہل سنت سے خود  
ساختم بارہ سوالات کئے تھے، جنہیں کسی حافظ ولید رانا نے ملتان سے راقم الحروف کے پاس  
روانہ کیا، تاکہ ان کا جواب لکھا جائے۔

سوالات موصول ہونے کے دوسرے دن (۱۴/ستمبر ۲۰۰۸ء) اہل حدیث کے منہج  
(قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد) کو مد نظر رکھ کر ان رضا خانی سوالات کا جواب لکھا گیا  
جو ماہنامہ الحدیث حضور: ۵۶ (جنوری ۲۰۰۹ء) میں شائع ہوا۔ اس جواب میں راقم الحروف  
نے رضا خانی سوالات کے جوابات لکھنے کے ساتھ اہل حدیث کی طرف سے بارہ (۱۲)  
سوالات لکھے اور مطالبہ کیا: ”آخر میں عرض ہے کہ بریلوٹوین کے سوالات مکمل نقل کر کے ان  
کے مطابق سوالات جوابات لکھے گئے ہیں اور اس مضمون کا صرف وہی جواب قابل مسوع  
ہوگا جس میں سارے مضمون کو نقل کر کے اس کے ہر سوال کے مطابق جواب لکھا جائے۔“

(الحدیث: ۵۶ ص ۴۸)

جب رضا خانیوں کو سانپ سونگھ گیا اور کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو مجبوراً ایک  
اشتہار شائع کرنا پڑا: ”عباس رضوی صاحب کہاں ہیں؟ جواب دیں!“

(الحدیث: ۸ ص ۴۹، نومبر ۲۰۱۰ء)

ایک اہم بات: اہل حدیث (اہل سنت) کے نزدیک قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور  
ثابت شدہ اجماع شرعی حجت ہیں۔ احادیث سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے، لہذا اہل حدیث  
کے نزدیک ہر سوال کا جواب اولہ ثلاثہ اور اجتہاد سے جائز ہے۔ اجتہاد کی کئی اقسام ہیں  
مثلاً: نص پر قیاس، عام دلیل سے استدلال، اولیٰ کو ترجیح، مصالح مرسلہ اور آثار سلف

صالحین وغیرہ۔ اہل حدیث کے اس منہج کو ماہنامہ الحدیث حضور میں بار بار واضح کر دیا گیا ہے، مثلاً دیکھئے الحدیث نمبر اس ۵۰۴

اہل حدیث کے اس منہج کے مقابلے میں بریلویہ اور دیوبندیہ دونوں کے نزدیک آنکھیں بند کر کے اندھی اور بے دلیل تقلیدِ حجت ہے۔ احمد رضا خان بریلوی نے ایک رسالہ لکھا ہے: ”اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام اس امر کی تحقیق عظیم کہ فتویٰ ہمیشہ قولِ امام پر ہے۔“ (دیکھئے فتاویٰ رضویہ طبع جدید ج ۱ ص ۹۵، طبع قدیم ج ۱ ص ۳۸۱)

احمد یار خان نعیمی بدایونی لکھتے ہیں: ”اب ایک فیصلہ کن جواب عرض کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہمارے دلائل یہ روایات نہیں۔ ہماری اصل دلیل تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ ہم یہ آیت و احادیث مسائل کی تائید کے لئے پیش کرتے ہیں۔ احادیث یا آیات امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیلیں ہیں۔“ (جاء الحق قدیم حصہ دوم ص ۹۱، آٹھواں باب)

معلوم ہوا کہ بریلویوں پر یہ ضروری ہے کہ وہ تمام مسائل میں سب سے پہلے باسند صحیح امام ابو حنیفہ کا قول پیش کریں اور بعد میں باسند صحیح بذریعہ امام ابو حنیفہ: اولہ اربعہ سے استدلال پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو وہ اپنے دعویٰ تقلید میں کاذب ہیں۔

بذریعہ امام ابو حنیفہ کا مطلب یہ ہے کہ جو حدیث بھی پیش کریں، وہ امام ابو حنیفہ کی سند سے ہو، کیونکہ یہ لوگ یوسفی و شیبانی نہیں بلکہ صرف امام ابو حنیفہ کی تقلید کے دعویدار ہیں اور محدثین کرام سے حدیث لینا ان لوگوں کے نزدیک تقلید ہے!

اہل حدیث اپنے عقیدے اور منہج کے مطابق اولہ اربعہ سے بذریعہ محدثین کرام اور علمائے حق (سلف صالحین کے فہم کو مد نظر رکھتے ہوئے) جواب دینے کے پابند ہیں۔

اب سوال کی مناسبت سے چند تنبیہات پیش خدمت ہیں:

۱: صحیح حدیث کی طرح حسن لذاتہ بھی حجت ہے۔

۲: ہر جواب کا صریح ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر مقابلے میں خاص دلیل نہ ہو تو عام دلیل سے بھی استدلال جائز ہے۔

۳: مرفوع حدیث حجتِ دائمہ ہے، لیکن موقوف آثار سے بھی استدلال جائز ہے، بشرطیکہ مقابلے میں صریح دلیل نہ ہو۔

۴: غیر محتمل والی شرط فضول ہے، کیونکہ ہر فریق دوسرے کی دلیل میں احتمالِ غی احتمالِ نکال لیتا ہے بلکہ بریلویت و دیوبندیت کی بنیاد ہی احتمالات، تاویلاتِ فاسدہ اور اکابر کی اندھی تقلید پر ہے۔ (دیکھئے الحدیث حصہ ۵۶: ص ۳۷-۳۸)

اب ایک رضا خانی لائڈز کی طرف سے ”براہینِ رضوی“ نامی ایک کتاب شائع ہوئی ہے، جس میں بارہ سوالات میں سے صرف سوال نمبر ۸ کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے اور باقی گیارہ سوالات کو غالباً گیارہویں کا دودھ سمجھ کر پی لیا گیا ہے اور یہ وضاحت بھی نہیں کی گئی کہ عباس رضوی نے مذکورہ سوالات کے جوابات سے راہِ گریز کیوں اختیار کی؟

رضا خانی نے راقم الحروف اور اہل حدیث یعنی اہل سنت کو جن رضا خانی گالیوں سے نوازا ہے، اس کی ہلکی سی جھلک درج ذیل ہے:

۱: ”اے نومولود مفتری!“ (براہینِ رضوی ص ۳)

۲: ”تم اہل خبیثوں کی گستاخیوں اور....“ (ص ۴)

۳: ”اے مراقی!“ (ص ۴)

۴: ”تجھ جیسے نابکار، جاہلِ مطلق“ (ص ۶)

۵: ”آپ جناب جیسے جنمِ جنم کے ڈرپوک گیدڑ“ (ص ۷)

۶: ”اے کذاب و مفتری!“ (۹)

۷: ”اے محفلِ الحواس!“ (ص ۷) وغیر ذلک

نبی کریم ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے کہ منافق کی چار نشانیاں ہیں:

((وإذا خاصم فجر.)) اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے اور حد سے تجاوز کرے۔

(صحیح بخاری: ۳۴، غلام رسول سعیدی کی نعمۃ الباری: ۱/۲۲۵)

پشتی کے لقب سے لقب رضا خانی لائڈز نے سابقہ کا ذیب و افتراءات کی طرح



مزید کذب و افتراء اور بہتان سے بھی کام لیا ہے۔ مثلاً:

۱: ”اے مفروہ و گوجرانوالہ!“ (۳)

۲: ”موقوف تو جناب کے ہاں قابلِ حجت ہی نہیں۔“ (۳۳)

اور منافق کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔

تنبیہ: رضا خانی نے اہل حدیث پر اصول و فروع میں تقلید نہ کرنے کی وجہ سے ”لامذہب“ کا مرکب فٹ کیا ہے، جبکہ احمد یار نعیمی رضا خانی نے لکھا ہے: ”عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔“ (جاء..... ج ۱ ص ۷۱، تقلید: دوسرا باب)

اس سے ثابت ہوا کہ رضا خانی فرقے والے عقائد میں ”غیر مقلد“ ہیں، لہذا وہ اپنے خود ساختہ اصول ہی سے ”لامذہب“ ہیں۔

گیارہ سوالات سے آنکھیں بند کر کے رضا خانی نے صرف سوال نمبر ۸ کا جواب لکھا ہے، اس کا جواب الجواب درج ذیل ہے:

احمد رضا خان بریلوی کا یہ دعویٰ ہے کہ شمالی ہوائے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بانجھ کر دیا۔ (دیکھئے ملفوظات حصہ ۴ ص ۴۱۹ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

رضا خانی دشنام طراز نے اپنے گالی نامے میں اس کی کوئی دلیل قرآن، حدیث یا اجماع سے پیش نہیں کی، بلکہ چند تابعین کے اقوال اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک موقوف روایت و سندوں سے پیش کی ہے:

۱: ایک سند میں امام حفص بن غیاث ثقہ ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔

(دیکھئے طبقات ابن سعد ۶/۳۹۰، کتاب العلل و معرّفۃ الرجال ۲/۱۸۵، انقرہ: ۱۹۴۱)

عباس رضوی نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے: ”اس روایت میں ایک راوی امام اعمش ہیں جو کہ اگرچہ بہت بڑے امام ہیں لیکن مدلس ہیں اور مدلس راوی جب عن سے روایت کرے تو اس کی روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔“ (واللہ آپ زندہ ہیں ص ۳۵۱)

مذکورہ روایت بھی عن سے ہے، لہذا رضا خانی اصول کے مطابق بالاتفاق مردود ہے۔

۲: دوسری سند میں عدی بن الفضل التیمی البصری متروک ہے۔ دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم (۷/۴ ت ۱۱) کتاب الضعفاء والمترکین للنسائی (۴۴۰) سوالات البرقانی (۴۰۰) کتاب المعرفة والتاریخ (۱۲۲/۲) اور تقریب التہذیب (۴۵۴۵) حافظ ذہبی نے اسے ہانک اور ساقط کہا۔ (تلخیص المسند رک ۳/۵۸۷ ح ۶۲۸۱/۲، ۳۱۱/۲ ح ۷۸۶۳) مطالبہ یہ تھا کہ ”کون سی صحیح حدیث میں لکھا ہوا ہے؟“ لیکن رضا خانی لاندہب نے صحیح حدیث کے بجائے مردود اور متروک سندوں سے مروی ایک موقوف روایت پیش کر دی۔!

تنبیہ: اقتدار احمد نعیمی بریلوی نے لکھا ہے: ”اور ضعیف روایت پر اعتماد نہیں ہوتا۔ نہ اُن سے دلیل پکڑنی جائز ہے۔“ (الطایا لاحمدیہ ۱۳۶/۲) احمد رضا خان بریلوی نے ایک حدیث کے بارے میں کہا: ”اقول یہ حدیث بھی لائق احتجاج نہیں۔“

اولاً اس کی سند ضعیف ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ ۲۲/۲۷۹) رہے عکرمہ وغیرہ تابعین سے مروی اقوال یعنی مقطوع روایات، تو عرض ہے کہ احمد رضا خان بریلوی نے کہا: ”ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی یا شیبانی“ (ملفوظات حصہ دوم ص ۱۴۴) جب یوسفی و شیبانی نہیں تو ”عکرمی“ کب سے ہو گئے؟! مثالی ہوا کے حکم الہی سے انکار کرنے کی دلیل پر آل بریلی درج ذیل دلائل پیش کر سکتے ہیں:

۱: قرآن مجید

۲: صحیح حدیث

۳: اجماع

۴: امام ابو حنیفہ کا اجتہاد

جبکہ ان لوگوں کے پاس ان چاروں میں سے ایک دلیل بھی نہیں، لہذا عکرمہ وغیرہ

تابعین کے اقوال کی بنیاد پر یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ شمالی ہوائے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکار کر دیا تھا۔!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(( إن الريح من روح الله تأتي بالرحمة وتأتي بالعذاب فلا تسبوها و سلوا الله من خيرها واستعيذوا بالله من شرها )) بے شک ہو اللہ کی رحمت سے ہے، رحمت لاتی ہے اور عذاب لاتی ہے، پس اسے بُرا نہ کہو اور اللہ سے اس کی خیر طلب کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۵۷۰۳ دوسرا نسخہ: ۵۷۳۳ وسندہ صحیح، دروداہ ابو داؤد: ۵۰۹۷، وابن ماجہ: ۳۷۲۷ صحیح الجامع ۲۸۵/۴ ووافقه الذہبی، وانظر المشکوۃ: ۱۵۱۶)

یہ لوگوں کو بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسی نے اسے مسخر کیا ہوا ہے۔

مثلاً دیکھئے سورۃ الذاریات (۴۱) اور سورۃ الحاقۃ (۷)

کیا ہوا بھی مکلف ہے جو اسے قوتِ اختیاری عطا کی گئی ہے؟

نبی کریم ﷺ کی حدیث مذکور اور قرآن کے مقابلے میں کسی تابعی کے قول کی کیا حیثیت ہے؟ جبکہ غلام رسول سعیدی بریلوی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک موقوف روایت کے بارے میں لکھا ہے:

”اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی انفرادی رائے ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی صریح ممانعت کے مقابلہ میں جہت نہیں ہے۔“ (نعمۃ الباری ۱/۸۰۰)

عرض ہے کہ جب آلِ بریلی کے نزدیک سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت جہت نہیں تو عکرمہ وغیرہ تابعین کے اقوال، جن کے بارے میں امکان ہے کہ اہل کتاب یعنی اسرائیلیات وغیرہ سے ماخوذ ہوں، کس طرح قرآن وحدیث کے مقابلے میں جہت ہو سکتے ہیں؟ اور یوسفی وشیبانی نہ کہلانے والا شخص (جو اپنے آپ کو حنفی سمجھتا ہے) کس طرح ان سے استدلال کر سکتا ہے؟

اقتدار احمد نعیمی بریلوی نے لکھا ہے: ”فقط ابن عباس کا ذاتی قول معتبر و قابل قبول

نہیں ہے عقیدت میں تو مانا جاسکتا ہے مگر حقیقت میں نہیں“ (الطایۃ الاحمدیہ ۳/۲۳۸)

جب رضا خانیوں کے نزدیک صحابی کا قول حجت نہیں، معتبر و قابل قبول نہیں اور عقائد میں خبر واحد حجت نہیں تو وہ کس منہ سے عکرمہ وغیرہ تابعین کے اقوال کو حجت اور قابل قبول بنانے میں لگن ہیں!؟

سوال نمبر ۸ میں ”صحیح حدیث“ کا مطالبہ تھا، لہذا کچھ ہمت کریں اور نبی کریم ﷺ کی کوئی صحیح حدیث (چاہے خبر واحد ہو) پیش کریں، ورنہ جس طرح سماک بن حرب کے بارے میں مدلس لکھنا اپنی خطا و غلطی تسلیم کر لیا ہے۔ (دیکھئے براہین رضوی ص ۵۲)

اسی طرح شمالی ہوا کے بارے میں بھی مذکورہ عبارت کا خطا و غلطی ہونا تسلیم کریں!۔

عباس رضوی کے بارہ سوالات مکمل نقل کرنے کے ساتھ ان کے جوابات اہل حدیث منہج کے سو فیصد مطابق لکھے گئے تھے اور ہر جواب کے ساتھ ایک سوال کیا گیا تھا، اس حساب سے اہل حدیث کے بارہ جوابی سوالات تھے جو کہ درج ذیل ہیں:

اہل حدیث کا سوال نمبر ۱: قنوت وتر کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے: ”جو شخص قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے تو اُسے جائز نہیں کہ پھر قنوت کی طرف پلٹے بلکہ حکم ہے کہ نماز ختم کر کے اخیر میں سجدہ سہو کرے“ الخ (فتاویٰ رضویہ طبع جدید ج ۸ ص ۲۱۹)

یہ حکم کہ قنوت بھولنے والا سجدہ سہو کرے گا، کس حدیث یا دلیل سے ثابت ہے؟

باسند صحیح بذریعہ امام ابو حنیفہ ثابت کریں!۔

تنبیہ: بریلویہ اور دیوبندیہ سے اہل حدیث کا اختلاف ایمان و عقائد میں ہے، لیکن فی الحال پہلے سوال کے جواب میں ویسا ہی سوال پیش خدمت ہے، جیسا سوال اہل حدیث سے کیا گیا ہے۔

اہل حدیث کا سوال نمبر ۲: ہماری ذکر کردہ مرفوع حدیث اور اثر صحابی کے مقابلے میں بریلوی و دیوبندی حضرات نماز جنازہ کی ساری تکبیرات، پر رفع یدین نہیں کرتے۔ اس عمل کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ بذریعہ امام ابو حنیفہ پیش کریں!۔

اہل حدیث کا سوال نمبر ۳: محمد امجد علی بریلوی جنازے کے بارے میں لکھتے ہیں:  
 ”اگر ایک ولی نے نماز پڑھادی تو دوسرے اولیا اعادہ نہیں کر سکتے“

(بہار شریعت حصہ چہارم ص ۸۵)

معلوم ہوا کہ بریلویوں کے نزدیک اگر ولی نماز جنازہ پڑھ لے تو دوبارہ (نماز جنازہ) نہیں ہو سکتی۔ نیز دیکھئے فتاویٰ رضویہ (ج ۹ ص ۲۶۹)

احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے: ”جبکہ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ نماز غائب و تکرار نماز جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ہر ناجائز گناہ ہے اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۶۷)

بذریعہ امام ابو حنیفہ وہ دلیل پیش کریں جس میں نبی کریم ﷺ نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کو ناجائز اور گناہ قرار دیا ہے یا نماز جنازہ کی تکرار سے منع فرمایا ہے۔

اہل حدیث کا سوال نمبر ۴: بریلویوں اور دیوبندیوں کی معتبر کتاب فتاویٰ شامی میں لکھا ہوا ہے کہ ”من صلتی و فی کمہ جرو تجوز صلاحہ و قیدہ الفقیہ أبو جعفر الہندوانی بکونہ مشدود الفم“ جو شخص نماز پڑھے اور اس کی آستین میں (گٹنے کا) پلا ہو، اس کی نماز جائز ہے اور فقیہ ابو جعفر الہندوانی نے یہ شرط لگائی ہے کہ اُس کا منہ بندھا ہوا ہونا چاہئے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۵۳ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، پاکستان)

بذریعہ امام ابو حنیفہ وہ دلیل پیش کریں جس سے کتا اٹھا کر نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

نیز یہ کہ بریلوی فقہ کے اس مسئلے پر کیا عباس رضوی یا کسی بریلوی نے کبھی عمل کیا ہے؟  
 تنبیہ: اہل حدیث کے خلاف وحید الزمان، نور الحسن اور نواب صدیق حسن خان کے حوالے پیش کرنا غلط ہے، کیونکہ ہم ان حوالوں سے بری ہیں اور یہ حوالے ہمارے مفتی بہا نہیں ہیں۔ جب ہم آل تقلید کے خلاف صرف ان کے مفتی بہا اقوال پیش کرنے کے پابند ہیں تو وہ ہمارے خلاف کیوں غیر مفتی بہا اقوال پیش کرتے ہیں؟!۔

اہل حدیث کا سوال نمبر ۵: بریلویوں و دیوبندیوں کی تسلیم شدہ معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ ”ولو ترك وضع اليدين والركبتين جازت صلاته بالاجماع“ اور اگر (سجدے میں) دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے (زمین پر) نہ رکھے تو بالاجماع نماز جائز ہے۔ (ج ۷ ص ۷۰)

اجماع کا دعویٰ تو باطل ہے، تاہم عرض ہے کہ اس مسئلے کا ثبوت بذریعہ امام ابوحنیفہ اپنی تسلیم شدہ دلیل سے پیش کریں اور کیا اس مسئلے پر آپ لوگوں میں سے کسی نے کبھی عمل بھی کیا ہے؟ اہل حدیث کا سوال نمبر ۶: احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے:

”مسجد میں اذان دینی مسجد و دربار الہی کی گستاخی و بے ادبی ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ طبع قدیم ج ۲ ص ۴۱۴ طبع جدید ج ۵ ص ۴۱۱)

اس بات کا ثبوت اولہ اربعہ میں سے بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں کہ مسجد میں اذان دینی دربار الہی اور مسجد دونوں کی گستاخی ہے اور یہ بھی بتائیں کہ دربار الہی اور مسجد کی گستاخی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

یاد رہے کہ بریلویوں کی اکثریت مسجدوں میں اذان دیتی ہے اور اس طرح وہ احمد رضا خان کے نزدیک مسجد اور دربار الہی کی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اہل حدیث کا سوال نمبر ۷: بریلویوں کی معتبر کتاب فتاویٰ شامی میں امانت کی شرطوں کے سلسلے میں لکھا ہوا ہے کہ ”ثم الأحسن ذو جة“ پھر وہ (امام بنے) جس کی بیوی سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۴۱۲)

بذریعہ امام ابوحنیفہ وہ صحیح حدیث پیش کریں جس میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے۔

اہل حدیث کا سوال نمبر ۸: نماز کے سوالات سے ہٹ کر عرض ہے کہ احمد رضا خان نے کہا: ”غزوہ احزاب کا واقعہ ہے۔ رب عز وجل نے مدد فرمائی چاہی اپنے حبیب کی شامی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست و نابود کر دے۔ اس نے کہا الحلائل لا یخز جن باللیل یہیں رات کو باہر نہیں نکلتیں فاعقمھا اللہ تعالیٰ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بانجھ کر دیا۔ اسی

وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا“

(ملفوظات حصہ ۴ ص ۳۱۹ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی ۳۸۰- اردو بازار لاہور)

ہوا کا اللہ کے حکم سے انکار کر دینا کون سی صحیح حدیث میں لکھا ہوا ہے؟  
 باحوالہ اور صحیح سند جواب دیں اور یہ مسئلہ بھی سمجھا دیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہو ا کو حکم دے تو  
 ہو ا اُس پر عمل کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔ کن فی کون کا کیا مطلب ہے؟  
 اہل حدیث کا سوال نمبر ۹: بریلویوں کی معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ  
 ”وَيَجُوزُ بَيْعُ لَحُومِ السَّبَاعِ وَالْحَمَرِ الْمَذْبُوحَةِ فِي الرِّوَايَةِ الصَّحِيحَةِ“  
 اور صحیح روایت میں درندوں اور ذبح شدہ گدھوں کا گوشت بیچنا جائز ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۳ ص ۱۱۵)

اپنے اس صحیح روایت والے فتوے کا ثبوت قرآن و حدیث وادلہ شرعیہ سے بذریعہ  
 امام ابو حنیفہ پیش کریں اور کیا عباس رضوی نے اپنی اس صحیح روایت پر بذات خود بھی کبھی عمل  
 کیا ہے؟

اہل حدیث کا سوال نمبر ۱۰: حدیث میں آیا ہے کہ (سیدنا) عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ)  
 صحابی نے فرمایا: نماز میں جو شخص اشارہ کرتا ہے، اسے ہر اشارے کے بدلے ایک نیکی یا  
 ایک درجہ ملتا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۱/۷۷۹ ج ۲۹ ص ۸۱۹ و سند حسن، وحسن البیہقی فی مجمع الزوائد ۲/۱۰۳)

اس اشارے سے مراد رکوع سے پہلے اور بعد والارفع یدین ہے۔

دیکھئے معرفۃ السنن والآثار للبیہقی (قلمی ج ۱ ص ۲۲۵ و سندہ صحیح الی الامام اسحاق بن راہویہ)

یادر ہے کہ یہ حدیث حکماً مرفوع ہے اور صراحۃً مرفوع بھی مروی ہے۔

دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ للالبانی (۸۴۸/۷ ج ۳۶۸ ص ۳۶۸ بحوالہ الفوائد لابن عثمان الحمیری ۲/۳۹)

کیا کسی حدیث میں رفع یدین نہ کرنے پر بھی کسی نیکی کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ صحیح یا

حسن حدیث بذریعہ امام ابو حنیفہ پیش کریں۔!

اہل حدیث کا سوال نمبر ۱۱: احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے: ”دھن کو بیاہ کر لائیں تو

مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے یہ پانی بھی قابلِ وضو رہنا چاہئے اگر دلھن با وضو یا نابالغہ تھی کہ یہ اس کا سابق از قبیل اعمال ہیں نہ از نوع عبادات اگرچہ نیت اتباع انہیں قربت کر دے واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۹۵ فقرہ نمبر ۱۵۶)

قرآن وحدیث کی وہ دلیل بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ دلہن کو بیاہ کر لانے کے بعد اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکنے سے برکت ہوتی ہے اور یہ مستحب ہے۔

اہل حدیث کا سوال نمبر ۱۲: بذریعہ امام ابوحنیفہ وہ صحیح یا حسن حدیث پیش کریں، جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ امام کے پیچھے، مقتدیوں کو ایک دوسرے کے قدم سے قدم اور کندھے سے کندھے نہیں ملانے چاہئیں۔

سوالات وجوابات اور جوابی سوالات کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا۔ آخر میں عرض ہے کہ بریلویوں کے سوالات مکمل نقل کر کے ان کے مطابق سوالات جوابات لکھے گئے ہیں اور اس مضمون کا صرف وہی جواب قابلِ سموع ہوگا جس میں سارے مضمون کو نقل کر کے اس کے ہر سوال کے مطابق جواب لکھا جائے۔

یاد رہے کہ راقم الحروف نے آل دیوبند کے سوالات کے جوابات مع جوابی سوالات لکھے تھے جن کا جواب آج تک نہیں آیا، دیوبندیوں کو تو سانپ سونگھ گیا ہے اور بریلویوں کے بارے میں معلوم نہیں انھیں کیا چیز سونگھے گی۔ واللہ اعلم

ان سوالات کے جوابات کا قرض رضا خانیوں کے ذمہ واجب الاداء ہے۔

آخر میں اہل حدیث کے جوابات پر بعض البریلویہ کے معارضات کا مختصر مدلل رد پیش خدمت ہے:

۱) بعض الناس نے قنوتِ نازلہ والی حدیث کے بارے میں لکھا ہے: ”لیکن ساتھ ہی

اس کا منسوخ ہونا حکم ربانی اور اس کا ترک کر دینا سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔“



عرض ہے کہ قنوتِ نازلہ ہمیشہ کے لئے منسوخ یا متروک نہیں ہوا، بلکہ رسول اللہ ﷺ جن کفار اور قبائل کا نام لے کر ایک مہینہ قنوت پڑھتے رہے، اس سے منع کر دیا گیا جیسا کہ علامہ نووی نے لکھا ہے: ”یعنی الدعاء علیٰ هذه القبائل“ یعنی ان قبائل پر بدعا کو آپ نے ترک کر دیا۔ (شرح صحیح مسلم للنووی ۸/۵ تحت ج ۶۷۵)

امام بیہقی نے آثارِ صحابہ وغیرہ سے استدلال کیا اور فرمایا:

”إنما ترك الدعاء لقوم أو على قوم آخرين بأسمائهم أو قبائلهم“

آپ نے تو ایک قوم کے لئے دعایا (اسلام نہ لانے والی) ایک قوم پر ان کے نام یا قبائل کے نام لے کر بددعا فرمانا ترک کر دیا تھا۔ (السنن الکبریٰ ۲۰۱/۲)

نیز دیکھئے ابوبکر الحارثی کی مشہور کتاب: الاعتبار فی بیان النسخ والمنسوخ من الآثار (ص ۹۷)

اگر کوئی پوچھے کہ آپ ﷺ کو ان لوگوں اور قبائل کا نام لے کر بددعا کرنے سے کیوں منع کیا گیا تھا؟ تو اس کا جواب فخر الدین رازی سے بحوالہ غلام رسول سعیدی پیش خدمت ہے: ”بعض علماء نے کہا اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ مقرر تھا کہ ان میں سے بعض کفار توبہ کریں گے اور بعض نے اگر خود توبہ نہ کی تو ان کے ہاں مسلمان صالح اولاد پیدا ہوگی۔“ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۹، شرح صحیح مسلم للسعیدی ۲۳۰/۲)

شرنبلانی حنفی نے مصیبت کے وقت قنوتِ نازلہ کے بارے میں کہا:

”فتكون مشروعيته مستمرة.... وهو مذهبنا وعليه الجمهور“

پس اس کا مشروع (جائز) ہونا دائمی ہے... ہمارا اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔

(مراقی الفلاح ص ۸۷، دوسرا نسخہ ص ۲۰۷)

شرنبلانی نے طحاوی حنفی سے بھی مصیبت اور فتنے کے وقت قنوتِ نازلہ کا جائز ہونا نقل کیا ہے اور مرتضیٰ زبیدی حنفی نے کہا: ”بل هو أمر مستمر“ بلکہ وہ (قنوتِ نازلہ مصیبت اور بعض اوقات میں) مشروع (جائز و شرعی) ہے، جاری و ساری ہے۔

(عقود الجواهر المنيحة ۸۶/۱)

محمد امجد علی رضوی بریلوی نے بحوالہ درمختار و شریعتی لکھا ہے:

”وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے ہاں اگر حادثہ عظیمہ واقع ہو تو فجر میں بھی پڑھ سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ رکوع کے قبل قنوت پڑھے۔“ (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۷)

قنوتِ نازلہ کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے کہا:

”طریقہ اس کا یہ ہے کہ دوسری رکعت میں الحمد و سورۃ کے بعد اللہ اکبر کہہ کر امام دعائے قنوت پڑھے اور مقتدی آہستہ آہستہ دعا مانگیں۔ یا آمین کہیں۔“ (ملفوظات حصہ دوم ص ۲۱۵)

ثابت ہوا کہ یہ کہنا: ”قنوتِ نازلہ ہمیشہ کے لئے منسوخ و متروک ہو گیا تھا۔“ غلط ہے، لہذا قنوتِ نازلہ ہمیشہ کے لئے منسوخ نہیں اور جب منسوخ نہیں تو پھر حدیثِ مذکور میں دعا کی طرح ہاتھ اٹھانے کے جواز پر استدلال بالکل صحیح ہے۔

مشہور ثقہ تابعی امام ابو قلابہ الجرمی الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۴ھ) قنوت میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۳۳۳ و سندہ حسن)

ایک لاندہب نے امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ کے عمل کے بارے میں لکھا ہے: ”کیا یہ بات یعنی دونوں آئمہ کا فعل آپ کے نزدیک جنت ہے؟“

عرض ہے کہ یہ عمل مذکورہ حدیث (صحیح ابی عوانہ اور الحدیث حضور: ۵۶: ص ۳۹) کے موافق ہے، لہذا جواز ثابت کرنے کے لئے کافی اور نومولود فرقہ رضا خانیہ پر ہمیشہ کے لئے حجتِ قاطعہ ہے۔

کیا کسی رضا خانی میں یہ جرأت ہے کہ اہل سنت کے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے عمل کو بدعت، ناجائز یا حرام قرار دے؟ کیا زمانہ خیر القرون میں کسی ایک سنی عالم نے ابو قلابہ، امام احمد اور امام اسحاق وغیرہم کا مسئلہ مذکورہ میں رد کیا ہے؟ حوالہ پیش کریں!

۲) سنن دارقطنی والی روایت موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح مروی ہے اور دونوں سندوں سے صحیح ہے، نیز ”زیادۃ الثقة مقبولة“ کی عبارت میں امام دارقطنی کے موقوف کو ”وہو“

الصواب “قراردینے کا ہماری طرف سے کافی و ثنائی جواب ہے۔

محمد شریف کوٹلوی بریلوی نے ایک حدیث کے بارے میں علانیہ لکھا ہے: ”جب ثقہ کسی حدیث کو مرفوع کرے تو وقف کرنے والے کا وقف مضمر نہیں ہوتا۔ تو ظاہر ہو گیا کہ ان دونوں حدیثوں میں رفع ہی صواب ہے نہ وقف جیسے دارقطنی نے سمجھا۔“ (فقہ الفقہ ص ۲۵۵)

عرض ہے کہ ہماری پیش کردہ روایت میں عمر بن شہبہ ثقہ ہیں اور ان تک سند بالکل صحیح ہے، لہذا ”زيادة الثقة مقبولة“ کے اصول سے مرفوع اور موقوف دونوں صحیح ہیں، نیز موقوف روایت بھی فرقہ رضا خانیہ پر حجت قاطعہ و دائرہ ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے زیر شمولیت اجلاس (۱۳۲۲ھ، ۱۹۰۴ء) میں طویل بحث و مباحثہ کے بعد درج ذیل عبارت قرار دی گئی:

”اہل حدیث وہ ہے جو اپنا دستور العمل والاستدلال احادیث صحیحہ اور آثار سلفیہ کو بناوے“

(تاریخ اہل حدیث ج ۱ ص ۱۵۱)

اور مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”اس معیار کے دوسرے درجہ پر جہاں صحیح حدیث نبوی نہ پائی جاتی ہو، دوسرا معیار سلفیہ آثار صحابہ کبار و تابعین ابراہیم و محمد شین اختیار ہیں“ (تاریخ اہل حدیث ۱/۱۵۷)

۳) رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کی نماز جنازہ آٹھ سال کے بعد (بھی) پڑھی تھی، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے اور کسی صحیح حدیث میں اُحد جا کر یہ نماز پڑھنا (جو نماز حدیث نبوی میں مذکور ہے) ثابت نہیں، لہذا چودھویں صدی میں نومولود فرقے کے رضا خانی کا اعتراض مردود ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث پر ”باب الصلوة علی الشہید“ باندھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس حدیث سے شہید کا جنازہ پڑھنا ثابت ہے (ج ۱۳۴۴) اور ”صلاته علی المیت“ کے الفاظ سے نماز جنازہ کا واضح ثبوت ملتا ہے نہ کہ صرف بریلویوں کی مروجہ دعا کا؟

اور ”ثم انصرف إلى المنبر“ میں غائبانہ جنازے کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ منبر تو مسجد

میں ہوتا ہے اور اُحد میں منبر کے وجود کے لئے اس حدیث کی کسی سند میں (ہمارے علم کے مطابق) کوئی صریح دلیل موجود نہیں ہے۔

یعنی حنفی نے اس حدیث (حدیث بخاری: ۱۳۴۴) سے نمازِ جنازہ مراد لی اور اُن لوگوں کا رد کیا جو اس سے صرف دعا مراد لیتے ہیں۔ (دیکھیے عمدة القاری ۸/۱۵۶) بلکہ یعنی نے صرف دعا مراد لینے والوں کے بارے میں فرمایا:

”و هذا ليس بانصاف“ اور یہ انصاف نہیں ہے۔ (عمدة القاری ۸/۱۵۶)

امام بخاری کے استدلال اور یعنی وغیرہ کی موافقت کے بعد عراقی وغیرہ علماء کے اقوال سے استدلال صحیح نہیں اور جو لوگ صرف حقیقت کے دعویدار ہیں، یوسفی یا شیبانی نہیں، ان کے لئے یہ استدلال جائز ہی نہیں، ورنہ انھیں چاہئے کہ رضا خانیت چھوڑ کر نوودی، عسقلانی اور عراقی وغیرہم کی تقلید کرنے کا اعلان شائع کرا دیں!

۴) ایک رضا خانی لائڈ ہب نے لکھا ہے: ”نمازِ جنازہ سر اُپر ڈھنا ہی سنت ہے، جہر اُنہ آپ ﷺ نے پڑھا اور نہ ہی...“

عرض ہے کہ طلحہ بن عبد اللہ بن عوف (ثقفہ تابعی) نے فرمایا: ”صلیت خلف ابن عباس علی جنازۃ فقرأ بفاتحة الكتاب و سورة وجهر حتی اسمعنا... فقال: سنة و حق“ میں نے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے ایک جنازے پر نماز پڑھی تو انھوں نے سورۃ فاتحہ اور ایک سورت جہر اُپر ڈھنی، حتیٰ کہ ہمیں سنائی... پس فرمایا: یہ سنت اور حق ہے۔ (سنن نسائی ج ۱ ص ۲۸۱ ح ۱۹۸۹، وسندہ صحیح/ترقیم تعلیقات سلفیہ)

جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ تو جہری نمازِ جنازہ کو سنت کہتے تھے، جبکہ لائڈ ہب رضا خانی نے اپنی کتاب (براہین رضوی یعنی گالی نامے) کی عبارت مذکورہ میں اس حدیث کی مخالفت کر رکھی ہے، نیز ”سمعت“ یعنی میں نے سنا، سے بھی دعاؤں کا جہری ہونا ثابت ہے۔ یاد رہے کہ سمعت، فہمت اور حفظت میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ سنی، سمجھی اور یاد کر لی، لہذا یہاں بعض علماء کا بعید تاویل کرنا بے دلیل اور محل نظر ہے۔

بعض حنفی علماء نے لکھا ہے کہ ”یہاں جہر پڑھنا محض تعلیم کے لئے تھا۔“  
 معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں جہر ادا کرنا بطور تعلیم ثابت ہے، لہذا  
 آج کل بھی کوئی اگر بطور تعلیم جہری دعا پڑھتا ہے تو جائز ہے۔

قنوتِ نازلہ میں دعائے قنوت پر لوگوں کا آمین کہنا ثابت ہے۔ (دیکھئے الحمدیث: ۵۶ ص ۴۱)  
 اور اس سے استدلال کر کے قنوت وتر میں آمین کہنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے  
 مقابلے میں کوئی صریح دلیل نہیں ہے۔

جب مقابلے میں خاص دلیل نہ ہو تو عام دلیل سے استدلال کرنا یا دو ایک دوسرے  
 سے مشابہ دلائل سے استنباط کرنا بالکل جائز ہے۔

یادر ہے کہ قنوتِ نازلہ منسوخ نہیں ہوا، جیسا کہ بریلوی سوال نمبر ۱ کے جواب پر رضا  
 خانی اعتراض کے جواب میں بیان کر دیا گیا ہے۔ والحمد للہ  
 رضا خانی کا ”سندہ حسن“ کو ”کوئی بھی صحیح نہیں ہے“ کہنا اصول حدیث کے مخالف  
 ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

مشہور مفسر اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے الحسن کے بارے میں لکھا ہے: ”وہو فی  
 الإحتجاج بہ کا لصحیح عند الجمهور“ اور وہ جمہور کے نزدیک حجت ہونے  
 میں صحیح کی طرح ہے۔ (اختصار علوم الحمدیث ص ۳۵)

صحیح لذاتہ اور حسن لذاتہ دونوں حجت ہیں، لہذا یہاں ”کوئی بھی صحیح نہیں ہے“ کہنا غلط ہے۔  
 غور کریں! کہ خود تو متروک اور مدلس راویوں کی سند سے مروی اقوال پیش کرتے ہیں  
 اور اہل حدیث کی طرف سے حسن لذاتہ (یعنی صحیح حدیث) کے بارے میں کہتے ہیں:  
 ”کوئی بھی صحیح نہیں ہے!“

کیا رضا خانیوں کے نو مولود ترازو میں روایات کو اسی طرح تو لا جاتا ہے؟!  
 ۵) رسول اللہ ﷺ سے قنوتِ نازلہ میں اونچی دعائیں پڑھنا اور صحابہ کرام کا آپ کے  
 پیچھے آمین آمین کہنا ثابت ہے جیسا کہ سنن ابی داؤد کی حدیث میں آیا ہے۔

(دیکھئے الحدیث: ۵۶: ص ۴۲)

قنوت نازلہ پر قیاس کر کے قنوت وتر میں اونچی دعائیں پڑھنا اس حدیث سے ثابت ہے اور اس کے خلاف کوئی صریح دلیل نہیں، لہذا لاندہب بریلوی کا داویلا مردود ہے۔

۶) ذراع سے مراد بعض ذراع نہیں بلکہ پوری ذراع ہے، جس کی صراحت کف، رخ اور ساعد والی حدیث سے بھی ہوتی ہے، لہذا رضا خانی اعتراض باطل ہے۔

رضا خانی نے پوچھا ہے: ”کیا نماز میں کبھی دائیں اور بائیں طرف پھرا جاتا ہے؟“

عرض ہے کہ نماز ختم ہونے اور سلام پھیرنے کے بعد دائیں اور بائیں طرف پھرا جاتا ہے اور اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔ دیکھئے سنن ترمذی (باب ماجاء فی الانصراف عن یمینہ وعن یسارہ ج ۳۰۱) سنن ابی داود (باب کیف الانصراف من الصلاۃ ج ۱۰۴۱) اور سنن ابن ماجہ (باب الانصراف من الصلوۃ ج ۹۲۹)

سفیان ثوری کی بیان کردہ اس روایت میں ”مَرَّةً عَنْ يَمِينِهِ وَ مَرَّةً عَنْ شِمَالِهِ“ یعنی ایک دفعہ (نماز کے بعد) دائیں طرف اور دوسری دفعہ بائیں طرف مڑتے تھے۔

(مسند احمد ۲۲۷/۵ ج ۲۱۹۸۱)

سنن ابن ماجہ میں درج ذیل الفاظ فیصلہ کن ہیں:

”أَمَّنَا النَّبِيُّ ﷺ فَكَانَ يَنْصَرِفُ عَنْ جَانِبَيْهِ جَمِيعًا“ ہمیں نبی ﷺ نے نماز پڑھائی تو آپ دونوں طرف (سلام کے بعد) رُخ پھیرتے تھے۔ (۹۲۹ ج)

ثابت ہوا کہ اگر کوئی مسخر اس حدیث کا یہ مطلب نکالے کہ آپ ﷺ حالت نماز میں سلام سے پہلے دائیں اور بائیں طرف پھرتے تھے، تو یہ مطلب باطل ہے۔

رہا یہ سوال کہ سینے پر ہاتھ کس حالت میں باندھتے تھے؟ نماز میں یا نماز سے بعد؟ تو عرض ہے کہ کئی دلائل سے ثابت ہے کہ یہ حدیث نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ہے، مثلاً:

۱: مسند احمد میں سفیان ثوری کی اسی حدیث کی دوسری سند میں درج ذیل الفاظ آتے ہیں: ”رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَ اضْعَا يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ“ میں نے دیکھا:

نبی ﷺ نے نماز میں اپنے بائیں ہاتھ پر اپنا دایاں ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔

(مسند احمد ۲۲۶/۵ ج ۲۱۹۶۸ زوائد عبد اللہ بن احمد)

سفیان ثوری کے علاوہ ابوالاحوص نے بھی یہی حدیث ”کان رسول اللہ ﷺ

یؤمننا فیأخذ شمالہ بيمينه“ کے الفاظ سے بیان کی ہے۔

(دیکھئے سنن ترمذی: ۲۵۲۰ وقال: حدیث حسن)

یہ ظاہر ہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

۲: سماک بن حرب رحمہ اللہ کی اس حدیث پر محدثین نے نماز میں ہاتھ باندھنے کے ابواب لکھے ہیں۔ مثلاً دیکھئے سنن ترمذی (قبل ج ۲۵۲) اور سنن ابن ماجہ (۸۰۹)، باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ)

۳: حافظ ابن الجوزی نے نماز کے مسائل میں، بائیں ہاتھ پر دائیں ہاتھ کا رکھنا مسنون ہے، کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ (التحقیق فی اختلاف الحدیث ۲۸۳/۱ ج ۴۷۷)

۴: مشہور ثقہ تابعی امام طاووس رحمہ اللہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھتے تھے۔ (سنن ابی داود: ۵۹۰ ملخصاً وسندہ حسن لذاتہ)

اس مرسل روایت سے بھی یہی ظاہر ہے کہ ہاتھ باندھنے سے مراد نماز میں ہاتھ باندھنا ہے اور یاد رہے کہ رضا خانیوں کے نزدیک مرسل روایت حجت ہوتی ہے اور اہل حدیث کے نزدیک اگر کوئی صحیح حسن لذاتہ روایت اس کی مکمل مؤید ہو تو پھر حجت ہے ورنہ ضعیف ہے۔

۵: کسی مستند عالم یا محدث نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نہیں نکالا کہ آپ ﷺ نماز کے باہر سینے پر ہاتھ باندھتے تھے، لہذا رضا خانیوں کی خود ساختہ تحریفات باطل و مردود ہے۔

تنبیہ: روایت مذکورہ کی سند حسن لذاتہ یعنی صحیح ہے اور بعض رضا خانیوں کی سماک بن حرب اور قبیصہ بن ہلب پر جرحیں جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں، نیز یہ روایت سماک کے اختلاط سے پہلے کی ہے، بعد کی نہیں، لہذا اختلاط کا اعتراض بھی مردود ہے۔

نیز عرض ہے کہ زمانہ تدوین حدیث میں تدلیس اور ارسال خفی کو ایک سمجھنا علیحدہ چیز ہے اور چودھویں پندرھویں صدی ہجری میں غیر مدلس راوی کو مدلس کہنا علیحدہ چیز ہے، لہذا عباس رضوی نے امام سہاک بن حرب رحمہ اللہ کو مدلس کہہ کر ضرور جھوٹ بولا ہے، یا نرم الفاظ میں: غلط بیانی کی ہے۔

۷) القاموس الوحید میں رخ کا معنی کلائی اور پہنچا وغیرہ لکھا ہے۔ (ص ۶۲۲)

اور علمی اردو لغت میں کلائی کا معنی ”ساعدا، پونچا“ وغیرہ لکھا ہوا ہے۔ (ص ۱۱۳۳)

اس کا جو بھی معنی ہو، ظہر الکف، رخ اور ساعدا کا مجموعہ پوری ذراع یعنی ہاتھ کی بڑی انگلی سے لے کر کہنی تک کا پورا حصہ ہوتا ہے اور اس پورے حصے پر اپنے دائیں ہاتھ کا جو حصہ رکھنا ممکن ہو وہ رکھ کر دیکھیں تو خود بخود سینے پر ہاتھ آجاتے ہیں، تجربہ شرط ہے۔

یہ ہاتھ (اس کا اطلاق مونڈھے سے انگلیوں کے کناروں تک ہوتا ہے۔)

دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۹۱۰)

یہ ظاہر ہے کہ ذراع پر مونڈھوں تک ہاتھ رکھنا ناممکن ہے، اور کہنی تک ہاتھ کا حصہ رکھنا ہی ممکن ہے، لہذا عموم سے استدلال کرتے ہوئے یہاں ذراع پر ذراع رکھنا مراد ہے۔

شیخ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے اپنے اجتہاد سے جو کلام لکھا ہے۔ (مرعاة الفائق ۶۰۲)

اس کے برعکس شیخ البانی رحمہ اللہ نے حدیث سہل رضی اللہ عنہ اور حدیث وائل رضی اللہ عنہ سے

استدلال کرتے ہوئے لکھا: ”وهذه الكيفية تستلزم أن يكون الوضع على

الصدر إذا أنت تأملت ذلك وعملت بها“ جب تم غور کرو گے اور اس پر عمل کرو

گے تو اس کیفیت سے یہ لازم آتا ہے کہ ہاتھ سینے پر آجاتے ہیں۔

(تعلیقات مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴۹)

شیخ البانی نے سیدنا سہل اور سیدنا وائل رضی اللہ عنہما کی حدیثیں بیان کر کے فرمایا:

”فإن قلت: ليس في الحديثين بيان موضع الوضع!

قلت: ذلك موجود في المعنى فإنك إذا أخذت تطبق ما جاء فيهما من



المعنى فإنك ستجد نفسك مدفوعاً إلى أن تضعهما على صدرك أو قريباً منه وذلك ينشأ من وضع اليد اليمنى على الكف والرسغ والذراع اليسرى، فجرب ما قلته لك تجده صواباً.

فثبت بهذه الأحاديث أن السنة وضع اليدين على الصدر...

اگر تم کہو: دونوں حدیثوں میں ہاتھ رکھنے کے مقام کا بیان نہیں ہے!

میں کہتا ہوں: یہ بات مفہوم میں موجود ہے کیونکہ جب تم ان کے مفہوم پر عمل کرو گے تو اپنے آپ کو سینے پر یا سینے کے قریب ہاتھ رکھنے پر مجبور پاؤ گے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، رُسخ یعنی گٹے پونچے اور ذراع پر رکھا جائے۔ اس کا تجربہ کر کے دیکھیں، میں نے جو کہا ہے اُسے صحیح پائیں گے۔

پس ان احادیث سے ثابت ہوا کہ سنت یہ ہے کہ سینے پر ہاتھ رکھے جائیں...

(اصل صفۃ صلاة النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۱۸)

ہمارے نزدیک شیخ مبارکپوری رحمہ اللہ کا مذکورہ بیان ان کی اجتہادی خطا ہے اور اس کے مقابلے میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا مذکورہ بیان رائج ہے، لہذا رضا خانی کا اعتراض مردود ہے۔  
۸) راقم الحروف نے اس کا جواب صاف الفاظ میں اور صحیح بخاری کی حدیث کے ساتھ دے دیا ہے اور ”..... چپ نہ شود“ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے رضا خانی لاندہب نے الفاظ کا گورکھ دھندا بننے کی کوشش کی ہے۔

ہمارے علاقے میں بریلوی رضا خانی حضرات کے پیروں کی ایک گدی ہے، جسے ”دریا شریف“ کہتے ہیں، وہاں ہمیشہ تہجد کی اذان ہوتی ہے جسے سحری کے وقت روزانہ سنا جاسکتا ہے، لہذا عرض ہے کہ ذرا اپنی چار پائی کے نیچے بھی لٹھی پھیر کر دیکھیں!۔

دوسرے یہ کہ رضا خانی لاندہب نے بعض اہل حدیث علماء کے اقوال پیش کئے ہیں کہ یہ تہجد کی اذان نہیں بلکہ فجر کی اذان تھی، تو عرض ہے کہ پھر آپ لوگوں کو کس نے اختیار دیا کہ اہل حدیث کے خلاف عمومی اعتراض کریں؟ بعض لوگوں کے اجتہاد کی وجہ سے تمام

لوگوں کو مطعون کرنا غلط ہے۔ راقم الحروف نے لکھا تھا: ”اور دوسرے دلائل کی رو سے اگر یہ اذان نہ بھی دے اور صرف صبح کی اذان دے تو بھی جائز ہے۔“ (الحدیث: ۵۶: ص ۴۴)

اور اسی پر ہمارا عمل ہے اور دوسرے صحیح العقیدہ لوگ اپنے اجتہاد پر مাজور ہوں گے۔

ان شاء اللہ

۹) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع ہے اور اس پر عباس رضوی کے تمام اعتراضات باطل و مردود ہیں۔

حافظ ابن حبان نے اس حدیث پر ”ذکر ما يستحب للإمام أن يجهر بسم الله الرحمن الرحيم عند ابتداء قراءة فاتحة الكتاب“ کا باب باندھا ہے۔

(قبل ج ۹۳: ۱۷)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (خلیفہ راشد) کے عمل سے صراحۃً بسم اللہ بالجہر ثابت ہے اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کا حکم حدیث سے ثابت ہے الا یہ کہ استثناء کی کوئی صریح دلیل ہو۔

رضا خانیوں سے سوال ہے کہ آپ کے نزدیک یہ فاروقی عمل صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو تمہارا اعتراض مردود ہے اور اگر غلط؟ تو صراحت کے ساتھ لکھیں۔

ہمارے نزدیک جہراً اور سرآدو نوں طرح بسم اللہ پڑھنا جائز ہے جیسا کہ بریلوی

سوالات کے جوابات میں صراحت موجود ہے۔ (الحدیث: ۵۶: ص ۴۵)

۱۰) رفع یدین کا مسئلہ ثابت کر دیا گیا ہے مگر اس کے جواب میں رضا خانی لا مذہب نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

رضا خانی سے مطالبہ ہے کہ اپنی وہ حدیث بذریعہ امام ابو حنیفہ پیش کریں، جس سے یہ ثابت ہو کہ نبی ﷺ نے آخری عمر میں رفع یدین ترک کر دیا تھا، لیکن تکبیر اولیٰ، وتر اور عیدین کا رفع یدین باقی رہا، نیز اس حدیث کا صحیح ہونا امام ابو حنیفہ سے ثابت کریں، کیونکہ آپ لوگ نہ تو یوسفی ہیں اور نہ شیبانی بلکہ اپنے دعوے کے مطابق عقائد میں غیر مقلد اور فروع میں صرف ”حنفی“ ہیں۔!

۱۱) اس جواب کا غلط ہونا رضا خانی سے بن نہیں پڑا اور نہ نومولود فرقہ بریلویہ رضا خانیہ کے بانی احمد رضا خان کی عبارت کا کوئی جواب دیا ہے۔

۱۲) عباس رضوی کے مسخرے پن کا جواب الحمدیث حضرو میں شائع شدہ ہے۔

(عدد ۵۶ ص ۲۸)

اور رضا خانی لا مذہب کا یہ کہنا کہ اہل حدیث نماز میں بالخصوص یوں ہی کھڑے ہوتے ہیں، غلط ہے۔

ہم تو نماز میں کبھی پاؤں دودوٹ کھول کر کھڑے نہیں ہوتے اور اگر (فرض کر لیا جائے کہ) کسی ایک آدھ اُن پڑھ یا ناواقف نے عباس رضوی کے سامنے ایسا عمل کیا تھا تو اس کے ذمہ دار اہل حدیث علماء نہیں، کیونکہ کسی اہل حدیث عالم نے یہ نہیں کہا کہ پاؤں دودوٹ کھلے کر کے کھڑے ہو جاؤ۔

اول تو بدعقیدہ متروک و مجروح رضا خانیوں کی اہل حدیث کے خلاف گواہی مردود ہے اور اگر ایسا واقعہ کہیں ہوا ہو تو ہم اس سے بری ہیں۔ بہت سے بریلوی رضا خانی لوگ داڑھیاں منڈاتے ہیں اور اپنی عورتوں (زنان عاشقانِ اولیاء !!) کو قبروں پر لے جاتے ہیں، جہاں وہ عورتیں قسم تقسم کی شرکیہ حرکات کرتی ہیں تو کیا خیال ہے اس کے ذمہ دار رضا خانی مذہب کے تمام علماء ہیں؟

نمازیوں کا اپنے جسم کے مطابق کھڑے ہو کر ایک دوسرے کے پاؤں سے پاؤں ملانا تو احادیث صحیحہ و آثارِ صحابہ سے ثابت ہے لیکن اس کا مذاق اڑانا بے دینی اور گستاخی ہے۔ آخر میں عرض ہے کہ عباس رضوی کو کہیں کہ وہ میدان میں آئیں اور ہمارے بارہ جوابی سوالات کے مطابق سوالات لکھیں اور اس کے بعد ان کا ہر چیلنج قبول ہے، جس کے لئے تمام شرائط فریقین کی رضامندی سے پہلے طے ہوں گی۔

وما علینا إلا البلاغ

(۲۲/۱ اپریل ۲۰۱۱ء)

## رب نواز دیوبندی اور بے بسیاں...؟!

رب نواز دیوبندی نے ”زبیر علی زئی کی بے بسی“ کا عنوان باندھ کر لکھا ہے:

(۱) ”..... بندہ نے وکیل الہدایت محمد حسین بٹالوی کا ایک اقتباس ان کی کتاب ”اشاعت السنۃ“ سے نقل کیا جس میں انہوں نے تقلید کو اذان و کلمہ سے اور تقلید کے مخالف کو دیہاتی سکھ و متعصب ہندو سے تشبیہ دی ہے۔ [مجلہ صفدر، شمارہ ۶، ص: ۱۱]

علی زئی صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔“ (مجلہ صفدر گجرات ۱۴: ص ۳۶)

جواب: کیا مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کی ہر بات قرآن، حدیث اور اجماع ہے کہ ہر اہل حدیث اُن کی ہر بات کا جواب دینے کا لازمی پابند ہے؟! (نیز دیکھئے اسی فقرے کا ذیلی حاشیہ: ۲) بعض علماء نے تقلید کا لفظ (۱) حدیث ماننے (۲) آثارِ سلف صالحین پر عمل کرنے اور (۳) عالم سے مسئلہ پوچھنے پر بھی استعمال کیا ہے، حالانکہ یہ استعمال غلط ہے اور تقلید کا صحیح معنی (مقلدین کے عمل کو مد نظر رکھتے ہوئے) وہی ہے جو راقم الحروف نے اپنی کتاب ”دین میں تقلید کا مسئلہ“ میں لکھا ہے:

”کتاب و سنت کے منافی کسی قول و فعل کو قبول کرنا یا اس پر عمل پیرا ہونا“

(طبع فروری ۲۰۱۲ء، ص ۲۲، طبع قدیم ص ۲۳)

یہی معنی ہمارے استاذ محترم حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

(دیکھئے احکام و مسائل ص ۵۸۱)

آلِ دیوبند کے نزدیک زبانِ حال اور اُن کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ ”تمام مسائل میں امام ابو حنیفہ اور حنفی مفتی بہا مسائل کی تقلید کرنا، چاہے یہ مسائل قرآن و حدیث کے خلاف اور غیر ثابت بھی ہوں۔ مفتی بہ قول کے مقابلے میں کتاب و سنت و اجماع کو روکر دیتا۔“

مثلاً محمود حسن دیوبندی نے کہا:

حق و انصاف یہ ہے کہ اس مسئلے میں (امام) شافعی کو ترجیح حاصل ہے اور ہم مقلد ہیں ہم پر ہمارے امام ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے۔ واللہ اعلم

(تقریر ترمذی ص ۳۶، دوسرا نسخہ ص ۳۹، نیز دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۲۴)

یہی وہ تقلید ہے جس پر اہل حدیث اور آل دیوبند کے درمیان بنیادی اختلاف ہے۔

اگر مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کے رسالے کی مذکورہ عبارت صحیح طور پر اور بغیر تحریف کے

منقول ہے تو دیوبندی اعتراض کے چار جوابات ہیں:

۱: یہ عبارت ان جہلاء اور پیروانِ خواہش پر رد ہے، جو انکارِ تقلید کے سائے تلے اجماعِ اُمت اور فہمِ سلفِ صالحین کا ہی انکار کر بیٹھتے ہیں۔ یہ لوگ اہل حدیث نہیں، لہذا بٹالوی صاحب کے اس قول کا کوئی تعلق بھی صحیح العقیدہ اہل حدیث سنی سلفی اثری علماء اور متبعینِ کتاب و سنت علیٰ فہمِ السلفِ الصالحین عوام سے ہرگز نہیں۔

۲: بٹالوی صاحب کا مذکورہ بیان نہ قرآن مجید ہے، نہ حدیثِ رسول ہے اور نہ اجماعِ اُمت ہے، بلکہ صرف ان کا اپنا اجتہاد ہے اور اہل حدیث یعنی اہل سنت کے نزدیک سلفِ صالحین کے دور کے بعد والے کسی شخص کا اجتہاد دوسرے عالم پر حجتِ قاطعہ نہیں، بلکہ مختلف فیہا مسائل میں ہر اہل حدیث عالم کو آثارِ سلفِ صالحین کے تحت اجتہاد کا حق حاصل ہے۔

۳: تقلید کی مخالفت سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما دونوں سے ثابت ہے اور صحابہ کرام میں ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں، نیز دوسرے بہت سے علماء سے مروجہ تقلید کی مخالفت ثابت ہے، لہذا صحابہ و سلفِ صالحین کے مقابلے میں مولانا بٹالوی رحمہ اللہ یا کسی اور عالم کی بات کون اہل حدیث سنتا ہے؟

۴: بٹالوی صاحب کی مذکورہ عبارت شاذ و غیر مفتیٰ بہا ہے، اور شاذ و غیر مفتیٰ۔ قول پر عمل کرنا، یا اسے بطورِ حجت پیش کرنا غلط ہے۔

۲) رب نواز دیوبندی نے لکھا ہے: ”۲..... بندہ نے ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی کتاب

”توضیح الکلام، ص: ۹۸۸“ سے امام ابو حنیفہ نعمان علیہ الرحمۃ والرضوان کا فرمان نقل کیا کہ میں صحابہ کرامؓ کی تقلید کرتا ہوں۔ [مجلہ صفدر، شمارہ ۶، ص: ۱۳۰]

علی زئی صاحب نے اس کے جواب سے بھی سکوت فرمایا ہے۔“

(مجلہ صفدر گجرات: ۱۳۰ ص ۳۷)

جواب: مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب: توضیح الکلام میں نعمان کا مذکور قول بحوالہ المؤمل للردالی الامر الاول لابی شامہ منقول ہے اور ابو شامہ نے اسے بغیر کسی سند کے ابن فرقد شیبانی سے نقل کیا ہے۔ (مجموعہ رسائل منیریہ ۳/۳۳، المؤمل ص ۶۲-۶۳)

ابو شامہ کی پیدائش ۵۹۹ھ سے صدیوں پہلے فوت ہونے والے اشخاص تک بے سند اور بے سرو پا روایت کا کیا اعتبار ہے کہ رب نواز صاحب کی طرف سے اس کے جواب کا مطالبہ اور بے بسی کا فتویٰ داغا جاتا ہے؟!

دوسرے یہ کہ جمہور کے نزدیک مجروح ابن فرقد کی روایت اگر اس تک ثابت بھی ہو جائے تو اس کا علمی میدان میں کیا اعتبار ہے؟! بلکہ معدوم و مردود کے حکم میں ہے۔

ابن فرقد کے بارے میں جمہور محدثین کرام کی جروح ثابتہ و صریحہ کے لئے دیکھئے

میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج ۲ ص ۳۴۱-۳۶۲، ج ۳ ص ۳۷۱-۳۸۴)

بے بسی کا عنوان باندھ کر آل دیوبند کو اپنی ”بے عزتی خراب“ کرنے کی کیا فکر پڑی

ہوئی ہے؟!

۳) رب نواز دیوبندی نے لکھا ہے: ”بندہ نے فتاویٰ ثنائیہ ج: ۱، ص: ۴۶ سے ثناء اللہ امرتسری صاحب کی شہادت نقل کی کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ ”بڑے پایہ کے عالم“ تھے۔ [مجلہ صفدر، شمارہ ۶، ص: ۱۵]

علی زئی صاحب نے اس کا تو کوئی جواب نہیں دیا الٹا حضرت شیخ الہند کو ”متروک“

قرار دے دیا۔“ (مجلہ صفدر گجرات: ۱۳۰ ص ۳۷)

جواب: فتاویٰ ثنائیہ کی مذکورہ عبارت سے استدلال چار وجہ سے غلط ہے:

۱: محمود حسن دیوبندی پر کئی طرح کی جروح مفسرہ ثابت ہیں اور تعدیل مبہم پر جرح مفسرہ مقدم ہوتی ہے۔ جروح مفسرہ کے چند حوالے درج ذیل ہیں:

☆ محمود حسن نے آیت قرآنیہ میں تحریف کی۔ (دیکھئے ایضاح الادلہ ص ۷۷ مطبع قاسمی دیوبند)

☆ محمود حسن نے جلیل القدر صحابیہ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ”زبان دراز“ کہا۔

(تقاریخ البند ص ۱۳۳)

☆ محمود حسن نے رشید احمد گنگوہی دیوبندی کو ”بانی اسلام کا ثانی“ کہا۔

(کلیات شیخ البند ص ۸۷)

☆ محمود حسن دیوبندی نے کہا: ”کیونکہ قول مجتہد بھی قول رسول اللہ ﷺ ہی شمار ہوتا ہے“

(الورد الشذی ص ۲)

۲: جمہور اہل حدیث علماء نے محمود حسن پر جرح کر رکھی ہے اور جرح و تعدیل میں تطبیق نہ ہونے کی حالت میں جمہور علمائے حق کو ہی ترجیح حاصل ہے۔

۳: فتاویٰ ثنائیہ کی مذکورہ عبارت سیاسی ہے، جیسا کہ اس کے شروع میں ”سیاسی رہنمائی“

(فتاویٰ ثنائیہ ۱/۴۴)

اور آخر میں ”سیاسی مجالس“ کا ذکر موجود ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ ثنائیہ ۱/۴۸)

سیاسی بیانات سے متروک عند الجمہور کی توثیق ثابت کرنا رب نواز جیسے آل دیوبند کا

ہی کام ہے۔

۴) رب نواز دیوبندی نے لکھا ہے: ”بندہ نے امام رازی رحمہ اللہ، میاں نذیر حسین دہلوی، ثناء اللہ امرتسری، محمد حسین بٹالوی، نواب وحید الزمان، اسماعیل سلفی اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارات باحوالہ درج کیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا بھی تقلید ہے۔ [مجلہ صفدر، شمارہ ۷، ص ۳۶ تا ۳۹]

علی زئی صاحب نے ان میں سے کسی کا بھی جواب نہیں دیا یا ان سے ایسی خاموشی

اختیار کی کہ... (مجلہ صفدر گجرات: ۱۴ ص ۳۷)

جواب: مذکورہ اقوال سے آل دیوبند کا استدلال تین وجہ سے مردود ہے:

۱: رازی بذاتِ خود مجروح تھا۔

دیکھئے لسان المیزان (۲/۳۲۶-۳۲۹، دوسرا نسخہ ۵/۳۳۰-۳۳۵)

میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کا قول منسوخ ہے۔

دیکھئے فتاویٰ نذیریہ (۱/۱۶۳-۱۶۴)

وحید الزمان اہل حدیث نہیں بلکہ تقلیدی تھا، لہذا اس کا حوالہ مردود ہے۔

چار علماء کے مقابلے میں درج ذیل علماء وغیرہ علماء سے ثابت ہے کہ مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا تقلید نہیں:

ابن الحاجب النخوی، جلال الدین المحلی الشافعی، علی بن محمد الآمدی، ابن ہمام، ابن امیر الحاج، محمد اعلیٰ تھانوی اور صاحب مسلم الثبوت وغیرہ (حوالوں کے لئے دیکھئے: دین میں تقلید کا مسئلہ) اور ظاہر ہے کہ جمہور کے مقابلے میں چند علماء کی بات مرجوح ہی ہے۔

۲: عام آدمی کا عالم سے مسئلہ پوچھنا چونکہ فاسئلوا اہل الذکر سے ثابت ہے، لہذا یہ تقلید نہیں بلکہ اقتداء اور اتباع بالدلیل ہے اور اسے تقلید کہنا غلط ہے۔

۳: آل دیوبند نے اس بات پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ ”چار ائمہ کے علاوہ کسی کی تقلید نہیں ہوگی“ (دیکھئے اطمینان القلوب از محمد بلال دیوبندی ص ۱۶)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے سہیل اولہ کاملہ (ص ۸۵) جواہر الفقہ (۱/۱۳۲) اور فتح المبین (ص ۳۷۴)

اس مزعوم دیوبندی اجماع سے معلوم ہوا: دیوبندی عوام کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ موجودہ دیوبندی علماء سے کوئی مسئلہ پوچھیں، ان کا یہ مسئلہ پوچھنا دیوبندی اصول سے تقلید کہلائے گا اور آل دیوبند کے نزدیک تقلید صرف چار اماموں میں سے ایک امام کی واجب اور باقی تین اماموں کی حرام ہے، لہذا موجودہ دیوبندی علمائے سوء میں سے کسی ایک کو پانچواں یا چھٹا امام بنا کر اس سے مسئلے پوچھنا دیوبندی اصول سے حرام اور اجماع کی مخالفت ہے۔



رب نواز دیوبندی نے جس اوکاڑوی کا مختصر تعارف لکھا ہے، اس اوکاڑوی نے نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے لکھا: ”لیکن آپ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی، اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی“

(... کی غیر مستند نراض ۴۳، مجموعہ رسائل طبع قدیم ۳/۳۵۰، تجلیات صفحہ ۵ ص ۲۸۸)

اس گستاخ کے بارے میں طارق جمیل دیوبندی نے کہا: ”ان کے لہجے میں بہت زیادہ سختی تھی اور بہت زیادہ شدت تھی۔“ (کلمۃ الہادی الی سواء السبیل از محمد عیسیٰ خان دیوبندی ص ۲۵۶-۲۵۷) اس عبارت پر محمد عیسیٰ خان کاردزری دیوبندیت، اندھا تعصب اور فرقہ نوازی ہے۔

ایسے گستاخ کو آنجنہانی لکھنے سے رب نواز دیوبندی اور آل دیوبند ناراض نہ ہوں۔ شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ جو ہزاروں لاکھوں اہل حدیث علماء میں سے ایک اہل حدیث عالم تھے، کو شاغف بہاری صاحب کا آنجنہانی کہنا شاغف صاحب کی اجتہادی غلطی ہے اور اس غلطی کی وجہ سے اوکاڑوی کو ”آنجنہانی“ کے لقب سے باہر نکلنا غلط ہے۔

رب نواز دیوبندی نے سرفرازی کتابوں مقام ابی حنیفہ اور طائفہ منصورہ وغیرہما کے بارے میں لکھا ہے: ”جواب بھی سامنے نہیں آیا:“ (مجلہ صفحہ ۱۳ ص ۳۱)

عرض ہے کہ میری کتاب توضیح الاحکام عرف فتاویٰ علمیہ کی دوسری جلد کے درج ذیل مضامین دیکھ لیں:

۱: سرفراز خان صفدر کا علمی و تحقیقی مقام! (ص ۳۷۵-۳۸۹)

۲: امام یحییٰ بن معین اور توثیق ابی حنیفہ؟ (ص ۳۸۹-۴۰۱)

۳: نیز دیکھئے کلید التحقیق: فضائل ابی حنیفہ کی بعض کتابوں پر تحقیقی نظر

(تحقیقی مقالات ۳/۳۱۹-۳۲۷)

اہل حدیث بحمد اللہ قلم و قرطاس کے ساتھ میدان میں ہیں اور ان شاء اللہ بڑی دیر تک آل دیوبند کے بدعت کبریٰ والے عقائد ضالہ اور اکاذیب سے پردہ اٹھتا رہے گا۔

(۲۰/اپریل ۲۰۱۲ء)

و ما علینا إلا البلاغ

تحقیق و تنقید



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## سیف الجبار فی جواب ظہور و نثار

بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم

اور

”المہند“ الدیوبندی

کے سلسلے میں حافظ زبیر علی زئی

اور حافظ نثار احمد دیوبندی کے درمیان خط کتابت

بسم الله الرحمن الرحيم

## فہرست

۳۷۰	نثار احمد الحسنی الدیوبندی کا جواب: پہلی تحریر
۳۷۹	حافظ زبیر علی زئی کی دوسری تحریر
۳۸۱	نثار احمد کی دوسری تحریر
۳۸۳	تیسری تحریر
۳۹۳	نثار کی تیسری تحریر
۳۹۶	چوتھی تحریر
۴۰۱	نثار کی چوتھی تحریر
۴۰۳	پانچویں تحریر
۴۱۰	نثار کی پانچویں تحریر
۴۱۴	چھٹی تحریر
۴۱۵	نثار کی چھٹی تحریر
۴۱۷	ساتویں تحریر
۴۱۸	نثار کی ساتویں تحریر
۴۲۰	آٹھویں تحریر
۴۲۳	نثار کی آٹھویں تحریر
۴۲۷	نویں تحریر
۴۲۸	نثار کی نویں تحریر
۴۳۱	دسویں تحریر
۴۳۷	نثار کی دسویں تحریر

- ۴۴۱ ..... گیارہویں تحریر
- ۴۴۷ ..... شمار کی گیارہویں تحریر
- ۴۵۰ ..... بارہویں تحریر
- ۴۵۲ ..... شمار کی بارہویں تحریر
- ۴۵۶ ..... سیف الجبار فی جواب ظہور و شمار (تیرہویں اور آخریں تحریر)

## نثار احمد الحسینی الدیوبندی کا جواب: پہلی تحریر



بسم اللہ الرحمن الرحیم - والصلوة والسلام علی سید المرسلین - أما بعد

جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب - حفظک اللہ تعالیٰ

سلام مستون!

آج ۱۵/۱۲/۱۴۲۹ھ ۱۱/اکتوبر ۲۰۰۸ء آپ کا خط - آپ نے حضرت مولانا حافظ محمد نثار احمد الحسینی صاحب ریسید مسجد بنی کتاب "علمائے دیوبند کی سرگرمیوں پر زبیر علی زئی کے اعتراضات کے جوابات" پر جس صفحہ کا اٹھارہا آپ کا حق ہے اور آپ کے قلمی پیچہ حراں سے ہی کی امید تھی۔

مولانا حافظ محمد نثار احمد الحسینی مدظلہ نے علمائے دیوبند قدس سرہم پر آپ کے لگائے گئے الزامات کے منشاء اللہ بکمل جواب لکھے جس میں علمائے دیوبند قدس سرہم پر الزامات کے جواب علمائے دیوبند قدس سرہم کا اپنا موقف اور ہر علمائے الہیہ فیہ مقلدین کے کاغذی تردید و جوابات سے آپ مجھے یقین کی پوری تسلی کرا دی گئی۔

انرا سلاف، بھوشین اور فقہاء کے خلاف آپ کے دینی (گھڑ تو) مذہب اور بے سرو پا لائی گئی تھیں حرکات ہیں، کے جواب میں مولانا حافظ محمد نثار احمد الحسینی مدظلہ کی کتاب "علمائے دیوبند قدس سرہم پر زبیر علی زئی کے اعتراضات کے جوابات" کے علاوہ تین کتابیں (۱) پھر کیا ہے تو اس کا ایک تحقیق ہاتھ (۲) مسنون نماز تراویح اور (۳) چاندی حدیث سائل نارسہ محمد اللہ چیمپ گل ہیں اور آپ کی خدمت میں پیش بھی کر دی گئی ہیں مگر آپ نے ان سے کوئی توجہ نہیں کیا اور "علمائے دیوبند قدس سرہم پر زبیر علی زئی کے اعتراضات کے جوابات" پر آپ نے اعتراض کے نام پر گیدہ منکات کا یہ خط لکھا ہے۔

آپ نے گیارہ صفحات کے اس خط میں دو عنوانات پر بات کی ہے: ایک "مسئلہ وحدت الوجود" اور دوسرا علمائے دیوبند قدس سرہم اور دیگر حکومت۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے رسالہ "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" میں علمائے دیوبند قدس سرہم پر جو چودہ (۱۴) الزامات لگائے ہیں اس پر سوائے "وحدت الوجود" اور دیگر حکومت کے اپنے باقی بارہ الزامات کے جوابات نہ دیکر مباحث سے آپ کا عرض اس کی کوٹا کر رہا ہے کہ آپ ان جوابات سے مطمئن ہیں۔

مولانا حافظ محمد نثار احمد الحسینی مدظلہ نے آپ کے الزامات کے جوابات دیتے ہوئے جہاں علمائے دیوبند قدس سرہم کا مختصر واضح کیا ہے، وہیں علمائے غیر مقلدین کے متفقہ حوالوں سے بھی آپ کا دامن روشن کیا ہے۔

مولانا حافظ محمد نثار احمد الحسینی مدظلہ نے جن غیر مقلدین علماء کا موقف آپ کو پیش کیا ہے، ان کے متعلق کتاب میں جا علیہ صفحات ہے کہ یہ حضرات حافظ زبیر علی زئی کے بزمِ قلم میں اساتذہ ہیں یا اساتذہ کے ممدوح ہیں یا ممدوح زبیر علی زئی صاحب کے ممدوح ہیں۔ آپ نے بیک جنبشِ قلم اپنے ان تمام کا ذکر و ذکر آؤ سے دیا ہے۔ یہ خط مراتب آپ کو یزید ہے۔



آپ نے لکھا ہے:

جن حوالوں اور عبارات کو تمام پہلی حدیث علامہ اہل خانہ قرار دے کر ستر ذکر کیے ہیں، اصولاً آپ انہیں ہمارے خلاف پیش نہیں کر سکتے۔

فہرست: ج ۱ (۲۶۱ تا ۳۲۹) / بمطابق ۲۷ ستمبر ۲۰۰۸ء۔ (ص ۱۸۱)

آپ کا یہ عجیب انکشاف ہے کہ دور حاضر کے اہل حدیث یعنی غیر مسئلہ بن کا بھی حوالہ جات اور عبارات کے رد و قبول پر کوئی اتفاق ہوا ہے۔ اگر کوئی ایسی اتفاق دہرایا ہے تو امت مسلمہ کو بھی آپ اس کی اطلاع عام دیں؟ تاکہ آپ کے متعلق خواص و عام کا یہ تاثر ختم ہو جائے کہ آپ (غیر مسئلہ بن) نے غیر مسئلہ بن میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی تحقیق پر عمل کا جو راستہ دکھایا اس نے ہر غیر مسئلہ کو خود ایک فرقہ اور امت کے لئے فتنہ بنا دیا ہے۔

آپ کا اپنے امائدہ اور آپ کے امائدہ کا آپ سے اختلاف تو معلوم رہا کہ وہیں آپ کے اس غلط راستے کے عبرت ناک انجام کی صورت میں تھوڑے چال لئے آپ اور آپ جیسے دوسرے راہنما یا بن بے اعتدال اور پیروکاران کے جابجا ہر ایک کوئی اتفاق ہو گیا ہے تو یہ حال حدیث صحرات کے لئے مشکل رہا ہو گا۔

مولانا حافظ محمود احمدی صاحب مسئلہ بن نے جن غیر مسئلہ علامہ کو پیش کیا ہے آپ کے ہاں ان کے اقوال جو محض اقوال نہیں ان کے محتاج ہیں مردود ہیں تو علامہ دین بندگان سے سزاوارتہ ہم پر آپ گمراہی کا جو کئی لگانے ہیں وہی لٹا کر آپ اپنے اہل حدیث علامہ اور بالخصوص اپنے امائدہ اور عقائد کو اہل پرکھیں نہیں لگاتے؟

آپ کے التزامات کے جواب میں ہمیں کئی کتاب میں یہ سوال آپ پر کیا بار دہرایا گیا مگر آپ نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا، جس کا مصافحہ مطلب یہ ہے کہ آپ کو سن اسلام اور قرآن و حدیث سے کوئی دلچسپی نہیں، آپ کو محض علامہ دین بندگان سے سزاوارتہ غضب ہے اور کسی خاص اشارہ کی قیاس میں آپ اپنے عقائد و روئے کی طرح امت میں تفرقہ کی خواہش کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں اور اپنی ملائمتوں و مصالح کر رہے ہیں۔

مولانا حافظ محمود احمدی صاحب مسئلہ بن نے اپنی کتاب ”علامہ دین بندگان سے سزاوارتہ پر زہر زلی کے التزامات کے جوابات“ میں جا بجا آپ پر کئی سوالات کیے ہیں، آپ نے ان سوالات سے کوئی تعرض نہ کیا کتاب کے ص ۱۸۱ پر یہ سوالات دوبارہ آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔

۱) جب علامہ دین بندگان کے انداز میں آپ کی نماز نہیں ہوتی تو پھر غیر مسئلہ بن کا علامہ دین بندگان کی مساجد میں نماز پڑھنے کا کیا مقصد ہے؟

(ص ۱۶)

۲) بدعتی فرقوں میں آپ نے صرف علامہ دین بندگان کو شمار کیا ہے بریلوی شیعہ غیرہ کا کیوں ذکر نہیں کیا؟ (ص ۱۵)

۳) اگر غیر مسئلہ بن علامہ دین بندگان کو اہل حق میں شمار کرتے ہوئے نماز میں ان کی اشد اور درست قرار دیا ہے تبکہ آپ جیسے اہل حدیث،





(۲) ان کے اہل حدیث فرماتے ہیں، "وحدت للوجود" کے کمال میں اسے قرآن و حدیث سے اخذ کرتے ہیں آپ کا اس پر کیا فیصلہ؟ (۳۳:۳۷)

(۵) آپ نے "مسکین فیکٹر" کو کس حقیقہ قرار دیا جب آپ کے کامرنگر میں اسکا بنی فیکٹر کو کرنا اور اسکا فزرائون سے ہیں۔ آپ یا کریں گے؟

﴿۱﴾ آپ نے غلامی و بندگی سے سبھ کی مہارت سے یہ غم کو کیا کہے کہ غلامی و بندگی جو تے لئے کھانا کہتے جب کہ آپ کے کارہ  
جھوٹے لئے کھانا کہے ہیں آپ کا کیا نسل ہے؟ (ص ۳۹)

۷) آپ نے علامہ ابو یوسف مقدس سرزمین ہرام نکلیا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں جب کہ آپ کے بڑے مولانا محمد اسحاق علیؒ کہتے ہیں کہ حضرات دیوبند کا کیا دینے سے طور جھوٹے سے محفوظ ہیں اب فیصلہ آپ پر ہے کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں یا آپ کے بڑے؟  
(ص ۴۰۰ حاشیہ)

﴿۸﴾ مسئلہ ”امکان کذب“ پر آپ نے لکھا ہے کہ: ”مٹائے دیو بند کو شریانی چاہئے جبکہ آپ کے کاروبار مولانا عبد اللہ رزوی وغیرہ امکان کذب پر مٹائے دیو بند قدس سرہم کی تصریحات کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ اب مٹائے دیو بند قدس سرہم پر آپ کا الزام درست ہے یا آپ خوب فرم ہیں۔؟“ (ص ۳۴)

(۹) غیر لائقہ سے استقامت پر کیا آپ اپنے اکبر و حیدر ان خواب مدتی حسن خان مولانا واکو خونی ہمارے والدین کی کہ جب عقیدہ قرار دی گئے؟ (مس ۱۸۸۳)

۱۰) مولانا عبدالحق دہلوی کے کلام میں جو کچھ ”تفسیر“ کے تحت لکھا ہے یہ سب آپ کا مولانا عبدالحق دہلوی کے لکھنے پر یا اسم  
 ہے۔؟ (۵۱)

(۱۱) استواء علی العرش کی جس تحصیل کو آپ نے باطل قرار دیا ہے؟ نامذہبہم تشری، خاص شکیانہ اب حدیق حسن خان اسی کو ملے  
 صاحب کامسک قرار دے رہے ہیں آپ کا ان اسلاف کے حصول کیا فیصلہ ہے؟ (ص ۵۳)

{۳} آپ نے اعمال میں کی دشمنی کذب کو ترجیح دے کر کاذب بے شمار کیا ہے۔ کیا امام بخاری رحمہ اللہ بھی آپ کے نزدیک مرید ہیں؟ (۵۲)

﴿۱۳﴾ آپ کے خون کا گرنے والا مہم جوئی کا موضوعہ اللہ کی طرف اور باطنی نسبت کی تردید کی ہے اس کے حلقہ آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ (۵۵)

﴿۱۳﴾ آپ نے صفاتِ ہادیٰ تعالیٰ علیہا جاز کا جو طالع پر ملائے دیو بند میں سڑھم کچھریہ ہونے کا طعن کیا ہے جبکہ شہرِ اہلِ مرث



مولانا محمد امیر ایہم یا لکھنوی تھے اسے نہ صرف جائز بلکہ حضرت علی مابین مسعود حضرت ابن عباس اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حافظ ابن حزم، امام غزالی اور اہل حدیث و مشرکین و مجاہدین کا مذہب قرار دیا ہے۔ اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مولانا محمد امیر ایہم یا لکھنوی اور دوسرے اہل حدیث پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ (ص ۵۷)

﴿۱۵﴾ آپ کے سامنے مشہور غیر متعلقہ مذہبی باری، وحید اور مان حیدر آبادی، حکیم فیض عالم مدنی، مہجلا شال شاہ فیضی، سجاد کرامی کے حلق گستاخانہ عبارات پیش کی گئیں ہیں ان اہل حدیث غیر متعلقہ ائمہ اور ان کے مروجین پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ (ص ۶۸-۶۹)

﴿۱۶﴾ محض یہ لکھنا کہ ہم ان حوالہ جات کو نہیں مانتے، کچھ مستثنیٰ نہیں رکھنا ایسے حوالہ جات کے سامان انور ان کے مروجین کا شرعی حکم بیان کریں۔؟ (ص ۶۸-۶۹)

﴿۱۷﴾ آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر جواز حدیث کی تہمت لگائی ہے؟ اس تہمت کا آپ نے کوئی جواب دیا؟ (ص ۶۸)

﴿۱۸﴾ اسلاف اور ائمہ حدیث کے حلق حکیم فیض عالم مدنی، مارشل شاہ فیضی، وحید اور مان کی گستاخانہ عبارات پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ (ص ۷۰)

﴿۱۹﴾ امام مالک رحمہ اللہ کی نیت پر عمل کر کے آپ نے امام حدیث کو مجروح کیا آپ پر کیا فتویٰ لگتا ہے؟ (ص ۷۳)

﴿۲۰﴾ امام ترمذی رحمہ اللہ جیسے محدث پر آپ نے جہالت کا ٹھکانا کیا آپ کو روک پڑتا ہے؟ (ص ۷۳)

﴿۲۱﴾ امام حاکم بن ابی اسحاق رحمہ اللہ کو آپ نے قلیل القدر قرار دیا آپ پر کیا فتویٰ ہے؟ (ص ۷۳)

﴿۲۲﴾ طیل اللہ رحمۃ اللہ کا لفظ اللہ کو آپ نے ”خیر دوست“ لکھا آپ پر کیا فتویٰ لگتا ہے؟ (ص ۷۳)

﴿۲۳﴾ عبدالقادر فرشی رحمہ اللہ کو آپ نے غضب لکھا آپ کا کیا جواب ہے؟ (ص ۷۳)

﴿۲۴﴾ مشہور حافظ الحدیث حافظ علامہ رحمہ اللہ کو آپ نے ظلم نہ لکھا ہے اس درجہ کی آپ کو کس نے حق دیا ہے؟ (ص ۷۳)

﴿۲۵﴾ آپ کے ہم مسلک حافظ علامہ رحمہ اللہ غیر متعلقہ آپ کے گستاخانہ ویڈیو پر احتجاج کرتے ہوئے آپ کو کھینچ پڑا جواز دلا کر دینے والا لکھا ہے۔ آپ اپنے ہم مسلک پر کیا فتویٰ دیتے ہیں۔؟ (ص ۷۵)

﴿۲۶﴾ مولانا اگر آپ کو اپنے ہم مسلک حافظ علامہ رحمہ اللہ غیر متعلقہ کوئی قول ہے تو اپنے آپ پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ (ص ۷۳)

﴿۲۷﴾ امام حدیث امام حاکم رحمہ اللہ کو آپ نے وہی قرار دیا ہے اپنے آپ پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ (ص ۷۳)

﴿۲۸﴾ ناصر الدین البانی اور درشاہ فیضی نے صحیح بخاری کی کئی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے آپ کیا فرماتے ہیں۔؟ (ص ۷۶، ۷۷)



﴿۲۹﴾ آپ نے حج بخاری کے راوی ملی بن جھر کو بھی مائل سنت سے خارج شیعہ مختلف ذیابہ و مجرداً قرار دیا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی حج بخاری کو حج قرار دیا جاسکتا ہے؟ (۷۸ ص)

﴿۳۰﴾ آپ کی سند کے استاذ حدیث میاں نذیر حسین دہلوی نے تقلید کی چار قسمیں واجب مہاج، حرام و بدعت اور ترک نکلیں ہیں۔ کیا آپ تقلید کو واجب اور مہاج مانتے ہیں؟ (۸۳ ص)

﴿۳۱﴾ اگر تقلید کو مہاج مانتے ہیں تو طائے دوجہ بنو قدس، سبزوہم پر الزام کیوں؟ (۸۳ ص)

﴿۳۲﴾ اور اگر نہیں مانتے تو اپنے شیخ اہل پر آپ کا کیسوی ہے؟ (۸۳ ص)

﴿۳۳﴾ آپ کی سند کے استاذ حدیث کے شاگرد رشید و حیدر ان حدیثی نے کئی مسئلوں میں شیعہ راہ اہل حدیث کا ایک مذہب بتایا ہے۔ آپ کا کیا مذہب ہے؟ (۸۴ ص)

﴿۳۴﴾ آپ کی مسلک میں شیعہ سے شقاق ہیں؟ (۸۴ ص)

﴿۳۵﴾ یا ہر مسلک میں آپ کا شیعہ سے اختلاف ہے؟ (۸۴ ص)

﴿۳۶﴾ اہل حدیث کے ڈاڑھ سے شیعہ سے ماننے والے اپنے استاذ بھائی و حیدر ان کا شرعی حکم بیان کریں؟ (۸۴ ص)

﴿۳۷﴾ آپ کے مروجہ عبد اللہ روزی نے قادیانوں کو اہل کتاب کے حکم میں شمار کیا ہے۔ آپ کا اپنے محدثہ و پڑی پر کیا حکم ہے؟ (۹۲ ص)

﴿۳۸﴾ آپ کے استاذ حدیث اور شیخ اہل میاں نذیر حسین دہلوی رسول اللہ ﷺ سے پیدا ہونے والے نکلن اور کمال ہونے کے عقیدہ کو گمراہی اور قریب بہ گمراہی کہتے ہیں۔ جب کہ آپ اسی عقیدہ کے حامل ہیں۔ اپنے استاذ حدیث کے آپ پر اسی کوئی گمراہی اور کوئی کفر پر آپ کا اپنے استاذ حدیث پر کیا حکم ہے؟ (۹۳ ص)

﴿۳۹﴾ محمد حسین بن ابی بکر نے مطلق تقلید کے انکار کو کفر و اہل ذمہ کے اسباب میں شمار کیا ہے۔ جب کہ آپ تقلید کو مطلقاً انکار حدیث کے ذمہ میں شمار کرتے ہیں۔ گویا بن ابی بکر صاحب آپ پر کفر و اہل ذمہ کا کوئی نثار ہے ہیں اور آپ اپنے خود کو اہل حدیث پر انکار حدیث کا کوئی نثار ہے ہیں۔ آپ کو کس کا کوئی قول ہے؟ (۹۸ ص)

﴿۴۰﴾ تاج الدین اشرف رحمہ اللہ اور ابوسعید بن حسن خان احناف کی نماز کو اقرب الی اللہ قرار دیتے ہیں آپ کا ان پر کیا حکم ہے؟ (۱۰۲ ص)

﴿۴۱﴾ آپ کے استاذ حدیث میاں نذیر حسین دہلوی مدت العمر احناف کی اقامہ میں نماز پڑھتے ہیں جبکہ آپ احناف کے طریقہ نماز کو خلاف سنت قرار دیتے ہیں۔ اپنے استاذ حدیث کی نماز پر اور ان کے فتویٰ امام کو مستند ماننے پر آپ کا کیا حکم ہے؟ (۱۰۳ ص)

﴿۴۲﴾ آپ نے محمد صادق یا گوئی کی کتب کو فروغ مذہب اہل حدیث کا ذریعہ قرار دیا ہے اور محمد صادق یا گوئی کو آپ نے ضعیف حادثہ یا اپنی



کتبوں میں لکھتے والا اور مفرد قرار دیا۔ ایک مفرد اور ضعیف احادیث کو ضعیف کا حکم کے ظاہر کے بغیر ذکر کر کے گویا مجمع اور کرانے والے کا  
 شرما کیا حکم ہے ؟ (ص ۱۰۲)

﴿۴۳﴾ ایسے فیصل کی منت سے پھیلانے کے مذہب ال حدیث اور اس مذہب کے پیروکاروں کا کیا حکم ہے ؟ (ص ۱۰۵)

﴿۴۴﴾ آپ نے حدیث میں محمد صادق یا لکھنی جیسے دھوکہ دینے والے کے دھوکوں کو مفرد جاریہ قرار دیا۔ آپ پر ان کا حدیث اور توہین حدیث  
 کا کیا حکم لگتا ہے ؟ (ص ۱۰۵)

﴿۴۵﴾ آپ نے محمد صادق یا لکھنی کو بچانے کے لئے ضعیف حدیث کو حسن بغیر قرار دیا جبکہ خود آپ حسن بغیرہ کو ضعیف تسلیم کر چکے ہیں۔ اس تضاد  
 کو آپ کس تحقیق کا نام دیں گے ؟ (ص ۱۰۵)

﴿۴۶﴾ ضعیف حدیث کو مکمل ضعف کے بغیر نقل کرنا آپ کے ہاں رسول اللہ ﷺ پر انتراء ہے۔ اس انتراء پر آپ محمد صادق یا لکھنی پر کیا حکم لگائیں  
 گے ؟ (ص ۱۰۵)

﴿۴۷﴾ اس انتراء کو بچانے کے لئے آپ نے بے جاں تاویلیں کی ہیں۔ آپ کس ذمہ سے میں شمار ہیں ؟ (ص ۱۰۵)

﴿۴۸﴾ آپ نے حضرت شیخ ابن مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی کتاب ”بصباح الاذنہ“ میں کتابت کی غلطی کو قرآن مجید میں تحریف قرار دیا ہے۔  
 جبکہ کتابت کی غلطی کا کتابت ہی کی غلطی ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اگر آپ کو اس پر اصرار ہے کہ یہ تحریف ہے تو اپنے اکابر اور خود آپ کی کتب  
 میں کتابت کے لحاظ پر آپ تحریف قرآن و حدیث کے کس درجہ پر قائم ہیں ؟ (ص ۱۰۹)

﴿۴۹﴾ آپ کی سند کے استاذ حدیث سید بدیع الدین شاہ راشدی نے نماز پڑھنے والے کو کافر قرار دیا ہے جبکہ آپ نماز پڑھنے والے کو مسلمان  
 سمجھتے ہیں اور کافر کہتے ہوئے انتراء دیتے ہیں۔ اس کوئی کفر پر آپ کا اپنی سند کے استاذ پر کیا کہی ہے ؟ (ص ۱۱۳)

﴿۵۰﴾ نماز پڑھنے والے کو کافر نہ قرار دیتے پر آپ کی سند کے استاذ حدیث کے لکوی کی رو سے آپ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اس پر آپ سے  
 گزارش کی گئی تھی کہ آپ اپنی اور اپنے مقتدیوں گزشتہ نہیں سالوں کی نمازوں کا کیا کریں گے ؟ (ص ۱۱۳)

﴿۵۱﴾ اور اگر آپ اپنی سند کے استاذ حدیث کا لکوی تسلیم نہیں کرتے تو ان کی نمازوں اور مسلمانوں کو کافر قرار دینے پر ان کے ایمان و یقین کو کس  
 بنانے سے اجازت ہے ؟ (ص ۱۱۳)

مولانا حافظ کھور احمد الحسینی و مکتلہ کے مذکورہ اکاؤن (۵۱) سوالات کے علاوہ چند مزید قابل موصاف امور ملاحظہ ہوں۔

﴿۵۲﴾ مولانا حافظ کھور احمد الحسینی و مکتلہ نے اپنی کتاب ”علائے دیوبند قدم سوزہم پر زبیر علی زئی کے اثرات کے جوابات“ میں علائے دیوبند  
 قدم سوزہم کے مفاد درست اور حق ہونے پر بطور گواہ آپ کو درج ذیل پچاس علما و اہل حدیث فخر مقدسین کے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔  
 آبراہیم یا لکھنی، ابو اللہ شبال شاغف، ابو بکر غزنوی، ملا شاہ علی اثری، ملا علی غزنوی، امام خان نوشہروی، بدیع الدین شاہ راشدی، بشیر الحق

[illegible]

آپ نے جواب میں لکھا:

تفسیر: ہم نے وحید الزمان حیدر آبادی انواب مدتی حسن خان، فیض عالم مدتی اور بعض ملاو غبرہ کے بارے میں صراحتاً یا اشارتاً اعلان کر رکھا ہے کہ یہ ہمارے کارہی سے نہیں ہیں یا ہم ان کی تجربات سے بھی ہیں۔

خط: کمر (۲۶) ۱۳۲۹ / بمطابق ۲۷ ستمبر ۲۰۰۹ء (نمبر ۱۰)

تو کیا باقی سٹائیس (۴۷) کو آپ اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں۔؟

۲۰) ال حدیث غیر مقلد، علمائے مذکر سے موجود ہیں، خلافت امام خان نوشہری مولانا محمد اسحاق بھٹکی، عبدالرشید عراقی کی کتابیں ملبوعہ ہیں اگر آپ فہرست ہی شائع کر دیں کہ کون آپ کے کامبر ہیں اور کون آپ کے قلم کے سرور ہیں تا کہ آپ کی اصل و نسل کا اعزاز دیا جاسکے؟

۲۱) خدیو الزمان حیدر آبادی، نواب مدنی حسن خان، فیض عالم مدنی کے ساتھ آپ نے وغیرہم سے اپنے اکابر کو محکم کر دیا ہے۔ یہ ”وغیرہم“ کون ہیں؟

۴۶) وحید الزمان حیدر آبادی نواب صدیق حسن خان، فیض عالم صدیقی کو آپ نے اپنے اکابر میں شمار نہیں کیا۔ ان حضرات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اصل حق سے ہیں یا اصل باطل ہیں؟ مگر وہ ہیں یا ہدایانِ امت سے ہیں؟

۵۰) اگر یہ اہل باطل ہیں تو انہیں اہل حق میں شمار کرنے اور اہل حدیث قرار دینے والوں کا کیا حکم ہے؟

۱۰) میاں نذر حسین دہلوی آپ کی سب سے بڑی کامیابی تھی۔ میاں صاحب وحدت القیود کو قسطنطنیہ میں ملکن علی رحمہ اللہ کی طرف کرتے ہیں اور ان پر انحراف کے جوابات دیتے ہیں۔ میاں صاحب پر آپ کا کیا حکم تھا؟

۷۷) اگر یہی مسالما، میاں نذر حسین صاحب دہلوی کے وحدت الوجود کے قائل ہونے اور ان کے رب و جمہ اللہ کی تعریف میں رہے



السن ہونے کے باوجود آپ اپنی سند حدیث انہی کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔ کیا ایسا شخص جو آپ کے نزدیک گمراہ عقیدہ والا ہے اسناد حدیث ہو سکتا ہے؟

﴿۸﴾ کیا صاحب کو سند حدیث میں بیان کر کے اپنے اسناد میں شمار کرنے پر آپ کا شرعی حکم کیا ہے؟  
 ﴿۹﴾ اگر یزیدی شمس العلماء میاں نذیر حسین دہلوی صاحب نے سارے تین ماہ کا عرصہ انگریز غیر محرم میم کو ہٹا دیتے ہوئے چھپائے رکھا غیر محرم ہے پردہ عورت کو یوں پردہ افشاء میں رکھنا کیا ہے؟

﴿۱۰﴾ انگریزی شمس العلماء میاں نذیر حسین صاحب اور محمد حسین مٹوالی صاحب نے انگریز حکومت سے مراعات لیکر انعامات وصول کیے۔ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

﴿۱۱﴾ آل حدیث نام محمد شیر بٹالوی کی درخواست پر انگریز کا دیا ہوا نام ہے۔ انگریز حکومت کے عطا کردہ نام کو جماعتی شہادت یا تاویز اداوی لٹے کے بعد بھی انگریزی خطائی کے اس فقرہ کو بجائے رکھنا اور اپنا عنوان قرار دیا گیا کہلاتا ہے۔

﴿۱۲﴾ آپ نے اپنے رسالہ ”بدعتی کے پیچھے لڑاکا حکم“ میں غلطیوں سے دو بندہ قدس سرہم پر (۱۳) پر الزامات لگا کر انہیں اہل بدعت و الجماعت سے خارج اور بدعتی قرار دے کر ان کی اقتدار میں نماز کے گاجاز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اگر آپ کے اکابر ان عقائد کے حامل ہوں اور ان کی تائید کرتے ہوں تو ان پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

﴿۱۳﴾ جن عقائد پر آپ نے اکابر غلطیوں سے دو بندہ قدس سرہم کو بدعتی قرار دیا ان کی تائید کرنے والوں کو اہل حق میں شمار کرنے والے کو کیا حکم ہے؟

﴿۱۴﴾ حیدر ابراہیم حیدر آبادی اگر ساتھ ساتھ اعتبار ہے تو اس کی توثیق کرنے والے دبیغ الدین شاہ راشدی، عبداللہ روپڑی، امیر الہیم سیکوٹی اور عبدالرشید عراقی پر کیا حکم ہے؟

﴿۱۵﴾ دبیغ الدین شاہ راشدی آپ کی سند کے اسناد میں ایسے شخص کو اپنے اسناد میں شمار کرنے پر آپ کا اپنے مسلک پر کیا حکم ہے؟

﴿۱۶﴾ آپ اپنی سند حدیث دبیغ الدین شاہ راشدی سے بیان کرتے ہیں جبکہ دبیغ الدین شاہ راشدی آپ کے مراد شدہ حیدر ابراہیم حیدر آبادی کی مدح کرتے ہیں اس پر آپ کی سند حدیث کا کیا درجہ ہے؟

آپ کا خط: عمرہ ۲۶، متن: ۲۳۹، احاد ۲۷، تفسیر ۲۰۰۸ء کے اس جوابی خط میں مولانا حافظ ظہور احمد لکھنوی، مولانا کادان سوالات جو خوز آپ پر فرض ہیں اور عمرہ سوالات اور اس خط میں اس شمار کے علاوہ تین نکل ستر (۷۰) سوالات کے جواب کا انتظار ہے۔  
 آپ نے لکھا ہے کہ:

اگر آپ مدعے غلطیوں کے ساتھ گرام کے اجتماعات میں کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل شرائط کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔



﴿۱﴾ دو عالم ہمارے نزدیک شہرِ صدق تھا۔ انجور ہو اور کھجور اسی عقیدہ اہلِ حدیث ہو۔

﴿۲﴾ اس عالم کا قول قرآن، حدیث اور اجماع کے خلاف نہ ہو کیونکہ ہمارا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ قرآن، حدیث

اور اجماع کے خلاف ہر شخص کی بات مردود ہے۔

﴿۳﴾ اس عالم کا قول ہمارے نزدیک مثنیٰ ہو۔

﴿۴﴾ ہم اسے اپنے اکابر میں تسلیم کرتے ہوں۔

نفاذ بحرہ (۲۶ شعبان ۱۴۲۹ھ / ۱۷ اگست ۲۰۰۸ء) ص ۱۱

مسئلہ ”وحدت الوجود“ اور انگریز حکومت کے حوالہ جات کے جواب سے پہلے (ص ۱۱) پر آپ کی اس تحریر کے پیش نظر آپ سے مذکورہ سوالات کی وضاحت ضروری ہے، کہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ آپ کے قبولِ اکابر ہیں اور کون آپ کے مردود ہیں اور ال حدیث اور غیر مقلدینِ علماء کی جو تحریرات آپ کو قبول نہیں ان کی بنا کر ان علماء پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

اس لیے کہ آپ نے علماء دیوبندِ مقدس سرہم کی تحریرات پر صرف یہ نہیں لکھا کہ یہ درست نہیں بلکہ آپ نے ان اکابر پر فتویٰ لگاتے ہوئے انہیں نعوذ باللہ بدعتی اور گمراہ لکھا ہے۔

مذکورہ سوالات پر آپ کے مکمل جواب کے بغیر ”وحدت الوجود“ اور دوسرے مسائل پر ہمارا جواب اور اصرار شمار ہوگا اس لیے ہم اس کا حق رکھتے ہیں کہ آپ ہمارے سوالات کے مکمل جواب لکھیں تاکہ آپ کی پوری تصحیح کرا دی جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مذکورہ سوالات کا جواب آنے پر آپ کے اٹھائے ہوئے مسئلہ ”وحدت الوجود“ اور انگریز حکومت اور علماء دیوبندِ مقدس سرہم پر آپ کے ایک ایک حوالہ کی وضاحت بجا آواز تیار ہے اور حوالہ جات میں آپ کی قطع و برید اور آپ کی علمی خیانتوں بھی طبعِ انزہام کر دیا گیا ہے۔ جو اس سال خدمت کر دیا جائے گا۔

نوٹ رہے کہ کسی سوال سے پہلے کوئی اور اعراض پر آپ کا جواب نامکمل اور اصرار ہوگا۔

نفاذ والسلام

آپ کے مکمل جواب کا منتظر

نعمت علیہ

۱۵ شعبان ۱۴۲۹ھ / ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## دوسری تحریر

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :  
جناب حافظ ثار الحسینی صاحب کے نام !

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کا سوالنامہ (۶۷ سوالوں پر مشتمل) ملا۔

(نوشتہ ۱۵/اکتوبر ۲۰۰۸ء)

عرض ہے کہ آپ صرف ایک سوال لکھیں اور اس کا جواب وصول کریں اور پھر اسی وقت ہمارا سوال پیش خدمت ہوگا جس کا جواب آپ کو دینا پڑے گا۔ دونوں طرف سے سوال و جواب کی ترتیب برابر رہے گی ورنہ ہماری طرف سے آپ کو سوالات کی اجازت نہیں ہے۔ آپ نے جو سوالات لکھے ہیں اُن میں بھی ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے مثلاً:

آپ نے میرے بارے میں لکھا ہے کہ ”آپ نے ایمان میں کمی بیشی کے مذہب کو ”مرجہ“ کا مذہب قرار دیا ہے۔ کیا امام بخاری رحمہ اللہ بھی آپ کے نزدیک مرجہ ہیں۔؟“ (سوال نمبر ۱۲)

آپ کے اس سوال سے یہی ظاہر ہے کہ مرجہ اور امام بخاری رحمہ اللہ دونوں ایمان میں کمی بیشی کے قائل تھے یا دونوں قائل نہیں تھے (!) حالانکہ مرجہ تو ایمان میں کمی بیشی کے قائل نہیں ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ تو ایمان میں کمی بیشی کے قائل تھے۔

راقم الحروف نے لکھا تھا: ”مرجہ کی طرح دیوبندی حضرات: ایمان میں زیادتی اور نقص کے بھی قائل نہیں ہیں اُن کے نزدیک ایمان فقط تصدیق قلب کا نام ہے....“

(بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۹)

برادر محترم ذوالفقار بن ابراہیم الاثری حفظہ اللہ کے سوال کے جواب میں راقم الحروف نے



جور سالہ لکھا تھا وہ ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ کے نام سے شائع ہوا۔  
جناب حافظ ظہور احمد الحسینی صاحب اس چھوٹے سے رسالے کا جواب لکھنے کے لئے بیٹھے مگر پہلے باب کے مکمل جواب سے ہی عاجز رہے۔

آپ فرما رہے ہیں کہ ”ماشاء اللہ مکمل جواب لکھے“!!  
حافظ صاحب! اگر آپ کی نظر پہلے سے کمزور ہے تو عینکیں بدل لیں اور اگر پہلے سے کمزور نہیں تھی تو آنکھوں کے کسی ڈاکٹر سے معائنہ کروالیں۔

آپ کا یہ فرمانا: ”جس غصے کا اظہار کیا آپ کا حق ہے اور...“ عجیب و غریب ہے!۔  
راقم الحروف کا جوابی خط ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد: ۵۴، نومبر ۲۰۰۸ء) میں شائع ہو چکا ہے، آپ اس جگہ انگلی رکھ دیں جہاں میں نے غصے کا اظہار کیا اور اگر نہ رکھ سکیں تو....  
یاد رہے کہ آپ ہمارے دلائل کے جوابات سے عاجز ہیں لہذا ہمیں کسی غصے وغیرہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

آپ ہمیں یہ سمجھائیں کہ بندہ کس طرح ”ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“؟  
یہ وہ عبارت ہے جو ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ (ص ۱۴) اور ”آل دیوبند اور وحدت الوجود“ (الحدیث حضرو: ۵۴ ص ۲۷) میں درج ہے، جس کے جواب سے حافظ ظہور صاحب، آپ اور تمام آل دیوبند عاجز و ساکت ہیں۔ کیا خیال ہے؟

امید ہے کہ آپ راقم الحروف کی ان سطور مؤدبہ پر غم و غصے کا اظہار نہیں فرمائیں  
گے۔ ان شاء اللہ  
وما علینا الا البلاغ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علیزئی

مدرسہ اہل الحدیث حضرو۔ ضلع انک

۲/نومبر ۲۰۰۸ء

## نثار احمد کی دوسری تحریر



بسم الله الرحمن الرحيم

والصلوة والسلام على سيدنا وسيد الانبياء والمرسلين۔ آمنا بعد۔

جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب حفظك الله تعالیٰ

سلام مسنون:-

آج ۸ ہفتہ ۱۴۲۹ھ/۱۱-۲۰۰۸ء کو اختر کے خط بخبرہ ۱۵/۱۴۲۹ھ/۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء کے جواب میں آپ کے نام سے کیپوٹ کتابت شدہ خط طایہ خط آپ کے قلمی دستخطوں اور نمبر سے خالی ہے۔ اسی ماہ کے ”الحدیث“ شمارہ ۵۳ ص ۳۱ پر آپ نے اپنی کسی بھی کتاب یعنی تحریر کے متعلق یہ اعلان شائع کر دیا ہے کہ

راقم الحروف کی صرف وہی کتاب معتبر ہے جس کے آخر میں میرے دستخط و مہر ہیں یا اسے کتبہ اللہ بیٹ حضرت واکتبہ اسلامیہ فیصل آباد، لاہور سے شائع کیا گیا ہے۔ باقی کسی کتاب کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔

اختر کے نام آپ کا خط نہ کتبہ اللہ بیٹ حضرت واکتبہ اسلامیہ فیصل آباد سے آیا ہے نہ اس پر آپ کے دستخط اور میرے اُتر یہ کسی دوسرے صاحب کی قلم کاری ہے تو وہ بھول ہے۔ اور اگر آپ نے لکھا ہے تو اسی ماہ کے الہ بیٹ کا اعلان ہٹا دیا آپ کے حافظ میں محفوظ نہیں رہا۔ اس لیے ہمارا مشورہ ہے کہ اپنی ہر تحریر سے پہلے اور بعد میں کسی دماغی ڈاکٹر سے معائنہ کر دیا جائے کہ اس کی عقلیوں سے حفاظت رہے اس لیے کہ دنیوی باپ تول میں غلطی سے اپنا ہی نقصان ہے۔ مگر دینی معاملات میں آپ کی غلطی پوری امت کے لئے خسارہ دار ہیں ہے۔ یہ خط اگر آپ ہی کا ہے تو عرض خدمت ہے کہ:

آپ نے ہمارے ستر سوالات کے جواب سے انکار کر کے گویا یہ تسلیم کر لیا ہے کہ آپ کی جھج جھج میں ان حقائق کا کوئی حل نہیں اور انشاء اللہ ہو بھی نہیں سکتا کہ آپ ہمارے سوالات میں سے ہر ایک کا مکمل جواب لکھیں تو اپنی اصل دھڑا سمیت قلم زد ہوتے ہیں اور اگر مکمل جواب نہ دیں گے کتمان حق ہے۔

آپ نے لکھا ہے:

آپ صرف ایک سوال لکھیں اور اس کا جواب وصول کریں اور پھر اسی وقت ہمارا سوال پیش خدمت

ہو گا جس کا جواب آپ کو دینا پڑے گا۔ دونوں طرف سے سوالوں جواب کی ترتیب برآمد ہے گی ورنہ دوسری

طرف آپ کو سوالات کی اجازت نہیں۔“

جناب علی زئی صاحب ہمارے ستر سوالات مخرّب و مربوط ہیں ان میں سے کسی ایک کے جواب کے بغیر آپ کا موقف واضح نہیں ہو سکتا



اور یہ گزارشِ حق پہلے غلطی بھی کر چکے کہ آپ کے مکمل جواب کے بغیر آپ کا موقف غیر واضح اور ہمارا جواب اور راہِ ہموار۔

آپ نے علمائے دیوبند و فسادِ سرسہ اور ائمہ احناف پر تنقید کرتے ہوئے کیا ایک ایک اعتراض کو اس طور پر الگ الگ لکھنا ہے کہ پہلے ایک مل ہو جائے پھر دوسرا تاکہ اعتراض و جواب کی ترتیب برقرار رہے۔ ان پانچ کماز اہل امت و رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم پر تو آپ باجائز خود قاضی ہیں اور جب ہم پوچھتے ہیں تو آپ اجازت کے دروازہ نہیں۔

اگر آپ ستر سوالات کے مکمل جواب کا ارادہ رکھتے ہیں تو ایک ایک کے الگ الگ جواب اور ان پر مناقشات کے لائحہ عمل کے بجائے جو جواب آپ دینا چاہتے ہیں ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں لکھ دیتے تاکہ آپ کی تحقیق کا حق بھی ادا ہو جائے اور آپ کے نو مسائل (مکمل جواب کا پورے کا مکمل جواب) مکمل ہو جائے۔

اس لئے مکرر عرض ہے کہ ہمارے ستر سوالات کے مکمل جواب کے بغیر آپ کا موقف اور ہمارا جواب نامکمل ہو گا اس لئے جب آپ کو یقین ہے خود ائمہ احناف، علمائے دیوبند و فسادِ سرسہ پر اعتراض کا حق حاصل ہے تو ہمیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ یہاں حادِ تین دین کے ردِ عام میں آپ کی تسلی کے لئے آپ کے مکمل جواب کے طالب ہوں۔

ابن خط میں سوال نمبر ۱ کے ذیل آپ کے تحفہ اور ”ودعت الوجہ“ پر آپ کی تسلی کا سامان مجھ تک نہ تیار ہے جو ہمارے ستر سوالات کے مکمل جوابات پر انشاء اللہ تعالیٰ میں خدمت کر دیا جائے گا۔

والسلام

فیضانِ نبوی

۱۳۲۹ھ کا نمبر ۲۰۰۸ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## تیسری تحریر

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :  
جناب حافظ ثار احمد الحسینی صاحب کے نام !

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کی تحریر نمبر ۲ ملی، جس میں سابقہ تحریر (نمبر ۱) کے ۶۷ سوالات کے جوابات کا مطالبہ ہے۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ

”عرض ہے کہ آپ صرف ایک سوال لکھیں اور اس کا جواب وصول کریں اور پھر اسی وقت ہمارا سوال پیش خدمت ہوگا جس کا جواب آپ کو دینا پڑے گا۔ دونوں طرف سے سوال و جواب کی ترتیب برابر رہے گی ورنہ ہماری طرف سے آپ کو سوالات کی اجازت نہیں ہے۔“  
(دوسری تحریریں ۱، نوشتہ ۲/ نومبر ۲۰۰۸ء)

آپ نے تحریر نمبر ۲ (نوشتہ ۷/ نومبر ۲۰۰۸ء) میں یہ عبارت نقل کی ہے مگر بمطابق اصل نہیں ہے مثلاً ”سوال و جواب“ کو ”سوالوں جواب“ لکھ دیا ہے لیکن خاطر جمع رکھیں، ہم آپ کو فی الحال کسی دماغی ڈاکٹر سے معائنے کا مشورہ نہیں دیتے اور اگر مشورہ دے بھی دیں تو ممکن ہے کہ آپ ڈاکٹر کی بات نہ مانیں، جس کی دلیل درج ذیل ہے:

دیوبندی تبلیغی جماعت (جس کے دفاع میں آپ نے ایک رسالہ لکھا ہے) کے ذکر یا صاحب کو ”ایک مرض کی وجہ سے چند روز کے لئے دماغی کام سے روک دیا گیا۔“

(دیکھئے تبلیغی نصاب ص ۷، فضائل اعمال ص ۷)

مگر ذکر یا صاحب نے یہ مشورہ نہ مانا اور اوراق لکھتے رہے۔!

چونکہ آپ نے اپنے (۱۶+۵۱) ۶۷ سوالات کے جوابات کا مطالبہ کیا ہے لہذا

ہمارے ۶۷ سوالات پیش خدمت ہیں۔ آپ ان سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجیں اور پھر اپنے سوالات کے جوابات وصول کریں۔

### حافظ نثار صاحب کی خدمت میں ۶۷ سوالات

(۱) حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے لکھا ہے:

”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ (کلیات امدادیہ ص ۳۶)

یہ کہنا کہ بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے، قرآن مجید کی کس آیت میں لکھا ہوا ہے؟

(۲) دیوبندیوں کے پیر کا یہ کہنا کہ ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

(۳) یہ کہنا کہ ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ کیا امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہے؟ مستند حوالہ پیش کریں۔

(۴) حاجی امداد اللہ نے لکھا ہے:

”اور اس کے بعد اس کو ہو ہو کے ذکر میں اس قدر منہمک ہو جانا چاہئے کہ خود مذکور

یعنی (اللہ) ہو جائے“ (کلیات امدادیہ ص ۱۸)

ذکر کرنے والے کا اللہ ہو جانا کس آیت سے ثابت ہے؟

(۵) ذکر کرنے والے کا اللہ ہو جانا کس حدیث سے ثابت ہے؟

(۶) ذکر کرنے والے کا اللہ ہو جانا امام ابوحنیفہ کے کس مفتی بہ صحیح قول سے ثابت ہے؟

(۷) حاجی امداد اللہ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے لکھا ہے:

”اے مرے مشکل کشا فریاد ہے“ (کلیات امدادیہ ص ۹۱)

نبی کریم ﷺ کو مشکل کشا سمجھنا کس آیت کریمہ سے ثابت ہے؟

(۸) رسول اللہ ﷺ کو مشکل کشا سمجھنا کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

(۹) نبی کریم ﷺ کو مشکل کشا سمجھنا امام ابوحنیفہ کے کس ثابت شدہ قول سے ثابت ہے؟

(۱۰) امداد اللہ نے لکھا ہے:

”مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ“ (کلیات امدادیہ ص ۲۰۵)

قرآن مجید کی کس آیت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کشتیوں کو کنارے پر لگاتے ہیں؟

(۱۱) کس صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ کشتیوں کو کنارے پر رسول اللہ ﷺ لگاتے ہیں؟

(۱۲) کیا امام ابوحنیفہ سے یہ عقیدہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کشتیوں کو کنارے پر لگاتے تھے؟

(۱۳) حاجی امداد اللہ نے علانیہ لکھا ہے:

”مسئلہ وحدت الوجود حق و صحیح ہے، اس مسئلہ میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے“

(شائم امدادیہ ص ۳۲، کلیات امدادیہ ص ۲۱۸)

قرآن مجید کی کس آیت سے یہ ثابت ہے کہ صوفیوں مثلاً ابن عربی وغیرہ کا عقیدہ وحدت الوجود حق و صحیح ہے؟

(۱۴) عقیدہ وحدت الوجود کا حق و صحیح ہونا کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

(۱۵) کیا امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح مروجہ عقیدہ وحدت الوجود کا حق ہونا ثابت ہے؟

(۱۶) حاجی امداد اللہ اپنے پیر نور محمد جھنجھانوی کو مخاطب کر کے کہتے تھے:

”آسرانیا میں ہے از بس تہاری ذات کا تم سوا اوروں سے ہر گز کچھ نہیں ہے التجا

بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا بر ملا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا“

(شائم امدادیہ ص ۸۳، ۸۴، امداد المشتاق فقرہ ۲۸۸)

یہ کہنا کہ دنیا میں آسر صرف نور محمد جھنجھانوی کا ہے، قرآن کی کس آیت سے ثابت ہے؟

(۱۷) دنیا اور میدانِ حشر دونوں میں نور محمد جھنجھانوی سے امداد طلب کرنا کس صحیح حدیث

سے ثابت ہے؟

(۱۸) کیا یہ عقیدہ امام ابوحنیفہ سے ثابت ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں میں پیر نور محمد

جھنجھانوی کا دامن پکڑ کر ان سے امداد مانگنی چاہئے؟

(۱۹) سورۃ الذریت کی آیت ۲۱ کے ترجمے میں تحریف کرتے ہوئے حاجی امداد اللہ نے

لکھا: ”خدا تم میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔“ (کلیات امدادیہ ص ۳۱)

یہ کہنا کہ ”خدا تم میں ہے“ کس صحابی کا عقیدہ تھا؟

(۲۰) یہ کہنا کہ ”خدا تم میں ہے“ کیا امام ابو حنیفہ سے یہ عقیدہ باسند صحیح ثابت ہے؟

(۲۱) بانی مدرسہ دیوبند محمد قاسم نانوتوی نے کہا:

”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی

خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“ (تخذیر الناس ص ۸۵ واللفظ لہ، دوسرا نسخہ ص ۳۴)

یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو ختم نبوت میں کچھ فرق

نہ آئے گا، کس آیت سے ثابت ہے؟

(۲۲) یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے بعد اگر کوئی نبی پیدا ہو تو ختم نبوت میں کچھ

فرق نہ آئے گا، کس حدیث سے ثابت ہے؟

(۲۳) یہ کہنا کہ نبی ﷺ کے زمانے کے بعد اگر کوئی نبی پیدا ہو تو ختم نبوت میں کچھ فرق نہ

آئے گا، امام ابو حنیفہ کے کس مفتی بقول سے یہ عقیدہ ثابت ہے؟

(۲۴) محمد قاسم نانوتوی نے رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا:

”مدد کراے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار“

(قصائد قاسمی، قصیدہ بہاریہ در نعت رسول اللہ ﷺ ص ۸، عقائد حقہ ص ۴۲، از زاہد الحسنی)

رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لئے پکارنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کے سوا نانوتوی بیکس

(بے یار و مددگار، محتاج) کا کوئی بھی حامی کار نہیں ہے، کس آیت سے ثابت ہے؟

(۲۵) رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لئے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ رسول کے سوا نانوتوی کا کوئی

بھی حامی کار (گرم جوش سے حمایت یا مدد کرنے والا) نہیں ہے، کس حدیث سے ثابت

ہے؟

۲۶) کیا امام ابوحنیفہ کا یہ عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لئے پکارنا چاہئے اور آپ کے سوا کوئی بھی حامی کار نہیں ہے؟

۲۷) قاسمی نانوتوی نے کہا:

”دلیل اس دعوے کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی اُمت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں“ (تذریع الناس ص ۴۷، دوسرا نسخہ ص ۷)

یہ عقیدہ کہ اُمتی عمل میں انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں، کس آیت سے ثابت ہے؟

۲۸) یہ عقیدہ کہ عمل میں انبیاء سے اُمتی بڑھ جاتے ہیں، کس حدیث سے ثابت ہے؟

۲۹) کیا امام ابوحنیفہ کا یہ عقیدہ تھا کہ انبیاء سے عمل میں اُمتی بڑھ جاتے ہیں؟

۳۰) محمد قاسم نانوتوی نے کہا:

”ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے

ہیں“ (جمال قاسمی ص ۱۵، تسکین الصدور ص ۲۱۶ واللفظ لہ)

یہ کہنا کہ وفات کے وقت انبیاء کی ارواح کا اخراج نہیں ہوتا تھا، کس آیت سے ثابت ہے؟

۳۱) وفات کے وقت نبی کی روح کا عدم اخراج کس حدیث سے ثابت ہے؟

۳۲) کیا امام ابوحنیفہ کا یہ عقیدہ تھا کہ وفات کے وقت نبی کی روح کا اخراج نہیں ہوتا تھا؟

۳۳) قاسم نانوتوی نے کہا:

”رجاء خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ جو تو ہی ہاتھ لگائے تو ہو دے بیڑا پار“

(قصائد قاسمی ص ۹)

یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ ناؤ (کشتی) پار لگاتے ہیں، کس آیت سے ثابت ہے؟

۳۴) یہ عقیدہ کہ نبی ﷺ کشتی کو پار لگاتے ہیں، کس حدیث سے ثابت ہے؟

۳۵) کیا امام ابوحنیفہ کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی ﷺ کشتی کو پار لگاتے ہیں؟



۳۶) قاسم نانوتوی صاحب اگر اکیلے کسی مزار (قبر) پر جاتے، اور دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہوتا، تو آواز سے عرض کرتے کہ ”آپ میرے واسطے دعا کریں“ (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۲۹) قبر والے سے دعا کی درخواست کرنا کس آیت سے ثابت ہے؟

۳۷) نانوتوی کا قبر والے سے دعا کی درخواست کرنا کس حدیث سے ثابت ہے؟

۳۸) کیا امام ابوحنیفہ سے یہ ثابت ہے کہ قبر والے سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے؟

۳۹) قاسم نانوتوی نے ایک دفعہ شیعوں سے نبی کریم ﷺ کی بیداری میں زیارت کے بارے میں کہا:

”تم سب اس پر پختہ رہو، تو میں بیداری میں زیارت کرانے کے لئے تیار ہوں“

(سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۱۸)

نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی زیارت کرنا کس آیت سے ثابت ہے؟

۴۰) رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد شیعوں کو آپ کی زیارت کرنا کس حدیث سے ثابت ہے؟

۴۱) کیا امام ابوحنیفہ سے یہ ثابت ہے کہ وہ لوگوں کو، رسول اللہ ﷺ کی بیداری میں زیارت کراتے تھے؟

۴۲) رشید احمد گنگوہی نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے لکھا:

”اور جو میں ہوں وہ تُو ہے اور میں اور تُو خود شرک در شرک ہے۔“

(مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰، فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶)

یہ کہنا کہ وہ جو تُو (اللہ) ہے وہ میں (رشید احمد گنگوہی) ہے، کس آیت سے ثابت ہے؟

۴۳) یہ کہنا کہ وہ جو اللہ ہے وہ گنگوہی ہے، کس حدیث سے ثابت ہے؟

۴۴) کیا امام ابوحنیفہ کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ وہ جو اللہ ہے وہ گنگوہی ہے؟

۴۵) ضامن علی جلال آبادی نے ایک زانیہ عورت سے زنا کے بارے میں کہا:

”بی تم شرماتی کیوں ہو؟ کرنے والا کون اور کرانے والا کون؟ وہ تو وہی ہے“

(تذکرہ الرشید ج ۲ ص ۲۴۲)

اس ضامن علی کے بارے میں گنگوہی نے مسکرا کر کہا:

”ضامن علی جلال آبادی تو تو حیدری میں غرق تھے“ (تذکرہ الرشید ج ۲ ص ۲۴۲)

ایسے آدمی کو تو حیدری میں غرق قرار دینا، جو یہ سمجھتا تھا کہ کرنے والا اور کرانے والا تو وہی

ہے، کس آیت سے ثابت ہے؟

۴۶) ایسے آدمی کو تو حیدری میں غرق سمجھنا جو یہ کہتا تھا کہ کرنے والا اور کرانے والا تو وہی ہے،

کس حدیث سے ثابت ہے؟

۴۷) کیا امام ابو حنیفہ بھی ایسے آدمی کو مسکرا کر تو حیدری میں غرق سمجھتے تھے جو یہ کہتا تھا کہ

کرنے والا اور کرانے والا تو وہی ہے؟

۴۸) رشید احمد گنگوہی نے کہا:

”نیز مرید کو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہئے کہ شیخ کی رُوح کسی خاص جگہ میں مقید و

محدود نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہوگا خواہ قریب ہو یا بعید تو گوشخ کے جسم سے

دور ہے لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں۔“ (امداد السلوک اردو ص ۶۴)

یہ کہنا کہ شیخ کی رُوح ہر جگہ مرید کے ساتھ ہوتی ہے، کس آیت سے ثابت ہے؟

۴۹) یہ سمجھنا کہ شیخ کی رُوح ہر جگہ مرید کے ساتھ ہوتی ہے، کس حدیث سے ثابت ہے؟

۵۰) یہ عقیدہ رکھنا کہ شیخ کی رُوح ہر جگہ مرید کے ساتھ ہوتی ہے، کیا امام ابو حنیفہ سے

ثابت ہے؟

۵۱) گنگوہی نے کہا:

”پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل وعلیٰ ہے“

(تالیفات رشیدیہ ص ۹۹)

کیا امکان کذب باری تعالیٰ کا عقیدہ صراحۃً قرآن مجید میں ہے؟

۵۲) کیا امکان کذب باری تعالیٰ کا عقیدہ صراحۃً کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

۵۳) کیا امام ابوحنیفہ سے صراحتاً امکانِ کذب باری تعالیٰ کا عقیدہ ثابت ہے؟

۵۴) رشید احمد گنگوہی نے کئی مرتبہ کہا:

”سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ

نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر“

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۷)

یہ کہنا کہ حق وہی ہے جو گنگوہی کی زبان سے نکلتا ہے اور گنگوہی کے زمانے میں ہدایت و

نجات صرف اسی کی اتباع پر موقوف ہے، کس آیت سے ثابت ہے؟

۵۵) گنگوہی کی زبان سے جو نکلتا ہے وہی حق ہے، کس حدیث سے ثابت ہے؟

۵۶) کیا امام ابوحنیفہ کا یہ عقیدہ تھا کہ حق وہی ہے جو گنگوہی کی زبان سے نکلتا ہے؟

۵۷) گنگوہی نے وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنے والے پیر حاجی امداد اللہ کی بیعت کی۔

دیکھئے تذکرۃ الرشید (ج ۱ ص ۴۶)

قرآن مجید کی کس آیت سے ثابت ہے کہ وحدت الوجودی پیر کی بیعت کرنی چاہئے؟

۵۸) وہ کون سی صحیح حدیث ہے جس سے وحدت الوجودی پیر کی بیعت کا ثبوت ملتا ہے؟

۵۹) امام ابوحنیفہ نے کس (وحدت الوجودی) پیر کی بیعت کی تھی؟

۶۰) گنگوہی نے سکھوں کے گردناک کے بارے میں کہا:

”شاہِ نانک جکو سکھ لوگ بہت مانتے ہیں حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ

کے خلفاء میں سے ہیں چونکہ اہل جذب سے تھے اسوجہ سے انکی حالت مشتبیہ ہو گئی

مسلمانوں نے کچھ انکی طرف توجہ نہ کی سکھ اور دوسری قومیں کشف و کرامات دیکھ کر انکو

ماننے لگے۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۳۲)

گردناک کے کشف و کرامات کا ثبوت کس مفتی بہ دلیل سے ہے؟

۶۱) رشید احمد گنگوہی نے ایک دن جوش میں کہا:

”کہ (اتنے) سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے

کوئی بات بغیر آپ سے پوچھے نہیں کی۔“ (ارواحِ ثلاثہ ص ۳۰۸، حکایت نمبر ۳۰۷)  
یہ کس حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کئی سال گنگوہی کے دل میں رہے  
اور گنگوہی نے کوئی بات آپ سے پوچھے بغیر نہیں کی؟

۶۲) اشرف علی تھانوی دیوبندی نے نبی ﷺ کے بارے میں کہا:  
”اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق و شوق کی حالت غالب ہوتی  
تھی جس میں یہ جہر واقع ہو جاتا تھا اور جب کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اسکو خبر  
نہیں رہتی کہ کیا کر رہا ہے“ (تقریر ترمذی از تھانوی ص ۷۱)

قرآن مجید کی کس آیت سے یہ ثابت ہے کہ جب نبی ﷺ حالتِ نماز میں بعض  
آیتیں جہرِ اتلاوت فرماتے تھے تو اس وقت ذوق و شوق کی حالت غالب ہونے کی وجہ سے  
آپ کو خبر نہیں رہتی تھی کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟

۶۳) یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی ﷺ کو حالتِ نماز میں خبر نہیں رہتی تھی کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟  
کس حدیث سے ثابت ہے؟

۶۴) کیا امام ابوحنیفہ سے یہ مفتی بہ قول ثابت ہے کہ نبی ﷺ کو حالتِ نماز میں خبر نہیں  
رہتی تھی کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟

۶۵) تھانوی نے رسول اللہ ﷺ کو پکارتے ہوئے کہا:

”دنگیری کیجئے میرے نبی کشکش میں تم ہی میرے نبی“ (نثر الطیب ص ۱۹۴)

یہ سمجھنا کہ کشکش میں نبی ﷺ ہی دنگیری فرماتے ہیں اور مدد کے لئے آپ کو پکارنا  
کس آیت سے ثابت ہے؟

۶۶) یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی ﷺ ہی کشکش میں دنگیری فرماتے ہیں، کس حدیث سے ثابت  
ہے؟

۶۷) یہ کہنا کہ نبی ﷺ ہی کشکش میں دنگیری فرماتے ہیں اور مدد کے لئے آپ کو پکارنا،  
کیا امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہے؟

اُمید ہے کہ آپ ہمارے سوالات کے (بمطابق سوال) مکمل جوابات لکھیں گے۔  
ان شاء اللہ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

مدرسہ اہل الحدیث حضرو۔ ضلع انک

۱۸/نومبر ۲۰۰۸ء

## نثار کی تیسری تحریر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا و سید الانبیاء والمرسلین مولانا وحیدنا

محمداً و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔ آمنا بعدہ۔

جناب مافتح محمد زبیر علی صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

سلام سنون۔

احقر کے خط کا رخ ۹ دسمبر ۲۰۰۸ء کا تھا ۱۱/۱۲/۲۰۰۸ء کے جواب میں آپ کا خط آج ۲۱ دسمبر ۲۰۰۸ء کا تھا ۲۰/۱۱/۲۰۰۸ء کو

ملا۔

آپ کے اس خط سے یہ وضاحت ہو گئی ہے کہ ۱۱-۱۲-۲۰۰۸ء کا رخ روہ خط آپ ہی کی طرف سے تھا اور نہ یہ خط آپ کے دستخطوں اور میر سے خالی ہونے کی وجہ سے جعلی قرار دیا جاتا تھا۔ اس تیسرے خط پر سنا سنا، اللہ آپ کے دستخط بھی میں میر بھی ہے اور لغافہ پر مکتوبہ الہیہ بھی لکھا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کبھی ہوش میں ہوتے ہیں اور کبھی ”مہوش“ میں۔

اس تیسرے خط میں آپ نے ہمارے ستر سوالات کے جوابات کے بجائے اپنے گزشتہ الزامات ہی کو دہرائے ہوئے اور ستر سوالات تکمیل دیئے ہیں۔ ہمارے سوالات سے آپ کے اس مسلسل فرار پر یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ بحمد اللہ آپ کی زنجیل میں ہمارے سوالات کے جوابات نہیں۔ اسی لیے ۸ ص ۲۹/۱۱/۲۰۰۸ء کا رخ گزشتہ خط کا رخ روہ میں آپ کو لکھ چکا ہے کہ

ہمارے ستر سوالات کے مکمل جواب کے بغیر آپ کا توقف اور دور اور ہمارا جواب

تاکمیل ہو گا اس لئے جب آپ کو بقضائے خود اصرار احاطہ ملے گا تو بدقصد

سست و سہم پر اعتراض کا حق حاصل ہے تو ہمیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ ہم ان خادمان

دین کے قاری میں آپ کی تسلی کے لئے آپ کے مکمل جواب کے طالب ہوں۔

آپ نے لکھا ہے:

”چونکہ آپ نے اپنے (۱۶+۵۱) ۶۷ سوالات کے جوابات کا مطالبہ کیا ہے لہذا



ہمارے ۶۷ سوالات میں خدمت میں آپ ان سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجیں

اور پھر اپنے سوالات کے جوابات وصول کریں۔" (تیسری قریب ص ۱۲)

آپ ہمارے سوالات کے جوابات دینے کے لیے الٹا اپنے الزامات ہی کو دہراتے ہیں۔ کیا اس کی دلیل حدیث سے ہے کہ معروفی قرض سے منکر ہو کر ان قرض خواہ سے، تمنا پھرے۔

آپ کے سوالات آپ کے گزشتہ الزامات ہی کا جواب ہیں اس لیے انہیں دہرانے کے بجائے آپ ہمارے سوالات کا واضح جواب کیوں نہیں دیتے؟

اگر آپ ہمارے ستر (۷۰) سوالات کے جوابات سے عاجز ہیں تو ہم آپ سے تعاون کرتے ہیں آپ لکھ دیں کہ

میں ان ستر (۷۰) سوالات کے جوابات نہیں دے سکتا۔

قوانینشاء اللہ حسب وعدہ طائے دیوبند قدس سرہم پر آپ کی ایک ایک بنظر پر سامان تسلی جناب کو ارسال کر دیا جائے گا اور اگر آپ کا اپنے فراری برامرار ہے تو جب تک آپ ہمارے ستر (۷۰) سوالات کے واضح جوابات نہیں دیتے قرض آپ کی گردن پر ہے گا۔

آپ نے احقر کے نام اپنا خط "الہدیٰ" شمارہ نمبر ۵۴ مطابق ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ / نومبر ۲۰۰۸ء میں شائع کیا ہے اس خط کا جواب آپ کو ۲۴ اکتوبر ۲۰۰۸ء کو وصول ہو چکا تھا۔ مگر آپ نے اپنا خط احقر کے جوابی خط کے حوالہ کے بغیر شائع کر کے بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ آپ کا حق بننا تھا کہ اگر آپ اپنا خط شائع کرتے تو ہمارا جواب بھی اس کے ساتھ شائع کرتے مگر آپ جانتے ہیں کہ جب "الہدیٰ" کے قارئین ہمارے ستر سوالات پر پڑھیں گے تو آپ کی تحقیق کا پل کل کر آپ کا علمی پندار واضح ہو جائے گا۔

احقر کے خط نمبر ۱۵ / ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء میں آپ سے پوچھ گئے سوالات میں کوئی زائد بات نہیں مولا حافظ کھدو احمد الحسینی صاحب بیہد مجد نے آپ کے جواب میں لکھی گئی کتاب "طائے دیوبند قدس سرہم پر بددیانتی زلی کے کلمات کے جوابات" میں آپ سے ان تمام باتوں کا جواب مانگا ہے۔

اس سے پہلے داخل خط میں آپ کو لکھ چکا ہوں کہ طائے دیوبند قدس سرہم پر آپ کے اعتراضات جنہیں آپ شعل بدل کر دہراتے ہیں کے جواب پر آپ کی تسلی کا سامان بھی بحمد اللہ تیار ہے۔ مگر جب تک آپ ہمارے ستر (۷۰)

﴿۳﴾

سوالات کے واضح جواب نہیں تھے ہم آپ کی کسی بات کے جواب کے پابند نہیں ان سوالات کے جوابات ہی آپ کے ان مناقشات کا جواب ہے۔ اس لیے جب تک آپ واضح جواب نہیں تھے ہمارا جواب مکمل اور آپ کا موقف احمور ہے اس لیے ہمارے ستر (۷۰) سوالات کو یوں لگانے کے بجائے جواب نہیں دے کر آپ کا سامان تسلی جو آپ کی لمانت ہے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

الحمد للہ اللہ فرج پر جا رہا ہے اس لیے راہگی سے پہلے آپ کا جواب مل گیا تو جواب لکھ دیا جائے گا اور سند ایسی پر انشاء اللہ ستر سوالات پر آپ کے واضح جواب کا انتظار ہوگا۔

والسلام

آپ کے مکمل جواب کا حکم

﴿۳﴾

۱۴۲۹ھ ۱۲۲۹

۲۰ نومبر ۲۰۰۸ء



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## چوتھی تحریر

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الامين ، أما بعد :  
حافظ ثار احمد الحسینی صاحب کے نام !

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کی تیسری تحریر ملی، جس میں آپ نے لکھا ہے:  
”احقر انشاء اللہ سفر حج پر جا رہا ہے اس لیے روانگی سے پہلے آپ کا جواب مل گیا تو جواب لکھ  
دیا جائے گا، ورنہ واپسی پر...“ (تحریر نمبر ۳ ص ۲)

عرض ہے کہ آپ نے ابھی تک کسی ایک بات کا جواب نہیں دیا تو حج کے بعد کیا  
جواب دے دیں گے؟ آل دیوبند کے غلط عقائد پر اہل حدیث (کثرہم اللہ) کے جو  
اعتراضات ہیں، اگر آپ کمرہ بند کر کے اندھیرا کر کے ہو ہو کے نعرے لگائیں تو بھی ان  
کے جوابات دے ہی نہیں سکتے۔ اس کا جواب آپ کہاں سے لائیں گے کہ دیوبندیوں کے  
نزدیک بندہ خدا ہو جاتا ہے، اس کی یہ دلیل ہے؟!

دیوبندیوں کے نزدیک عابد اور معبود میں فرق کرنا شرک ہے۔ دیکھئے شائم امدادیہ  
ص ۳۴، اس کا ثبوت و جواب کہاں سے لاؤ گے؟

دیوبندیوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ ہر اس شخص کی فریاد کو پہنچتے ہیں جو کثرت  
سے آپ پر درود بھیجے۔ دیکھئے تبلیغی نصاب (ص ۹۱) فضائل درود (ص ۱۱۳)

دیوبندیوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ مشکل کشا ہیں۔ دیکھئے کلیات امدادیہ (ص ۹۱)  
آپ نے لکھا ہے کہ ”آپ کبھی ہوش میں ہوتے ہیں اور کبھی ”مدہوش“ میں۔“ (ص ۱)

ایک پاگل تھا جو گلی کو چوں میں نعرے لگاتا تھا کہ لوگ پاگل ہیں۔ ظاہر ہے کہ اندھے  
کو اندھیرا ہی نظر آتا ہے لہذا ظاہر یہی ہوتا ہے کہ آپ اہل حدیث کی تحریریں پڑھ کر مدہوش  
ہو چکے ہیں ورنہ یہ کہنا ”مدہوش“ میں ”کیا ترکیب ہے؟!

آپ لوگ اپنے آپ کو ”حنفی“ باور کرانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لہذا عرض ہے کہ حنفیوں کی کتاب ”ہدایہ شریف“ میں لکھا ہوا ہے:

”ان ما يتخذ من الحنطة والشعير والعسل والذرة حلال ...“

گندم، جو، شہد اور مکی سے جو (شراب) بنائی جاتی ہے وہ حلال ہے۔ (آخرین ص ۴۶۶)

امام ابو حنیفہ سے یہ فتویٰ ثابت ہے یا نہیں لیکن ہدایہ کتاب کو ماننے والے بہر حال اس فتوے کے ذمہ دار ہیں۔ کیا خیال ہے آپ نے ان شرابوں میں سے کوئی استعمال تو نہیں کر لی؟ اگر نہیں کی تو پھر مدہوش کیوں ہو رہے ہیں؟

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے کہا تھا: ”اور میں اس قدر کہی ہوں کہ ہر وقت بولتا ہی رہتا ہوں“

(الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۳۸ نمبر ۱۵، ۲۷ شعبان ۱۳۵۰ھ)

اور کہا تھا: ”ہمارے محاورہ میں ہند ہند یوقوف کو کہتے ہیں اور میں بھی یوقوف ہی سا ہوں مثل ہند ہند کے“ (الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۲۶۶ ملفوظ نمبر ۴۰۰)

یہ چند حوالے آپ کو مدہوشی کا مفہوم سمجھانے کے لئے پیش کئے ہیں تاکہ یہ واضح ہو کہ کون مدہوش ہے اور کون باہوش!

آپ نے قرض کی بحث چھیڑی ہے، عرض ہے کہ ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ کا قرض آپ لوگوں پر باقی ہے اور رہے جدید سوالات تو ایک سوال کا جواب دیں اور اسی وقت اپنے سوال کا جواب وصول کر لیں، تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجے گی۔

آپ نے لکھا ہے کہ ”بدیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔“ (ص ۲)

یہ الفاظ لکھتے وقت آپ کو شرم بھی نہیں آئی، کیا ہمارے درمیان کوئی ایسا معاہدہ ہو چکا تھا کہ ایک دوسرے کی یا اپنی تحریریں بھی شائع نہیں کریں گے؟

آپ نے میرے جوابی مضمون اور تحریر کا کیا خاک جواب لکھا ہے جسے شائع کرنا ضروری تھا؟ کچھ تو غور کریں، ہم اگر عرض کریں تو شکایت ہوگی۔

ہم نے اس جوابی تحریر کو کئی وجہ سے شائع کیا ہے:

- ۱: عام لوگوں کے سامنے بھی دیوبندیوں کا اصلی چہرہ واضح ہو جائے۔  
 ۲: آپ لوگوں کی انگریز نوازی کے حوالے عام قارئین الحدیث کو معلوم ہو جائیں۔  
 ۳: لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ مختصر سے رسالے کے جواب سے پوری دیوبندیت عاجز ہے۔

۴: ظہور احمد الحسینی صاحب نے جو کتاب ”علمائے دیوبند... پر زیر علی زئی کے الزامات کے جوابات“ نامی لکھی ہے، اس کتاب کی حیثیت اور مردود ہونا ثابت کر دیا جائے۔ وغیر ذلک یاد رہے کہ ہر آنے والے مہینے کا الحدیث شمارہ، ہی ڈی کی صورت میں اس سے پہلے مہینے کی دس تاریخ تک پریس بھیج دیا جاتا ہے اور بیس تاریخ تک چھپ جاتا ہے اور عام طور پر پچیس تاریخ تک بھیج دیا جاتا ہے تاکہ اس مہینے کی کلم کے قریب تک یہ رسالہ قارئین تک پہنچ جائے اور ہم پر اللہ تعالیٰ کا بیحد فضل و کرم ہے کہ ابھی تک ایک شمارہ بھی تاخیر سے شائع نہیں ہوا۔ والحمد للہ

بددیانت تو وہ لوگ ہیں جو اپنے جھوٹا ہونے یا جھوٹ بولنے کا خود اعتراف کرتے ہیں۔ حافظ ظہور احمد الحسینی دیوبندی کی بددیانتیوں میں سے دو مثالیں پیش خدمت ہیں:  
 ۱: ظہور احمد صاحب نے لکھا ہے کہ ”اور تراویح کی کم از کم تعداد بیس رکعات مسنون ہے۔ اس پر خیر القرون سے لے کر تقریباً تیرہویں صدی کے آخر تک تمام عالم اسلام کا اتفاق رہا ہے۔“ (رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ ص ۳)

عرض ہے کہ ۸۵۵ھ میں فوت ہونے والے عینی خفی نے لکھا ہے: ”وقد اختلف العلماء فی العدد المستحب فی قیام رمضان علی اقوال كثيرة فقیل...“  
 اور قیام رمضان کی مستحب تعداد میں علماء نے کئی اقوال پر اختلاف کیا ہے، پس کہا گیا ہے کہ...

(عمدة القاری ج ۱ ص ۱۲۶، کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان)

صرف اس ایک حوالے سے ہی ثابت ہو گیا کہ ظہور احمد صاحب نے کتنی بڑی بددیانتی

کا ارتکاب کیا ہے اور اختلافی مسئلے کو اتفاقی بنا دیا ہے!!

۲: ظہور احمد صاحب نے لکھا ہے: ”چنانچہ سب سے پہلے ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں ہندوستان کے مشہور شہر اکبر آباد میں ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ تراویح صرف آٹھ رکعات ہیں تو...“ (رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ ص ۳، حرف اولیں کا پہلا صفحہ)

عرض ہے کہ ۱۲۸۴ھ کے دور سے بہت پہلے یعنی حنفی (متوفی ۸۵۵ھ) نے تراویح کے بارے میں لکھا ہے: ”وقیل احدی عشرۃ رکعۃ وهو اختیار مالک لنفسه واختاره أبو بکر العربی“ اور کہا گیا ہے کہ گیارہ رکعتیں ہیں اور (امام) مالک کا اپنے لئے یہی اختیار ہے اور ابو بکر العربی نے اسے اختیار کیا۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۲۷)

یاد رہے کہ اس قول کو عینی نے تمام بحث کے آخر میں ذکر کیا اور کوئی رد نہیں کیا لہذا یہ آپ لوگوں کے اصول کے مطابق عینی کی طرف سے اس قول کی تائید ہے۔

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

”جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔“ (تفریح النوا طبع سوم ص ۲۹)

سرفراز صاحب نے مزید کہا:

”کیونکہ اصول تصنیف کے پیش نظر جب کوئی شخص اپنے کسی بیان کی تائید میں کسی دوسرے کی عبارت نقل کرتا ہے اور اس کے کسی جزء سے اختلاف نہیں کرتا تو اس کا لازماً یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے ساتھ وہ کامل اتفاق رکھتا ہے۔“ (راہ ہدایت طبع ششم ص ۱۳۸)

ظہور احمد صاحب نے عینی حنفی پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

”علامہ عینیؒ نے جو تین اقوال بیس رکعات سے کم کے نقل کئے ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔“ (رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ ص ۱۵۳)

عرض ہے کہ آپ کے نزدیک کوئی اصل نہیں ہے لیکن عینی حنفی کے نزدیک تو ضرور اصل تھی ورنہ انھوں نے بغیر انکار کے بطور جزم انھیں کیوں نقل کیا تھا؟ معلوم ہوا کہ عینی کے نزدیک یہ بات صحیح تھی کہ بعض لوگ گیارہ رکعات تراویح کے قائل تھے لہذا عینی کے نزدیک

ظہور احمد صاحب اس بات میں جھوٹے ہیں کہ ”سب سے پہلے... یہ فتویٰ دیا کہ!“  
آپ نے لکھا ہے: ”تو ہمارا جواب بھی اس کے ساتھ شائع کرتے مگر...“ (ص ۲)

عرض ہے کہ آپ کا جواب صرف ۶۷ سوالات کے جوابات کے مطالبہ پر مشتمل ہے اور میری مختصر سی کتاب ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ کا کوئی جواب نہیں لہذا اس مطالبہ جواب سوالنامے کے شائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر آپ ہمارے سوالات کے بھی جوابات لکھیں تو پھر دونوں طرف کی تحریریں شائع ہو سکتی ہیں اور یاد رکھیں کہ ہو سکتا ہے جب ضرورت ہوئی تو فریقین کی تحریریں شائع بھی ہو جائیں گی۔ ان شاء اللہ

آپ نے لکھا ہے: ”ان تمام باتوں کا جواب مانگا ہے۔“ (ص ۲)

عرض ہے کہ پہلے آپ جواب دیں تو جواب وصول کریں۔

آپ نے لکھا ہے: ”ہم آپ کی کسی بات کے جواب کے پابند نہیں“ (ص ۳)

عرض ہے کہ اگر آپ پابند نہیں تو دوسروں کو کس طرح پابند کر سکتے ہیں؟

آپ ایک سوال کا جواب بمطابق سوال بھیجیں تو ہماری طرف بھی بمطابق سوال

جواب مل جائے گا۔ ان شاء اللہ

فی الحال یہ بتادیں کہ کہ آپ لوگوں کے نزدیک ”بندہ خدا ہو جاتا ہے“ عقیدے کی دلیل کیا ہے؟ اس سلسلے میں آپ اپنے اُس ”صوفی پیر“ سے بھی پوچھ لیں جس کی بیعت کر رکھی ہے۔ آپ میرے سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجیں تاکہ بات آگے چل سکے۔

وما علینا إلا البلاغ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۳۱/ نومبر ۲۰۰۸ء)

## نثار کی چوتھی تحریر



نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم آمین

جناب مافتہ عزیر علی زلی صاحب حفظك الله تعالیٰ

سلامتون!

۱۱ جنوری ۲۰۰۹ء کو آپ کا خط ملا سولانا مافتہ عزیر صاحب رحمہ اللہ کے خط کی کتاب "خانے دا بوند قدس سرہم پر زہیر علی زلی کے کلمات کے جوابات" پر یہ آپ کی چوتھی تحریر ہے۔ اس سے پہلے آپ کے تینوں خطوط کا جواب حق ار سال کر چکا ہے۔

یہ چوتھا خط آپ کی طرف سے ہے تو آپ کی تصریح کے مطابق جلی ہے کہ اس پر نہ آپ کے بھی دستخط ہیں اور نہ نمبر ہے۔ اس سے پہلے آپ کا دوسرا خط اسی طرح جلی تھا جب کہ سر سے خط پر آپ کے بھی دستخط اور نمبر موجود تھی۔ اس لیے آخر کا یہ چوتھا خط پڑھنے وقت اگر آپ ہوش میں ہیں تو یاد کیا کہ اگر آپ کے پہلے کی طرح "مدعوش" لکھا ہیں تو آپ کو ہوش میں لانے کی ترکیب آپ کے حواری ہی جانتے ہوں گے۔

آپ کے اس خط سے معلوم ہوا کہ غیر متعلقین کی تحریر میں بے ہوش کر دینے والی شیعہ مہاذبی ہے۔ اس لئے آپ نے اکابر اہل حدیث غیر متعلقین کی تحریرات کے مطالعہ سے اکثر ہوش میں نہیں۔ بے مدعوشی ہی میں تحقیق و تفتیش کے فرائض سر انجام دیتے ہیں بار بار آپ کو جو رس، گنگ اور خطیلہ کتا پڑھتی ہے۔

اس چوتھی تحریر میں بھی آپ نے سب سائن احقر کے سفر (۷۰) سوالات کے جوابات سے پہلے ہی اختیار کی ہے اور اگر اہل اہل السنۃ والجماعہ مطالعے و پابند قدس سرہم پر اختیار کرتے ہوئے اپنی اہمیت کا شکوکہ نہ کیا ہے۔ آپ اپنے برخاستہ کا یہ مطالعہ و پابند قدس سرہم پر چند اعتراضات سے اس خط و کتابت کا عنوان تبدیل کرنا چاہتے ہیں؟ آپ کا پہلا سفر (۷۰) سوالات کے بجائے عنوان کو الجھا دیں۔

مطالعہ دا بوند قدس سرہم الحمد للہ ہمارے اس کا کام ہیں۔ اس کا دفاع ہمارے لئے سعادت ہے۔ ہم آپ کی طرح اپنے اکابر اور اساتذہ کے دفاع سے ہمارے دامن نہیں۔ جب آپ بڑھتی ہیں تو آپ اپنے اکابر کو یاد کرتے ہوئے فوراً انہیں مرد و افراد سے کہتے ہیں جیسا کہ آپ کے پہلے خط میں اس کی صراحت ہے اور آخر سفر سوالات میں آپ سے پوچھ چکا ہے کہ سولانا مافتہ عزیر صاحب رحمہ اللہ کو بوند قدس سرہم نے آپ کو کیسی (۵۰) سال حدیث غیر متعلقین کے فوائد پیش کیے ہیں جن میں کوئی آپ کے اہل مرد و بوند کوں قبول؟

مگر جیسے دوسرے سوالات کے جواب میں آپ کو کتاب منکھا ہوا ہے۔ یہ سوال بھی آپ کو مدعوش کیے ہوئے ہے۔

اس چوتھی تحریر میں آپ نے لکھا ہے:

عرض ہے کہ "بدعتی کے پیچھے ناز کا حکم" کا قریض آپ لوگوں پر پائی جاوے جو یہ سوالات تو ایک سوال کا جواب ہیں اور اسی وقت اپنے سوال کا

جواب وصول کر لیں، تاہل ایک آٹھ سے نہیں بچے گی۔ م۔ عرض ہے پہلے آپ جواب دیں تو جواب وصول کریں۔ م۔

مترجمہ انگریز نواری اور انگریزی ایک مطالعہ میں نمایاں کیا آپ کو ہمارا کہ: ہمارا کام نمایاں کیا ہے۔ ہم تو آپ سے آپ کی گردان پر بار بار اپنے سفر سوالات کے جواب پوچھ رہے ہیں۔ آپ کا یہ لکھا کہ "بدعتی کے پیچھے ناز کا حکم" کا قریض آپ لوگوں پر پائی ہے۔ ہمارے سفر سوالات اس پر پائی کے لئے ہیں کہ آپ کا جواب سولانا مافتہ عزیر صاحب رحمہ اللہ کے خط نے لکھا ہے کہ اگر آپ کو یہ جواب تسلیم نہیں اور تسلیم کرنا ہمارا منصب بھی نہیں ہے۔ ہم امت اسلامیہ کے اقتدار میں سے تو آپ ہمارے سفر سوالات کے مطابق جواب لکھیں۔ جب آپ نے سفر سوالات کے مطابق جوابات لکھ دینے کی ہمت کر لی جو کہ انتشاء افغان کن نظر آ رہی ہے تو انتشاء اللہ آپ کو قریض جلی بھی ہو جائے گی۔

آپ کی کتاب "بدعتی کے پیچھے ناز کا حکم" کا جواب حضور سے متعلق ہو کر آپ کی خدمت میں ارسال ہو چکا ہے اور آخر کے مرتبہ سفر سوالات اسی جواب کی کتاب کا حصہ ہیں جو کہ کسی سے لے گئے ہیں۔ اس لیے اس کی ضرورت پڑھائی نہ جائے کہ اگر آپ کو اپنی کتاب کا جواب تسلیم نہیں تو اس سفر سوالات جواب آپ کی کتاب کے جواب کا



حصہ ہیں، اگر جواب نہیں بھرم سے کوئی سوال کریں۔

ہمارے سوالات کے جواب سے آپ کی پہچان اور ہمارا مسلسل اصرار اسی کی غرضی کر رہا ہے کہ ”مغلی زلی غبارہ“ ہوا چھوڑ چکا ہے۔  
تقریباً اعلیٰ دین بندگان سرور پر ہمارا اعتراض اور یہ سوچا جا رہا ہے کہ اس تناقض کا پتہ کس اصل متن سے فرار کے بجائے ہمارے غرض سوالات کے مطابق سوال جواب کیسے اور اپنے کارکن پر پناہ ملی پندراوا فتح کیجئے۔

آپ نے ہمارا ”اللہ بیٹے“ میں اپنا خط شائع کر دیا اور ہمارے جواب کا کوئی نہ کر دیا کیسے نہیں کیا اور اپنی اس بددیوانی کو تحقیق قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ  
اس مقابلہ جواب سوال نامے کے شائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں ۵

اس کے بعد ہمارا ”اللہ بیٹے“ کے شکرہ ۵۶ ص ۳۸ پر آپ لکھا۔

یاد رہے کہ اہم احوال عرف نے اہل دین کے سوالات کے جوابات مع جوابی سوالات لکھے تھے جن کا جواب آج تک نہیں آیا اور دین کو سناں ہو کر  
کیا ہے اور بریلوں کے بارے میں معلوم نہیں ابھی کچھ سوچیں گی۔ واللہ اعلم

مالا نکلا آپ کے خط کے جواب میں سفر سوالات پر مشتمل اعتراض کا خط ۱۵ ایشوال ۱۴۲۹ھ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء آپ دو مہینوں ہو چکا ہے۔ اس لیے اگر یہ اشارہ حاضر  
کے ساتھ آپ کی اس خط و کتابت کی طرف ہے تو آپ نے اللہ بیٹے شمار نمبر ۵۴ میں اعتراض کے خط کا تذکرہ نہ کر کے بددیوانی کا مظاہرہ کیا ہے اور اللہ بیٹے شمار نمبر ۵۶ ص ۳۸  
میں جواب سند سے کام لیا کر کے صحت بولا ہے۔

مولانا حافظ محمود احمد الحسنی مدظلہ کی کتاب ”توحید و توحید کا تحقیق پر نرہ“ دو سال سے زائد عرصہ سے مطبوعہ ہو گا لیکن علم سے فراخ حسین رسول کریم کی ہے۔

آپ نے دو سال میں اس کتاب پر اعتراض کیا ہے اور اس خط میں اعتراض کیا ہے جو آپ کے خبر تحقیق کا تم ہے۔

انشاء اللہ کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں آپ نے اپنی پہلی پندار کی قیاسی مل رہی ہے اس لیے گزارش ہے کہ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کے پاس کوئی اور  
اعتراضات ہیں بھیج دیجئے تاکہ اور ایڈیشن آپ کو مزید قیاسی کر دے۔

آخر میں مکرر گزارش ہے کہ ہر خط میں نا بھٹ کھٹے کے بجائے ہمارے سفر سوالات کے متعلق سوال جواب دیجئے۔ پھر آپ نے ملانے کو جو بندہ اس

سرور پر جتنے اعتراضات کیے ہیں یا آپ نے ان پر کیا جوابات کے خلاف اپنی عاقبت انہی سے جواب لکھا کیا ہے۔ سب کا جواب انشاء اللہ ہمارے ہی ہے  
ہیں اور آپ کی حریف قیاسی کا سامان انشاء اللہ آپ کی خدمت میں ارسال ہو گی کر دیں گے۔

والسلام

محمد رفیع

۲۳/۱۲/۲۰۰۹ء

۲۱/جنوری/۲۰۰۹ء

بِسمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## پانچویں تحریر

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :  
حافظ ثار احمد الحسینی کے نام !  
بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کی چوتھی تحریر آج ملی اور جواب پیش خدمت ہے :  
(۱) آپ نے لکھا ہے :

” اس سے پہلے آپ کے تینوں خطوط کا جواب احقر ارسال کر چکا ہے۔“  
عرض ہے کہ آپ کی تحریرات مذکورہ میں جواب نام کی کوئی چیز نہیں ہے مثلاً آپ کے  
سید الطائفہ حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے ایک بندے کے بارے میں لکھا ہے :  
” اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے ...“  
دیکھئے کلیات امدادیہ (ص ۳۵، ۳۶) بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۱۴) اور آپ کے نام  
پہلی تحریر : آل دیوبند اور وحدت الوجود (ماہنامہ الحدیث حضور : ص ۵۳) (ص ۲۷)  
اس کا جواب آپ نے کہاں لکھا ہے ؟ حوالہ پیش کریں !

(۲) آپ نے لکھا ہے :

”... تو آپ کی تصریح کے مطابق جعلی ہے کہ اس پر نہ آپ کے قلمی دستخط ہیں اور نہ مہر ہے۔“  
عرض ہے کہ پاکستان سے آپ کی طویل غیر حاضری کے بعد تشریف آوری پر آپ کو  
پہلے سے لکھا ہوا جواب بھیجا گیا ہے جس پر دستخط سہواریہ گئے ہیں۔ ویسے آپ کو یہ یقین تھا کہ  
یہ جوابی خط میرا ہی لکھا ہوا ہے ورنہ آپ پہلے تحقیق کرتے اور بعد میں جواب دیتے۔  
باہمی خط کتابت میں سہواریہ دستخط رہ جانے کی وجہ سے آپ نے ہوش، مدہوش اور بے ہوش  
کے الفاظ استعمال کر کے اہل حدیث کے خلاف اپنے باطنی بغض کا اظہار کیا ہے حالانکہ



تحریر و بیان میں سہو و خطا سے کوئی انسان محفوظ نہیں ہے مثلاً آپ نے اپنی تحریر نمبر ۲ (نوشتہ ۷/ نومبر ۲۰۰۸ء) میں میری ایک عبارت نقل کی ہے مگر میری تحریر ”سوال و جواب“ کو ”سوالوں جواب“ لکھ دیا تھا۔ دیکھئے تیسری تحریر (نوشتہ ۱۸/ نومبر ۲۰۰۸ء ص ۱)

کیا اس سہو و خطا کے وقت آپ مدہوش تھے یا بے ہوش تھے؟ کچھ تو بتائیں! دوسری مثال: باطل دیوبندیوں کے رسالے ”قافلہ حق“ میں الیاس گھمن دیوبندی کے چہیتے محمد محمود عالم صفدر ادا کاڑی کی تحریر میں شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کو ”عبداللہ بن الباز“ لکھا گیا ہے۔ دیکھئے جلد ۲ ص ۴۷

کیا یہ تحریر لکھتے یا شائع کرتے وقت گھمن دیوبندی اور ادا کاڑی مدہوش تھے یا بے ہوش؟ تیسری مثال: محمد تقی عثمانی دیوبندی کی کتاب ”حجۃ حدیث“ میں ایک آیت کے حوالے میں ”وَاتَّبِعُوهُ“ لکھا ہوا ہے۔ (ص ۲۳)

حالانکہ قرآن مجید میں آیت مذکورہ کو باء کی زیر کے ساتھ ”وَاتَّبِعُوهُ“ لکھا ہوا ہے۔ دیکھئے سورۃ الاعراف (آیت نمبر ۱۵۸)

اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ تقی عثمانی اُس وقت مدہوش یا بے ہوش تھے، جب اُن کی کتاب میں آیت مذکورہ باء کی زیر کے ساتھ چھپ رہی تھی، تو کیا آپ ایسے شخص سے اتفاق کریں گے؟!

چوتھی مثال: حافظ ظہور احمد الحسینی (حیاتی دیوبندی) نے ”چہل حدیث مسائل نماز“ نامی ایک کتابچہ لکھا ہے جسے انھوں نے ”کتابت کی اغلاط کی تصحیح کیساتھ پیش خدمت“ کیا ہے۔ دیکھئے ص ۸، اس کتابچے کے صفحہ ۹ پر (سیدنا) حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ہے۔ ذال کے بجائے زاء کے ساتھ!!

کیا خیال ہے؟ ظہور احمد نے جب اغلاط کی تصحیح کے ساتھ یہ کتاب شائع کی تو وہ مدہوش تھے یا بے ہوش؟ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں!!

سہو و خطا پر مدہوشی اور بے ہوشی کے فتوے لگانا انتہائی مذموم حرکت ہے جس کے آپ

بھی مرتکب ہیں۔ کچھ تو غور کریں!

۳) اہل حدیث کو غیر مقلدین کہہ کر مطعون کرنا آپ لوگوں کا خاص ہتھیار ہے حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اشرف علی تھانوی نے امام ابو حنیفہ کو غیر مقلد قرار دیا ہے۔

۴) شعبہ بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسروں پر شعبہ بازی کا فتویٰ صادر کرنا بہت عجیب ہے! کچھ تو آخرت کا خوف کریں۔

۵) رجوع، تصحیح اور تغلیط کے سلسلے میں عرض ہے کہ حق کی طرف رجوع اور تصحیح تو اہل ایمان کا خاص شعار ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضور: ۵۴ کا پہلا اندرونی صفحہ (قبل از صفحہ ۱)

۶) آپ نے دیوبندی اکابر کو ”اہل السنۃ والجماعت“ لکھا ہے، حالانکہ یہ آپ کا نرا دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہیں لہذا کتاب وسنت کے خلاف دیوبندی اکابر کی عبارات پر تنقید کرنا عاقبت نااندیشی نہیں بلکہ اہل بدعت پر رد کرنا تو ایمان کا مسئلہ ہے۔

فائدہ: اہل سنت کا بنیادی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو تمام مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے جبکہ اشرف علی تھانوی نے کہا:

”... اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ اکبرؒ کا کشف جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے کشف سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ انہوں نے جس امر کے وقوع کی اطلاع

دی ہے مع سن و سال اطلاع دی ہے۔“ (تقریر ترمذی ص ۶۱۶، سورۃ الکہف)

جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ابن عربی صوفی کا کشف نبی ﷺ کے کشف سے بڑھا

ہوا تھا، وہ کس طرح اہل سنت ہو سکتے ہیں؟

۷) آپ نے لکھا ہے: ”ہم... بھاگنے والے نہیں“

عرض ہے کہ ابھی تک تو آپ جو بات سے بھاگے ہوئے ہیں۔

۸) آپ نے لکھا ہے: ”جب آپ پر بنتی ہے تو آپ اپنے اکابر کو قلم زد کرتے ہوئے فوراً

انہیں مردود قرار دے دیتے ہیں جیسا کہ...”

عرض ہے کہ یہ آپ کا بہتان ہے۔ جب آپ جیسے لوگ اہل حدیث کے خلاف وحید

الزمان وغیرہ کے حوالے پیش کرتے ہیں تو ہم آپ کو بتاتے ہیں: یہ ہمارے اکابر نہیں لہذا ہم ان کی تحریرات سے بری ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرد: ۲۶ ص ۵۷  
بے چارے دیوبندیوں کے پاس اہل حدیث کے خلاف کچھ ہے ہی نہیں لہذا وہ وحید الزمان وغیرہ کو ہمارے کھاتے میں ڈال کر شور مچانا شروع کر دیتے ہیں۔

حالانکہ شبیر عثمانی دیوبندی کو وحید الزمان کا ترجمہ پسند تھا۔ پسند اپنی اپنی خیال اپنا اپنا!!  
آپ وہ حوالہ پیش کریں جس میں ہم نے اُس شخص کو اپنے اکابر میں سے قرار دیا ہے، جس کے بارے میں پہلے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ اکابر میں سے نہیں ہے۔!  
۹) آپ نے لکھا ہے: ”پچاس.... حوالے.... مردود ہے اور کون مقبول؟“  
عرض ہے کہ ماہنامہ الحدیث عدد نمبر ۵۴ دوبارہ پڑھ لیں۔!  
۱۰) آپ نے لکھا ہے: ”سانپ سوگنھا ہوا ہے۔“

عرض ہے کہ راقم الحروف نے آل دیوبند کے سوالات کے جوابات مع جوابی سوالات لکھے تھے۔ (دیکھئے الحدیث حضرد: ۳۳ ص ۵۴۲ نوشتہ ۱۳۲۶ھ اور ۱۳۲۷ھ)  
تنبیہ: یہ مضمون سہو افضل اکبر کاشمیری صاحب کے نام سے چھپ گیا تھا۔  
نیز دیکھئے میری کتاب ”تحقیق مقالات“ (ج ۱ ص ۱۸۹ تا ۱۹۹)

اگر ان سوالات کے جوابات آپ یا آپ کے کسی چہیتے نے لکھے ہیں تو انھیں پیش کیوں نہیں کرتے؟ سانپ کیوں سوگنھا گیا ہے؟  
۱۱) آپ نے لکھا ہے: ”انگریز نوازی اور انگریزی نمک حلالی میں تالیاں بجانا۔“  
عرض ہے کہ ”آل دیوبند اور وحدت الوجود“ دوبارہ پڑھ لیں۔

دیکھئے الحدیث: ۵۴ ص ۳۱ تا ۳۶

یہ تو بتائیں کہ کن لوگوں کے نزدیک خضر علیہ السلام انگریزی فوج میں موجود تھے؟  
کس نے کہا تھا کہ انگریزوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے؟  
انگریز ”سرکار“ کے دلی خیر خواہ کون تھے؟

انگریز کے پٹھو دوسروں پر انگریز نوازی کا الزام لگا کر تالیاں اور بغلیں کیوں بجا رہے ہیں؟

خود ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں

ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

یاد رہے کہ تالیاں بجانا اور بغلیں بجانا دو محاورے ہیں جنہیں سیاق و سباق سے سمجھنا

آسان ہے۔

(۱۲) آپ نے لکھا ہے: ”ہمارے ستر سوالات“

عرض ہے کہ آپ کے کل سوالات  $۶۷ = ۵۱ + ۱۶$  تھے، جن کے مقابلے میں آپ کی

خدمت میں ۶۷ سوالات پہنچ چکے ہیں۔ ایک ایک کر کے آپ سوال کریں اور جواب وصول

کریں اور اسی وقت ہمارے سوال کا جواب دیں تاکہ پھر دیگر سوالات کا بالترتیب دور چلے۔

آپ کے ۶۷ سوالات میں سے پہلے تین سوالات کے جوابات لکھ کر کمپوز کر دیئے ہیں۔

آپ ہمارے تین سوالات کے جوابات بھیجیں اور اپنے سوالات کے جوابات وصول کریں۔

۶۷ کو ستر سوالات بنا دینا آپ کی مدہوشی ہے یا بے ہوشی؟ واللہ اعلم

(۱۳) آپ نے لکھا ہے: ”آپ کا جواب... نے لکھ دیا ہے۔“

عرض ہے کہ یہ بات خلافِ حقیقت یعنی جھوٹ ہے۔ اہلِ حدیث کا جواب وہ لوگ

کس طرح دے سکتے ہیں جو انگریز سرکار کے دلی خیر خواہ تھے اور جنہوں نے اندرا گاندھی کو

اپنے خصوصی سٹیج پر بٹھایا تھا؟!

(۱۴) آپ نے لکھا ہے: ”... کا جواب لکھیں پھر ہم سے کوئی سوال کریں۔“

عرض ہے کہ ایک سوال آپ لکھیں اور اس کا جواب وصول کریں، اُسی وقت ہمارا

سوال وصول کریں اور اُس کا جواب بھیجیں، اس کے علاوہ آپ کے لئے کوئی دوسرا راستہ

نہیں ہے سوائے ہمارے ماننے یا بھاگنے کے؟

ہمارے سوالات کے جوابات سے راہِ فرار اختیار کرنا اور اپنے سوالات کے جوابات

پر اصرار کی رٹ لگانا اس کی دلیل ہے کہ آپ کا غبارہ اُڑنے سے پہلے ہی زمین پر ”پھس“

ہو چکا ہے۔

(۱۵) آپ نے لکھا ہے: ”اور اپنی اس بدیانتی کو تحقیق قرار دیتے ہوئے...“  
عرض ہے کہ اندھے کو اندھیرا ہی نظر آتا ہے لہذا آپ اپنی اور ظہور احمد کی بددیانتوں پر  
غور و فکر کریں!

(۱۶) آپ نے لکھا ہے کہ ”اس لیے اگر یہ اشارہ احقر کے ساتھ آپ کی اس خط و کتابت  
کی طرف ہے تو..... بددیانتی..... جھوٹ بولا ہے۔“  
عرض ہے کہ یہ اشارہ ماہنامہ الحدیث حضور عدد ۳۴ کے مضمون کی طرف ہے۔  
دیکھئے یہی تحریر فقرہ نمبر ۱۰

معلوم ہوا کہ آپ نے میرے بارے میں سوئے ظن رکھتے ہوئے بددیانتی کی ہے اور  
جھوٹ بھی بولا ہے۔

ایک لطیفہ: ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک ہندو نے گائے کے بچھڑے کا گوشت کھالیا تھا  
اور بعد میں جو بھی اسے ملتا تو وہ کہتا: آپ بچھڑا بچھڑا (وچھہ وچھہ) کیوں کہہ رہے ہیں؟  
لوگ سمجھ گئے کہ اس نے بچھڑے کا گوشت کھالیا ہے۔

(۱۷) آپ نے لکھا ہے: ”اہل علم سے خراج تحسین وصول کر چکی ہے۔“  
عرض ہے کہ وہ کون سے اہل علم ہیں؟ ذرا اُن کے نام تو بتائیں؟ اگر وہ دیوبندی  
فرقے سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ کو علم ہوگا کہ مقلد عالم نہیں بلکہ جاہل ہوتا ہے۔  
لہذا جاہل کو اہل علم میں شمار کرنا علم کی توہین ہے!

(۱۸) آپ نے لکھا ہے: ”ہر خط میں نیا بحث کھولنے کے بجائے ہمارے ستر سوالات  
کے مطابق سوال و جواب دیجئے۔“

عرض ہے کہ ایک سوال کا جواب دیں اور ایک سوال کا جواب وصول کریں۔ اگر آپ  
نے میری سابقہ تحریروں کو غور سے نہیں پڑھا تو دوبارہ پڑھ لیں، ضد اچھی چیز نہیں ہے!  
ہم نے کوئی نیا بحث نہیں کھولا بلکہ کتاب ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ کو مد نظر رکھتے

ہوئے دوبارہ عرض ہے کہ آپ لوگوں سے ہمارا اختلاف ایمان اور عقائد میں ہے لہذا عقائد پر گفتگو سے نہ بھاگیں۔

(۱۹) آپ نے لکھا ہے: ”سب کا جواب انشاء اللہ ہم دے بھی چکے ہیں۔“ عرض ہے کہ آپ کی یہ بات کالا جھوٹ ہے۔

(۲۰) آپ نے میری سابقہ تحریرات کے مکمل جوابات نہیں لکھے، کیا وجہ ہے؟ ہمارے سوالات میں سے تین سوالات دوبارہ پیش خدمت ہیں:

(۱) حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے لکھا ہے:

”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ (کلیات امدادیہ ص ۳۶)

یہ کہنا کہ بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے، قرآن مجید کی کس آیت میں لکھا ہوا ہے؟  
(۲) دیوبندیوں کے پیر کا یہ کہنا کہ ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

(۳) یہ کہنا کہ ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ کیا امام ابو حنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہے؟ مستند حوالہ پیش کریں۔

ان تین سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجیں اور اپنے تین سوالات کے جوابات وصول کریں جو ہمارے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں۔

وما علینا إلا البلاغ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۳۱/جنوری ۲۰۰۹ء)

## نثار کی پانچویں تحریر



بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ آمین

جناب جاننا کہ زہری نے اسی صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

سلام مستون!

پانچویں تحریر کے عنوان سے آپ کا خط ملا۔ شکر ہے

پہلے چار خطوں کی طرح اس خط میں بھی اس خط و کتابت کے اصل عنوان و احقر کے سز سزالات کے جوابات کے بجائے آپ نے اپنی مہارت و دل کے مطابق طائے دیوبند مقدس مسعود پر اپنے اعتراضات کو دہرایا ہے۔ میں آپ کے اس سات صفحات کے خط میں تلاش بسیار کے باوجود اپنے سزالات کے جوابات کا بھی نام و نشان نہیں ملا اور شاید آپ اس کا ارادہ بھی نہیں رکھتے۔ البتہ ایک نئی دریافت یہ ہوئی ہے کہ آپ کتابت (کلمانی) کے اخطا کو کبھی بیان کا کام نہ دیکھا ہے صاحب تحریر کا موقف تو انہیں دیتے بلکہ انسانی فطرتی قرار دیتے ہوئے معافی کے دروازہ ہیں اور انہی فطرتی کو صاحب کتابت کا موقف قرار دیتے تو آپ مذہب میں بھی قرار دیتے ہیں۔

احقر آپ کے دو خطوں کو آپ کے فطرتی دھند اور عورت ہونے پر ان کا جعلی ہونا آپ کو یاد دلایا چاہے اس پر آپ کو فتنہ کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ نے اپنی کتابوں میں اور اللہ بیٹ نمبر ۲۵۵ میں خود ہی یہ اعلان شائع کر دیا تھا ہے کہ:   
 راقم الحروف کی صرف وہی کتاب مستمر ہے جس کے آخر میں میرے دھند دھریں یا اسے کتبہ اللہ بیٹ   
 حشر کا کتبہ اسلام ہے۔ فیصل آباد لاہور سے شائع کیا گیا ہے۔ ہائی کسی کتاب کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔

آپ کے خط کو احقر کا جعلی لکھنا تو قطعاً اطلاع ہے ورنہ شائع ہو جانے پر تو آپ نے خود قرار دیا ہوا ہے۔ حریص اطلاع کے لیے عرض خدمت ہے کہ کتبہ دار اسلام اور غیرہ سے چھپنے والی آپ کی کتابیں اور اللہ بیٹ میں آپ کے مضامین و تحقیقات اور خود ہر ملہ کا لکھ بیٹ بھی آپ کے فطرتی دھندوں اور میرے بغیر اپنے نام سے شائع شدہ ہر تحریر کو جعلی قرار دے کر اس کی تحصیل شائع کر دیں یا شائع کریں اور یا پھر فطرتی دھندوں اور میرے بغیر اپنے نام سے شائع شدہ ہر تحریر کو جعلی قرار دے کر اس کی تحصیل شائع کر دیں یا شائع کریں اور میرے بجائے سیاسی سے اصل نشان و مکرر ثابت کرنے کا اعلان کر دیں کہ نمبر ہندو خط کو آپ کے دوسرے معافی بھی لکھتے ہیں اور یا پھر آپ کا ارادہ اپنی قربانت سے مل جانے یا زبردستی کا ہے اس لیے یہ تحریر آپ کے فطرتی دھندوں اور عورت ہونے سے متعلق ہیں تاکہ ان کو جعلی کہنے میں آپ کے لیے آسانی ہے۔ ہر حال میں آپ کو غیر کلمات ہی دکھائی



ہیں جامعہ رب تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

آپ کو ایک شب کبھی کی دہریہ نفا سے اکوڑہ ہونے کے باوجود ضروری معاشرت کی شفقت ملی، پھر ایرانی امام مکی کے قد آور پسر کے زہر مایہ بڑا زہی اوسا ہے زہم میں دینی خدمت کی توفیق فیض ہوئی اور انہی مہینوں کے طوہس میں اللہ دلتہ وارنٹ اکبر کا سرہ کے وسیلے سے آپ نے ال حدیث کی دلیز پر قدم رکھا اور پچھتے ہی دیکھتے آپ استاد کو چپے بچھتے ہوئے حدیث کی تحقیق میں اپنا آگے لگے کاب آپ کو پادری نہیں رہتا کہ ایک حدیث کو بھی ضعیف کہتے ہیں اور مکی صحیح مایہ مادی کی کو بھی کچھ کہتے ہیں اور مکی ضعیف۔

اس تحقیق انہی کا ایک نمونہ حدیث نمبر ۵۴۴ میں آپ کا وضاحتی مضمون بعنوان ”سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کے بارہ میں وضاحتیں“ موجود ہے اس لیے ہم جیسے کردار آپ کو ان چھٹی چھٹی باتوں کی طرف توجہ دلائیں اور آپ کا اپنا حکم ”جعلی دکھائیں تو غصہ نہ کیا کریں۔“

آپ کے اس خط سے اٹھارہ ہوتا ہے کہ آپ پہلی طرح ہوش میں نہیں اور سوہلیان کی اس بنیادی میں جلتا ہیں جسے ہم بے ہوشی سے تعبیر کر رہے ہیں کہ آپ نے اپنے دھکڑ نہ کرنے اور ہر رنگ نے پھلائے دینے مقدس سرورہم کی کتابت کے افلاطون کی مثل میں پیش کر کے دھکڑ نہ کرنے اور ہر رنگ نے کتابت کے ان افلاطون پر قیاس کرتے ہوئے قیاس کی ایک نئی صورت پیش کر کے اپنے علم و تحقیق کی جید کوئی کی ہے۔

آپ کی کہ ہوشی کا یہ معاملہ نقل و دھکڑ اور ضرب تھا آپ نے اپنے خط میں حدیث نمبر ۳۳۳ میں فصل اکبر کا شیری کے نام سے چھپنے والے مضمون ”الحقیدے سوالات“ کو اپنا مضمون قرار دیا اور اسے سو ذرہ قرار دیا حالانکہ حدیث نمبر ۳۳۳ میں آپ کے اس مضمون پر نہ صرف فصل اکبر کا شیری لکھا ہے بلکہ ہر صحت مطابقت میں مکی فصل اکبر کا شیری ہی لکھا ہے اب یہ سو ہے یا اتمام ہو ہے اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں مگر آپ کے قارئین کو آپ کے اخراج اس کا انتظار رہے گا کہ سوہلیان کی اس مبردار میں کل ذرہ مساویں کے نام سے چھپنے والی تحریروں میں کس کا حساب آپ سے ہوا اور کسے کئی دوسرے تحقیق کے کما تہ میں ڈالا جائے مقالات جلد اول میں آپ کے مساویں حافظہ عظیم غمیر نے آپ کے لیے لمبی عمر کی تودعا مانگی ہے کہ سوہلیان کے ان امراض سے حفاظت کی دعا شایع ان سے نہ گئی ہے۔

آپ نے اپنے ”غیر منتقلہ“ ہونے پر فخر کا اظہار کیا ہے جب آپ فقید کے روادار نہیں اور مقلد نہیں کہ اس آپ کا فریضہ ہے ”غیر منتقلہ“ ہونے پر آپ کو کفر ہونا چاہیے شاید آپ کو یاد نہیں کہ ”اللہ حدیث“ نمبر ۳۳۳ پر مولا محمد باطل سنی غیر منتقلہ کے مضمون میں آپ شائع کیے ہیں کہ:





”بر غیر مقلد اہل حدیث نہیں کہا جاسکتا البتہ ہر اہل حدیث کے لیے ضروری ہے کہ عہد اور تقلید سے الگ نہ رہے۔  
یعنی ہر غیر مقلد اہل حدیث نہیں مگر ہر اہل حدیث غیر مقلد ہے۔ بخود رہے کہ ہم آپ کو غیر مقلد اہل حدیث نہیں سمجھتے  
آپ کے اصول کے مطابق اہل حدیث غیر مقلد سمجھتے ہیں اسی طرح آپ نے ”اللہ بیٹ نمبر ۳۵ میں ۶۰ باب اولیٰ اور  
اسما علی ملحق چٹھویٰ کا درجہ ذیل حوالہ نقل کرتے ہوئے تبصرہ کیا ہے:

ذہری ذلی غیر مقلد نے نو ماہین میں صحیح کہا ہے۔ فقہ اللہ بیٹ حصہ دوم میں ۱۵۹

ملاحظہ فرمائیے ضیفہ دعوت کے بارے میں قائم الحروف نے علامہ لکھا ہے (اللہ بیٹ نمبر ۳۵ میں ۶۰)

آپ کے نقل کردہ ابواب اولیٰ اور اسما علی ملحق چٹھویٰ کے ذکر کردہ اقتباس پر تبصرہ میں آپ نے غیر مقلد کہنے کا نام کا حصہ ہونے  
پر اعتراض نہیں کیا بلکہ قائم الحروف لکھ کر تسلیم کیا ہے کہ میں ہی ذہری ذلی غیر مقلد ہوں تو جواب میں جن انتساب و ادب کا آپ  
اور آپ کے بڑے تسلیم کر چکے ہیں، ان پر فتنہ کی کیا ضرورت ہے؟

۱۲۲۹ شوال ۱۴۲۹ھ تا ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء سے لکھ رہا ہے کہ آپ کے کلامہ سفر سوالات ہیں مگر آپ سز کے بجائے سرفرو  
تول کر رہے ہیں تین تو تسلیم نہیں کرتے ملاحظہ فرمائیے کہ نام پہلے خط میں وضاحت کر چکا ہے کہ:

آپ کا خط: ۲۶ نومبر ۱۴۲۹ھ تا ۲۷ جنوری ۲۰۰۸ء کے اس جوابی خط میں مولانا حافظ محمد رحمان لکھنوی مدظلہ کے  
اکابر سوالات چھوڑ کر آپ پر قرض ہیں اور حریہ سولہ سوالات اور اس خط میں اس شمار کے علاوہ تین نکل ستر (۷۰)  
سوالات کے جواب کا انتظار ہے۔

(خط نمبر ۱۵ شوال ۱۴۲۹ھ تا ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء)

ذکرہ پہلے خط میں (۷۰) سرفرو سوالات کے علاوہ درج ذیل تین سوال ضررنا موجود ہیں جواب ذکرہ خط ہی کی  
جہالت سے مکملہ سرفرو میں خدمت ہیں:

(۱): آپ کا یہ عجیب انکشاف ہے کہ ہر حاضر کے اہل حدیث یعنی غیر مقلدین کا بھی حوالہ جات اور عبارات کے رد و قبول  
پر کوئی اتفاق ہوا ہے۔ اگر کوئی اتفاق نہ ہو تو یہ جہالت مسئلہ کو بھی آپ اس کی اطلاع عام کریں؟ ص ۴

(۲): مولانا حافظ محمد رحمان لکھنوی صاحب مدظلہ نے جن غیر مقلد علماء کو پیش کیا ہے آپ کے پاس ان کے اقوال جو شخص  
اقوال میں ان کے ساتھ ہر روز ہیں تو طوائف و غیرہ مقدس سرفرو ہم پر آپ گراہی کا جو کوئی لگاتے ہیں وہی  
کوئی آپ اپنے اہل حدیث علماء مخصوص اپنے اساتذہ و ارشد اکابر پر کیوں نہیں لگاتے؟ ص ۴



﴿۳﴾: آپ کی اس تحریر کے پیش نظر آپ سے مذکور سوالات کی وضاحت ضروری ہے، کہ میں مسلمان ہونے کو آپ کے متقبل کا کام ہیں اور کوئی آپ کے مردود ہیں ارسال حدیث اور غیر مقلدین علماء کی جو تحریرات آپ کو قبول نہیں ان کی غائبانہ سلام پر آپ کا کیا حکم ہے؟ ص ۹

آپ کو پہلے خط کے موضوع سوالات قبول ہیں اور مذکورہ تین سوالات کے بعد اب آپ کے مطالبہ پر مجھ حاضر کا مدوکل ہو چکا ہے۔ اس لیے سوالات کی تعداد کو گھٹانے کے بجائے جواب کی ہفت کریں تین سوالات کم کر دینے سے آپ کا کوئی فائدہ نہیں۔

پانچویں تحریر کے عنوان سے آپ کے اس خط میں آپ کی یوگلا ہٹ کچھ یاد دہی ہو رہی ہے کہ آپ ایک سوال کا جواب دینے کا لکھتے ہیں اور کبھی تین کا اور کبھی پہلے اپنے سوالات کے جواب کا مطالبہ کرتے ہوئے ہمارے سفر سوالات کے جوابات سے شروع کرتے ہیں۔

مختار! میں یوگلا ہٹ کے بجائے اگر آپ ہمارے سفر سوالات کے جواب سے صاف (غیر شرط) انکار کر دیں تو انشاء اللہ آپ کے چھوڑے ہوئے شوشوں کا جواب آپ کی خدمت میں ارسال کر دیا جائے گا۔

والسلام

فہم

۱۶ صفر ۱۴۳۰ھ / ۱۲ فروری ۲۰۰۹ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## چھٹی تحریر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :  
حافظ ثار احمد الحسینی کے نام !

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آج آپ کی تحریر (نوشتہ ۱۲/فروری ۲۰۰۹ء) ملی جس میں میرے سوالات میں سے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہیں ہے لہذا تین سوالات دوبارہ پیش خدمت ہیں :

(۱) حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے لکھا ہے :

”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ (کلیات امدادیہ ص ۳۶)

یہ کہنا کہ بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے، قرآن مجید کی کس آیت میں لکھا ہوا ہے؟

(۲) دیوبندیوں کے پیر کا یہ کہنا کہ ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

(۳) یہ کہنا کہ ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“

کیا امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہے؟ مستند حوالہ پیش کریں۔

ان تین سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجیں اور اپنے تین سوالات کے جوابات وصول

کریں جو ہمارے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں۔

وما علینا إلا البلاغ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۲۶/فروری ۲۰۰۹ء)

## نشارکی چھٹی تحریر



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَسَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ - اُنَا بَعْدُ:

جناب حافظہ محمد زبیر علی زکی صاحب حفظت اللہ تعالیٰ

سلام سنون!

مجموعی تحریر کے نام سے آپ کا خط ملا، صاحب روٹ آپ نے اس خط میں بھی علانے دیے، بندہ قدس سرہم پر اپنے الزامات کو دہرایا ہے اور ہمارے سرسولات کے جواب سے پہلے لکھی ہے۔

احقر نے پانچویں خط میں آپ کے مخالف پر سرسولات کی تعداد کو اپنے پہلے خط میں ۱۵ سوال ۱۳۲۹ھ/۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء کے حوالہ سے پورا کر دیا ہے، جس پر آپ کی خاموشی و مضامندی سے شر کے بعد پر آپ کا اطمینان معلوم ہوا ہے۔

نیز احقر نے پانچویں خط میں خود آپ کے قلم سے آپ کا غیر مقلد ہونا ثابت کیا اور آپ کا ماضی اور ماضی سفر یاد دلایا، ان خاتون پر آپ کی خاموشی آپ کے تسلیم حق کی دلیل ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ وہ بھائی آپ کو مزید تسلیم کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین!

احقر کے سرسولات کے جواب سے پہلے لکھی کرتے ہوئے آپ بھی علانے دیے، بندہ قدس سرہم پر اپنی طاقت، اندیشگی سے بچ کر اچھالتے ہیں اور یہی اپنے الزامات کو کٹے سرسولات کی صورت میں دہراتے ہیں، ہم نے الحمد للہ آپ کے الزامات سے انکار نہیں کیا، بلکہ آپ کو دعوت دی ہے کہ پہلے ہمارے سرسولات کے جوابات دیجئے، پھر آپ کے الزامات اور سولات اگر کوئی اور بھی ہیں تو انشاء اللہ ہم اپنے کارِ اہل السنّت والجماعت علانے دیے، بندہ قدس سرہم کے دفاع کے لئے تیار ہیں۔

آپ کے الزامات کے جوابات سے پہلے ہم اپنے سولات کے جوابات کا اس لئے مطالبہ کر رہے ہیں کہ:

ہمارے سولات مرفوبہ و مربوط ہیں۔ ہمارے سولات کا جواب ہی آپ کے الزامات کی وضاحت ہے کہ آپ

نے علانے دیے، بندہ قدس سرہم پر جن الزامات سے بدعتی، گمراہ اور اہل السنّت سے خارج ہونے کا حکم

لکھا ہے وہ الزامات آپ کے اساتذہ آپ کے مفتواہ بیان اور آپ کے مودعین میں زیادہ وضاحت سے

موجود ہیں۔

اس لئے آپ کے لکھنے والے الزامات سے اگر علانے دیے، بندہ قدس سرہم گمراہ، بدعتی اور اہل السنّت سے خارج ہیں تو آپ کے جوش و ہوا پر آپ کے اساتذہ کیوں گمراہ، بدعتی اور اہل السنّت سے خارج نہیں؟ اور ان کی مدد اور اپنی سنّت حدیث میں نہیں شامل کرنے پر آپ کیوں گمراہ، بدعتی اور اہل السنّت سے خارج نہیں؟۔



آپ کے سوالات کے جواب اور اثرات کی وضاحت کے لئے آپ سے اختر کے مرتبہ سوالات کا جواب ضروری ہے اسی لئے آپ کو اپنے دوسرے خط کو رد ۸ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ / ۲۰۱۸ء میں لکھ چکا ہوں:

جناب علی زکی صاحب ہمارے ستر سوالات مرتبہ دوسرے خط میں ان میں سے کسی ایک کے جواب کے بغیر آپ کا سؤقت واضح نہیں ہو سکا اور یہ گزارش اختر پہلے خط میں بھی کر چکا ہے کہ آپ کے مکمل جواب کے بغیر آپ کا سؤقت غیر واضح اور ناقص جواب دھونا ہوگا۔ جس نمبر ۲۱

اس لئے آپ سے ملکر گزارش ہے کہ اگر آپ کو مولانا حافظ مہر رحمہ اللہ کی ذیل حدیث کے جوابات سے تسلی نہیں تو ہمارے ستر سوالات کے جواب دیجیے اور ہم اپنی تسلی کے لئے چاہو جائیے!

والسلام

۳ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

محمد امجد علیہ السلام

بسم الله الرحمن الرحيم

## ساتویں تحریر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :  
حافظ ثار احمد الحسینی کے نام ! بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کی تحریر (نوشتہ کیم/مارچ ۲۰۰۹ء) ملی جس میں میرے سوالات میں سے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہیں ہے اور اپنے سوالات کے جوابات کا مطالبہ ہے۔ آپ کی ”خدمت“ میں بار بار عرض کر دیا گیا ہے کہ سوال کریں اور جواب لیں ، اسی وقت ہمارا سوال وصول کریں اور جواب دیں۔ مگر آپ برابر سوال و جواب سے راہ فرار اختیار کئے ہوئے ہیں۔ دوبارہ عرض ہے کہ آپ کے ہر سوال کا جواب ہمارے ہر سوال کے جواب سے مربوط ہے ، جسے خود ساختہ جعلی مہند توڑ نہیں سکتی لہذا تین سوالات دوبارہ پیش خدمت ہیں :

(۱) حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے لکھا ہے :

”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ (کلیات امدادی ص ۳۶)

یہ کہنا کہ بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے ، قرآن مجید کی کس آیت میں لکھا ہوا ہے؟

(۲) دیوبندیوں کے پیر کا یہ کہنا کہ ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“

کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

(۳) یہ کہنا کہ ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“

کیا امام ابو حنیفہ سے با سند صحیح ثابت ہے؟ مستند حوالہ پیش کریں۔

ان تین سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجیں اور اپنے تین سوالات کے جوابات وصول

کریں جو ہمارے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں۔ وما علینا الا البلاغ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی (۲۰/مارچ ۲۰۰۹ء)

## نثار کی ساتویں تحریر



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ - آمَنَّا بِهِد:-

محترم جناب حافظ محمد نعیمی: اے صاحب مدظلت اللہ

سلام متون!

آج بروز ۱۵ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ ۲۰۰۹ء آپ کا ساتویں خط ملا۔ انہوں نے آپ کے ۱۵ احوال ۱۳۹۹ھ ۱۱۵۰ھ کو یہ  
 ۱۳۹۹ھ کو لکھے ہوئے سوالات کا جواب اس فہم میں کیا کہ آپ شے کے کفر میں پیچھے نہ ہیں کہ لکھا کہ میرے جواب میں  
 سانپ سوکھ گیا ہے۔ چاہیں آپ کو کس نسل کے سانپ نے سوکھا ہے کہ بیج پانچ ۱۱ ہونے کو ہیں ہم آپ سے اپنے ستر  
 سوالات کے جواب کا مطالبہ کر رہے ہیں اور آپ کی بھی تک ہوش نہیں آیا۔ ہمارے سوالات کے جواب سے جان چڑانے  
 کیلئے آپ نے اگلے پلے چند سوالات کے جواب کی شرک کا سہارا لیا ہوا ہے اگر آپ کے پاس ہمارے سوالات کے جواب  
 تیار ہیں تو بھیجیں میں آپ کو کیا دینگے مگر ہمارے سوالات چونکہ آپ کی لکھی ہوئی ہیں اس لیے آپ انشاء اللہ اس  
 تعداد پر چڑھنے کیلئے بھی تیار نہ ہوں گے۔

ملاحظہ فرمادیں کہ وہاں دین پر غور نہ کیا ہے اور آپ کو جرات ہے اور اپنی  
 صفائی دینے میں آپ اپنے پلے (مکسوس) کا سہارا لیتے ہیں۔ اگر آپ میں باقی حق جرات اور بے باکی ہے تو آخر کے پلے  
 خط پر آپ خاموش کیوں ہوئے ہیں؟ اور میرے سامنے جواب کے بجائے جھپٹے بھانوں کا سہارا لے رہے ہیں۔ یہود نہ  
 کے بیچ غیر حلفہ جس کا قصد تحقیق امت مسلمہ میں گری آزمائی ہے: کہ ان کی دینی حلیت کس کس کا ہے آپ کی بیعت  
 کے برگہ دیا ہے۔ اس لیے اپنی شرعی حلیت نہ آپ کے جوس نے واضح کی ہے اور نہ انشاء اللہ آپ میں اس کی جرات  
 ہے۔

آخر اپنے پہلے خط میں واضح کر چکا ہے کہ آپ نے کس سے دین پر غور نہ کیا؟ اور ان کی بیعت لگائے،  
 ان سے ملان لگا، خداوندی کو گمراہ قرار دیا اور ان خادمانِ شریعت کے پیروکاروں کی افکار میں غماز کو ناجائز قرار دیا۔  
 الحمد للہ مولانا حافظ محمد نعیمی نے نہ صرف آپ کے افادات کے دلی جوابات دیے بلکہ ان جوابات  
 کو تسلیم کرنے کی صورت میں آپ سے سوالات کیے۔

آخر نے فی سوالات کو مرتب کر کے آپ کی خدمت میں ارسال کیا کہ اگر آپ اس جواب سے مطمئن نہیں تو ہمارے



سوالات کے جواب دیجیے یہ سوالات بھی آپ کے الزامات کے آپ کی طرف سے جواب کا حصہ ہیں۔ اگر ان سرسوالات کے عمل جواب سے آپ کی تسلی نہ ہوئی تو انشاء اللہ ہم آپ کی تنبیہ امت کی ایک ایک طرف کا جواب آپ کو ارسال کر دیں گے۔ آپ سے ہمارے سرسوالات دراصل آپ کے الزامات کے جوابات ہی کا حصہ ہیں۔ اس لیے اس جواب سے پہلے آپ کس بنیاد پر اپنی کس بات کا جواب مانگتے ہیں؟

اس لیے تحریر! اپنی آخرت پر یاد نہ کریں ان پاکیزانہ امت پر آپ کے بے بنیاد الزامات جن کا بے بنیاد ہونا ہم نے الحمد للہ ثابت کر دیا ہے۔ آپ کیلئے خسر الدنیا والآخرہ ہیں۔ اس لیے اگر کچھ خوف خدا آپ کو بچتا رہے گا تو غش و دھوکہ کی بیرونت پر سند و حجت کے قلعہ کی خول سے نکلے اور اپنی آخرت کی فکر کیجیے۔ اگر مطالبے و دعوے بدعت و سب زہم کرادہ اور بدعتی ہیں تو آپ کے گروہ مستقلانہ حد سے دور مسٹر اکبر کس سے اسلئے ہیں؟

آپ ۱۵ خرمال ۱۳۹۹ھ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء سے اب تک مسلسل ہمارے سوالات کے جوابات سے یہی دہش کر رہے ہیں آپ نے اپنے اس ماقومین خط میں لکھا ہے کہ:

”میرے سوالات میں سے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہیں ہے اور اپنے سوالات کے جوابات کا مطالبہ ہے۔“

اسے ہی کہتے ہیں: ”الناظر کو قوال کوڑا نئے“

آپ نے ماقومین تحریر کے عنوان سے اس خط میں گزشتہ پچیس خطی کو نقل کر دیا ہے مگر وہ کچھ بے معنی ہے آپ کی بدترنم ہو چکی ہے۔

آپ کو پچے اعتراضات کی تردید کی ضرورت ہے تو وہ ہمارے سرسوالات کے جوابات میں موجود ہے آپ اگر ان کے جواب کی حرمت کریں تو انشاء اللہ ہماری کسی تسلی کے لیے بغیر آپ کی تسلی ہو جائے گی۔

والسلام

بدر

۱۳۳۰ھ

۱۳۳۰ھ/۵



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## آٹھویں تحریر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :  
حافظ ثار احمد الحسینی کے نام !

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کی تحریر (نوشتہ ۲/ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ بمطابق ۳۰/ مارچ ۲۰۰۹ء) ملی، جس میں آپ نے میرے کسی ایک سوال کا بھی جواب نہیں دیا اور اپنے ۱۵/ اکتوبر ۲۰۰۸ء کے سوالات کا ذکر کیا ہے حالانکہ ۱۵/ اکتوبر والی تحریر کا جواب ۲/ نومبر ۲۰۰۸ء کو لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیج دیا گیا تھا۔ کیا میری دوسری تحریر آپ سے گم ہو گئی ہے؟ اگر گم ہو گئی ہے تو دوبارہ پڑھ لیں:

”بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کا سوالنامہ (۶۷ سوالوں پر مشتمل) ملا۔ (نوشتہ ۱۵/ اکتوبر ۲۰۰۸ء) عرض ہے کہ آپ صرف ایک سوال لکھیں اور اس کا جواب وصول کریں اور پھر اسی وقت ہمارا سوال پیش خدمت ہوگا جس کا جواب آپ کو دینا پڑے گا۔ دونوں طرف سے سوال و جواب کی ترتیب برابر رہے گی ورنہ ہماری طرف سے آپ کو سوالات کی اجازت نہیں ہے۔“ (دوسری تحریر ۱، نوشتہ ۲/ نومبر ۲۰۰۸ء)

ثار صاحب! ضد کرنا اچھی بات نہیں ہے، براہ مہربانی ضد نہ کریں۔ اگر آپ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ آپ کے سوالات کے جوابات اہل حدیث (طائفہ منصورہ) کے پاس نہیں تو یہ آپ کی بڑی بھول ہے جس پر آپ کو پچھتانا پڑے گا۔

جذبہ خیر سگالی کے طور پر پہل کرتے ہوئے آپ کے تین سوالات کا جواب بھیج رہا ہوں، جو کہ ۳۱/ جنوری ۲۰۰۹ء میں لکھا تھا اور کمپوز کر کر کمپیوٹر میں محفوظ کر لیا تھا۔

اب براہ مہربانی ضد چھوڑ کر میرے درج ذیل تین سوالات علیحدہ علیحدہ مکمل نقل کر کے ان کے جوابات لکھ کر بھیجیں:

۱) حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے لکھا ہے:

”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ (کلیات امدادیہ ص ۳۶)

یہ کہنا کہ بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے، قرآن مجید کی کس آیت میں لکھا ہوا ہے؟

۲) دیوبندیوں کے پیر کا یہ کہنا کہ ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

۳) یہ کہنا کہ ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ کیا امام ابو حنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہے؟ مستند حوالہ پیش کریں۔

آپ نے تازہ تحریر میں دیوبندیوں کو طائفہ منصورہ قرار دیا ہے۔ حالانکہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور خیر القرون کے دور میں ایک صحیح العقیدہ مسلمان بھی دیوبندی المذہب نہیں تھا۔ کیا آپ انگریزوں کے ہندوستان پر قبضے والے دور سے پہلے کسی ایک صحیح العقیدہ مسلمان کا حوالہ پیش کر سکتے ہیں جو دیوبندی تھا؟

اہل حدیث کو غیر مقلد کہہ کر مذاق اڑانے سے اپنی آخرت برباد نہ کریں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امام ابو حنیفہ بھی غیر مقلد تھے؟ اگر معلوم نہیں تو ”مجالس حکیم الامت“ (ص ۳۳۵) پڑھ لیں۔ وما علینا الا البلاغ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۱۰/مئی ۲۰۰۹ء)

بسم الله الرحمن الرحيم

سوال نمبر ۱: جب علمائے دیوبند کی اقتداء میں آپ کی نماز نہیں ہوتی تو پھر غیر مقلدین کا علمائے دیوبند کی مساجد میں نماز پڑھنے کا کیا مقصد ہے؟ (ص ۱۶) ص ۲

الجواب: یہ تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ دیوبندیوں کی اقتداء میں اہل الحدیث نماز پڑھنے کے قائل نہیں ہیں۔ باقی رہا اہل بدعت کی مساجد میں اپنی علیحدہ نماز پڑھنا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۱۱۴

اہل الحدیث اور آل دیوبند کے درمیان اختلاف نماز میں اقتدا کا ہے، نہ کہ جگہ کا۔!

سوال نمبر ۲: بدعتی فرقوں میں آپ نے صرف علمائے دیوبند کو شمار کیا ہے بریلوی، شیعہ وغیرہ کا کیوں ذکر نہیں کیا؟ (ص ۱۵) ص ۲

الجواب: کتاب مذکور میں صرف آل دیوبند کے بارے میں درج ذیل سوال کیا گیا تھا: ”کیا دیوبندی عقیدے والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟“ (بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۷)

لہذا سوال کی مطابقت سے جواب دیا گیا ہے۔

شیعہ پر رد کے لئے دیکھئے بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۸، ۱۰، ۳۱)

یاد رہے کہ دیوبندیوں کی طرح بریلوی عقیدے والے بھی اہل بدعت میں سے ہیں۔

سوال نمبر ۳: اکابر غیر مقلدین علماء نے علمائے دیوبند کو اہل حق میں شمار کرتے ہوئے نماز میں ان کی اقتداء کو درست قرار دیا ہے جبکہ آپ جیسے اہل حدیث، غیر مقلدین نے انہیں جھوٹا اور بدعتی قرار دیا ہے اس پر آپ کا کیا ارشاد ہے؟ (ص ۱۸) ص ۲، ۳

الجواب: جن اہل حدیث علماء نے دیوبندیوں کی اقتداء میں نماز کو درست قرار دیا تھا، انہیں دیوبندیوں کے عقائد صحیح طور پر معلوم نہیں تھے، اور نہ انہیں اس سلسلے میں تحقیق کا موقع ملا۔ دیکھئے بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۳۱)

جب ہم نے اپنی آنکھوں سے دیوبندیوں کے باطل عقائد پڑھ لئے تو کس طرح اہل بدعت کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟! حافظ زبیر علی زئی (۳۱/ جنوری ۲۰۰۹ء)

## نشار کی آٹھویں تحریر



بسم الله الرحمن الرحيم

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا، سَيِّدِنَا لِنَبِيَّاءِ وَالْمُؤْمِلِينَ - أَمَّا بَعْدُ:

جناب مافتہ زہیر علی زکی صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

سلام سنوں!

آج ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ ۱۵ مئی ۲۰۰۹ء، آٹھویں تحریر کے عنوان سے آپ کا خط ملاحظہ معمول آپ نے ہمارے سز سوالات میں سے تین کے جواب کی لا حاصل کوشش کی ہے۔ گزشتہ خطوط میں احقر آپ پر واضح کر چکا ہے کہ ہمارے سز سوالات یا ہم مربوط اور آپ کے مطلوبہ جواب کا حصہ ہیں اس لئے آپ تمام سوالات کے غیر ہم موضوع اور مکمل جواب دیں، اس کے بعد ہم ملاحظہ منصورہ اہل السنۃ والجماعت علمائے دیوبند قدس سرہم پر آپ کے خطرات جن کے جوابات ہم بعد اللہ شائع کروا چکے ہیں، آپ کی تلی کے لئے انشاء اللہ عریض بھی ارسال خدمت کر دیں گے۔

آٹھویں تحریر کے عنوان سے آپ نے ہمارے سز سوالات میں تین کے جواب کی جو سٹی لا حاصل کی ہے اسے ملاحظہ کر لیں:

سوال نمبر (۱) کے جواب میں آپ نے لکھ "اقتداء" کو نہیں دیکھا، سوال علمائے دیوبند کی مساجد میں علمائے دیوبند کی اقتداء میں نماز پڑھنے پر ہے نہ کہ علمائے دیوبند کی مساجد میں اپنی نماز الگ پڑھنے کا ہے آپ نے علمائے دیوبند کی اقتداء میں نماز کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے علمائے دیوبند کی مساجد میں اپنی الگ نماز کے ناجائز ہونے کا فتویٰ نہیں دیا۔ اس لئے ایسے ہم اور غیر واضح جواب کو جس میں حاصل بحث اعتراض سے پہلو تھی کی گئی ہو سکتی ہے کہ جواب نہیں کہا جاسکتا۔ اسی سطر پر سوال نمبر ۳ کے جواب میں آپ نے تسلیم کیا ہے کہ اہل حدیث علماء نے لاطمی میں علماء دیوبند کی اقتداء میں نماز کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ آپ کا یہ تسلیم کرنا آپ کے سوال نمبر ۱ کے جواب کو حریض ہم بتاتا ہے کہ نکتہ اعتراض علمائے دیوبند کی اقتداء میں اپنی الگ نماز پڑھنے کا ہے اس لئے جب آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ اہل حدیث علماء نے علمائے دیوبند کی اقتداء میں نماز کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور آپ اسے ناجائز کہتے ہیں تو پھر آپ کے برادران اہل حدیث علمائے دیوبند کی اقتداء میں ان کی مساجد میں نماز پڑھنے کی تکلیف کیوں کرتے ہیں؟

ہمارے سوال میں لکھ "اقتداء" میں یہ مفہوم موجود ہے اب آپ یا تو "اقتداء" کا معنی نہیں جانتے، یا اپنے گزشتہ مذہب کی طرح آپ کلفت بھی الگ ہے۔ اور لکھ "اقتداء" کے سوال کے جواب میں آپ علمائے دیوبند کی مساجد میں اپنے



معاذ اللہ! حدیث کی ایک نماز مراوے کہ آپ انہیں کس امام غائب کی اقتداء کی نیہہ کرتے ہیں؟  
سوال نمبر (۲) کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ کتاب مذکور میں ال دیوبند کے بارے میں ..... سوال کیا گیا تھا۔

متر! آپ نے اپنے تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف ملائے دیوبند قدس سرہم پر کچڑا اچھالا ہے اور کتب کا نام ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ رکھا ہے جب کہ آپ نے اس کتاب میں بدعتی فرقوں مثلاً بریلوی، شیعہ وغیرہ پر ان کے عقائد کے حوالہ سے تنقید نہیں کی، آپ کی کتاب کا عنوان مطلق ہے اور فتویٰ اور تنقید صرف ملائے دیوبند پر ہے اگر تنقید عقیدہ پر ہے تو عنوان بھی عقیدہ ہوتا۔ دعویٰ مطلق اور دلیل عقیدہ کا اصول آپ نے کہاں سے لیا ہے؟  
اس لئے ہمارا سوال آپ پر قرض ہے کہ اگر صرف ملائے دیوبند کے عقائد پر آپ نے تنقید کرنی ہے تو عنوان میں بھی اسے عیالایا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح دوسرے باطل فرقے صرف ملائے دیوبند قدس سرہم کی حق گوئی سے خائف ہیں ال حدیث غیر مقلدین کو بھی لٹکانی سے عداوت ہے۔

سوال نمبر (۳) کے ملائے غیر مقلدین ال حدیث نے ملائے دیوبند کی اقتداء میں نماز کے جائز ہونے کا فتویٰ کیوں دیا ہے کہ جواب میں آپ کا لکنا کہ انہیں دیوبندیوں کے عقائد کا صحیح طور پر معلوم نہ تھے اور نہ انہیں اس سلسلے میں تحقیق کا موقع ملا۔ سبحان اللہ! آپ نے محض اپنے غلامانہ وقت کے لئے اپنے اکابر کو جامل اور غیر محقق قرار دے دیا ملائے دیوبند قدس سرہم کی اقتداء میں نماز کے جائز ہونے کا فتویٰ ال حدیث علماء کے سرخیل اور مشہور ناظر مولانا عبد اللہ شاد دہلوی کا ہے اور یہ ان کی محض رائے نہیں مستقل فتویٰ ہے بلا تحقیق ایسے فتویٰ پر آپ ان غیر مقلدین ال حدیثوں پر کراہی کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟

آپ کے لئے آپ کے اس جواب میں کوہِ لکھنؤ ہے کہ آپ کے اکابر اور ان کی تقلید نہیں کرتے اور ان کی مطوعات اپنی باتیں ہیں کہ نماز جیسی اہم عبادت کی اقتداء کے جواز پر بلا تحقیق فتویٰ دے رہے ہیں تو قرآن حدیث، عقائد، کلام میں انہوں نے قوم کی توجہ مبذول نہیں کی ہے اس کا کیا حال ہوگا؟ اور بلا تحقیق جس مذہب کی تابع علیٰ ذالی ہے اس میں انہوں نے است کا کیا حشر کیا ہوگا؟ اس لئے ہم آپ کو اور دوسرے ال حدیث غیر مقلدین کا اپنا پناہ مذہب بنانے کے بجائے اللہ کے ابلاغ کی دعوت دیتے ہیں کہ خود بھی کراہی سے بچیں اور دوسروں کو بھی کراہی کی اس دلیل میں نہ پھنسا لیں۔  
سرسوالات میں سے آپ کی طرف سے تین کے جواب پر اعتراضات محض تبصرہ ہے جواب نہیں اس لئے کہ یہ بھی فتوہ آپ سے پہلے سوال کا جواب بھی نہ ہو سکا۔



آپ سے گزارش ہے کہ ہمارے ستر سوالات کے غیر مبہم، واضح اور مکمل جوابات لکھیے اور پھر اپنا تخلص دیجیے۔  
 آپ نے ہمارے ستر سوالات میں سے تین کے کہہ کر مکمل جوابات کے ساتھ ملائے دیے ہیں۔ سرہم پر  
 اپنے اعتراضات کو دہراتے ہوئے جواب مانگا ہے اس پر عرض خدمت ہے کہ ہم نے اپنے ستر سوالات کے مکمل جوابات  
 کے بعد آپ کے کسی اعتراض کا حربہ جواب دینے کا وعدہ کیا ہے۔ تین نوادرتین دو کا کوئی معاہدہ آپ سے نہیں ہوا اس لئے  
 آپ ان تین، تین کے چکروں سے لپکتے ہوئے ہمارے ستر سوالات کے مکمل جواب کی منتہا کیجئے اور پھر ہم سے کوئی مطالبہ  
 کیجئے۔

آپ نے لکھا ہے:

اگر آپ یہ کچھ بیٹھے ہیں کہ آپ کے سوالات کے جوابات اہل حدیث (طاقت مند) کے پاس  
 نہیں تو یہ آپ کی بڑی بھول ہے، جس پر آپ کو بچھڑانا پڑے گا۔ (آٹھویں تقریر ص ۱)  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ صاحب النساء اللہ بچھڑاوا آپ کا مقدر ہو چکا ہے اگر ہمارے ستر سوالات کا مکمل، غیر مبہم اور  
 واضح جواب آپ نے کہیں قارئین میں چھپا رکھا ہے تو انتظار کس بات کا اور تین کے چکروں میں پڑنے کی آپ کو کیا ضرورت  
 ہے؟

آپ نے ملائے دیے ہیں سرہم کو طاقت مند منصورہ لکھنے پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے: حالانکہ صحابہ  
 تابعین، صحیح تابعین اور غیر القرون کے دور میں ایک صحیح الاعتقاد مسلمان بھی دیوبندی یا ملحد جب نہیں تھا۔ (آٹھویں تقریر ص ۲)  
 آپ کے اس اعتراض پر گزارش ہے:

۱: کیا آپ طاقت مند منصورہ فقط دور تابعین تک مانتے ہیں؟  
 ۲: کیا غیر القرون کے بعد طاقت مند منصورہ کوئی نہ ہو؟  
 ۳: غیر القرون کے بعد آپ کی تحقیق میں اگر کوئی طاقت مند منصورہ کا صداق ہے تو اسے آپ کیا عنوان دیتے ہیں جو  
 مستون اپنے اسی کہہ کر آپ کے ہاں ہے غیر القرون میں موجود ہو؟  
 آپ نے لکھا ہے:

اہل حدیث کو غیر مقلد کہہ کر مذاق اڑانے سے اپنی آخرت بردہاؤ نہ کریں۔ (آٹھویں تقریر ص ۲)  
 اس آٹھویں تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ فی حواس باخند ہو گئے ہیں۔ آخر آپ کو اپنے عزیز عزیز ۱۶۷ صفحہ  
 ۱۶۷/۱۲ پر فروری ۲۰۱۰ء میں خود آپ کے اپنے قلم سے آپ کا غیر مقلد ہونا آپ کو بتا چکا ہے اور مولانا محمد اسماعیل علی



غیر مقلد نہ ہو ایک آپ نے بطور عنوان اپنا غیر مقلد ہونا قبول کیا ہوا ہے تو میرا اس پر حواس باختہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟  
مختار! آپ تقلید نہیں کرتے، تقلید کی ذمت کرتے ہیں، تقلید کو شرک کہتے ہیں، مقلد کو شرک سمجھتے ہیں۔ تقلید نہ  
کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور امت کو تقلید نہ کرنے کا سبق دے جاتے ہیں اور "غیر مقلد" کا معنی کسی کی تقلید نہ کرنے والا کے  
ہیں اور آپ کسی کے مقلد نہ ہو کر اپنا غیر مقلد ہونا قبول کر چکے ہیں تو "غیر مقلد" کہنے پر آپ کی کیا اعتراض ہے۔

باقی رہا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا غیر مقلد ہونا تو یہ تو یہ کی وجہ نہیں کہ وہ "مجتہد" تھے مقلد تھے مجتہد کو  
تقلید کی ضرورت نہیں آپ اگر "مجتہد" ہیں تو ہم ببارک ہمارے کرتے ہیں اور اگر نہ مجتہد ہیں نہ غیر مجتہد (مقلد) تو عین الامین  
آپ غیر مقلد ہی ہیں اور اگر آپ کا اپنے غیر مقلد ہونے پر انفسی ہے تو یا صلائی اجتہاد فرمائیے یا اگر تقلید کا ہر مہمکن کر لیں تو  
کی علامت سے اپنی پہچان کرائیے۔

"غیر مقلد" کے عنوان پر یہ چند سطور آپ کی بدحواسی کو دیکھتے ہوئے لکھ دیں اس کی تفصیل اس خط و کتابت کا  
منوان نہیں اس خط و کتابت کا اصل عنوان طائفہ منصورہ اکابر اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند قدس سرہم کے دفاع  
میں آپ سے پوچھے گئے ستر سوالات کا جواب ہے اس لیے اگر ان ستر سوالات کے علاوہ کسی دوسرے عنوان پر آپ کو خوشی  
ہے تو آگ عنوان سے آگ خط و کتابت سے اپنا شرعی پورا کر سکتے ہیں۔ اس خط و کتابت میں آخر نے کو خوشی کی ہے کہ ستر  
سوالات کے جواب کے عنوان کے علاوہ آپ سے دوسرے کسی عنوان پر بات نہ کی جائے تاکہ اصل عنوان سے توجہ ہٹائے گا  
بالجواب آپ کو قصود سے دور نہ لے جائے۔

والسلام

۱۱۵ اکتوبر ۲۰۰۹ء سے ستر سوالات کے مکمل جواب کا مختصر

عالم بحیثیت

۱۹ جولائی ۱۴۳۰ھ ۱۵ مئی ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## نویسے تحریر

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسولنا الكريم ، أما بعد :-  
حافظ تارا احمد الحسینی نے نام :-

بعد از سلام سہن فرمایا کہ آپ تحریر (نوشہ ۱۹) پر جاری اعلان ۱۳۸۵ھ  
بتاریخ ۱۵/۱/۱۴۰۶ (۲۰۰۶ء) میں ۲۰۰۶ء میں میرے کسی ایک سوال کا جواب بھی  
پہنچا ہے اور دوسرے طرف آپ نے میرے جوابات کو اپنے عزیز ایک "ادھامی" کے  
قرارداد پر - سبحان اللہ!

عرض ہے کہ میرے تین سوالات مکمل نظر نہ آئے کہ جوابات بھیجے یا نہیں  
کہ میں نے آپ کے تین سوالات مکمل نقل کرتے ہوئے جوابات بھیج دیے اور  
جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۲۶ مئی ۲۰۰۶ء)

۱۲۱  
---



## نثار کی نویں تحریر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا وَسَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْعُرْسَلِينَ - أَتَابَعْتُ:

محرم جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب حفظك اللہ تعالیٰ

سلام مستور!

فری تحریر کے عنوان سے آپ کا چند سطری خلاصہ اس میں سوائے بازگشت کے اور کچھ نہیں آپ نے ہمارے  
خز سہلات میں سے ایک کا بھی مکمل جواب نہیں دیا۔ آپ نے جان بھرنے کے لئے گزشتہ خلاصہ میں تین سہلات کے جواب کی کسی  
لاماصل کی ہے۔ احقر نے الحمد للہ اپنے گزشتہ خلاصہ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ/۱۵ اگست ۲۰۱۱ء میں آپ کے جواب کی  
حقیقت آپ پر جانچ کر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

خز سہلات میں سے آپ کی طرف سے تین کے جواب پر احقر کا یہ محض تہرہ ہے۔ جواب نہیں اس لئے کہ

ایک ایک تو آپ سے پہلے سہل کا جواب ہی نہ ہوا۔

گزشتہ خلاصہ اس سے پہلے غلطو میں احقر آپ کو یاد دہانی کر چکا ہے کہ:

﴿۱﴾ آپ نے طائے دوم برافندس سرہمہ پر امراض کیا مال الحمد للہ مولانا حافظ محمد اسماعیل حفظہ  
لہ "المہند العیونندی علی عنق العنتری" کے نام سے جواب دیا اور اس کتاب میں موصوف نے آپ سے جو کچھ  
سہلات کیے۔ احقر نے انہی سہلات کو مرتب کر کے آپ کے پہلے خلاصہ کے جواب میں بھیج دیئے۔ اگر خدا جناب آپ کو تسلیم  
نہیں تو ہمارے سہلات کے جوابات دیجئے۔ یا آپ پر ہمارا حق ہے جس سے آپ بھاگ رہے ہیں۔

﴿۲﴾ ہمارے سہلات میں آپ کے اعتراضات کا جواب موجود ہے۔ اس لیے اگر آپ کو بڑے تلی چاہئے تو پہلے ہمارے  
خز سہلات کے مکمل جوابات دیجئے۔

﴿۳﴾ ہمارے سہلات مربوط ہیں ایک ایک یا تین تین کے جواب سے مطلوب جواب لیکن نہیں۔ خز سہلات کے کچھ مکمل  
جواب بھیجے بغیر بات آگے چلائے۔

## ﴿ ۲ ﴾

﴿۴﴾ آپ سے ہمارا اس قسم کا کوئی معاملہ نہیں ہوا کہ تمہیں سوالات کے جوابات دیے جائیں یا تمہیں اس لیے کہ پہلے آپ نے ایک نیک سوال کے جواب کا مطالبہ کیا تھا، مگر تمہیں، تمہیں ہم پہلے سے آپ سے سوالات کے نکلنے کے لیے جواب مانگ رہے ہیں جب کہ آپ جلد ملل میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔

﴿۵﴾ آپ نے علامہ آزادؒ میں لکھا تھا:

”اگر آپ یہ کچھ بیٹھے ہیں کہ آپ کے سوالات کے جوابات اہل حدیث (خاصہً منصورہ) کے پاس نہیں تو یہ آپ کی

بڑی بھول ہے جس پر آپ کو کچھ تانا بڑا ہے“

اگر آپ نے ہمارے سوالات کے جوابات کہہ رکھے ہیں تو بھیج دیں، آپ کو کیا نہیں دہی ہے؟ انتظار کس بات کا؟ مگر یاد رکھیں ایسے جوابات نہ بھیجیں جسے آپ نے گذشتہ آٹھویں خط میں لکھے ہیں اور ان کے جواب ہونے کی قلمی عہدہ اللہ ہم نے کھول دی ہے۔ اسی لیے نوٹ کر کے سوالات سے اس خط میں آپ نے اپنے سوالات پر ہمارے جوابی تبصرہ سے چپ سادہ لی

ب۔

گذشتہ آٹھویں خط میں آپ نے مسئلہ تھوڑی سی بیخود تھا جس پر احقر نے آپ کو لکھا:

”غیر متعلقہ“ کے عنوان پر یہ چند سطور آپ کی بدحواسی کو دیکھتے ہوئے لکھ دیں، اس کی تفصیل اس خط و کتابت کا عنوان نہیں اس خط و کتابت کا اصل عنوان طائفہ منصورہ کا اہل اہل السنۃ والجماعۃ طائفہ دہلیہ بنی عرقہ قدس سرہم کے عقائد میں آپ سے اچھے گئے سوالات کا جواب ہے اس لیے اگر ان سوالات کے علاوہ کسی دوسرے عنوان پر آپ کو شوق ہے تو آگے عنوان سے آگے خط و کتابت سے اپنا شوق پورا کر سکتے ہیں اس خط و کتابت میں احقر نے گوشش کی ہے کہ سوالات کے جواب کے عنوان کے علاوہ آپ سے دوسرے کسی عنوان پر بات نہ کی جائے تاکہ اصل عنوان سے توجہ ہٹانے کا اصل حربہ آپ کو خصوصاً سے دور نہ لے جائے۔

گمشدہ نوٹ خط میں آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اس لیے کہ اگر گزارش ہے کہ ہمارے شفیق دہلیہ بنی عرقہ ہونے کی نسبت سے جتنے مسائل پر آپ کا تعلق ہے، ہر عنوان پر طیفہ خط و کتابت کریں تاکہ ایک عنوان دوسرے میں گمبھیر خط و کتابت نہ کر کے احقر اپنے رب تعالیٰ کے فضل و کرم پر قناعت و تہمت اور اپنے اکابر و محکمہ اللہ کی دعاؤں کی برکت سے ہر عنوان پر آپ سے خط و کتابت کے لیے تیار ہے آپ نے حدیث کے نام پر گھڑی آزادی اور اٹا اور شریعت محمدی علیہ السلام اللہ اللہ اللہ اللہ نے نفعاً و سلاماً کے ساتھ ساتھ کا جو کھانا لکھا ہے، اب انشاء اللہ اس کا آٹا بنا کر کھانے کا وقت آ گیا ہے۔



مُؤَدِّہ ہے کہ اگر مطلقہ دُعا پر بندہ فاسد — زہم پر آپ کے احکامات کے حوالوں سے یہ خدا و کبریت ہمارے  
سُز سوالات کے مکمل جوابات سے مشروط ہے۔ آپ جب تک ہمارے سُز سوالات کے مکمل جوابات نہیں بھیجے یہ معاملہ نظر رہے  
گا۔ ہم نے اس خط میں اپنے سُز سوالات کے مکمل جوابات کے مطالبہ پر آپ کو گزشتہ خطوط میں اور اس خط میں بھی پانچ اصولی باتیں  
لکھی ہیں۔ اس لیے پتا ہمارے سُز سوالات کے مکمل جوابات بھیجیں یا ہماری ان اصولی باتوں پر قرآن و سنت کی روشنی میں بات  
کر رہی کہ ہمیں آپ سے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں؟  
اس لیے بہتر یہاں پتا اور ہمارا وقت ضائع نہ کریں اور ہمارے سُز سوالات کے مکمل جوابات، جن آپ کے جہول گھونٹے میں،  
مکلفرت میں ارسال کر دیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## دسویں تحریر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :  
حافظ ثار احمد الحسینی کے نام !

عرض ہے کہ آپ کی تحریر (نوشتہ ۸ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ / ۲ جون ۲۰۰۹ء) آج موصول ہوئی مگر وہی ڈھاک کے تین پات کی طرح میرے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہیں ہے، حالانکہ راقم الحروف نے آپ کے تین سوالات مکمل نقل کر کے ان کے جوابات بھیج دیئے ہیں اور یہ جوابات آپ کو موصول بھی ہو گئے ہیں۔

آپ نے سرنسٹھ (۶۷) سوالات لکھے تھے، جس کے جواب میں آپ کی خدمت میں سرنسٹھ (۶۷) سوالات بھیج دیئے گئے تھے۔

دیکھئے میری تیسری تحریر (نوشتہ ۱۸/ نومبر ۲۰۰۸ء)

ان سوالات کے جوابات آپ پر قرض ہے لہذا راہ فرار اختیار نہ کریں بلکہ حیا کا پاس کرتے ہوئے، ان میں سے تین سوالات کا جواب بھیجیں تاکہ بحث و مباحثہ کو انجام تک پہنچایا جائے۔

انگریزی دور میں پیدا ہو جانے والے دیوبندی فرقے کے بانی محمد قاسم نانوتوی نے اپنے بارے میں گواہی دی:

”میں بے حیا ہوں، اس لئے وعظ کہہ لیتا ہوں“ (سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۹۹، ۴۰۷)

اسی نانوتوی کے نقش قدم پر آنکھیں بند کر کے دوڑنے والے، حیا سے کتنے دُور ہوں گے؟ آپ خود فیصلہ کر لیں، اگر ہم عرض کریں تو شکایت ہوگی۔

آپ نے لکھا ہے:

”آپ نے جان چھڑانے کے لئے گذشتہ خط میں تین سوالات کے جواب کی سعی لا حاصل

کی ہے۔“ (ص ۱)

فریق مخالف کے جوابات کو ”سعی لاحاصل“ اور ”جان چھڑانے کے لئے“ قرار دینا، اور خود ہر قسم کے سوال کے جواب سے آنکھیں بند کر لینا کس عدالت کا انصاف ہے؟! صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن مما أدرك الناس من كلام النبوة : إذا لم تستحي فافعل ما شئت.))  
 ”گزشتہ پیغمبروں کے کلام میں سے جو باتیں لوگوں کو پہنچی ہیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تجھ کو شرم نہ رہے تو جودل میں آئے کر۔“

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۵ ج ۳۸۴، ترجمہ عبدالدائم جلالی دیوبندی ج ۲ ص ۷۰۶ ج ۳۲۹۶)

یاد رہے کہ یہ وہی نانوتوی تھے، جن کے بارے میں رشید احمد گنگوہی نے ”ایک بار ارشاد فرمایا میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت میں ہیں اور میرا اُن سے نکاح ہوا ہے سو جسطرح زن وشوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہونچتا ہے اسی طرح مجھے اُن سے اور اُنہیں مجھ سے فائدہ پہونچا ہے اُنہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کر کے ہمیں مرید کرایا اور ہم نے حضرت سے سفارش کر کے اُنہیں مرید کرادیا حکیم محمد صدیق صاحب کاندھلوی نے کہا الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ آپ نے فرمایا ہاں آخر اُنکے بچوں کی تربیت کرتا ہی ہوں۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۸۹)

اگر آپ ناراض نہ ہوں تو اس دیوبندی عبارت اور ”رویائے صالحہ“ پر چند سوالات

پیش خدمت ہیں:

۱: نکاح کے وقت نانوتوی کی عمر کتنی تھی اور گنگوہی کی عمر کتنی تھی؟

۲: مرد کا مرد سے یہ نکاح پڑھانے والا مولوی کون تھا؟

۳: کتنا حق مہر باندھا گیا تھا؟

۴: کون سے دو گواہ تھے جنہوں نے اس نکاح کا چشم دید منظر دیکھا؟

۵: دیوبندی فقہ کا وہ کون سا مسئلہ ہے، جس سے دو مردوں کے باہمی نکاح کر لینے کا جواز

ثابت ہوتا ہے؟

۶: اگر کوئی شخص اس خواب کو شیطانی خواب قرار دے تو کیا آپ اس کی صریح تائید کریں گے یا اسے رویائے صالحہ قرار دیں گے؟

۷: آیت مذکورہ کے ذکر کی وجہ سے عرض ہے کہ دونوں میں الرجال میں سے کون تھا اور النساء میں سے کون تھا؟

۸: کیا کوئی حیا دار آدمی اس قسم کا خواب دیکھ سکتا ہے اور پھر اسے لوگوں کے سامنے بیان کر سکتا ہے؟ کیا آپ یہ خواب لوگوں کے سامنے خطبہ جمعہ سے پہلے اپنی اُردو یا ہندکو تقریر میں بیان کر سکتے ہیں؟

۹: روٹی پانی کی خدمت تو بہن بیٹی بھی کر سکتی ہے مگر زن و شوہر کو ایک دوسرے سے جو فائدہ پہنچتا ہے، ایسا فائدہ گنگوہی کو نانوتوی سے پہنچا، کیا آپ اس کی تشریح بیان کر سکتے ہیں؟

۱۰: محمد قاسم نانوتوی عروس (دلہن) تھے تو گنگوہی کیا تھے؟ دولہا.... ہاں یا نہیں میں جواب دیں۔

ممکن ہے کہ آپ کو ان سوالات کے جوابات معلوم نہ ہوں لہذا اپنے پیروں، مریدوں اور تمام آل دیوبند سے پوچھ سکتے ہیں۔ یہ آپ کی معتبر و مستند کتاب کے اندر درج خواب ہے، کوئی غیر مفتی بہ قول نہیں لہذا ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ اپنے دیوبندی عوام کے مجمع میں یہ دیوبندی خواب بطور کرامت اور بطور تائید سنا دیں تو کیسا رہے گا؟!

ابھی نانوتوی دگنگوہی کا چارپائی پر لیٹنا اور تھانوی کے ماموں کا قصہ باقی ہے، جب موقع ملا تو وہ حوالے بھی آپ کی ”خدمت“ میں پیش کر دیئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ

دیوبندی حضرات مذکورہ بے حیائی کی وجہ سے اہل حدیث: اہل سنت کو ”غیر مقلدین“ وغیرہ القاب سے یاد کرتے رہتے ہیں، حالانکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تقلید نہ کرنے والے محدثین کرام کا لقب اور صفاتی نام اہل حدیث لکھا ہے۔

دیکھئے مجموع فتاویٰ (ج ۲۰ ص ۴۰) اور علمی مقالات (ج ۱ ص ۱۸۱)

آپ نے اپنے آپ کو ”حنفی“ لکھا ہے۔ عرض ہے کہ آپ صرف دیو بندی ہیں، حنفی قطعاً نہیں ہیں۔ امام ابوحنیفہ آپ جیسے لوگوں سے ان شاء اللہ بری ہوں گے۔

آل دیوبند کے دس حوالے پیش خدمت ہیں، جن میں سے ایک حوالہ بھی امام ابوحنیفہ سے ثابت نہیں ہے:

۱: آل دیوبند کے نزدیک گنگوہی نے نانوتوی سے خواب میں نکاح کیا تھا۔

۲: آل دیوبند کے نزدیک بندہ خدا ہو جاتا ہے۔

۳: آل دیوبند کے نزدیک قبر کی مٹی سے شفا ہوتی ہے۔

۴: آل دیوبند کے نزدیک رسول اللہ ﷺ مشکل کشا ہیں۔

۵: آل دیوبند کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لئے پکارنا صحیح ہے۔

۶: آل دیوبند کے نزدیک ابن عربی اور حسین بن منصور الحلاج کا عقیدہ وحدت الوجود برحق ہے۔

۷: آل دیوبند کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا ہیں۔

۸: آل دیوبند کے (بانی کے) نزدیک نبی کریم ﷺ کی روح کا وفات کے وقت جسم سے اخراج نہیں ہوا بلکہ آپ دنیا کی طرح زندہ ہیں۔

۹: آل دیوبند کے نزدیک نانوتوی اپنی وفات کے بعد (بطور کرامت) جسم غصری کے ساتھ دنیا میں آئے تھے۔

۱۰: آل دیوبند کے نزدیک اگر جہاز ڈوب رہا ہو تو پیر کو پکارنا جائز ہے اور پیر اس جہاز کو بچا سکتا ہے۔

ان عقائد میں سے ایک عقیدہ بھی امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت نہیں لہذا آپ لوگ کس منہ سے اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں؟

براہ مہربانی امام ابوحنیفہ کو بدنام نہ کریں ورنہ پھر اپنے دوج بالا عقیدے اور اعمال

باسند صحیح اُن سے ثابت کریں۔!

آپ نے راقم الحروف کے بارے میں لکھا ہے: ”آپ نے حدیث کے نام پر فکری آزادی اور انکارِ شریعت محمدی علی صاحبہا الف الف تحیۃ و سلاماً کے انکار کا جو قنہ اٹھا رکھا ہے...“ (ص ۲)

عرض ہے کہ یہ آپ کی بکواس ہے، جس کا حساب ان شاء اللہ رب العالمین کے دربار میں دینا پڑے گا۔ دنیا میں تو ”یا پولیس مد“ کہہ کر بدعتی حضرات اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں مگر قیامت کے دن اللہ کی عدالت سے کون بچائے گا؟

آپ نے لکھا ہے: ”اپنا اور ہمارا وقت ضائع نہ کریں“ (ص ۳)

عرض ہے کہ وقت تو آپ بذاتِ خود ضائع کر رہے ہیں۔

جب میں نے آپ کے تین سوالات کے جوابات دے دیئے اور لکھ کر بھیج دیئے ہیں تو

آپ میرے تین سوالات کے جوابات کیوں نہیں دیتے؟ کہاں بھاگے جا رہے ہیں؟

وہی تین سوالات دوبارہ پیش خدمت ہیں:

۱) حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے لکھا ہے:

”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ (کلیات امدادیہ ص ۳۰)

یہ کہنا کہ بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے، قرآن مجید کی کس آیت میں لکھا ہوا ہے؟

۲) دیوبندیوں کے پیر کا یہ کہنا کہ ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ کس صحیح

حدیث سے ثابت ہے؟

۳) یہ کہنا کہ ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ کیا امام ابو حنیفہ سے باسند

صحیح ثابت ہے؟ مستند حوالہ پیش کریں۔

براہِ مہربانی ان کے جوابات جلدی بھیجیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ کون حق پر ہے؟

آپ کے نام دوسری تحریر (نوشہ ۲/ نومبر ۲۰۰۸ء) میں راقم الحروف نے لکھا تھا:

”عرض ہے کہ آپ صرف ایک سوال لکھیں اور اس کا جواب وصول کریں اور پھر اسی وقت



ہمارا سوال پیش خدمت ہوگا جس کا جواب آپ کو دینا پڑے گا۔ دونوں طرف سے سوال و جواب کی ترتیب برابر رہے گی ورنہ ہماری طرف سے آپ کو سوالات کی اجازت نہیں ہے۔“

(ص ۱)

اگر آپ یہ بہانہ کریں کہ ”آپ سے ہمارا اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا کہ....“ تو عرض ہے کہ ہمارا بھی آپ سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا کہ ہم نے صرف آپ کے سوالات کے جوابات ہی دینے ہیں۔ اگر آپ کے پاس ہمارے کسی معاہدے کی کوئی نقل ہے تو پیش کریں ورنہ خاطر جمع رکھیں کہ جب تک تین سوالات مکمل نقل کر کے مطابق سوالات جوابات نہیں بھیجیں گے تو یہی سوالات مع دیگر تنبیہات وغیرہ کے آپ کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ  
معاہدہ اور معاہدہ پر بھی ذرا غور کر لیں۔

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۹/ جون ۲۰۰۹ء)

## نثار کی دسویں تحریر



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام علیٰ سیدنا و سیدنا لا نبیاء و المرسلین ؑ

محرم جناب حافظ محمد زلیٰ صاحب حفظك اللہ تعالیٰ  
سلام سنوں!

دسویں تحریر کے عنوان سے آپ کا خط لا احقر کے پہلے خط کے جناب میں آپ کے دوسرے خط سے اس دسویں خط تک فکروں میں آپ نے ابھی تک احقر کے غرسولات میں سے کسی ایک کا بھی مکمل مواضع جناب نہیں دیا آپ نے نین سولات کے جناب کا جواب دیا ہے احقر اپنے آٹھویں خط میں ۲۹ جمادی الاول ۱۳۸۵ھ کی ۱۵ ص ۱۰۰۰ میں آپ کے اس دسویں جناب کی نقل مکمل چکا ہے اور دسویں خط ۸ جمادی الاول ۱۳۸۵ھ کی ۱۵ ص ۱۰۰۰ میں آپ کو کڑوا دینا چکا ہے کہ غرسولات میں سے آپ کی طرف سے نین کے جناب پر احقر کا یہ عمل تبرہ ہے جناب تک میں نے کہا ابھی تک آپ سے پہلے سوال کا جناب بھی نہ ہوا۔

آپ اگر احقر کے غرسولات جماعت آپ نہیں بلکہ آپ سیت دیناے غیر مطلق کے بلکہ پورا ذرا لوگ کا کہہ رہے ہیں آپ اگر ان کے جناب سے عاری ہیں تو احقر کے آٹھویں خط میں اپنے جناب پر احقر کے تبرہ پر ہی کچھ کہہ دیجئے آپ نے پورے ملک میں ایک بگڑا ہوا کما جہاں حق پر تحقیق و تنقیس ضرورت ہمارے آپ کا مکمل ہے مگر الحمد للہ احقر کے غرسولات نے آپ کی دھوکہ دہی کو فشتہ نام کر دیا ہے۔

بہت شوشے تھے پہلو میں دل کا

خیزنے والا کہ خطر خون نکلا

احقر لڑکھنڈوں میں آپ پر بار بار واضح کر چکا ہے کہ اگر اہل سنت و الجماعت ملانے دو تو بے حد دس مسرہم پر آپ کے اثرات جن کا مضمون جناب آپ کے سر پر لولہ ہوا ہے اور اگر یہ نقل کی ضرورت ہے تو ہمارے غرسولات کے مکمل مواضع جناب دیں۔ لفظ عربی نقلی اس جناب کی شرط پر کر دی جائے گی کہ اصل کھانا سے بھانجے کے لئے آپ اپنی عادت پر سے بھگدو کر دیں لیکن مہلت کو ہوا کہ ایک خط کا جواب دینا شروع کر دیتے ہیں دوسرے غرسولات کے جوابات سے اس نال حول کے ذریعہ گناہ چاہتے ہیں اور تبرہ مانچے دہرائے ہوئے اثرات کو ہوا کہ اصل عنوان سے چاہا نہ چھوڑنا چاہتے ہیں اس دسویں تحریر میں آپ نے لکھا ہے:

ما طریق رکھی کہ جب تک نین سولات مکمل نقل کر کے مطابق سولات جوابات نہیں بھیجیں گے تو یہی سولات مع

دیگر تحقیقات غیرہ کے آپ کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے۔ میں فرما

آپ کے اس اعلان سے تو واضح ہو گیا کہ آپ غرسولات کے مکمل مواضع جوابات نہیں دینا چاہتے اب اس نال حول میں لکھنے کا آپ نے ارادہ



کر لیا ہے۔ لہذا اللہ جب تک آپ نے ہمارے خسرو سلاطین کے واضح مکمل جہالت نہ دیکھا ہے، یہاں تک کہ آپ نے اسے اعلان کر دیا کہ جو ہمارے واسطے ہمارے خسرو سلاطین کے جواب میں تمہیں کا شرف آپ نے دیکھ لیا، اسے آپ کے قبول جو جواب آپ نے لکھ دیے ہیں، یہ ہمارے رسی کی اسید کی تمہیں ہوگی ہے کہ آپ اپنے جہالت کی ہر حکم عام پر ہیں، اس لیے آپ نے ہمارے خسرو سلاطین کے جہالت گور کے ہونے کے اپنے انجمنی حصے، ماحول، خلاصہ ذکر کیا ہے کہ ہمیں یقین ہیں کہ یہ مکمل آپ کا دوا ہے کہ جو جبر علیہ کے دوسرے الفاظ کی طرح ایک کذب ہے، اگر آپ نے ہمارے خسرو سلاطین کے مکمل واضح جہالت لکھ دیے ہیں تو ان کی نقل کی بھیجی دیں، مکمل واضح کی ضرورت ہم نے جواب کی غرض سے ہمارے آپ کے اعلانات کی وضاحت سے لاکر دی ہے، اگر آپ نے لکھ دیے جہالت مکمل سمجھا چاہے یہ تو مکمل، فریاد بھیجی ہو۔

اس صویر پر غور کریں آپ نے طائے روج بندہ قدس سرہم کے خلاف لے چہ کرنے میں غفلت کو دہرایا ہے ان کا کبر الہ است اور کبریا  
 دین کے حصول آپ کا یہ اعتدال یا بلحاظ آپ کے خسار اور ہرج کا موجب ہے آپ کی کیا عاقبت! امام کا نذراء اللہ آپ کے پول کھینچے گا اور یہ  
 ہوگی۔

گر خدا خواہد کہ پدہ کس دہ

سیلش احمد رطحتہ پاکان زمر

آپ کے ان اثرات کے جملہ اثرات سے ملنے والے بزرگوں کے ہر ایک اثر کے لیے آپ کو کچھ سہولتیں ملیں گی۔

آپ نے اپنے اختلافات کو ہرات سے ملنے والے دو جلدیں سترہم کو "جیا" لکھا ہے مگر آپ نے اپنے کریاں میں جس قدر لکھا کہ ۱۵ نومبر ۱۹۰۹ء سے آپ سے ستر سو ملائے کے مکمل داخج جلدات کا مطالعہ کر رہا ہوں اور آپ نے ان کی تک ایک سوال کا بھی مکمل داخج جواب نہیں دیا ہر تین سو ملائے کے جلدات کی جنمیں حاصل کی ہے اس کے شرے آپ کی ان جنمیں ہر ایک کو بھی مکمل دی ہیں سان یا کہ ہر تین سو ملائے رحمہم اللہ تعالیٰ علیم کہ ہے جیا کہتے ہوئے آپ کی جیا کہتے ہوئے کہیں از خود ہی ہے اس میں جیا کا شمار آپ سے ملکر عرض ہے کہ جیا کہیں کہہ کر ستر سو ملائے کے مکمل داخج جلدات ارسال کریں۔

آخر کی طرف سے آپ کی بھدی پناہ پسلی پر آپ کی گری اگر کسی کی یاد دلائی کہ آپ نے کونسا لکھا ہے اور یہ لکھی ہوئی رو کا خط نہ ہے۔  
اگر آپ گری آزمائی کی صورت میں دیتے تو اس کا حوالہ بھی دیں گے کہ صرف ان تعلیمات کا آپ کو آپ کو پانچ کر کے سوتے زندگی گزار رہی جائے آپ  
تازہ روی کو پینہ کرتے ہیں تمام صحت کو پھر آپ کیا ہیں ؟

پولیس خائن جس نے آپ کو رپا کرنا شروع کیا وہ جہاں سے ملے گا وہاں سے پھیلانے کی قہر پوئیس کو آپ کے گھر کو دے دے۔ یہ آپ کا ستر اور تمام  
ہاں اس لئے پولیس کا خائن ہے جو نے آپ کو کچھ حق کا رپا کرنا ہے۔



رہتے ہیں۔ مئی نمبر ۲

جناب من: اپنے پانچویں خط کو ۱۶ فروری ۱۳۳۷ھ کو فرمایا تھا۔ میں آپ کے حکم سے آپ کا غیر مقلد ثابت کر چکا ہوں اور ابھی

آٹھویں خط رو ۱۹ جولائی ۱۳۳۰ھ / ۱۵ مئی ۲۰۰۹ء میں آپ کو یاد دل چکا ہوں:

”نہتر! آپ قیدی ہیں کرتے بھیک کا مفت کرتے ہیں بھیک کو رش کرتے ہیں سب کو رش کیجئے ہیں قیدی نہ کرنے کو ضروری ہیں کیجئے اور اس کو قید نہ کرنے کا سخی دیا جائے ہیں اور ”غیر مسلم“ کا سخی کسی کی قیدی نہ کرنے والا ہے۔ آپ کسی کی مسلمہ نہ ہو گا یا غیر مسلمہ تو قتل کر دیجئے ہیں تو ”غیر مسلمہ“ کہتے پر آپ کو کیا اعتراض ہے۔“

نیز کہ کورہ خط میں آپ کو دعوت دی ہے کہ:

”خیر مطلقاً“ کے عنوان پر یہ چھ سطروں آپ کی درخواست کو یکجہ ہوئے گھر دیں گی کی تفصیل اس خط و کتابت کا عنوان نہیں اس خط و کتابت کا اصل عنوان ملاحظہ فرمادیں کہ اہل اہلسنت و جماعت علماء دین و عہدہ سوسم کے کدواں میں آپ سے جو بھی گئے سخر سولات کا جواب ہے اس لیے کہ ان سخر سولات کے علاوہ کسی دوسرے عنوان پر آپ کو کوشش ہے تو اگہ عنوان سے آگے خط و کتابت سے اپنا شوق چار کر سکتے ہیں اس خط و کتابت میں احقر نے کوشش کی ہے کہ سخر سولات کے جواب کے عنوان کے علاوہ آپ سے دوسرے کسی عنوان پر بات نہ کی جائے تاکہ اصل عنوان سے توجہ پانے کا قابل نہ رہے آپ کے قصود سے دور نہ لے جائے۔

آپ کو اپنا غیر مقلد بنالوئی نہیں تو اسی عنوان پر کہ آپ غیر مقلد ہیں یا اہل حدیث اپنا دعویٰ لکھ کر انگ خط لکھیں انشاء اللہ اس پر بھی آپ کی قلمی کاروائی ہمارے کی۔"

[illegible]



ہیں؟

آپ نے اس سوئی گزیر میں لکھا ہے۔

”فروض ہے کہ ہمارا بھی آپ سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا کہ ہم نے صرف آپ کے سوالات کے جوابات کی وجہ سے

ہیں۔ اگر آپ کے پاس ہمارے کسی معاہدے کی کوئی نقل ہے تو پیش کریں۔“

اس سوئی گزیر میں آپ نے اپنی بدھائی کو فتح کر دیا ہے آپ گتے ہیں:

آپ میرے سنی سوالات کے جوابات کیوں نہیں دیتے ہیں۔ ۵

اسی خط پر آپ نے لکھا ہے:

فرض ہے کہ آپ صرف ایک سوال گتے میں ہمارے جواب وصول کریں اور ہمارا اسی وقت ہمارا سوال پیش خدمت

ہوگا۔

جب آپ سے سز سوالات کے مکمل مدافع جوابات کو کوئی معاہدہ نہیں ہوا اور یہ معاملہ چاہیں میں ہے تو آپ کو حق اپنی طرف سے کسی

صورت کے مجبور کرنے کا کیا حق ہے؟ ہمارا اس پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ آپ کیا کہیں گے کہ اس پر آپ کوئی دلیل ملے؟

۲ جنوری ۲۰۱۶ء میں لکھا ہے کہ:

ہم نے اس خط میں اپنے سز سوالات کے مکمل جوابات کے مطالبہ پر آپ کو گزشتہ خطوط میں ہمارا خط لکھا تھا

پانچ اصولی باتیں لکھی ہیں۔ اس لیے ہمارے سز سوالات کے مکمل جوابات بھیجیں یا ہمارے ان اصولی

باتوں پر قرآن و حدیث کی روشنی میں بات کریں کہ تمہیں آپ سے مطالبہ کیا ہے یا نہیں؟

آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ سز سوالات کے مکمل مدافع جواب کا مطالبہ ہمارا حق ہے تو دلیل سے ثابت کریں؟ ہم انتہاء

اللہ تعالیٰ مطالبہ چھوڑ کر آپ کے اعتراضات کا سطر بستر خطاب جناب کی خدمت میں روانہ کر دیں گے۔

بھی ایک کبھی تمہیں کی ترتیب آپ کی وقتی ہے ہمارا مطالبہ سز سوالات کے مکمل مدافع جوابات آپ پر ہمارے

دلائل

سز سوالات کے مکمل مدافع جوابات کا سطر

۲ جنوری ۲۰۱۶ء

۲۲ جنوری ۲۰۱۶ء کو

بسم الله الرحمن الرحيم

## گیارہویں تحریر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين، أما بعد:  
حافظ ثار احمد الحسینی کے نام!

عرض ہے کہ آپ کی تحریر (نوشتہ ۲۲/ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ بمطابق ۱۶/ جون ۲۰۰۹ء)  
آج (۲/ جولائی ۲۰۰۹ء) ملی مگر آپ نے میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔  
محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے اپنے بارے میں گواہی دی کہ

”میں بے حیا ہوں...“ (سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۹۹، ۴۰۷، دسویں تحریر ص ۱)

نانوتوی نے اپنے مذکورہ بیان میں خود اپنے آپ کو ”بے حیا“ کہا ہے، کیا اس بیان  
میں نانوتوی نے سچ کہا ہے یا جھوٹ؟ جواب دو، مَر کیوں گئے ہو؟  
رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے نانوتوی کے بارے میں کہا:

”اور میرا اُن سے نکاح ہوا ہے...“ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۸۹، دسویں تحریر ص ۲)

دو دیوبندی مردوں کے ایک دوسرے کے ساتھ عالمِ خواب میں نکاح کرنے کے  
بارے میں راقم الحروف نے دس سوالات لکھے تھے، آپ نے ان سوالات میں سے کسی ایک  
کا بھی جواب نہیں دیا لہذا یہ سوالات دوبارہ پیش خدمت ہیں:

۱: نکاح کے وقت نانوتوی کی عمر کتنی تھی اور گنگوہی کی عمر کتنی تھی؟

۲: مرد کا مرد سے یہ نکاح پڑھانے والا مولوی کون تھا؟

۳: کتنا حق مہر باندھا گیا تھا؟

۴: کون سے دو گواہ تھے جنہوں نے اس نکاح کا چشم دید منظر دیکھا؟

۵: دیوبندی فقہ کا وہ کون سا مسئلہ ہے، جس سے دو مردوں کے باہمی نکاح کر لینے کا جواز

ثابت ہوتا ہے؟

۶: اگر کوئی شخص اس خواب کو شیطانی خواب قرار دے تو کیا آپ اس کی صریح تائید کریں گے یا اسے رویائے صالحہ (میں سے) قرار دیں گے؟

۷: آیت مذکورہ کے ذکر کی وجہ سے عرض ہے کہ دونوں میں الرجال میں سے کون تھا اور النساء میں سے کون تھا؟

۸: کیا کوئی حیا دار آدمی اس قسم کا خواب دیکھ سکتا اور پھر اسے لوگوں کے سامنے بیان کر سکتا ہے؟ کیا آپ یہ خواب لوگوں کے سامنے خطبہ جمعہ سے پہلے اپنی اُردو یا ہندکو تقریر میں بیان کر سکتے ہیں؟

۹: روٹی پانی کی خدمت تو بہن بیٹی بھی کر سکتی ہے مگر زن و شوہر کو ایک دوسرے سے جو فائدہ پہنچتا ہے، ایسا فائدہ گنگوہی کو نانوتوی سے پہنچا، کیا آپ اس کی تشریح بیان کر سکتے ہیں؟

۱۰: محمد قاسم نانوتوی عروس (دلہن) تھے تو گنگوہی کیا تھے؟ دولہا.... ہاں یا نہیں میں جواب دیں۔

اس خواب کے بعد یا پہلے عالم بیداری میں کیا ہوا؟ اس کا تذکرہ بھی دیوبندیوں کے حوالے کے ساتھ پڑھ لیں:

دیوبندیوں کی مشہور کتاب ”حکایات اولیاء“ میں لکھا ہوا ہے:  
 ”... ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا۔ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ کے مریدو شاگرد سب جمع تھے۔ اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے۔ کہ حضرت گنگوہیؒ نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتویؒ کچھ شرما سے گئے۔ مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ چٹ لیٹ گئے۔ حضرت بھی اسی چار پائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کو کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولانا ہر چند فرماتے کہ میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہنے دو۔“

(حکایات اولیاء عرف ارواح ثلاثہ ص ۳۰۷ حکایت نمبر: ۳۰۵)

عرض ہے کہ

۱: نانوتوی کیوں شرما گئے تھے؟

۲: دومرد ایک ہی چار پائی پر لوگوں کے سامنے کیوں لیٹ گئے تھے؟

۳: عاشق صادق کی طرح لیٹ کر سینے پر ہاتھ رکھنا کس دیوبندی فقہ کا مسئلہ ہے؟

۴: یہ دونوں کیا کر رہے تھے کہ ایک نے کہا: یہ لوگ کیا کہیں گے؟

۵: کیا یہ گنگوہی کی نانوتوی سے محبت تھی کہ خواب میں دونوں کا نکاح ہوا اور بیداری میں دونوں ایک ہی چار پائی پر لیٹ گئے؟

میرے سابقہ خطوط کے تمام سوالات اور ان سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجیں تاکہ عوام کے سامنے آل دیوبند کا اصل چہرہ اور باطن واضح ہو جائے۔  
یاد رہے کہ راقم الحروف نے ہر بات کو آپ کے تسلیم شدہ ”اکابر“ کی مستند کتابوں کے حوالے سے لکھا ہے۔

اب آپ کے جدید خط کی بعض ہفوات کے جوابات پیش خدمت ہیں:

۱: آپ نے لکھا ہے کہ ”دنیا نے غیر مقلدین کے مادر پدر آزاد گلے کا پھندہ...“

عرض ہے کہ اگر آپ اپنی نیش زنی والی فطرت کے تحت ”غیر مقلدین“ کے خود ساختہ لقب سے اہل حدیث مراد لیتے ہیں تو عرض ہے کہ اہل حدیث بحمد اللہ کتاب و سنت (علیٰ فہم السلف الصالحین) اور اجماع پر گامزن ہیں، رہے آل دیوبند (انگریزی دور میں پیدا ہو جانے والے دیوبندی فرقے والے) تو وہ مادر پدر آزاد ہیں....

ہم اہل حدیث ہیں، ہم نہ مقلد ہیں اور نہ غیر مقلد بلکہ ہم سلف صالحین کے فہم پر متبعین کتاب و سنت والا جماع ہیں اور اہل السنۃ والجماعۃ ہیں، جو شخص ہمیں ”غیر مقلد“ کہتا ہے وہ شخص کذاب، ضال و مضل اور بدعتی ہے۔

۲: آپ نے لکھا ہے: ”آپ اپنی عادت بند“



عادتِ بد تو آپ لوگوں کی ہے کہ کبھی دو مرد خواب میں بھی نکاح کر لیتے ہیں اور کبھی لوگوں کے سامنے چار پائی پر لیٹ کر عاشقانہ حرکات شروع کر دیتے ہیں۔ کچھ تو غور کریں! ۳: آپ نے لکھا ہے: ”آپ نے ہمارے ستر سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہونے کا اپنے پانچویں، چھٹے، ساتویں خط میں ذکر کیا ہے...“ (ص ۲)

عرض ہے کہ یہ آپ کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ پانچویں تحریر کا پانچواں صفحہ دوبارہ پڑھ لیں۔ آپ کا جھوٹ بولنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے بلکہ فرقہ دیوبندیہ کے بانی محمد قاسم نانوتوی نے کہا:

”لہذا میں نے جھوٹ بولا...“ (حکایات اولیا، ص ۳۹۰ حکایت: ۳۹۱)

اس پوری حکایت کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ص ۵۰، ۱۵  
رشید احمد گنگوہی نے کہا: ”جھوٹا ہوں“

(مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰، ماہنامہ الحدیث حضور: ص ۵۰، ۱۶)

میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ میری کسی تحریر سے حوالہ پیش کریں کہ میں نے ”ستر“ سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہیں۔ اور اگر آپ اپنا یہ جھوٹا دعویٰ ثابت نہ کر سکیں تو پھر اپنے آپ کا کذاب ہونا لکھ کر دیں۔

۴: اس کے علاوہ آپ نے لکھا ہے:

”...دوسرے کا ذیہ...“

”پرانے مغلظات...“

”یہودیہ یا نہ پالیسی... فکری آزادی...“

”آپ نہ آزادی کو پسند کرتے ہیں، نہ اتباع سلف کو تو...“

”پولیس تھانہ میں آپ کا ریکارڈ... تحریر پولیس کو آپ نے لکھ کر دی ہے...“

”میں آپ کے قلم سے آپ کا غیر مقلد ہونا ثابت کر چکا ہوں“

”اپنی بدحواسی...“ (ص ۴۲۲)

عرض ہے کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ میں کبھی کسی دیوبندی کے خلاف تھانے نہیں گیا بلکہ میرے خلاف محمد جان دیوبندی نے ایف آئی آر کٹوائی تھی، جس میں اسے منہ کی کھانی پڑی۔ واللہ

نثار صاحب!

میں نے بغیر دلیل کے صرف اپنے الفاظ کے ساتھ آپ کو بے حیا نہیں لکھا بلکہ آپ کی مستند کتاب کے حوالے سے ثبوت پیش کیا ہے کہ نانوتوی نے کہا:

”میں بے حیا ہوں۔۔۔“ (سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۹۹، ۴۰۷)

اب کچھ اور حوالے پڑھ لیں:

اشرف علی تھانوی نے کہا:

”اور میں اسقدر بگٹی ہوں کہ ہر وقت بولتا ہی رہتا ہوں مگر پھر بھی نہ معلوم لوگ کیوں اسقدر جھکھو ہو! بنائے ہوتے ہیں۔“ (الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۲۸/۲۷ شعبان ۱۳۵۰ھ رقم: ۱۵)

اردو لغت میں بکی کا مطلب ہے: ”زیادہ بولنے والا۔ بکواس کرنے والا“

دیکھئے علمی اردو لغت (ص ۲۳۵)

تھانوی نے اپنے آپ کے بارے میں کہا:

”ہم گندے ناپاک“ (الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۳۹)

عربی لفظ نجس کا اردو معنی ناپاک ہے۔ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۶۱۳)

تھانوی نے کہا: ”اور میں بھی بیوقوف ہی سا ہوں مثل ہد ہد کے۔“

(الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۲۶۶ ملفوظ: ۴۰۰)

کیا آپ اور ظہور احمد دونوں اپنے ”اکابر“ کی ”سنت“ پر عمل کرتے ہوئے اپنے اپنے بارے میں یہ لکھ کر ہمیں بھیج سکتے ہیں کہ

”میں یعنی (حافظ نثار یا ظہور احمد) بے حیا ہوں۔“

”میں بکی ہوں“

”میں گندانا پاک (یعنی نجس) ہوں“  
 ”میں بیوقوف ہوں“

اور نیچے اپنے دستخط کر دیں اور مہر لگا دیں تاکہ سندر ہے۔

جب میں نے آپ کے تین سوالات کے جوابات دے دیئے اور لکھ کر بھیج دیئے ہیں تو آپ میرے تین سوالات کے جوابات کیوں نہیں دیتے؟ کہاں بھاگے جارہے ہیں؟ وہی تین سوالات دوبارہ پیش خدمت ہیں:

(۱) حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے لکھا ہے:

”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ (کلیات امدادیہ ص ۳۶)

یہ کہنا کہ بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے، قرآن مجید کی کس آیت میں لکھا ہوا ہے؟

(۲) دیوبندیوں کے پیر کا یہ کہنا کہ ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

(۳) یہ کہنا کہ ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے“ کیا امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہے؟ مستند حوالہ پیش کریں۔

براہ مہربانی ان کے جوابات جلدی بھیجیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ کون حق پر ہے؟  
 تنبیہ: ان تین سوالات کے علاوہ اور بھی بہت سے سوالات آپ کے ذمے قرض ہیں، جو میری تحریروں میں موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے (یا مرتب لکھے ہوئے) ہیں۔

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۲/ جولائی ۲۰۰۹ء)

## نثار کی گیارہویں تحریر



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والسلام على سيدنا، سيدنا الانبياء والمؤمنين

مولانا محمد علي بن ابي طالب عليه السلام - انا بعد:

محترم جناب مافت محمد زبیر علی زلی صاحب حفظك الله تعالیٰ:

سلام سنون!

گیارہویں تحریر کے عنوان سے آپ کا خط آپ نے حسب وارث احقر کے مراسلات میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہ دیا اور جواب سے بچنے کے لئے فضول جملہ ساریوں میں اپنا وقت ضائع کیا آپ نے اس گیارہویں تحریر میں لکھا ہے۔

میں آپ کو بھیج کر ہوں کہ میری تحریر سے حوالہ دینی کریں کہ میں نے "سزا" رسالات کے جوابات لکھ رکھے ہیں۔ اور اگر آپ اپنا یہ جھوٹا دواوی ثابت نہ کر سکیں تو پھر اپنے آپ کا کذاب ہونا لکھ کر دیں۔ میں؟

آپ کے اس بھیجے ہوئے عرض ہے کہ: آپ انہوں نے تحریر کے عنوان سے اپنے خط کو وہاں لکھی ہوئی دیکھ کر کہہ چکے ہیں: فارصاحب! خدا کرنا، اچھی بات نہیں ہے، میرے میرا ہی خدشہ کریں۔ اگر آپ یہ کچھ بیٹھے ہیں کہ آپ کے رسالات کے جوابات اہل حدیث (خاصہً حضور) کے پاس نہیں تو آپ کی بڑی بھول ہے۔ میں آپ کو کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ (میں؟)

اس سے پہلے پانچویں، چھٹی، اور ساتویں تحریر میں آپ نے رسالات میں سے تین کے جواب لکھ کر دے گا توئی کر چکے تھے۔ احقر نے آپ کے طعن کی تکفیر اور ذکر وہاں لکھی کہ "کچھ بتانا چاہتا ہوں" پوری آپ کو لکھا کہ آپ نے ہمارے مراسلات کے جوابات لکھ کر دیے ہیں۔ آپ نے میری تحریر سے ہارنی بات نہیں کی آپ کی نقل کردہ عبارت سے مدد کی طرف سے ہے۔

"اگر آپ نے ہمارے مراسلات کے مکمل، واضح جوابات لکھ کر دیے ہیں تو ان کی نقل بھیج دیں۔"

ذکر وہاں عبارت میں "اگر" کس تفسیر کا سور ہے؟ میرا اخلاد بار دھاکہ کر لیں۔

آپ کے اس دواوی کہ:

آپ کے رسالات کے جوابات اہل حدیث (خاصہً حضور) کے پاس نہیں تو آپ کی بڑی بھول ہے۔

جس پر آپ کو کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ (انہوں نے تحریر میں؟)



کا بھی مطلب ہے کہ ستر سوالات کے جوابات آپ کے پاس ہیں اور بچہ تانہ پڑھے گا کہ حریہ اسی پر مائل ہے کہ تیار ہے ہیں نہ آپ کی پانچویں مجلس اور سو تیریں مجلس تین سوالات کے جوابات گھر کے ہونے کا دھواں اسی بات کی یاد دہانی کر رہا ہے کہ تیار ہے ستر سوالات کے جوابات آپ نے تیار کر کے ہیں۔

اگرچہ آپ کی وجہ دینی امر اور بازیاں، طبعی جہاتیں اور عملی خفاستیں زبان زد عوام ہیں مگر ہر مجلس آپ کے حلق احقر کا گلہ ادا کیا مگر تازہ تھا کہ طاقتور حضور مہل السنۃ والجماعت ملائے دیو بنقدس سزہم پر آپ کی شخصیت کی اور مصلحت کی عادت پر پڑا آپ نے آسمان پر مہل رکھا ہے اور آپ اتنے ہی گئے گزرے ہیں کہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۷ء سے آج ۱۹ جولائی ۲۰۰۷ء تک آٹھ ماہ میں آپ سے احقر کے ستر سوالات کے جواب بھی نہ لکھے جاسکے آپ کی اس کیا سویر پر تحریر کیا کشف احقر کے لئے جبرانی کا باعث ہوا کہ آپ کے طبعی کالات کی یہ حالت ہے کہ ابھی تک آپ سے ہمارے ستر سوالات میں سے ایک سوال کا واضح، مکمل جواب نہ ہوا اور جن تین جوابات کی تکمیل حاصل آپ نے کی ہے ان پر ہمارے جواب نہیں ممکن تیرہ سے اس کی تکمیل حاصل کا ستر آپ نے دیکھ لیا ہے۔ سارا اس پر فرقہ گراؤ ہے کہ آپ احقر کو فتح کر کے کہ آپ جنت کریں کہ میں نے جواب گھر کے ہیں جواب کا گھر رکھا ہوتا تھا آپ ہی کو چاہنا چاہیے ہم تو آپ کی لڑائی لڑنے سے گریز ہی کرتے ہیں کہ آپ کے اس اکتشاف سے آپ کے حلق ہمارے من میں بھی نظاوت ہوا اب اپنے فتیح کو مکمل کرتے ہوئے مظلایہ بھی ارضادت کر دیں کہ آپ نے ہمارے ستر سوالات کے مکمل واضح جوابات لکھنے کا ارادہ کیا ہے یا نہیں اور نہ مکر و سر فتیح کریں۔

کہ میں نے ستر سوالات کے واضح مکمل جوابات لکھنے کا ارادہ بھی نہیں تو آپ نے کس دلیل سے لکھا ہے کہ

میں نے جوابات لکھنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

آپ نے اس کیا سویر پر تحریر میں اپنی حادثہ کے مطابق اکابر مہل السنۃ والجماعت ملائے دیو بنقدس سزہم پر اپنے دوہرائے ہوئے غرلہت کو برا کر کہاں اس تحریر کی مبن پروری کی ہے اور اپنی طاقت نام نہائی کا بھی مکر و رشوت مٹائی گیا ہے۔ ہم غلہ حسلہ بھی آپ کے غرلہت کے جواب سے سنا کار کیا ہے اور نہ پہلوئی کی ہے۔

اللی بدعت کی صانت سے ملائے دیو بنقدس سزہم پر آپ جہازات لگا رہے ہیں الحمد للہ ان کے جوابات ملحق کی طرف سے دے جاتے ہیں اور احقر ہی اپنے تمام مظلوموں پر آپ کو ضاحت سے گھر چکا ہے کہ آپ کی ایک ایک سطر کے جواب کے لئے جہنم نعلین ہم تیار ہیں مگر پہلے آپ ہمارے ستر سوالات کے واضح، مکمل جوابات دیں ہماری یہ شرف آپ پوری کریں انشاء اللہ ہم آپ کی نقلی کہو میں گے اس خط میں آپ سے اسولی بات کرنا چاہتا ہوں اس لئے ابھر اضر کی باتوں کے بجائے میری اس اسولی بات کا مجاہد دیں۔

آپ اپنی میرات پر دلیل کے دئی ہیں دلیل آپ کے ہاں اصول دین کا نام ہے جو آپ کے ہاں قرآن اور حدیث سے محدث ہے آپ اپنے انہی اصول دین کی روشنی میں اپنی بات دلیل سے ثابت کریں کہ آپ کے کلمات کے مگر منظر جواب سے پہلے ہمارا آپ سے اپنے



سُرخسولات کے جذبات کا مطالعہ ضرورت ہے چنانچہ اس میں ماخوذ اور ہے کہ آپ نے مطالعے دو بند قدس سرہم کو بدعتی ثابت کرنے کے لئے کتاب لکھی اور مولانا حافظ خیرا صاحب نے اسکی صاحب مدظلہ نے آپ کی کتاب کا جواب لکھا جس میں مطالعے دو بند قدس سرہم کے حوالہ سے آپ کے اثرات کی تردید کی اور اپنے اس جواب میں جانیا آپ سے یہی سُرخسولات کیے کہ اگر آپ کا اپنے اثرات کے جواب میں تدریجی تردید قبول نہیں تو ہمارے سوالات کے جذبات دہی سب آپ کے کسی اور سوال یا اصرام کے جواب سے پہلے جاننا سُرخسولات کے واضح مکمل جواب کا مطالعہ دوئے شرع جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہے تو آپ پر اہل حق ہے کہ پہلے ہمارے سوالات کے واضح مکمل جوابات دہی پھر اپنے اثرات کا جواب لکھیں ہمارا کہ آپ ثابت کریں کہ ہمارا مطالعہ جائز نہیں تو ہم اپنی شرکاء کے بغیر آپ کو جواب دینے کے لئے تفسیر اقدس چاہیں اس لئے آپ سے معذرت گزارش ہے کہ انہی ہاتھوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے اس خلا و کتابت کے اصل عنوان کی طرف آئیں اور ہر بات مکمل سے کرنے کی کوشش کریں یا اپنی بات مکمل سے ثابت کریں۔

احقر نے گذشتہ خلا میں آپ کو دعوت دہی کی کہ مطالعے دو بند قدس سرہم پر اعتراضات کے علاوہ کسی بھی عنوان پر آپ بات کرنا چاہتے ہیں یا علیحدہ خلا میں آپ اپنا عنوان چھوڑ کر اپنے غیر مقلدوں نے پریشانی میں جو وہی عنوان براہِ خدا میں پناہ دہی، نبوت دہی اور طریقت دہی سے دعوت کی صحت میں واضح رجوع کی تفصیل اپنے دستخطوں اور ہر سے حرجین کے لکھیں۔ اس کی دہی تو یہی آپ نے اپنی غیر مقلدوں پر مقرر کیا ہے اس لئے دوبارہ مذکورہ بالا گذشتہ عرض خدمت کر رہا ہوں علیحدہ خلا میں اس اسلوب پر آپ اپنے اصل دعوت یا غیر مقلدوں کے دعوت کی ابتداء کریں اس خلا و کتابت میں احقر کی دوسرے عنوان پر نہیں لکھنا چاہتا کہ ہمارا نیا دہی مطالعہ اور اس خلا و کتابت کا مکمل عنوان احقر کے سُرخسولات کے واضح مکمل جوابات سے آپ کو چاہتا ہوں۔

والسلام

ابو عبد اللہ (رحمہ اللہ)

۱۵/رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

۹ جولائی ۲۰۰۹ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## بارہویں تحریر



الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :  
حافظ ثار احمد الحسینی کے نام !

آپ کی تحریر (نوشتہ ۱۵ / رجب ۱۴۳۰ھ بمطابق ۹ / جولائی ۲۰۰۹ء) آج ملی مگر آپ  
نے میرے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہیں دیا۔ مثلاً:

گنگوہی کے ساتھ خواب میں ”نکاح کے وقت نانوتوی کی عمر کتنی تھی اور گنگوہی کی عمر  
کتنی تھی؟“ دیکھئے گیارہویں تحریر (ص ۱)

آپ نے اپنی سابقہ تحریر (نوشتہ ۱۶ / جون ۲۰۰۹ء) میں میرے بارے میں لکھا تھا:  
”آپ نے ہمارے ستر سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہونے کا اپنے پانچویں، چھٹے،  
ساتویں خط میں ذکر کیا ہے۔۔۔“ (ص ۲)

آپ کی اس تحریر کے جواب میں راقم الحروف نے لکھا تھا:

”عرض ہے کہ یہ آپ کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔“ (گیارہویں تحریر ص ۳)

آپ نے جدید تحریر میں اپنی عبارت مذکورہ کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا بلکہ اس تحریر سے  
میری ایک غیر متعلقہ عبارت لکھ دی کہ ”اگر آپ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ آپ کے سوالات کے  
جوابات اہل حدیث (طائفہ منصورہ) کے پاس نہیں تو یہ آپ کی بڑی بھول ہے، جس پر آپ  
کو پچھتانا پڑے گا۔“ (ص ۱)

عرض ہے کہ اہل حدیث کے پاس بحمد اللہ ہر سوال اور ہر اعتراض کا جواب موجود ہے،  
لیکن اس عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زبیر علی زئی نے ثار احمد الحسینی کے ستر سوالات کے  
جوابات لکھ رکھے ہیں۔

جھوٹ کیوں بولتے ہیں؟ کچھ تو اللہ سے ڈریں!

آپ نے تازہ تحریر میں لکھا ہے کہ ”مگر آپ کے اس انکشاف سے آپ کے متعلق ہمارا یہ حسن ظن بھی غلط ثابت ہوا۔“ (ص ۲)

عرض ہے کہ صرف غلط ثابت ہونے کا اعتراف کافی نہیں ہے بلکہ اپنے قلم سے دستخطی تحریر کے ساتھ یہ لکھ کر بھیجیں کہ ”حافظ ثناء احمد نے حافظ زبیر علی زئی پر جھوٹ بولا ہے اور ثناء احمد اپنے اس جھوٹ سے توبہ کرتا ہے۔“

جب تک آپ اپنے اس صریح جھوٹ اور افتراء سے توبہ نہیں کریں گے، دوسری کسی بات پر بحث نہیں ہوگی۔ ان شاء اللہ  
وما علینا الا البلاغ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۲۵/ جولائی ۲۰۰۹ء)



## شارکی بارہویں تحریر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین، والصلوة والسلام علی سیدنا سیدنا الانبیاء والمرسلین

مولانا محمد علی اجماعی۔ انا بعد

حرم جناب حافظ محمد علی زکی صاحب حفظك الله تعالیٰ

سلام سنو!

بارہویں تحریر کے نام سے آپ کا خط گزشتہ دوں خطوط کی طرح یہ تحریر بھی امد سے خروجات میں سے کسی ایک کے اگلی جہل سے نکلی ہے اس خط میں اگلی آپ نے جب ماریتہ طاقدہ ضرور اہل اللہ والجماعت طائے دیوبند فتنہ سرگرم پر اپنا جواب دیا تھا کہ ہوائے ہوائے اہل اللہ کو دہرایا ہے اور آپ کا گوشہ خطوط میں بار بار اشار کر چکا ہے کہ طائے دیوبند رجسٹر منہم الفتنہ علی بنی اسرائیل کے جہالت سے بچا ہے یہ آپ کے ہوائے ہوائے اہل اللہ کے جہالت سے بچا ہے اور انا حافظ محمد علی اجماعی نے اپنے ہوائے اہل اللہ کے جہالت سے بچا ہے یہ تو ان جہالت کے گزلیں آپ امد سے خروجات کے جہالت دیکھیں انشاء اللہ آپ کو سطر سطر نقل کر دیں گے۔

گوشہ خط میں امد سے آپ کو لکھا ہے کہ:

آپ کے اس خط کی:

آپ کے خروجات کے جہالت اہل اللہ (طاقدہ ضرور) کے پاس نہیں تو یہ آپ کی جہالت ہے،

جس پر آپ کو بچتا ہوں گا۔ (آٹھویں تحریر میں)

کا بھی مطلب ہے کہ خروجات کے جہالت آپ کے پاس ہیں اور بچتا ہوں گا کہ امد سے

ہوائے ہوائے اہل اللہ کے جہالت آپ کی باجیوں، چینی اور ساتویں تحریر میں خروجات کے جہالت کو

رکے ہوئے کا خط اسی بات کی یاد دہانی کر رہا ہے کہ امد سے خروجات کے جہالت آپ نے

تیار کر رکھے ہیں۔ ص ۱۰۰

اگر آپ کا پاس ہر امد سے کہ آپ نے ابھی تک امد سے خروجات کے جہالت نہیں لکھے تو آپ کا یہ امد میں تسلیم ہے کہ یہ جہالت

آپ سے ہر ایک ضرور بچے گا کہ آپ نے ابھی تک خروجات کے جہالت کیوں نہیں لکھے؟

عدت دیوار لکھی کہ اس بتاری کے ہر جہالت ہونے کو جہالت چھاپنے لگے پر کیوں نہیں لکھے، کیوں نہیں لکھا؟

آپ نے اس بارہویں تحریر میں لکھا ہے:



۲

ارض ہے کہ صرف غلط ثابت ہونے کا اعتراف کافی نہیں ہے بلکہ اپنے علم سے دشمنی  
قریب کے ساتھ یہ لکھ کر بھیجیں کہ "حافظ ثار احمد نے حافظ زبیر علی زئی پر بصوت بولا ہے اور  
ٹکارا دیا ہے اس جھوٹ سے آج بکراتا ہے۔" ص ۱۱

جناب من! ہم نے اپنے دعوای پر گواہ شدہ خط روز ۱۵ دسمبر ۱۴۳۲ھ ۹ جولائی ۲۰۱۱ء میں آپ کو مکمل جتنی گواہی کے بصورت  
سے تحریر کیا کہ آپ کی جھوٹی کرشمہ سازی ہے۔ آپ مذہبِ بدعتِ جھوٹ سے اپنا نامہ سامعین کیا کر رہے ہیں اس سادہ نامہ اعلیٰ میں آپ کو اپنا جھوٹا  
تقریباً آٹا اور حاملہ گئی بات کو بھی آپ جھوٹ کہتے ہیں آخر نے آپ کو کھٹا ہے کہ آپ کے حلقِ ہمارے حسنِ علم کا کڑا پٹے ہمارے ستر  
سوالات کے جوابات لکھ کر دیے ہیں مگر اب آپ کی اس بارہویں تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ کی حسنِ علم کے قائل نہیں اور نہ اپنے حلق کی حسنِ علم کا  
آپ قبول کرتے ہیں۔

اب آپ کی حسنِ کرشمہ سازی کی یہ حالت ہے کہ اپنے حلقِ حسنِ علم کو بھی آپ جھوٹ کہتے پر مگر ہیں اپنے جھوٹ کو آپ حقیق کا کہہ دیتے  
ہیں آپ کے جھوٹ بھناتات اور علیٰ بنیادوں کی تفصیل انسانہ، اللہ صمدیج ہرے ہے۔ فی الحال "اللہ یمن" ہمراہ فرما دے کہ ایک مکمل جتنی حدت  
ہے۔ ص ۳۴ تا ۳۵ آپ نے "سنن ابی داؤد" اور "سنن ابن ماجہ" "کامیابی حقیق کی خود قلی کھولے ہوئے جو سننوں لکھا اس کا مطالعہ یہ ہے کہ آپ نے  
"سنن ابی داؤد" اور "سنن ابن ماجہ" کی جتنی صحیح احادیث کو ضعیف، تیرا ضعیف کو صحیح، تیرا حسن کو ضعیف، تیرا حسن کو ضعیف اور نہ ایک کا اسباب  
مجہود کیا اور ایک کے بارے میں آپ ابھی متردد ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو اپنی حقیق میں آپ نے انہیں بصورت بولے یہ صرف ایک "اللہ یمن" کی حالت ہے اور نہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے  
لے کر اکابر اہل سنت و جماعت بولے اور کتب و افتراء کا ہزاروں نمونہ لکھا ہے اس کے لئے تو دفتر چاہیے۔

ملاحظہ رہے کہ اللہ یمن نمبر ۵۵ میں مادیات رسول اللہ ﷺ پر مذکور احکام آپ کی ذاتی حقیق ہے جیسے آپ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے لیکن  
ہے کہ اب آپ اس حقیق سے بھی رجوع کر کے نئی حقیق اختیار کر چکے ہیں، نیز رسول اللہ ﷺ پر آپ کے افتراء کتب اور بصورت، بھول چوک  
اور لیس نہیں بلکہ نفلہ ہے اس لیے آپ نے اسے حقیق کا نام دیا حقیق سوچ کچھ کہوتی ہے نہ کہ ہیں انھیں بند کر کے حقیق بننے سے کوئی حقیق  
ہے۔ ص ۲۱

اب آپ سے گواہی ہے کہ

۱) آپ نے رسول اللہ ﷺ پر اپنے اس افتراء کو جھوٹ تسلیم کرتے ہوئے تو یہ کر لی ہے؟

۲) رسول اللہ ﷺ پر اس افتراء پر اپنی حقیق قرار دیتے ہوئے کیا آپ نے حدیث رسول اللہ ﷺ میں نفلہ علیٰ کذابا لیسو لستنفذ

من القرآن۔ (صحيح بخاری) کا اپنے آپ کو حدیث قرار دیتے ہوئے اپنے جتنی ہونے کا افتراء کر لیا ہے؟



۳

- ﴿۳﴾ کیا آپ نے اس حدیث کی افترام بازی جسے آپ تحقیق کا نام دیتے ہیں سے توبہ کر لی ہے؟
- ﴿۴﴾ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ پر تحقیق کے نام سے جس کذب و افترام بازی کا بازو گرم کر رکھا اسے بند کر دیا ہے؟
- ﴿۵﴾ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ پر تحقیق کے نام سے کذب و افترام بازی کی جو عظیم عقلی دی ہے اسے توبہ کر دیا ہے؟
- ﴿۶﴾ کیا آپ نے تقلید چھوڑ کر باطلان تحقیق کا حراج نام خود اپنے انھوں دیکھا اسے چھوڑ کر اسلام کرام کی تحقیق پر اصرار کرتے ہوئے اس بات کو کی طاعت آئیکہ کا اختیار کر لیا ہے؟
- ﴿۷﴾ رسول اللہ ﷺ پر اپنی افترام بازی کا تحقیق کے نام سے انکار کر کے آپ نے ”کتبہ دارالسلام“ ملا اور کرائی سب کی ناشت سے مدد کیا ہے؟
- ﴿۸﴾ ”کتبہ دارالسلام“ ملا اور سے ابھی آپ کی کتابیں مکمل شائع نہیں ہوئیں تھیں کہ آپ نے ان کتابوں پر اپنی تحقیق سے مدد کر لیا اب ان کتابوں کی خرید و فروخت کا شرعی حکم کیا ہے؟ ۱۹۷۷ء
- ﴿۹﴾ ”کتبہ دارالسلام“ ملا اور آپ کی کتابیں آپ کے اس سلطان رجوع کی وضاحت کے بغیر فروخت کر دیے اور رسول اللہ ﷺ پر اس افترام جسے ”کتبہ دارالسلام“ والوں نے تحقیق کا نام دیا ہے اس کی آؤن کا وبال آپ پر ہے یا ”کتبہ دارالسلام“ ملا اور کے مالک پر؟ ۱۹۷۸ء
- ﴿۱۰﴾ کیا آپ نے ”کتبہ دارالسلام“ ملا اور کے مالک کو بتا دیا ہے کہ اسلام کرام کی تقلید چھوڑنے پر آپ کی تحقیق کا یہ انجام ہے لہذا وہ آپ پر عذر سے توبہ پڑاؤ؟ تحقیق کی کتابوں کی ناشت بند کر کے حلقہ بین اسلام کی تحقیقات شائع کرے اور اپنی عاقبت و اہل بیت سے بچائے؟
- آپ کے مطابق کے جواب میں یہ چند طور پر رد گم کی ہیں کہ آپ اپنے بارے میں مبینہ کتب کتب کہنے پر منہ ہول چنے کذب و افترامات کو آپ تحقیق کا نام دے کر حقیق کہانے پر اصرار کر رہے ہیں آپ کے یہ جھوٹ اور کذب و افترامات کی عام قصص اور کہی روایتیں جنہوں پر ہمیں رسول اللہ ﷺ اور حدیث رسول ﷺ جیسے حدیثی عنوان پر ہیں۔ ہم اس لیے آپ کو پہلے بھی یاد دہانی کرتے ہیں کہ آپ نے حدیث کے نام پر حدیث رسول ﷺ کی کتب کتب کا ذکر کیا ہوا ہے۔
- آپ نے لکھا ہے:
- جب تک آپ اپنے اس صریح جھوٹ اور افترام سے توبہ نہیں کریں گے اور میری کسی بات پر بحث نہ ہوگی۔ میں اس بارے میں ستر سوالات کے مکمل واضح اور غیر مجہول بات سے بھاگنے کے لئے آپ کا یہ ایک بھانسنے ہے۔
- جہاں تک آپ کے کسی عنوان پر بحث کا تعلق ہے بحث تو ابھی شرعی نہیں ہوئی اس کا میدان تو انشاء اللہ ابھی باقی ہے لہذا آپ بھی سے بھاگنے کا سلطان کر رہے ہیں۔

﴿۴﴾

۴

اگر آپ جواب نہیں دے سکتے تو سوال الٹ کر کر دیں دہنت یہ کھانا حق آپ کے لئے دنیا آخرت کا خلد ہے۔  
 آپ اگر حق، تحقیق اور دلیل کا دواوی رکھتے ہیں تو دہنت کیجئے ہمارے سرسوات کے مکمل مدد و اعوان فرمیں ہم دعاوات لکھے ہم اللہ سے دعا  
 کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کے حقائق آپ کی سطر و سطر پر قائل کر دیں گے۔

والسلام

۴

شاہد مہتاب

حکومت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## سیف الجبار فی جواب ظہور و نثار (تیرھویں اور آخری تحریر)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الامين، أما بعد:  
ہندوستان پر صلیب کے پجاری انگریزوں کے قبضے کے بعد دیوبندی فرقہ پیدا ہوا،  
جس کے بانیوں میں محمد قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی کے نام  
زیادہ مشہور ہیں۔ ۱۸۶۷ عیسوی سے پہلے دیوبندی فرقے کا کوئی وجود روئے زمین پر نہیں  
تھا۔

اس فرقے نے اہل سنت والجماعۃ سے ہٹ کر اور اہل حق کی مخالفت میں جن عقائد و  
نظریات کو اپنایا اور اُن کا پرچار کیا، اُن میں سے بعض درج ذیل ہیں:  
(۱) محمد قاسم نانوتوی نے کہا:

”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں  
کچھ فرق نہ آئے گا۔“ (تحدیر الناس ص ۸۵، مکتبہ حنیفیہ گوجرانوالہ)

اس عبارت میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اگر فرض کریں، نبی متنبیؑ کے زمانے کے بعد  
کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی ختم نبوت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔!

بعینہ یہی عقیدہ قادیانیوں کا ہے اور عبدالرحمن خادم قادیانی نے اپنی کتاب پاکٹ  
بک (ص ۲۷۶) میں نانوتوی کی عبارت مذکورہ سے استدلال کیا ہے۔

(۲) رشید احمد گنگوہی کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہوا ہے کہ  
”پس ثابت ہوا کہ کذب داخل قدرت باری تعالیٰ جل و علیٰ ہے کیوں نہ ہو ہو علیٰ کل

شیء قدیر“ (ص ۲۱۱، نیز دیکھئے تالیفات رشیدیہ ص ۹۹)

کذب جھوٹ کو کہتے ہیں لہذا دیوبندیوں کے اس عقیدے سے معلوم ہوا کہ اُن کے

نزدیک آیت ﴿وہو علی کل شیء قدیر﴾ کی رُو سے اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور یہ اُس کی قدرت کے تحت داخل ہے۔ نعوذ باللہ

یاد رہے کہ سلف صالحین میں سے کسی نے بھی اس آیت سے یہ مسئلہ نہیں نکالا لہذا دیوبندیوں کا یہ عقیدہ باطل ہے اور حق یہ کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اُس سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے۔ تعالیٰ اللہ عما یقولون علوٰ کبیراً۔

۳) خلیل احمد سہارنپوری انیٹھوی (دیوبندی) نے کہا:

”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“

(براہین قاطعہ ص ۵۵)

اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کی وسعت علم کا انکار کیا گیا ہے بلکہ آپ کے علم کو شیطان و ملک الموت کے علم سے کم قرار دے کر آپ ﷺ کی توہین کی گئی ہے۔

۴) اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے:

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بلیت کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔“

(حفظ الایمان ص ۱۳، دوسرا نمبر ص ۱۱۶)

عالم الغیب تو صرف اللہ تعالیٰ ہے، جس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن عبارت مذکورہ میں نبی کریم ﷺ کے علم کا مقابلہ بچوں، پاگلوں بلکہ حیوانات و بہائم کے علم سے کر کے آپ

ﷺ کی سخت توہین کی گئی ہے۔

۵) حاجی امداد اللہ نے کہا:

”اس مرتبہ میں خدا کا خلیفہ ہو کر لوگوں کو اس تک پہنچاتا ہے اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے اس مقام کو برزخ البرازخ کہتے ہیں“ (کلیات امدادیہ ص ۳۶، ۳۵)

۶) رسول اللہ ﷺ کے رفع یدین اور بعض اوقات جبراً ایک دو آیت پڑھنے کے بارے میں اشرف علی تھانوی نے بحث کرتے ہوئے کہا:

”اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق و شوق کی حالت غالب ہوتی تھی جس میں یہ جہر واقع ہو جاتا تھا اور جب کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اسکو خبر نہیں رہتی کہ کیا کر رہا ہے“ (تقریر ترمذی ص ۱۷ باب رفع الیدین عند الکوع)

عبارت مذکورہ میں نبی ﷺ کی توہین کی گئی ہے۔

۷) ایک شخص نے خواب میں امریکی صدر ریگن، (کافر، صلیبی) کو دیکھا، پھر کیا ہوا؟

رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے اُس شخص سے ریگن کے بارے میں کہا:

”یہ صورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کی شبیہ ہے“

(انوار الرشید ص ۲۳۶ طبع اول ۱۴۰۲ھ)

یہ بہت بڑی توہین اور صریح کفر ہے۔

۸) محمود حسن دیوبندی نے رشید احمد گنگوہی کے بارے میں کہا:

”زبان پر اہل اہوا کی ہے کیوں اٹھل ہٹل شاید

اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی“ (کلیات شیخ الہند ص ۸۷، مرثیہ)

گنگوہی کو بانی اسلام کا ثانی کہنا بہت بڑی توہین ہے۔

۹) حاجی امداد اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے لکھا ہے:

”یا رسول کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے

آپ کی امداد ہو میرا یا نبی حال ابتر ہو فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آجکل

اے مرے مشکل کشا فریاد ہے “ (کلیات امدادیہ ص ۹۰، ۹۱)

(۱۰) رشید احمد گنگوہی نے کہا:

”لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء و انبیاء اور علماء ربانین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے فقط۔“

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۱۸)

حالانکہ کسی دلیل سے کسی امتی کا رحمۃ للعالمین ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی صفت خاصہ ہے۔

اس قسم کے غلط عقائد اور باطل نظریات کی وجہ سے آل دیوبند کے علماء اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہیں۔

راقم الحروف نے محترم ذوالفقار بن ابراہیم الاثری حفظہ اللہ کے ایک سوال کی وجہ سے ایک رسالہ ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ لکھا، جس سے دیوبندی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ بعد میں ظہور احمد دیوبندی نے ”المہند الدیوبندی علیٰ عنق المفتی: علمائے دیوبند پر زیر علی زنی کے الزامات کے جواب“ نامی کتاب لکھی، حالانکہ ظہور احمد بذات خود مفتی ہے اور اس کے ہاتھ میں المفتد ہے، المہند نہیں۔ اس نے ناقابل تردید حقائق اور مستند حوالوں کو الزامات کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی ہے، جو اس کے لئے قطعاً بے سود ہے۔

یہ وہی ظہور احمد ہے، جو ہمارے ایک دوست اور شاگرد حاجی محمد صفدر حضروی کے سامنے لا جواب و مبہوت ہو گیا تھا۔

نثار احمد نے بھی حاجی صفدر کے ایک رقعے کے جواب سے راہ فرار اختیار کی تھی جیسا کہ حاجی صفدر حفظہ اللہ نے مجھے خود بتایا ہے۔

ظہور احمد نے اپنی المفتد میں نواب صدیق حسن خان وغیرہ کے غیر مفتی بھاتو ال لکھ کر دھوکا



دینے کی کوشش کی ہے۔ دیکھئے ماہنامہ المدیث حضور: ۵۳ ص ۲۶

اس مردود کتاب (المفند) کے سلسلے میں راقم الحروف کی حافظ ثار احمد الحسینی الدیوبندی سے تحریری بحث چلی ہے اور یہ تحریر اس سلسلے کی آخری تحریر ہے۔

ثار احمد دیوبندی حضروی نے جب راقم الحروف پر صریح جھوٹ بولا تو اس کی ”خدمت“ میں یہ مطالبہ روانہ کیا گیا:

”عرض ہے کہ صرف غلط ثابت ہونے کا اعتراف کافی نہیں ہے بلکہ اپنے قلم سے دستخطی تحریر کے ساتھ یہ لکھ کر بھیجیں کہ“ حافظ ثار احمد نے حافظ زبیر علی زئی پر جھوٹ بولا ہے اور ثار احمد اپنے اس جھوٹ سے توبہ کرتا ہے۔“ (بارہویں تحریر ص ۲)

لیکن ثار احمد نے توبہ کرنے کے بجائے تین صفحات اور کچھ سطروں والی ایک تحریر (نوشتہ ۷/ اگست ۲۰۰۹ء بمطابق ۱۵/ شعبان ۱۴۳۰ھ) بھیج دی لہذا درج ذیل تحریر میں اس کا جواب بھی مختلف ارقام کے تحت درج ہے:

۱: آپ کے تین سوالات کے جوابات بھیج چکا ہوں لہذا آپ کا یہ بیان آپ کے دوسرے اکاذیب و افتراءات کی طرح غلیظ ترین جھوٹ ہے۔

۲: عادت بد تو آپ لوگوں کی ہے کہ کبھی خواب میں دوسرا ایک دوسرے سے نکاح کر لیتے تھے اور کبھی ایک چار پائی پر لیت کر عاشقانہ حرکتیں شروع کر دیتے تھے۔ کچھ تو شرم کریں! تمہاری مستند کتاب میں محمد قاسم نانوتوی کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ ”اور جلال الدین صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب سے جو اس وقت بالکل بچے تھے، بڑی ہنسی کیا کرتے تھے۔ کبھی ٹوپی اتارتے کبھی کمر بند کھول دیتے تھے۔“ (ارواحِ خلاص ص ۲۸۷ حکایت نمبر ۲۷۵)

یہ بچے کا کمر بند کھول کر کون سی جگہ دیکھنا چاہتا تھا؟ اور کیا اس عادت بد پر تمہارا بھی عمل ہے؟

۳: علمائے دیوبند نہ تو اہل السنۃ والجماعت ہیں اور نہ طائفہ منصورہ بلکہ صرف آل دیوبند اور..... ہیں۔

۴: صحیح و ثابت حوالوں اور ناقابل تردید حقائق کو الزامات قرار دینا ظہور و نثار جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔ کیا تمہیں اللہ کی پکڑ کا کوئی ڈر نہیں ہے؟!

۵: کوئی جوابات نہیں دیئے مثلاً دیوبندیوں کے نزدیک ”اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے....“ اس کا جواب کہاں ہے؟ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۵۴ ص ۲۷، ۲۸

۶: ظہور بیچارہ کیا جواب دے گا وہ تو ہمارے ایک عام شاگرد حاجی محمد صفدر حفظہ اللہ سے بھی لا جواب و ساکت ہے۔ نیز دیکھو الحدیث: ۵۴ ص ۲۸

۷: تین سوالات کے دندان شکن جوابات راقم الحروف نے بھیج دیئے مگر آپ نے گویا زبانِ حال سے قسم کھائی تھی کہ اہل حدیث کے ایک سوال کا بھی جواب نہیں دینا لہذا تمہاری طرف سے ایک سوال مذکور کا جواب بھی نہ آیا۔ کس منہ سے ستر سوالات کے جوابات مانگ رہے ہو؟ کچھ تو شرم کرو!

۸: تم نے اپنی تحریر میں لکھا تھا: ”آپ نے ہمارے ستر سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہونے کا اپنے پانچویں، چھٹے، ساتویں خط میں ذکر کیا ہے....“

اور تحریر مذکور میں اس قسم کا کوئی حوالہ نہیں لہذا تم (نثار احمد) نے جھوٹ بولتے ہوئے جھوٹ کا ”لک“ توڑ دیا ہے۔!

۹: ایسی کوئی بات پیش نہیں کی جسے دلیل کہا جاسکے، اگر اس سے انکار ہے تو کسی غیر جانبدار ثالث سے فیصلہ کراؤ۔

۱۰: نامہ اعمال تمہارے جیسے لوگوں کا سیاہ ہے، جو جھوٹ اور افتراء کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہیں۔

۱۱: جھوٹا تو نثار اور ظہور کا ہے، اگر یقین نہیں تو آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو دیکھ لو۔

۱۲: حسن ظن نہیں تھا بلکہ تم نے صریح جھوٹ بولا ہے جیسا کہ نانو تووی نے صریح جھوٹ بولا تھا۔ دیکھو رواج ثلاثہ (ص ۳۹۰ حکایت: ۳۹۱)

۱۳: ہم اس ساری خط و کتابت کو ان شاء اللہ حتی الوسع شائع کر رہے ہیں اور انٹرنیٹ پر بھی مشہور کر رہے ہیں تاکہ آل دیوبند کے اکاذیب و افتراءات اور گندے عقائد لوگوں کے سامنے اور زیادہ ظاہر ہو جائیں۔

اپنے کروت اور تحریریں انٹرنیٹ پر دیکھنے کے لئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھو:

WWW.IRCPK.COM

۱۴: تحقیق بدل جانا جھوٹ نہیں کہلاتا۔ ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے راویوں کی تضعیف و توثیق اور احادیث کی تصحیح و تحسین کو اجتہادی قرار دیا ہے۔

دیکھئے اعلاء السنن (ج ۱۹ ص ۴۹، ”الفصل الأول في أن تضعيف الرجال و توثيقهم وتصحيح الأحاديث و تحسينها أمر اجتهادي و لكل وجهة“)  
اور یہ ظاہر ہے کہ اجتہاد میں اگر خطا بھی ہو تو ایک ثواب ملتا ہے۔ واللہ

سرفراز خان صفدر دیوبندی کرمنگی نے سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت بحوالہ مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۱۷۹) اور المستدرک (ج ۳ ص ۴۳۰) نقل کر کے اس سے استدلال کیا اور حاکم اور ذہبی دونوں سے نقل کیا کہ انھوں نے اسے ”علی شرطہما“ قرار دیا۔ دیکھئے راہ سنت (ص ۱۳۴، طبع نهم جون ۱۹۷۵ء)

اور دوسری جگہ سرفراز مذکور نے اسی حدیث کو اپنی جرح کا نشانہ بنایا اور امام یحییٰ بن معین سے نقل کیا کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

دیکھئے مقام ابی حنیفہ (ص ۲۰۲، طبع پنجم اگست ۱۹۹۳ء)

نیز دیکھئے الکلام المفید فی اثبات التقليد (ص ۳۲۴، ۳۲۵)

اگر ہمت ہے تو لگا دو سرفراز خان صفدر دیوبندی پر جھوٹ کا فتویٰ!!

۱۵: تحقیق کے بعد رجوع کرنا اور دلیل کی اتباع کرنا اہل ایمان کی نشانی ہے۔

دیکھئے ماہنامہ الحمد یث: ۵۴ کا پہلا اندرونی ناسٹل واللہ

۱۶: تحقیق میں اختلاف اور حق کی طرف رجوع کو افتراء قرار دینا شار احمد جیسے مفتری کا ہی

کام ہے۔

۱۷: مصنف کو رجوع اور تعدیل (اصلاح) کا حق ہر وقت حاصل ہے۔ سرفراز خان صفدر دیوبندی کے بیٹے محمد عبدالقدوس خان قارن نے لکھا ہے:

”یہ بات تو اہل علم جانتے ہیں کہ کسی کتاب پر بحث و طعن کے لیے اس کے قریبی ایڈیشن کو پیش نظر رکھا جاتا ہے کیونکہ پچھلے ایڈیشن میں اغلاط یا سقم سے آگاہی کے بعد مؤلف اس کی اصلاح کر لیتا ہے۔ اور اس کے ہاں معتبر جدید ایڈیشن ہی ہوتا ہے۔“ الخ

(مجدد بانہ دا ویلا ص ۱۸۷)

راقم الحروف کے اعلانات اور اظہار کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۷ ص ۶۰، عدد ۴۱ ص ۴۸

۱۸: اعلانات مذکورہ کے بعد ناشرین کو خود بخود دُرک جانا چاہئے ورنہ میں تو اُن کی شائع کردہ کتابوں کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

۱۹: یہ مکتبہ دار السلام والوں سے پوچھ لیں۔

۲۰: مادر پدر آزاد تو غار احمد جیسے لوگ ہیں جو دن رات سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش میں سرگرداں ہیں۔

۲۱: آل دیوبند کی تکذیب اور افتراءات کے فتنے کے نظارے کے لئے دیکھئے میری کتاب: آل دیوبند کے تین سو جھوٹ

ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے سے بھی شرم نہیں کی ہے۔

۲۲: بھاگ تو تم پہلے دن سے چکے ہو، جس پر تمہارے سارے خطوط (تحریریں) گواہ ہیں۔

۲۳: ہم نے تو تین سوالوں کا جواب دے دیا ہے اور تم دُور دُور بھاگ چکے ہو۔

۲۴: جوابات لکھنے کا مطالبہ تو وہ شخص کرے جو خود جواب لکھ سکے اور جو شخص خود صم بکم ہو وہ کس منہ سے جوابات کا مطالبہ کرتا ہے؟

۲۵: یہ عرض کر دیا گیا ہے کہ (اندر اگانڈھی کو مہمانِ خصوصی کے طور پر اپنے مدر سے میں

بُلانے والے) آل دیوبند اہل السنّت والجماعت نہیں ہیں اور نہ طائفہ منصورہ ہیں بلکہ ایک بدعتی فرقہ ہیں، جن کے شر سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین

راقم الحروف نے اپنی چوتھی تحریر میں لکھا تھا: ”اور یاد رکھیں کہ ہو سکتا ہے جب ضرورت ہوئی تو فریقین کی تحریریں شائع بھی ہو جائیں گی۔ ان شاء اللہ“ (ص ۵، نوشتہ ۳۱/نومبر ۲۰۰۸ء)

اسی کے مطابق اس ساری خط کتابت کو اب انٹرنیٹ پر اور فوٹو سٹیٹ کی صورت میں شائع کر رہے ہیں اور اس کا نام ”سیف الجبار فی جواب ظہور و نثار“ رکھا گیا ہے۔ یہ اس ساری خط کتابت کا آخری خط ہے اور اس کے بعد مزید کسی دوسرے موضوع پر تم بات کرنا چاہو تو غیر جانبدار ثالث مقرر کر کے کر سکتے ہو۔ وما علینا الا البلاغ

(۱۸/اگست ۲۰۰۹ء)

تنبیہ: اس تحریر کا جواب آج تک نہیں آیا۔ (۱۳/جون ۲۰۱۲ء)

## رب نواز دیوبندی کا تعاقب

راقم الحروف نے ماسٹر امین اوکاڑوی کی زندگی میں ”امین اوکاڑوی کا تعاقب“ لکھا تھا، جس کے مکمل جواب سے عاجز ہو کر ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب آنجمنی ہوئے اور اب تک تمام آل دیوبند اس کے مکمل کے جواب سے عاجز ہیں۔

راقم الحروف نے ”دین میں تقلید کا مسئلہ“ نامی کتاب میں لکھا تھا:

”۳: کسی مستند عالم سے یہ قول ثابت نہیں ہے کہ ”انا مقلد“ میں مقلد ہوں۔!!

تنبیہ (۴): بعض علماء کو طبقات الشافعیہ وطبقات الحنفیہ وطبقات المالکیہ وطبقات الحنابلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ یہ علماء: مقلدین تھے۔“ (ص ۴۶)

اس کے جواب میں رب نواز دیوبندی نے میاں نذیر حسین دہلوی، محمد حسین بٹالوی، نواب صدیق حسن خان، میر ابراہیم سیالکوٹی، ولایت علی صادقپوری، حیدر علی ٹوکی، مرزا مظہر جان جاناں، عبدالحی لکھنوی، احمد علی لاہوری دیوبندی، محمود حسن دیوبندی اور احمد سرہندی تقلیدی وغیرہم کے اقوال پیش کر دیئے ہیں۔ (دیکھئے مجلہ صفحہ گجرات عدد ۶ ص ۱۱-۱۰)

سبحان اللہ! رب نواز دیوبندی صاحب کو چاہئے تھا کہ میرے خلاف قاری چن دیوبندی، الیاس گھمن دیوبندی، مونگ پھلی استاد، پیالی ملا اور اپنے دوسرے آل تقلید کے حوالے بھی پیش کرتے تاکہ حوالوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی۔!

اصل میں ان بے چاروں کے پاس عقل ہی نہیں ہے، مت ماری گئی ہے ورنہ انھیں چاہئے تو یہ تھا کہ خیر القرون (تیسری صدی ہجری) تک کے ثقہ و صدوق سنی علماء کے صریح و ثابت شدہ حوالے پیش کرتے یا چھٹی صدی، ہجری (زمانہ تدوین حدیث) تک کے کسی ثقہ و صدوق سنی عالم کا صحیح و صریح حوالہ پیش کرتے، مگر یہ کیا کریں؟ ان کے پاس کچھ ہے ہی نہیں اور اوپر والی منزل بھی سراسر خالی ہی ہے، ورنہ وہ میرے خلاف غالی مقلد اور فرقہ

پرست محمد حسن دیوبندی (مجرع و متروک) وغیرہ کے اقوال کبھی پیش نہ کرتے۔

اگر رب نواز صاحب کہیں کہ میں نے برکتہ الواسطی، امام شافعی اور محمد بن عبد الوہاب کے حوالے بھی پیش کئے ہیں، تو عرض ہے کہ ان حوالوں کا جواب درج ذیل ہے:

۱: برکتہ الواسطی کا شافعی المذہب ہونا اُن کے مقلد ہونے کی دلیل نہیں۔

دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۴۶)

۲: امام شافعی رحمہ اللہ کا حوالہ بذریعہ نواب صدیق حسن خان صاحب۔

عرض ہے کہ یہ حوالہ کئی وجہ سے مردود ہے:

اول: نواب صدیق حسن کی پیدائش سے صدیوں پہلے امام شافعی رحمہ اللہ فوت ہو گئے تھے، لہذا یہ سند منقطع ہے اور اہل حدیث کے نزدیک منقطع روایت ضعیف و مردود ہوتی ہے۔

دوم: امام شافعی نے خود اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرما دیا تھا۔ (دیکھئے مختصر المزنی ص ۱) سوم: بطور انرازی دلیل عرض ہے کہ امام شافعی کا مجتہد ہونا آل دیوبند کو بھی تسلیم ہے اور

ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ”ہاں ان ائمہ نے یہ فرمایا: جو شخص خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے

اس پر اجتہاد واجب، تقلید حرام ہے۔“ (تجلیات مندرج ص ۳۷۷)

امام شافعی کے مجتہد ہونے پر اجماع ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ کے بارے میں آل بریلی و

آل دیوبند کے ”حجتہ الاسلام“ ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی (م ۵۰۵ھ) نے لکھا ہے:

”و اما ابو حنیفہ فلم یکن مجتہداً لانه کان لا یعرف اللغة .... و کان لا

یعرف الأحادیث“ البخ اور ابو حنیفہ تو مجتہد نہیں تھے کیونکہ وہ لغت نہیں جانتے تھے ....

اور وہ احادیث نہیں جانتے تھے۔ الخ (المحول من تعلیقات الاصول ص ۵۸۱ طبع بیروت د شام)

غزالی سے صدیوں پہلے امام سفیان بن سعید الثوری، شریک بن عبد اللہ القاضی اور

حسن بن صالح نے فرمایا: ”أدر کنا أبا حنیفہ و ما یعرف بشئ من الفقه ....“

ہم نے ابو حنیفہ کو پایا ہے (یعنی دیکھا ہے) اور وہ فقہ میں سے کسی چیز کے ساتھ بھی

مشہور نہیں تھے۔ الخ (کتاب السنۃ لعبد اللہ بن احمد: ۲۳۸، تاریخ بغداد ۱۳/۴۳۱، سند صحیح)

اس کے بنیادی راوی یحییٰ بن آدم ثقہ حافظ فاضل ہیں۔ (تقریب الجذیب: ۷۴۶)۔  
یحییٰ بن آدم کے شاگرد احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان صدوق ثقہ تھے۔

(دیکھئے کتاب الجرح والتعديل ۴/۲، الثقات لابن حبان ۸/۳۸-۳۹)

احمد بن محمد سے اس روایت کو عبد اللہ بن احمد بن حنبل اور قاضی حسین بن اسماعیل  
المحلی (دوثقہ راویوں) نے بیان کر رکھا ہے۔

میں تو ایک ناقل ہوں، لہذا میرے ان حوالوں پر غصہ نہ فرمائیں بلکہ اپنی اداؤں پر غور  
کریں اور امام شافعی کو علماء و مجتہدین کی صف سے نکال کر جہلاء و مقلدین میں شمار نہ کریں۔  
۳: میرا براہیم یا لکوٹی صاحب کا حوالہ منقطع (یعنی ضعیف و مردود) ہے اور خود محمد بن  
عبد الوہاب رحمہ اللہ سے مروجہ مقلدین کا ”أنا مقلد“ والا نعرہ ثابت نہیں بلکہ انھوں نے  
عبد اللہ بن محمد بن عبد اللطیف الاحسانی کی طرف خط میں لکھا تھا:

”و لست۔ ولله الحمد۔ أَدْعُو إِلَى مَذْهَبِ صُوفِي أَوْ فُقَيْهِ أَوْ مُتَكَلِّمٍ أَوْ إِمَامٍ  
مِنَ الْأَئِمَّةِ الَّذِينَ أَعْظَمَهُمْ مِثْلَ ابْنِ الْقَيْمِ وَ الذَّهَبِيِّ وَ ابْنِ كَثِيرٍ أَوْ غَيْرِهِمْ، بَلْ  
أَدْعُو إِلَى اللَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَدْعُو إِلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّتِي  
أَوْصَى بِهَا أَوَّلَ أَمَتِهِ وَ آخِرِهِمْ“. اور محمد اللہ۔ میں کسی، صوفی، فقیہ، متکلم یا اماموں میں  
سے کسی امام جن کی میں تعظیم کرتا ہوں مثلاً ابن القیم، ذہبی اور ابن کثیر یا ان کے علاوہ کسی  
دوسرے کے مذہب کی طرف دعوت نہیں دیتا بلکہ میں اللہ وحدہ لا شریک لہ کی طرف دعوت  
دیتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا آپ نے امت کے  
پہلے اور آخری حصے کو حکم دیا تھا۔ (الدرر السنية ۱/۳۱، الاقناع بما جاء من ائمة الدعوة من الاقوال في الاتباع  
ص ۶۱ تصنیف: محمد بن ہادی بن علی المدغلی المدنی)

عبارت مذکورہ میں ”أو غيرهم“ سے مراد احمد بن حنبل وغیرہ ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے۔  
تنبیہ: محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ بارہوں تیرہویں صدی ہجری کے ایک موحد  
عالم تھے۔ (۱۶/اگست ۲۰۱۱ء)



رب نواز تقلیدی نے ماہنامہ صفدر گجرات (شمارہ نمبر ۷) میں حافظ ابن عبدالبر اور حافظ خطیب بغدادی رحمہما اللہ سے عوام کے لئے تقلید کا لفظ بحوالہ ”دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۴۴“ نقل کیا ہے۔ (ص ۴۵)

حالانکہ اس کا جواب ”دین میں تقلید کا مسئلہ“ میں اگلے صفحے (۴۵) پر وضاحت سے موجود ہے اور اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے چند اہم باتیں پیش خدمت ہیں:

۱: عامی (عوام میں سے ایک فرد) کا (مسئلہ پیش آنے پر) زندہ عالم کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں بلکہ اتباع و اقتداء ہے، لہذا اسے تقلید کہنا غلط ہے۔

۲: عامی سے مراد عالم نہیں بلکہ ”جاہل محض“، جو نصوص و احادیث کا معنی اور تاویل نہیں جانتا ہے، جیسا کہ ”خزانۃ الروایات“ سے ثابت کر دیا گیا ہے۔

۳: حنفیہ کی کتب اصول الفقہ (مثلاً مسلم الثبوت، فوائح الرحموت، التحریر اور التقریر والتجیر وغیرہما) اور سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھنؤی کڑمنگی کی ”الکلام المفید فی اثبات التقليد“ میں لکھا ہوا ہے کہ ”آنحضرت ﷺ کے فرمان کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے..... اور اسی طرح عام آدمی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا..... بھی تقلید نہیں ہے۔“

(ص ۱۳، واللفظہ، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۱۳)

۴: رب نواز تقلیدی صاحب اپنے بارے میں بتائیں کہ کیا وہ ”جاہل محض“ ہیں یا عالم؟ اگر ”جاہل محض“ ہیں تو مضامین لکھنے کے بجائے کسی درس گاہ میں پڑھنے کے لئے بیٹھ جائیں اور اگر ”عالم“ ہیں تو حافظ ابن عبدالبر اور حافظ خطیب بغدادی وغیرہما کے نزدیک تقلید صرف جاہل محض کے لئے ہے، عالم کے لئے نہیں۔

۵: جو دیوبندی عوام رب نواز سے مسئلے پوچھ کر اُن پر عمل کرتے ہیں، کیا وہ رب نواز کے مقلد ہیں اور ”دیوبندی“ کے بجائے ”رب نوازی“ ہیں؟ جواب دیں!

رب نواز صاحب نے حافظین مذکورین کے کلام پر راقم الحروف کے تبصرے کو چُھپا کر لکھا ہے: ”زیر علی زنی صاحب کا حافظ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی جیسی علمی شخصیت سے

اختلاف کرنا حقیقت کو مخ نہیں کر سکتا۔“ (ص ۳۶)

عرض ہے کہ ابن عبد البر اور خطیب بغدادی رحمہما اللہ کی مذکورہ عبارات کیا قرآن، حدیث اور اجماع ہیں کہ ان سے اختلاف جائز نہیں یا اُن کے اپنے اجتہادات ہیں؟ اگر دلیل کے ساتھ مختلف فیہا اجتہادات علماء سے اختلاف کیا جائے تو کیوں ناجائز ہے اور اس سے حقیقت کیوں کر مخ ہو سکتی ہے؟!

کیا آل دیوبند کے نزدیک خطیب وابن عبد البر رحمہما اللہ کے تمام اجتہادات صحیح ہیں؟ قارئین کرام! مسئلہ تقلید میں رب نواز دیوبندی کے اعتراضات و بیت العنکبوت کا مسکت و مدلل جواب ”دین میں تقلید کا مسئلہ“ میں موجود ہے، لہذا اصل کتاب کا مکمل مطالعہ کریں۔ آپ پر آل دیوبند کے اکاذیب، افتراءات اور مغالطات کا باطل ہونا خود بخود واضح ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

رب نواز صاحب نے وحید الزمان کے بارے میں ”نور بصیرت بہاولپور“ کا حوالہ دے کر لکھا ہے: ”میری معلومات کے مطابق زیر صاحب آج تک اس کا جواب شائع نہیں کر سکے، اُمید ہے کہ آئندہ بھی ہمت نہ کر سکیں گے۔ ان شاء اللہ“ (ص ۳۹)

عرض ہے کہ تم لوگوں نے مذکورہ رسالے میں کیا تیر مار لیا ہے؟

(دومرہ تکبر مہ کوہ، ستا ڈزے ما اورید لی دی)

آپ لوگوں نے قرآن، حدیث اور اجماع سے تو وحید الزمان حیدر آبادی (جو کہ عامی پر تقلید کو ضروری سمجھتا تھا) کے اہل حدیث ہونے کی کوئی دلیل پیش نہیں کی اور صرف بعض اہل حدیث علماء کے مختلف فیہ اجتہادات لکھے ہیں، جن کے جواب کی کیا ضرورت ہے؟

استاذ محترم شیخ بدیع الدین الراشدی السندی رحمہ اللہ نے اپنی مادری زبان میں لکھا ہے: ”نواب وحید الزمان اہل حدیث نہ ہو۔“ (مرتبہ فقہی حقیقت ص ۹۲)

یعنی (شیخ بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی) نواب وحید الزمان اہل حدیث نہیں تھا۔ و ما علینا إلا البلاغ

(۹/ ستمبر ۲۰۱۱ء)



## کتاب سے استفادے کے اُصول

جب بیروت لبنان سے امام نسائی کی مشہور کتاب ”السنن الکبریٰ“ شائع ہوئی اور بعد میں ادارہ تالیفات اشرفیہ (بیرون بوہرگیٹ ملتان) والوں نے اس کا فوٹو لے کر چھاپ دیا تو محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب نے اس کتاب پر زبردست تبصرہ فرمایا، جس سے دو اہم اقتباسات پیش خدمت ہیں:

۱: تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے:

”امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۰۳ھ) ائمہ حدیث میں کسی تعارف کے محتاج نہیں، وہ حدیث کے ان چھ ائمہ میں سے ہیں جن کی کتابوں کو پوری اُمت نے ”صحاح ستہ“ کا لقب دے کر انہیں حدیث کا مستند ترین ذخیرہ قرار دیا ہے۔ اُن کی جو کتاب صحاح ستہ میں شامل ہے، اُس کا نام ”الجتبیٰ“ ہے، جو صدیوں سے حدیث کے مستند مأخذ کے طور پر پڑھی اور پڑھائی جا رہی ہے۔ لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ امام نسائی رحمۃ اللہ نے اس کتاب سے پہلے ایک اور کتاب ”السنن الکبریٰ“ کے نام سے لکھی تھی جو ”الجتبیٰ“ سے زیادہ جامع اور مفصل تھی، بلکہ ”الجتبیٰ“ درحقیقت ”السنن الکبریٰ“ کے انتخاب و اختصار کے طور پر لکھی گئی تھی، بعد میں اس میں کچھ ایسی احادیث بھی آگئیں جو ”السنن الکبریٰ“ میں موجود نہیں ہیں، تاہم بحیثیت مجموعی ”السنن الکبریٰ“ زیادہ ضخیم، مفصل اور جامع کتاب تھی۔“

(تبصرے ص ۲۹۸ مطبوعہ مکتبہ معارف القرآن کراچی)

فائدہ: جلال الدین سیوطی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ جب نسائی نے السنن الکبریٰ لکھی تو امیر رملہ کے سامنے بطور تحفہ پیش کی۔ امیر رملہ نے کہا: کیا اس میں ساری روایتیں صحیح ہیں؟ پھر (امام) نسائی نے اس (السنن الکبریٰ) سے الجتبیٰ نکال کر (اپنے نزدیک) صحیح

روایات پیش کر دیں۔ (دیکھئے الزہر الربئی ص ۵)

سیوطی کے اس بیان سے بھی یہی ثابت ہے کہ السنن الصغریٰ للنسائی دراصل السنن الکبریٰ للنسائی کا اختصار ہے۔

آل دیوبند کے ”پیر جی سید“ مشتاق علی شاہ دیوبندی نے لکھا ہے:  
 ”ابو عبد الرحمن نسائی نے سنن نسائی یعنی مجتبیٰ کو سنن کبریٰ سے منتخب کر کے مرتب کیا ہے اور خود اس امر کا اقرار کیا ہے کہ اس کی کل حدیثیں صحیح ہیں۔“

(ترجمان احناف ص ۲۷۳، حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراضات کے جوابات ص ۱۷)

۲: السنن الکبریٰ للنسائی کے بارے میں تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے:  
 ”لیکن اس کتاب سے استفادے کے وقت علم حدیث کے اصول کے مطابق ایک اہم نکتہ ضرور ذہن نشین رہنا چاہئے، اور وہ یہ کہ حدیث کی کوئی کتاب جس میں مصنف نے اپنی سند سے احادیث روایت کی ہوں، مصنف کی طرف سے اس کی نسبت کے مستند ہونے کے لئے اذلاً تو یہ ضروری ہے کہ اُس مصنف سے وہ کتاب اس کے شاگردوں نے براہِ راست سن کر، پڑھ کر یا اجازت لے کر حاصل کی ہو، اور ہمارے زمانے تک اس کے روایت کرنے والوں کی سند متصل محفوظ ہو، یا پھر مصنف تک اس کتاب کی نسبت یا کم از کم شہرت و استفادہ کی حد تک پہنچ گئی ہو، اس کے بغیر مصنف کی طرف کتاب کی نسبت محدثانہ اصول کے مطابق مستند اور قابلِ اعتماد نہیں ہوتی۔“

ہمارے زمانے میں حدیث اور سیرت و تاریخ کی بہت سی ایسی کتابیں منظرِ عام پر آئی ہیں جو حدیث و اجازت کے روایتی طریقے سے ہم تک نہیں پہنچیں، بلکہ ان کے قلمی نسخے قدیم کتب خانوں میں دستیاب ہوئے، اور ان کی بنیاد پر وہ کتابیں شائع ہوئیں۔ ہمارے دور میں طبقات ابن سعد، صحیح ابن خزیمہ، معجم طبرانی، مسند ابویعلیٰ، تاریخ طبری وغیرہ اسی طرح شائع ہوئی ہیں۔ اگرچہ محققین نے ان کتابوں کے مختلف نسخوں کا مقابلہ کر کے اطمینان کر لیا ہے کہ یہ وہی کتابیں ہیں، لیکن محدثین کرامؒ نے حدیث کی کتابوں کے استناد کے لئے جس احتیاط سے کام لیا ہے، یہ کتابیں احتیاط کے اس اعلیٰ معیار پر پوری نہیں

اُترتیں، اور ان سے استدلال و استنباط کرتے وقت یہ پہلو نظر سے اوجھل نہ رہنا چاہئے۔  
 زیرِ نظر کتاب بھی صدیوں نایاب رہی، اور فاضل محقق نے چار قلمی نسخوں کی بنیاد پر اسے  
 مرتب کر کے شائع کیا ہے، ان کی محنت، عرق ریزی اور حزم و احتیاط قابلِ صد تہنیک و تحسین  
 ہے، اور یقیناً اس کے ذریعے انہوں نے پوری اُمت پر احسان کیا ہے، لیکن اس بات سے  
 صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا کہ یہ کتاب روایت و اجازت کے محدثانہ طریقے پر ہم تک نہیں  
 پہنچی، لہذا اس کا درجہ استناد اُن کتابوں کے مقابلے میں بہت کم ہے جو سند متصل کے ساتھ  
 ہم تک پہنچی ہیں اور جنہیں صدیوں سے پڑھا اور پڑھایا جا رہا ہے۔

یہ ایک فنی نکتہ ہے جس کا بیان کرنا ضروری تھا، لیکن یقیناً اس کے باوجود کتاب کی قدر و  
 قیمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، اس نکتے کے باوجود یہ ایک پیش بہانمت ہے اور دینی  
 مدارس کے علماء و طلبہ، مصنفین اور محققین کے لئے ایک نادر تحفہ ہے، اور کوئی علمی کتب خانہ  
 اس سے محروم نہ رہنا چاہئے۔ (محرم الحرام ۱۴۱۳ھ) (تبصرے ص ۲۰۰-۲۰۱)

مذکورہ تبصرے میں تقی عثمانی صاحب نے یہ سمجھا دیا ہے کہ کتب ستہ (صحیح بخاری، صحیح  
 مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ) کے مقابلے میں ایسی کتابوں  
 کی روایات کا کوئی اعتبار نہیں جو ہمارے زمانے تک، روایت کرنے والوں کی سند متصل  
 سے موجود و مشہور نہیں مثلاً المدونۃ الکبریٰ اور اس جیسی دوسری کتابیں، لہذا اخبار الفقہاء  
 (غیر ثابت کتاب) مسند الحمیدی (نسخہ محرفہ) اور مسند ابی عوانہ (نسخہ مصحفہ و خطا) سے  
 روایات شاذہ اور خطا و اوہام لے کر صحیحین اور سنن اربعہ (کتب ستہ) کے خلاف پیش کرنا  
 غلط و مردود ہے۔

فائدہ: مراتب صحاح ستہ کے تحت خیر محمد جالندھری دیوبندی نے لکھا ہے:

”پہلا مرتبہ بخاری کا ہے۔ دوسرا مسلم کا۔ تیسرا ابو داؤد کا۔ چوتھا نسائی کا۔ پانچواں ترمذی کا۔

چھٹا ابن ماجہ کا۔“ (خیر الاصول فی حدیث الرسول ص ۷، آثار خیر ص ۱۲۴)

(۱۲/ نومبر ۲۰۱۱ء)

## حکیم نور احمد یزدانی اور اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ؟

اصلی اہل سنت یعنی اہل حدیث کے خلاف دیوبندی حضرات کی طرف سے کتابیں، رسالے اور لٹریچر مسلسل شائع ہو رہا ہے اور اسی سلسلے میں حکیم نور احمد یزدانی دیوبندی کی کتاب: ”اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ“ بھی ہے، جس میں انھوں نے حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کی کتاب کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اخلاق کے دائرے میں رہ کر شخص کو آزادی اظہار اور اپنا موقف بیان کرنے کی اجازت ہے، لیکن اس میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے:

۱: فریقِ مخالف کے خلاف سخت اور ناپسندیدہ الفاظ سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے۔

۲: فریقِ مخالف کے خلاف صرف وہی دلیل پیش کی جائے، جسے وہ حجت تسلیم کرتا ہے۔

۳: فریقِ مخالف کے اصول و قواعد کو مد نظر رکھا جائے۔

۴: فریقِ مخالف کے خلاف الزامی دلیل کو اُن کی مسلم شخصیات اور مسلمہ کتب و عبارات سے پیش کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کے خلاف اُن کی (مخرف) تورات سے حوالہ پیش کیا تھا۔

۵: ہر حال میں صداقت و امانت اور انصاف کا التزام کیا جائے اور کذب بیانی و غلط حوالوں سے اجتناب کیا جائے۔

۶: ہر حوالہ اصل کتاب سے لکھا جائے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ نور احمد یزدانی صاحب نے ادلہ اربعہ (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس) کے بارے میں لکھا ہے: ”نواب صدیق حسن خاں اور دیگر علماء اہل حدیث اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں: فرماتے ہیں: یعنی اصول شرع کے چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔“ (اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۳۳)

نور احمد صاحب نے مزید لکھا ہے: ”مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری فرماتے ہیں:

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ دین کے اصول چار ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع، قیاس (رسالہ اہل حدیث ص 43)“ (اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۳۲-۳۳)

عرض ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن، صحیح و مقبول حدیث اور ثابت شدہ صحیح اجماع شرعی حجت ہیں اور ضرورت کے وقت اجتہاد جائز ہے اور قیاس صحیح بھی اجتہاد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ نیز عرض ہے کہ حکیم نور احمد یزدانی صاحب کی مذکورہ کتاب سے چار مثالیں پیش خدمت ہیں، جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حکیم صاحب نے اپنی اس کتاب میں صداقت و امانت اور انصاف کو مد نظر نہیں رکھا:

مثال اول: حکیم نور احمد صاحب نے بحوالہ نہج البلاغہ (۹۱/۳) لکھا ہے کہ ”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اوقات نماز کے بارے میں اپنے امراء کے نام مندرجہ ذیل مراسلہ بھیجا:

..... بعد حمد و صلوٰۃ پس لوگوں کو ظہر کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب سورج بکریوں کے باڑے کی دیوار سے ڈھل جائے اور سایہ دیوار کے طول کے مطابق ہو (جیسا کہ ہر شے کا سایہ اس کی مثل ہوتا ہے) اور نماز عصر اس وقت پڑھاؤ جبکہ سورج سفید زندہ ہو۔“

(اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۶۳)

کہا جاتا ہے کہ نہج البلاغہ نامی کتاب کو شریف رضی محمد بن حسین بن موسیٰ الشیبی (متوفی ۴۰۶ھ) نے لکھا ہے، لیکن شریف رضی سے لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک متصل صحیح سند موجود نہیں اور نہ شریف رضی تک کوئی متصل صحیح سند موجود ہے۔

اہل سنت میں سے اسماء الرجال کے ایک امام حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے شریف رضی کے تذکرے میں لکھا ہے: ”شاعر بغداد، رافضی جلد“، بغداد کا شاعر، کثر رافضی۔“

(میزان الاعتدال ۳/۵۲۳ تا ۷۴۱۸)

حافظ ذہبی نے مزید فرمایا: ”علی بن الحسین الحسینی الشریف المرتضی المتکلم الرافضی المعتزلی ... هو المتهم بوضع کتاب نہج البلاغہ ... و



من طالع كتابه نهج البلاغة جزم بأنه مكذوب على أمير المؤمنين علي رضي الله عنه ، ففيه السب الصراح والخط على السيدین ابي بكر و عمر رضي الله عنهما ... ” علی بن حسین الحسینی شریف المرتضیٰ، متکلم رافضی معتزلی... نهج البلاغه کتاب گھڑنے کی تہمت اس پر ہے... اور جس نے اس کی کتاب نهج البلاغه کا مطالعہ کیا تو وہ بالجزم کہتا ہے کہ یہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ ہے، اس میں صریح گالیاں اور سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی توہین ہے... (میزان الاعتدال ۳/۱۲۳ ت ۵۸۲۷)

نیز دیکھئے لسان المیزان (ج ۴ ص ۲۲۳-۲۲۴، نسخہ محققہ ۵/۱۷-۲۰)

معلوم ہوا کہ اس بے سند کتاب کو محمد بن حسین، یا علی بن حسین نے خود لکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا تھا، یا یہ دونوں اس کتاب (نہج البلاغه) کے وضع کرنے میں شریک تھے۔ واللہ اعلم

نہج البلاغه ان کتابوں میں سے ہے، جن سے علمائے عرب نے ڈرایا ہے اور اُسے موضوع (من گھڑت) قرار دیا ہے۔ (دیکھئے کتب حذر منها العلماء ج ۲ ص ۲۵۰-۲۵۷)

شیعہ امامیہ جعفریہ اثنا عشریہ کی اس کتاب (نہج البلاغه) کو اہل سنت (اہل حدیث) کے خلاف بطور حجت پیش کرنا غلط بلکہ ظلم عظیم ہے۔

شیعہ کی کتاب نہج البلاغه کے حوالہ مذکورہ کے رد میں عرض ہے کہ اہل سنت کی مشہور کتاب موطا امام مالک میں لکھا ہوا ہے کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ کر حکم دیا: ”أَنْ صَلَّ الظُّهْرَ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ“

جب سورج ڈھل جائے تو ظہر پڑھ۔ (روایۃ یحییٰ ۱/۶۷۷ و سندہ صحیح)

مشہور ثقہ تابعی سید بن غفلہ رحمہ اللہ نماز ظہر اول وقت ادا کرنے پر اس قدر ڈٹے ہوئے تھے کہ مرنے کے لئے تیار ہو گئے مگر یہ گوارا نہ کیا کہ ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھیں اور فرمایا: ہم ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے اول وقت پر نماز ظہر ادا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۲ ح ۳۲۷ و سندہ صحیح)

اسلم مولیٰ عمر کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ظہر کا وقت ایک ذراع سبائے سے لے کر ایک مثل تک رہتا ہے۔ (الاوسط لابن المنذر ۳۲۸/۲ ث ۹۳۸ وسندہ صحیح)

مثال دوم: اہل حدیث، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جہری نمازوں میں امام و مقتدی دونوں آمین بالجہر کہتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک آمین بالجہر مرجوح اور آمین بالسر رائج ہے۔ نور احمد یزدانی صاحب نے آمین بالسر کی دلیل دیتے ہوئے لکھا ہے:

”دلیل 6: عَنْ وَكِيعٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلْمَةَ ابْنِ كَهِيلٍ عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَلَا الضَّالِّينَ فَقَالَ آمِينَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ. (انوار السنن صفحہ ۴۸) یعنی وائل ابن حجر نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے ولا الضالین پڑھا پھر آپ نے پست آواز سے آمین کہی۔

نوٹ: ترمذی نے بھی بسند سفیان اس حدیث کو بیان کیا جس سے جہراً آمین ثابت ہوتا ہے لیکن اس سند میں راوی علاء بن صالح شیعہ ہے اور یہ روایت وکیع کے واسطے سے مذکور ہے اور وکیع بالاتفاق ثقہ و معتبر ہے۔“ (اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۱۷۰-۱۷۱)

عرض ہے کہ نور احمد صاحب کی مذکورہ روایت (جس پر زیور و برویش و جزم وغیرہ بھی لگے ہوئے ہیں) نہ تو مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہے اور نہ حدیث کی باسند کسی کتاب میں، لہذا نور احمد صاحب اور ان کے ممدوح صاحب انوار السنن (؟) دونوں نے غلط بیان کی ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں تو درج ذیل روایت و متن موجود ہے:

”حدثنا وکیع ثنا سفیان عن سلمة بن كهيل عن حجرة بن عنبس عن وائل ابن حجر قال: سمعت النبي ﷺ قَرَأَ ﴿وَلَا الضَّالِّينَ﴾ فقال: آمين، يمد بها صوته“ (ج ۲ ص ۳۲۵، دوسرا نسخ ج ۲ ص ۱۸۹ ح ۷۹۶۰، عوامہ والا نسخ ج ۵ ص ۳۱۰-۳۱۱)

ح ۸۰۳۳، چوتھا نسخ ج ۳ ص ۲۴۸ ح ۸۰۳۵)

یہ روایت اسی سند و متن کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ کے دوسرے مقام پر بھی موجود

ہے۔ (دیکھئے ج ۱۰ ص ۵۲۵ ح ۱۴۶۲۰)

اور یہی وہ معرکہ الآراء و روایت ہے، جسے اسی سند و متن کے ساتھ امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے امام ابو حنیفہ کے خلاف بطور رد پیش کیا ہے:

(ج ۱۴ ص ۲۴۴-۲۴۵ ح ۳۶۸۳ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الرد علی ابی حنیفہ)

کتنا بڑا ظلم ہے کہ نور احمد دیوبندی صاحب نے ”یمدبھا صوتہ“ کو بدل کر ”خفض بھا صوتہ“ کر دیا ہے۔ کیا آل دیوبندیوں کو کئی بھی انصاف پسند نہیں جو ایسی حرکتوں سے منع کرے؟!

امام وکیع کی مذکورہ روایت کو امام احمد بن حنبل نے ”یمدبھا صوتہ“ کے الفاظ سے اپنی مشہور کتاب: المسند میں روایت کیا ہے۔ (دیکھئے ج ۴ ص ۳۱۶ ح ۱۸۸۴۲)

سنن دارقطنی میں بھی یہی روایت وکیع اور محارب بن قالا: ثنا سفیان الخ کی سند و متن (یعنی یمدبھا صوتہ) سے موجود ہے۔ امام دارقطنی نے فرمایا: ”هذا صحيح“ یہ صحیح ہے۔ (ج ۱ ص ۳۳۲-۳۳۳ ح ۱۲۵۳)

تنبیہ: راقم الحروف نے آثار السنن للنیوی کی روایات کی تحقیق اور اہل حدیث پر اعتراضات کے جواب میں انوار السنن کے نام سے ایک کتاب عربی وارد میں لکھی ہے، جو ابھی تک غیر مطبوع ہے۔ یر اللہ لنا طبعہ (آمین)

دیوبندی علماء آئین بالجبر کہیں یا بالسر کہیں، یہ ان کی مرضی ہے، لیکن انھیں یہ حق قطعاً حاصل نہیں کہ اپنی طرف سے متن بنا کر صحیح سند کے ساتھ فٹ کر دیں اور پھر اس خود ساختہ روایت سے مسائل اختلافیہ میں استدلال شروع کر دیں۔ آخر ایک دن اللہ رب العالمین کے دربار میں حاضری بھی ہوگی، اُس دن ایسی حرکتوں کا کیا جواب سوچ رکھا ہے؟!

نور احمد صاحب کا اثنا عشری جعفری شیعوں کی مشہور کتاب نہج البلاغہ کو اہل سنت کے خلاف پیش کرنا اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق راوی علاء بن صالح کو شیعہ قرار دے کر جرح کرنا بہت بڑی ستم ظریفی اور تضاد ہے، نیز عرض ہے کہ علاء بن صالح پر یہاں

جرح چار وجہ سے مردود ہے:

۱: علاء بن صالح کا شیعہ ہونا ثابت نہیں اور میزان الاعتدال میں امام ابو حاتم الرازی کی طرف ”کان من عتق الشيعة“ کا جو قول منسوب ہے، امام ابو حاتم سے یہ قول ثابت نہیں بلکہ انھوں نے علاء بن صالح کے بارے میں فرمایا: ”لا بأس به“ اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں۔ (کتاب الجرح والتعديل ج ۶ ص ۲۵۷)

جب یہ قول ثابت ہی نہیں تو پھر علاء بن صالح پر شیعہ ہونے کا اعتراض اصلاً باطل و مردود ہے۔

۲: متقدمین کا کسی راوی کو صرف شیعہ کہہ دینا، اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ راوی اثنا عشری جعفری شیعہ تھا، بلکہ متقدمین کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دینا بھی تشیع کہلاتا تھا۔ (دیکھئے میزان الاعتدال ۱ ص ۲۵۱)

۳: علاء بن صالح کو امام یحییٰ بن معین، یعقوب بن سفیان الفارسی، عیسیٰ، ابو حاتم الرازی، ابو زرعة الرازی اور ابن حبان وغیرہم یعنی جمہور محدثین نے ثقہ و لا بأس بہ قرار دیا، نیز ان کی بیان کردہ احادیث کو حسن اور صحیح کہا۔ سرفراز خان صفردیوبندی نے لکھا ہے:

”بایں ہمہ ہم نے توثیق و تصحیف میں جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔ مشہور ہے کہ زبان خلق کو تقارہ خدا سمجھو“ (احسن الکلام ج ۱ ص ۶۱)

عرض ہے کہ حکیم نور احمد صاحب نے علاء بن صالح پر جرح کرتے ہوئے جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا دامن چھوڑ دیا ہے!

۴: علاء بن صالح اس روایت میں منفرذ نہیں، بلکہ درج ذیل راویوں نے بھی یہ حدیث اسی مفہوم کے ساتھ سفیان ثوری سے بیان کی ہے:

☆ محمد بن کثیر العبدی: ورفع بها صوته .

(سنن ابی داود: ۹۳۲، سنن داری: ۱۲۵۰، بلفظ ورفع بها صوته)

☆ ابو داود و عمر بن سعد الخفري: ورفع بها صوته .

(اسنن الکبریٰ للبیہقی ۵۷۲، معرفۃ السنن والآثار ۵۳۰ ج ۲ ص ۷۸)

☆ محمد بن یوسف بن واقد الفریابی: یرفع صوته بآمین . (سنن دارقطنی ۱۲۵۴ ج ۳ ص ۳۳۳)

☆ قبیصہ بن عقبہ: یرفع بها صوته . (المجم الکبیر للطبرانی ۱۱۱ ج ۲ ص ۲۲)

کیا اتنے راویوں کی متابعات کے بعد بھی جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق راوی علاء بن صالح کی بیان کردہ حدیث ضعیف ہی ہے اور شیعوں کی نہج انبیاؑ کا قائل اعتماد ہے؟!  
فائدہ: سنن ابی داود (۹۳۳) کی روایت میں علی بن صالح نے علاء بن صالح کی متابعت کی ہے، لیکن یہاں علی بن صالح کا نام مشکوک ہے، لہذا میں نے اس سے استدلال نہیں کیا۔

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے آمین بالجہر والی حدیث کو (جو مختلف الفاظ اور جہری مفہوم کے ساتھ مروی ہے) درج ذیل محدثین نے صحیح و حسن کہا ہے:  
دارقطنی، ابن حجر العسقلانی، بغوی، ابن القیم اور ترمذی

(دیکھئے میری کتاب القول الثمین فی الجہر باتاً میں ص ۳۱)

جبکہ امام شعبہ والی روایت شاذ و معلول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

مثال سوم: اول نماز پڑھنے کے بارے میں نور احمد یزدانی صاحب نے سُرخ جلاتے ہوئے لکھا ہے: ”اول وقت کی حدیثیں ضعیف ہیں

انصاف کی رو سے ان روایات سے احتجاج درج درست نہیں۔“ (اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۷۲)

عرض ہے کہ امام ابن خزیمہ نے فرمایا: ”نا بندار بن بشار: حدثنا عثمان بن عمر: نا ملک بن مغول عن الولید بن العیزار عن أبي عمرو الشيباني عن عبد الله بن مسعود قال: سألت رسول الله ﷺ أي العمل أفضل؟ قال: الصلاة في أول وقتها.“ (صحیح ابن خزیمہ ۱/۱۶۹ ج ۳ ص ۳۲۷)

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اول وقت میں نماز پڑھنا۔

مختصر تخریج: اسے ابن حبان (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۳۷۳، ۱۳۷۷) اور حاکم (المستدرک ۱/۱۸۸ ح ۶۷۵) نے ہندار سے اور حاکم (ح ۶۷۴) نے الحسن بن مکرم: ثنا عثمان بن عمر کی سند سے روایت کیا ہے اور درج ذیل اماموں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے:

۱: ابن خزیمہ

۲: ابن حبان

۳: حاکم (صحیح علی شرط الشيخین)

۴: ذہبی (صحیح علی شرطہما)

اب اس سند کے راویوں کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

۱: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مشہور صحابی

۲: ابو عمرو الشیبانی سعد بن ایاس رحمہ اللہ ثقہ خضرم (تقریب التہذیب: ۲۲۳۳)

۳: الولید بن عیزار ثقہ (تقریب التہذیب: ۷۴۶۶)

۴: مالک بن مغول ثقہ ثبت (تقریب التہذیب: ۶۴۵۱)

۵: عثمان بن عمر بن فارس صالح ثقہ (الکاشف للذہبی ۲/۲۹۳ تا ۳۷۱۹)

۶: محمد بن بشار عرف ہندار ثقہ (تقریب التہذیب: ۵۷۵۴)

الحسن بن مکرم الإمام الثقة (سیر اعلام النبلاء ۱۳/۱۹۲)

المستدرک للحاکم میں اس حدیث کے دو شواہد بھی ہیں:

۱: علي بن حفص المدائني ثنا شعبة عن الوليد بن العيزار إلخ... (۶۷۶۷)

۲: حديث الحسن بن علي بن شبيب العمري و باقي السند صحيح .

(۶۷۷۷)

اول وقت میں نماز پڑھنے والی صحیح حدیث کو نور احمد صاحب نے ضعیف قرار دیا، لیکن

دوسری طرف ایک بے سند روایت کے بارے میں بحوالہ قاضی شمس الدین (!) لکھا ہے:

”اور بدائع میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا دس صحابہ جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر صرف شروع نماز کی تکبیر کے ساتھ۔“ (اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۱۸۸)

عرض ہے کہ بدائع الصنائع ہو یا کوئی کتاب، کیا کسی کتاب میں اس روایت کی متصل اور صحیح سند موجود ہے؟

حکیم نور احمد صاحب تو اگلے جہان پہنچ چکے ہیں، لہذا آل دیوبند کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ بدائع نامی حنفی کتاب کی مذکورہ روایت باسند متصل پیش کریں اور اصول حدیث سے اس کا صحیح ہونا بھی ثابت کریں، یا پھر یہ اعلان کر دیں کہ ان کے حکیم نور احمد صاحب نے موضوع و بے سند روایت سے استدلال کیا ہے۔

مثال چہارم: حکیم نور احمد صاحب نے لکھا ہے:

”قرأت خلف الامام کی حدیثیں غیر صریح اور ضعیف ہیں“ (اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۱۵۴)

حالانکہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلے پر کئی صحیح حدیثیں موجود ہیں اور نافع بن محمود (ثقة تابعی) رحمہ اللہ کی سند سے نیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں آیا ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میرے ساتھ پڑھتے ہو؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں!

آپ نے فرمایا: نہ پڑھو سوائے سورۃ فاتحہ کے، کیونکہ بے شک جو شخص سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(کتاب القراءت خلف الامام للبیہقی ص ۶۳ ح ۱۲۱، وقال البيهقي: "وهذا إسناد صحيح و رواه ثقات")

اس حدیث کو درج ذیل اماموں نے صحیح و حسن قرار دیا ہے:

۱: امام بیہقی رحمہ اللہ

۲: امام دارقطنی رحمہ اللہ قال: "هذا إسناد حسن و رجاله ثقات كلهم"

(سنن الدار قطنی ۱/۳۲۰ ح ۱۲۰۷)

۳: الضیاء المقدسی، رواہ فی المختارۃ (۸/۳۲۶-۳۲۷ ح ۳۲۱)

اس حدیث کے جلیل القدر راوی سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ”یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں ہے خصوصاً قرآن کریم، صحیح احادیث اور جمہور حضرات صحابہ کرامؓ کے آثار کے مقابلہ میں...“ (احسن الکلام ج ۱۰ ص ۱۵۶، طبع جون ۲۰۰۶ء)

تنبیہ: ”کے مقابلہ میں“ والی بات بالکل غلط ہے، جس کے رد کے لئے میری کتاب: **الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الجہر** یہ ہی کافی ہے۔ والحمد للہ

جملہ معترضہ کے بعد عرض ہے کہ دوسری طرف نور احمد صاحب نے عباد بن صہیب نامی راوی کی وہ روایت پیش کی ہے، جس میں دورانِ وضوء مختلف دعائیں پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ اس کے بعد نور احمد صاحب نے رحمۃ اللہ اذی نامی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے: ”لیکن ابوداؤد کہتے ہیں کہ وہ قدری تھا اور سچا تھا۔ امام احمد نے فرمایا اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔“ (اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۸۹)

عرض ہے کہ امام ابوداؤد کی طرف منسوب یہ قول ابو عبیدہ الآجری کے مجہول ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں اور امام احمد کا قول توثیق نہیں ہے۔

اب عباد بن صہیب پر جمہور محدثین کی جروح صحیح حوالوں سے پیش خدمت ہیں:

۱: ابو حاتم الرازی نے کہا: ”ضعیف الحدیث منکر الحدیث، ترك حدیثہ“

(الجرح والتعذیل ۸۲/۶)

۲: ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا: ہم نے عباد بن صہیب کے مرنے سے بیس سال پہلے اس کی حدیث کو ترک کر دیا۔ (ایضاً ص ۸۱ و سندہ صحیح)

۳: علی بن الدینی نے کہا: ”ذهب حدیثہ“ اس کی حدیث ختم ہو چکی ہے۔

(ایضاً ص ۸۱)

۴: ابن ابی حاتم نے کہا: ”روی عنه من لم يفهم العلم“ اس سے اس نے روایت



بیان کی ہے جو علم نہیں سمجھتا۔ (ایضاً ص ۸۱)

۵: امام بخاری نے فرمایا: ”تروکھ“ انھوں (محدثین) نے اسے ترک کر دیا۔

(کتاب الضعفاء: ۲۲۷)

۶: امام نسائی نے فرمایا: ”متروک الحدیث“ (کتاب الضعفاء والمتر وکین: ۴۱۱)

۷: ابن حبان نے کہا: وہ قدری تھا (اور) قدریت (بدعت) کی طرف دعوت دینے والا تھا، اس کے ساتھ وہ مشہور لوگوں سے منکر حدیثیں بیان کرتا، جنھیں سن کر علم حدیث کا ابتدائی طالب علم بھی یہ فیصلہ کر دیتا ہے کہ یہ حدیثیں موضوع ہیں۔

پھر حافظ ابن حبان نے وضوء کے دوران میں دعاؤں والی روایت کو ذکر کیا۔

(کتاب البحر وحین ۱۶۴/۲، ۱۶۵، دوسرا نسخہ ۱۵۴/۲-۱۵۵)

۸: عقیلی نے اسے ضعیف راویوں میں ذکر کیا۔ (دیکھئے الضعفاء للعقلمی ۱۳۴/۳-۱۳۵)

۹: جوزجانی نے کہا: وہ اپنی بدعت میں غالی تھا، باطل چیزوں کے ساتھ جھگڑے کرتا تھا۔

(احوال الرجال: ۱۷۸)

۱۰: ابن سعد نے کہا: اور وہ قدیم تھا، لیکن وہ قدریت کی طرف دعوت دینے والا تھا، لہذا

اس کی حدیث متروک ہو گئی۔ (طبقات ابن سعد ۷/۲۹۷)

۱۱: حافظ ذہبی نے عباد بن صہیب کے بارے میں فرمایا: ”کذاب ہالک“

جھوٹا (اور) ہلاک کرنے والا ہے۔ (دیوان الضعفاء والمتر وکین ۱۴/۲-۱۴۷/۲)

حافظ ذہبی نے عباد بن صہیب کی وضوء کے درمیان اذکار والی روایت کے بارے

میں فرمایا: ”باطل“ باطل ہے۔ (میزان الاعتدال ۲/۳۶۷-۳۶۸)

۱۲: یعقوب بن سفیان الفاری نے کہا: عباد (بن صہیب) اور (ایوب) ابن خوط کی

حدیث نہ لکھی جائے۔ (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۶۶۶)

۱۳: پیشی نے کہا: عباد بن صہیب متروک ہے اور اس پر (محدثین کی طرف سے) وضع

حدیث کی تہمت ہے (یعنی محدثین نے اسے کذاب قرار دیا ہے) اور ابو داؤد نے اس کی

توثیق کی۔ (مجمع الزوائد ۱۹۶/۷)

عرض ہے کہ ابو داود کی توثیق ان سے ثابت نہیں، اس توثیق کا راوی ابو عبیدہ الآجری ہے اور اس کا ثقہ ہونا ثابت نہیں ہے۔

۱۳: محمد بن بشار العبدی نے کہا: ”مبتدع خبیث“ خبیث بدعتی ہے۔

(الضعفاء لابن زرع الرازی ص ۳۶۸ ج ۲)

۱۵: ابو زرع الرازی نے اسے ضعیف میں ذکر کیا۔ (ج ۲ ص ۶۳۵ ت ۲۰۰)

۱۶: ابن الجوزی نے اسے الضعیفاء والمترکین میں ذکر کیا۔ (ج ۲ ص ۷۴ ت ۱۷۷۷)

۱۷: سیوطی نے کہا: ”عباد متروک“ عباد متروک ہے۔ (الآلای المصنوعۃ ۱۱۳/۱)

۱۸: حسین بن ابراہیم الجورقانی الہمدانی نے عباد بن صہیب کی بیان کردہ ایک روایت کو

”هذا حديث باطل“ کہا۔ (الاباطیل والنائکیر ۲/۲۳۲ ج ۲ ص ۶۳۷)

۱۹: ابن الملقن نے عباد بن صہیب کو متروک کہا۔ (البدرا لمیر ۲/۱۳۵)

۲۰: حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ”و فیہ عباس (کذا، و الصواب: عباد) بن

صہیب وهو متروک“ (التلخیص الحبیر ۱/۱۰۰ ج ۱ ص ۱۱۷)

ان کے علاوہ دیگر علماء سے بھی عباد مذکور پر شدید جروح مروی ہیں، مثلاً ابن حماد

دولابی حنفی نے کہا: ”متروک الحدیث“ (اکامل لابن عدی ۳/۱۶۵۲، دوسرا نسخہ ۵/۵۵۷)

ایسے شدید مجروح و متروک راوی کی روایت پیش کر کے اور صحیح احادیث کو ضعیف کہہ

کر نور احمد یزدانی صاحب نے کون سے انصاف سے کام لیا ہے؟ انصاف تو یہ تھا کہ یہ لوگ

صحیح و ثابت روایات لکھتے، ضعیف روایات سے اجتناب کرتے، صحیح احادیث کو تسلیم کرتے

اور صداقت، دیانت و امانت سے کام لیتے، لیکن غیرت تھا نام جس کا گئی تیمور کے گھر سے!!

کیا تحقیق اور کتابیں لکھنا اسی کا نام ہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق

راویوں کو ضعیف اور ضعیف و مجروح راویوں کو ثقہ و صدوق ثابت کرنے کی کوشش کی جائے

(۲۴/مارچ ۲۰۱۱ء)

یا.....!؟

## مسئلہ رفع یدین اور مزارِ دیوبندی کے شبہات

مری سے تحمل حسین صاحب نے ایک چار ورثی پمفلٹ: ”مسئلہ رفع یدین“ کے عنوان سے بھیجا ہے، جسے کسی دوست محمد مزاری دیوبندی نے لکھا ہے اور محمد رفیع عثمانی دیوبندی نے اس پمفلٹ کی تصدیق کی ہے، نیز محمد تقی عثمانی، محمد عبد المنان اور عبد الرؤف وغیرہم نے ”الجواب صحیح“ لکھ کر اس پر مہر لگائی ہیں۔ تحمل حسین صاحب کے مطالبے پر اس پمفلٹ کا جواب پیش خدمت ہے:

مزاری دیوبندی نے لکھا ہے: ”نماز میں رفع یدین کرنا نہ کرنا دونوں ثابت ہیں۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ حضرت جابر بن مسعودؓ اور دیگر کئی اجلہ (بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل مدینہ و اہل کوفہ ترک رفع یدین پر عامل رہے۔“

عرض ہے کہ کرنا تو ثابت ہے اور نہ کرنا ہرگز ثابت نہیں، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ہم نے حجاز و عراق کے جتنے محقق علماء کو پایا ہے (مثلاً) ان میں عبد اللہ بن الزبیر (الحمیدی) علی بن عبد اللہ بن جعفر (المدینی) یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ ہیں۔ یہ اپنے زمانے کے (بڑے) علماء تھے، ان میں سے کسی ایک کے پاس بھی ترک رفع یدین کا علم نہ تو نبی ﷺ سے (ثابت) ہے اور نہ نبی ﷺ کے کسی صحابی سے کہ اس نے رفع یدین نہیں کیا۔“ (جز رفع الیدین تحقیقی: ص ۶۳)

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: ”اور نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی یہ ثابت نہیں کہ وہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔“ (جز رفع الیدین: ص ۷۶)

امام بخاری کے مقابلے میں مزاری کی بات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مزاری کے ذکر کردہ کسی ایک صحابی سے بھی ترک رفع یدین ثابت نہیں، بلکہ درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم

سے رفع یدین کا کرنا ثابت ہے:

۱: سیدنا ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ (اسنن الکبریٰ للبیہقی ۳۲۲ در جال ثقات وسندہ صحیح)

۲: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۲۵ ج ۲۳۳۱ وسندہ حسن)

ان کے علاوہ درج ذیل صحابہ سے بھی رفع یدین ثابت ہے:

۳: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری ۷۳۹)

۴: سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری ۷۳۷ صحیح مسلم ۳۹۱)

۵: سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ (الاوسط لابن المنذر ۳۸۳، وسندہ صحیح)

۶: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (جزء رفع الیدین: ۲۰ وسندہ صحیح)

۷: سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ (اسنن الکبریٰ ۳۲۲ وسندہ صحیح)

۸: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (جزء رفع الیدین: ۲۲ وسندہ صحیح)

۹: سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (شرح سنن الترمذی لابن سید الناس ۳۹۰)

۱۰: سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ (مسند السراج ۹۲ وسندہ حسن)

۱۱: سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ ام الدرداء رحمہما اللہ (جزء رفع الیدین: ۲۵ وسندہ حسن)

اور یہ ظاہر ہے کہ ام الدرداء نے اپنے شوہر سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ہی نماز سیکھی ہوگی۔

رفع یدین پر صحابہ کرام کے ان آثار متواترہ کے بعد تابعین عظام کے دس سے

زیادہ آثار پیش خدمت ہیں:

۱: محمد بن سیرین الانصاری البصری رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۲۵ ج ۲۳۳۱ وسندہ صحیح)

۲: ابو قلابہ البصری الشامی رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۲۵ ج ۲۳۳۷ وسندہ صحیح)

۳: وہب بن منبہ الیمانی رحمہ اللہ

(اتہمید لابن عبدالبر ۲۲۸/۹ وسندہ صحیح، مصنف عبدالرزاق ۶۹۲ ج ۲۵۲۳)

۴: سالم بن عبداللہ بن عمر المدنی رحمہ اللہ

(حدیث السراج ۳۳۲-۳۵ ج ۱۱۵، وسندہ صحیح، جزء رفع الیدین ۶۲ وسندہ حسن)

۵: قاسم بن محمد بن ابی بکر المدنی رحمہ اللہ (جزء رفع الیدین: ۶۲، وسندہ حسن)

۶: عطاء بن ابی رباح المکی رحمہ اللہ (جزء رفع الیدین: ۶۲، وسندہ حسن)

۷: مکحول الشامی رحمہ اللہ (جزء رفع الیدین: ۶۲، وسندہ حسن)

۸: نعمان بن ابی عیاش الانصاری المدنی رحمہ اللہ (جزء رفع الیدین: ۵۹، وسندہ حسن)

۹: طاؤس الیمینی رحمہ اللہ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/۴۲۲، وسندہ صحیح)

۱۰: سعید بن جبیر الکوفی رحمہ اللہ (السنن الکبریٰ ۷/۵۸۲، وسندہ صحیح)

۱۱: قاسم بن خمیرہ الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ (جزء رفع الیدین: ۶۰، وسندہ صحیح)

۱۲: حسن بصری رحمہ اللہ (معنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۳۵ ج ۲۳۵، وسندہ صحیح)

مکہ، مدینہ، یمن، شام، ہمدان، کوفہ اور عراق وغیرہ کے رہنے والے صحابہ و تابعین کے ان آثار متواترہ کے بعد مزاری کا مذکورہ بے دلیل دعویٰ باطل و مردود ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے تین امام رفع یدین کے قائل و فاعل تھے۔

۱: امام مالک المدنی رحمہ اللہ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۵/۱۳۳، وسندہ حسن)

امام ابو العباس القرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تین مقامات پر رفع یدین کرنا امام مالک کا آخری اور سب سے صحیح قول ہے۔ (دیکھئے المغنم ج ۲ ص ۱۹، طرح التریب ج ۱ ص ۲۵۳ واللفظ لہ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”و بہ یقول مالک و معمر و الأوزاعی و عبد اللہ بن المبارك و الشافعی و أحمد و إسحاق“ اور اس (رفع یدین) کے قائل مالک (بن انس المدنی)، معمر (بن راشد الیمینی)، اوزاعی (شامی)، عبد اللہ بن المبارك (المروزی الجباد)، شافعی (المطیسی المکی المصری)، احمد (بن حنبل المروزی البغدادی) اور اسحاق (بن راہویہ المروزی المجتہد) ہیں۔ (سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی ج ۲ ص ۵۷۷ ج ۲۵۶)

امام مالک سے ترک رفع یدین ثابت نہیں اور مدوّنہ نامی کتاب بے سند و غیر مستند ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے۔

۲: امام شافعی رحمہ اللہ (کتاب الام ج ۱ ص ۱۰۴)

۳: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (مسائل امام احمد ص ۷۰ روایۃ ابی داؤد ص ۳۳ وغیرہا) مزارعی دیوبندی نے لفاظی کرتے ہوئے مختلف باتیں لکھی ہیں اور بعض جگہ صریح غلط بیانی بھی کی ہے، مثلاً لکھا ہے: ”چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں چھ دفعہ رفع یدین کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔“

عرض ہے کہ ایسی کوئی روایت ہمارے علم میں نہیں ہے۔

مزاری صاحب نے ادھر ادھر کی باتیں اور بے سند کلام کے بعد لکھا ہے:

”رفع یدین اور ترک رفع یدین پر چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں:“

عرض ہے کہ مزاری صاحب کی روایات مذکورہ پر تبصرہ درج ذیل ہے:

۱) ”عن مجاہد قال: صلیت خلف ابن عمر فلم یرفع یدیه إلا فی

النکبیرۃ الأولى من الصلوة“ (بحوالہ لمجادی ص ۱۱۰ ج ۱)

روایت مذکورہ میں ابوبکر بن عیاش صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمعہ روادی کو غلطی لگ

گئی تھی، جیسا کہ محدثین کے اجماع سے ثابت ہے اور اجماع شرعی حجت ہے۔

۱: اس روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ باطل ہے۔

(مسائل احمد، روایۃ ابن ابی ار۷۵۰ فقرہ: ۲۳۷)

۲: امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ روایت ابوبکر (بن عیاش) کا وہم ہے، اس

روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (جزء رفع الیدین: ۱۶، نصب الرا۷۱۲: ۳۹۲)

۳: امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ ابوبکر (بن عیاش) یا حصین کا وہم ہے۔

(العلل الوارده ج ۱ ص ۱۳، سوال ۲۹۰۲)

۴) ”عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلوة رفع یدیه

حدو منکبیه و اذا رفع رأسه من الرکوع رفعهما کذلک ایضاً“

(موطأ امام مالک ص ۵۹)

یحییٰ بن یحییٰ رحمہ اللہ راوی کی بیان کردہ موطأ امام مالک کی اس روایت کا مفہوم درج

ذیل ہے:

رسول اللہ ﷺ شروع نماز میں اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔  
دوسرے راوی عبدالرحمن بن القاسم کی بیان کردہ موطاً امام مالک کی اس روایت کے الفاظ اور مفہوم درج ذیل ہے:

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ. وَقَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)) وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ. (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں کندھوں تک رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح رفع یدین کرتے اور فرماتے: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) اللہ نے اس کی سن لی جس نے اس کی حمد بیان کی۔ ((رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)) اے ہمارے رب! اور سب تعریفیں تیرے لئے ہیں، اور آپ (ﷺ) سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(موطاً امام مالک تحقیقی ص ۱۳۶-۱۳۷ ج ۵۹ رولہ ابن القاسم)

ثابت ہوا کہ اس حدیث میں تین جگہ رفع یدین ثابت ہے، جبکہ یحییٰ بن یحییٰ کی روایت میں دو جگہ لکھا ہوا ہے، یعنی تیسری دفعہ والا رہ گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حدیث کی تمام سندیں جمع کر کے مشترکہ مفہوم پر عمل کرنا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ مزاری صاحب اور عام دیوبندیوں کا رکوع سے بعد والے رفع یدین پر بھی عمل نہیں، لہذا وہ کس وجہ سے اس روایت کو پیش کرتے ہیں؟!

(۳) مزاری صاحب نے اس نمبر کے تحت صحیح بخاری (ص ۱۰۲ ج ۱) کی جو حدیث پیش کی ہے، اس کا ترجمہ و مفہوم پیش خدمت ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز میں کھڑے ہوئے تو کندھوں تک رفع یدین کیا، آپ رکوع کے لئے تکبیر کہتے وقت ایسا ہی کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ایسا ہی (یعنی رفع یدین) کرتے تھے۔

یہ اہل حدیث کی زبردست دلیل ہے اور یوہندیوں کا عمل اس کے سراسر خلاف ہے۔  
(۴) مزاری صاحب نے اس نمبر کے تحت بخاری شریف (ص ۱۰۲ ج ۱) کی جو روایت پیش کی ہے، اس کا ترجمہ و مفہوم درج ذیل ہے:

ابن عمر (رضی اللہ عنہما) جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے، جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمد کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے۔

عرض ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اہل حدیث یعنی اہل سنت کی زبردست دلیل ہے اور ہمارا اس پر چار یا تین رکعتوں والی نماز میں عمل ہے۔ والحمد للہ  
اس صحیح حدیث کو اوکاڑوی اور گھمن پارٹی کا امام ابو داؤد وغیرہ بعض علماء کے شاذ و مرجوح اقوال کی مدد سے ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرنا مردود ہے اور زمانہ تدوین حدیث کے بعد ایسی جرح صحیح بخاری پر حملہ بھی ہے۔

(۵) ”عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان یرفع یدیه عند التکبیر للركوع و عند التکبیر حین یهوی ساجداً“ (مجمع الزوائد ص ۱۰۲ ج ۲)

اس روایت میں دو مقامات پر رفع یدین کا ذکر ہے:

۱: رکوع سے پہلے تکبیر رکوع کے وقت رفع یدین

۲: سجدے کے لئے جھکنے کے لئے تکبیر (اللہ اکبر) کے وقت (یعنی رکوع کے بعد قومہ میں) رفع یدین

(۶) ”عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان یرفع یدیه عند کل خفض ، و رفع ،

و رکوع ، و سجود ، و قیام ، و بین السجدتین“ (مشکل الآثار ص ۱۸۵ ج ۲)

عرض ہے کہ طحاوی حنفی نے یہ روایت بیان کر کے درج ذیل فیصلہ لکھ دیا ہے:

”و کان هذا الحديث من رواية نافع شاذاً لما رواه عبيد الله“

عبيد الله نے جو روایت کیا ہے تو یہ روایت نافع کی سند سے شاذ ہے۔



(مشکل الآ خارج ج ۵ ص ۷۵ ح ۵۸۳۱)

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا:

”و هذه رواية شاذة“ یہ روایت شاذ ہے۔ (فتح الباری ۲۲۳۲ تحت ج ۳۹۷)

شاذ روایت ضعیف ہوتی ہے، جیسا کہ اصول حدیث میں مقرر ہے، لہذا یہ روایت

ضعیف و ناقابلِ حجت ہے۔

۷ ”عن الأسود قال: رأيتُ عمر بن الخطاب رضي الله عنه يرفع يديه في

اول تكبيرة ثم لا يعود“ (طحاوی کی کتاب. شرح معانی الآثار ص ۱۱۱ ج ۲)

عرض ہے کہ اس روایت کی سند میں ابراہیم نخعی مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے۔ اصول

حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے، لہذا یہ روایت ناقابلِ

حجت ہے۔ دوسرے یہ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کا عمل ثابت ہے، لہذا یہ روایت

ضعیف ہونے کے ساتھ منکر بھی ہے۔ (عمل کے لئے دیکھئے شرح سنن ترمذی لابن سید الناس ج ۲ ص

۳۹۰، انھوں نے الخلافات للبیہقی سے نقل کیا ہے اور اس حدیث کے بہت سے ثوابد بھی ہیں جن کے ساتھ یہ صحیح

کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔)

۸ ”ان علیاً رضي الله عنه كان يرفع يديه في اول تكبيرة من الصلوة ثم لا

يرفع بعد“ (طحاوی ص ۱۱۰ ج ۱)

محدثین نے بغیر کسی اختلاف کے اس روایت پر جرح کی ہے، مثلاً:

۱: امام عثمان بن سعید الداری نے اسے کزور کہا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۰-۸۱)

۲: امام شافعی نے غیر ثابت کہا۔ (السنن الکبریٰ ۱/۸۱)

۳: امام احمد نے گویا اس کا انکار کیا۔ (المسائل لاحمد ۳۳۳)

ہمارے علم کے مطابق زمانہ تدوین حدیث میں کسی ایک محدث سے بھی اس روایت

کا صحیح یا حسن ہونا ثابت نہیں، لہذا جرح مذکور سے ثابت ہوا کہ ابوبکر النہشلی (صدرِ حق حسن

الحدیث وثقہ الجہور) راوی کو وہم ہوا ہے اور وہم والی روایت ضعیف و مردود ہوتی ہے۔

۹ ”عن البراء بن عازب ان رسول الله ﷺ كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود“ (سنن ابی داود ص ۱۰۹ ج ۱)

عرض ہے کہ اس روایت کی سند میں یزید بن ابی زیاد راوی ہے، اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے زاد المعاد ابن ماجہ للبوسیری: ۲۱۱۶، اور ہدی الساری لابن حجر ص ۳۵۹)

صحیح مسلم میں اس کی روایات متابعات میں ہیں اور امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ”حدیثہ لیس بذاك“ اس کی حدیث قوی نہیں ہے۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۲/۳۳)

۱۰ ”عن علقمة عن عبد الله قال: الا اخبركم بصلوة رسول الله ﷺ قال: فقام فرفع يديه اول مرة ثم لم بعد“ (بحوالہ نسائی وترمذی)

عرض ہے کہ اس کی سند میں سفیان ثوری راوی ہیں، جو کہ مدلس تھے۔

(دیکھئے الجوهري في الترمذي لابن الترمذي ج ۸ ص ۲۶۲ وقال: ”الثوري مدلس و قد عنعن“)

عینی حنفی نے کہا: سفیان (ثوری) مدلسین میں سے ہیں اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی، الا یہ کہ دوسری سند سے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۱)

یہ روایت بھی عن سے ہے، کسی سند میں سماع کی تصریح نہیں، لہذا ضعیف ہے اور بعض علماء کا اسے حسن یا صحیح قرار دینا غلط ہے۔

۱۱ ”عن عباد بن زبیر قال: ان رسول الله ﷺ كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود“ (بحوالہ البیہقی فی الخلائف ص ۴۰۴ ج ۱)

عرض ہے کہ اس روایت کی سند تین وجہ سے ضعیف ہے:

۱: حفص بن غیاث مدلس تھے اور یہ روایت عن سے ہے۔ یاد رہے کہ غیر صحیحین میں مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

۲: محمد بن اسحاق کا تعین نامعلوم ہے۔

۳: عباد بن زبیر کا تعین نامعلوم ہے اور اگر اس سے عباد بن عبد اللہ بن الزبیر مراد لیا

جائے تو یہ روایت مرسل یعنی منقطع ہے اور مرسل روایت جمہور محدثین کے نزدیک مردود ہے۔ (دیکھئے الفیہ العراقی ص ۱۳۳، یہ اصول حدیث کی ایک مشہور کتاب ہے۔)

۱۲) عن ابن عباس عن النبی ﷺ ترفع الایدی فی سبعة مواطن ، افتتاح الصلوة ، واستقبال البيت ، و الصفاء ، و المروة ، و الموقفین ، وعند الحجر  
(مجمع الزوائد ص ۱۰۳ ج ۲)

مجمع الزوائد میں اسی روایت کے فوراً بعد لکھا ہوا ہے:

”و فیہ ابن ابی لیلیٰ و هو سنی الحفظ“ اور اس میں ابن ابی لیلیٰ ہے اور وہ مرے حافظے والا راوی ہے۔ (ج ۲ ص ۱۰۳ سطر ۸-۹)

اس جرح کو مزاری صاحب اور ”مفتیان“ دیوبند نے کیوں چھپا لیا ہے؟  
دیوبندیوں کے مشہور ”عالم“ انور شاہ کشمیری صاحب نے محمد بن ابی لیلیٰ کے بارے میں کہا:  
”فہو ضعیف عنہی کما ذهب إلیہ الجمهور“ پس وہ میرے نزدیک ضعیف ہے، جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔ (دیکھئے فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۸)

نیز دیکھئے میری کتاب: نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین (ص ۸۹-۹۰)  
جمہور کے نزدیک ضعیف راوی کی روایت اہل حدیث کے خلاف پیش کرنا کس  
”دارالافتاء“ کا انصاف ہے؟!

۱۳) ”عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال :  
مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناہ خیل شمس اسکنوا فی الصلوة“  
(صحیح مسلم ص ۱۸۱ ج ۱)

عرض ہے کہ اس روایت کو رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا ظلم عظیم ہے۔

محمد تقی عثمانی دیوبندی (جن کا دیوبندی سنجیدہ حلقے میں بڑا مقام ہے) نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے: ”لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا

استدلال مشتبہ اور کمزور ہے“ (درس ترمذی ج ۲ ص ۳۶)

تقی عثمانی صاحب سے پہلے محمود حسن دیوبندی (جنہیں آل دیوبند شیخ الہند کہتے ہیں) نے فرمایا: ”باقی اذنا بخیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے“ (الورد الشذی ص ۶۳)

معلوم ہوا کہ مزاری صاحب اپنے علماء کے نزدیک بھی بے انصاف ہیں اور مشتبہ و کمزور سے استدلال کرنے والے ہیں۔

مجھے سخت حیرت ہے کہ تقی عثمانی نے اپنی زبان سے کبھی ہوئی مذکورہ بالا بات کے باوجود اس مزاری فتوے پر ”الجواب صحیح“ لکھ کر دستخط کر دیئے اور مہر لگا دی۔ انہیں چاہئے تھا کہ کم از کم اس چار روٹی فتوے کو خود پڑھ لیتے، یا یہ کہ ان کے دستخط اور مہر جعلی ہیں!؟

یاد رہے کہ تقی عثمانی نے حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی کے مسلسل اصرار کے باوجود اپنے مذکورہ موقف سے کوئی رجوع نہیں کیا تھا۔ (دیکھئے نور العباب حصہ دوم ص ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۸)

مزاری صاحب کے اس مصورہ (و مطبوعہ) فتوے سے ثابت ہوا کہ ”مفتی“ بنے ہوئے ”حضرات“ کے پاس ترک رفیع یدین کی کوئی صحیح یا حسن لذاتہ دلیل نہیں، ورنہ ضعیف و غیر متعلقہ روایات پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی!؟

آخر میں عرض ہے کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفیع یدین رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام، جمہور تابعین اور سلف صالحین سے ثابت ہے اور ترک رفیع یدین نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی سے، لہذا ضد چھوڑ کر کتاب و سنت والا راستہ اپنانا چاہئے۔

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز میں جو شخص اشارہ کرتا ہے، اُسے ہر اشارے کے بدلے میں ایک نیکی یا ایک درجہ ملتا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۳، وقال: رواہ الطبرانی و اسنادہ حسن)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ ہر رفیع یدین پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ کیا کسی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ہر ترک رفیع یدین پر دس نیکیاں ملتی ہیں!؟ اگر آیا ہے تو پیش کریں!۔

(۲۳/فروری/۲۰۱۱ء)

## الیاس گھسن کی دیوبندی نماز اور موضوع و متروک روایات

حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ نے اصول حدیث کا ایک اہم مسئلہ ان الفاظ میں سمجھایا ہے: ”لأن الضعف يتفاوت فمنه ما لا يزول بالمتابعات يعني لا يؤثر كونه تابعاً أو متبوعاً كرواية الكذابين والمتروكين“۔

کیونکہ ضعف کے درجے مختلف ہیں، ان میں سے بعض ضعف متابعات سے زائل نہیں ہوتا یعنی شدید ضعف والی روایت تابع ہو یا متبوع، اس سے کوئی اثر نہیں ہوتا جیسے کذابین و متروکین کی روایات (ہر لحاظ سے مردود ہیں)

(اختصار علوم الحدیث ص ۳۸ نوع ثانی، مترجم اردو ص ۲۹)

ثابت ہوا کہ عوام الناس کے سامنے جرح کے بغیر، کذاب اور متروک راویوں کی روایات بطور جزم و بطور حوالہ بیان کرنا جائز نہیں اور نہ بے سند روایات بیان کرنا جائز ہے۔ اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے محمد الیاس گھسن حیاتی دیوبندی کی کتاب: ”نماز اہل السنۃ والجماعۃ“ سے کذاب، متروک اور شدید مجروح راویوں کی بیان کردہ دس روایات مع رد پیش خدمت ہیں، تاکہ عامۃ المسلمین کو معلوم ہو جائے کہ آل دیوبند اپنی تزیروں (اور تقریروں) میں عام لوگوں کے سامنے جھوٹی اور سخت ضعیف و مردود روایات بیان کر کے کتنا بڑا دھوکا دیتے ہیں، لہذا ایسے دھوکا بازوں سے بچنا ضروری ہے:

۱) گھسن صاحب نے ”نماز اہل السنۃ والجماعۃ“ جو کہ دراصل ”دیوبندی نماز“ ہے، میں ”رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا“ کا باب باندھ کر بحوالہ ”تفسیر ابن عباس“ لکھا ہے:

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:.....

”خاشعون“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو عاجزی و انکساری سے کھڑے ہوتے ہیں، دائیں

بائیں نہیں دیکھتے اور نہ ہی نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔“ (ص ۶۷-۶۸)  
 عرض ہے کہ ”تفسیر ابن عباس“ نامی کتاب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نہیں لکھی،  
 بلکہ یہ مکذوب طور پر ان کی طرف منسوب ہے اور اس کی سند کا بنیادی راوی محمد بن مردان  
 السدی کذاب (بہت بڑا جھوٹا) تھا۔

اس راوی کے بارے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

”سدی کذاب اور وضاع ہے“ (اتمام البرہان ص ۳۵۵)

سرفراز خان نے مزید لکھا ہے:

”امام جریر بن عبد الحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے اور صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ جعلی  
 حدیثیں بنایا کرتا تھا بقیہ محدثین بھی اس پر سخت جرح کرتے ہیں۔ انصاف سے فرمائیں کہ  
 ایسے کذاب راوی کی روایت سے دینی کو نسا مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے؟“

(اتمام البرہان ص ۳۵۸)

نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضور: ۲۳ ص ۵۰-۵۲

اس سند کا دوسرا راوی محمد بن السائب الکلبی بھی کذاب ہے۔

مشہور اہل حدیث عالم اور ثقہ تابعی امام سلیمان بن طرخان التیمی نے فرمایا: کوفہ میں  
 دو کذاب تھے، ان میں سے ایک کلبی ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۷/۲۷۰، نور العینین ص ۲۳۲)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بحوالہ تذکرۃ الموضوعات  
 (ص ۸۲) نقل کیا کہ ”کلبی کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا بھی

جائز نہیں ہے۔“ (ازلۃ الريب ص ۳۱۶، نیز دیکھئے تنقید متین ص ۱۶۷-۱۶۹)

محمد تقی عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے: ”آج کل ”تنویر المقباس“ کے نام سے جو نسخہ  
 حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف منسوب ہے اس کی سند سخت ضعیف ہے، کیونکہ یہ نسخہ  
 محمد بن مردان السدی الصغیر عن الکلبی عن ابی صالح کی سند سے ہے، اور اس سلسلہ سند کو  
 محدثین نے ”سلسلۃ الکذب“ قرار دیا ہے۔“ (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۲۱۵)

نیز دیکھئے مجلہ شہریہ: ضرب حق سرگودھا: ۲۱ ص ۳۱-۳۲  
 رفع یدین کے خلاف جھوٹی روایت پیش کر کے گھمن صاحب نے دیوبندیت کے لئے کیا  
 تیر مار لیا ہے؟! بلکہ اکاذیب و افتراءت کے گہرے کنویں میں وہ اور زیادہ گر چکے ہیں۔  
 اس کے بعد گھمن صاحب نے تفسیر سر قندی (۲/۴۰۸) سے امام حسن بصری رحمہ اللہ کی  
 طرف منسوب ایک بے سند اثر پیش کیا ہے، جس کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں۔

(نیز دیکھئے سرفراز خان صفدر کی کتاب: راہ سنت ص ۳۸۷)

اس بے سند و بے اصل روایت کے مقابلے میں یہ ثابت ہے کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ  
 رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۲۲۵/۲۲۵، سند صحیح)

۲) گھمن صاحب نے زیدی شیعوں کی کتاب: مسند الامام زید (ص ۱۵۸-۱۵۹) سے  
 ایک روایت لکھی ہے: ”امام زید اپنے والد امام زین العابدین سے وہ اپنے والد حضرت امام  
 حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان  
 میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے.....“

(گھمن صاحب کی دیوبندی نماز ص ۱۴۳)

اس روایت کی سند میں ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی راوی کذاب ہے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ”عمرو بن خالد متروک، لیس یسوی شیناً“

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”عمرو بن خالد کذاب، غیر ثقہ ولا مأمون“

امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: ”کان عمرو بن خالد الواسطی يضع الحديث“

عمرو بن خالد الواسطی حدیثیں بناتا تھا۔

امام ابو زرہ الرازی نے فرمایا: ”کان واسطیاً وکان يضع الحديث“

وہ واسطی تھا، اور حدیثیں بناتا تھا۔ (دیکھئے کتاب الجرح والتعديل ج ۶ ص ۲۳۰)

ثابت ہوا کہ گھمن صاحب کی پیش کردہ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔

۳) گھمن صاحب نے بحوالہ اکامل لابن عدی (۲/۵۰۱ تا ۳۹۹) السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۲۲۳) اور جامع الاحادیث للسیوطی (۳/۴۳ رقم ۱۷۵۹) ایک روایت لکھی ہے:

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ ملا لے جو اس کے لئے زیادہ پردے کی حالت ہے۔“ الخ

(گھمنی دیوبندی نماز ص ۱۰۸)

اس روایت کا ایک راوی ابو مطیح اللخثی جمہور کے نزدیک سخت مجروح ہے۔

دوسرے راوی کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا: اس کا ذکر کیا جانا حلال نہیں۔

تیسرے راوی عبید بن محمد السرخسی کی توثیق نامعلوم ہے۔

(دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات ج ۳ ص ۵۰۹-۵۱۰)

جس راوی کا روایت میں ذکر کرنا حلال نہیں، اس کی روایت پیش کر کے گھمن صاحب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جھوٹی، مردود اور بے اصل روایتوں سے استدلال کرنا دنیاوی حیاتی آل دیوبند کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

۴) گھمن صاحب نے السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۲۲۲-۲۲۳ ج ۲۶۳۹) کے حوالے

سے سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت بھی پیش کی ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم فرماتے تھے کہ سجدے میں (اپنی رانوں کو پیٹ سے) جدا رکھیں اور عورتوں کو حکم فرماتے تھے کہ خوب سمٹ کر (یعنی رانوں کو پیٹ سے ملا کر) سجدہ کریں....“ (گھمنی نماز ص ۱۰۷)

اس روایت کے راوی عطاء بن عجلان کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

متروک ہے، بلکہ ابن معین اور فلاس وغیرہا نے اس پر جھوٹ (بولنے کا) اطلاق کیا ہے۔

(تقریب التجذیب: ۴۵۹۳، الحدیث: ۱۳ ص ۲۶)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”عطاء بن عجلان لیس حدیثہ بشی کذاب“



امام عمرو بن علی الفلاس نے فرمایا: ”ان عطاء بن عجلان کان کذاباً“

(دیکھئے کتاب البحر والتحدیل ج ۶ ص ۳۳۵)

یہ روایت بھی موضوع ثابت ہوئی اور اللہ ہی جانتا ہے کہ گھمن صاحب کس مقصد کے لئے سادہ لوح عام مسلمانوں میں ایسی جھوٹی روایات پھیلانا چاہتے ہیں؟!

(۵) گھمن صاحب نے بحوالہ المعجم الاوسط للطبرانی (۹/۶ ج ۸۰۱) [وفی نسخنا: ۷۷۹۷] السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۲) اور مجمع الزوائد (۲۷۰/۲ ج ۲۵۸۹) [وفی نسخنا ۱۰۲/۲] سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ایک روایت لکھی ہے:

”اذا استفتح احدکم (الصلوة) فلیرفع یدیه ولیستقبل القبلة فان اللہ امامہ... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی نماز شروع کرے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اور ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے۔“ (گھمن نماز ص ۵۰-۵۱)

اس روایت کی سند میں ایک راوی عمیر بن عمران (الحنفی) ہے، جس کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”حدث بالبواطیل عن الثقات وخاصة عن ابن جویج“ اس نے ثقہ راویوں، خاص کر ابن جریج سے باطل روایات بیان کیں۔

(الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۱۳۳، پرانا نسخہ ج ۵ ص ۲۵۱)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ”حدث بالموضوعات“ اس نے موضوع حدیثیں بیان کیں۔

(دیوان الضعفاء للذہبی ۲/۲۱۳)

اس موضوع روایت کی باقی سند بھی مردود ہے۔

یاد رہے کہ حافظ بیہقی نے اسے بغیر کسی سند کے ذکر کیا اور فرمایا:

”إلا أنه ضعيف فضربت عليه“

مگر یہ روایت ضعیف ہے، لہذا اس نے اسے کاٹ دیا ہے۔ (السنن الکبریٰ ۲/۲۷۷)

حافظ بیہقی (تساہل) کی یہ جرح چھپا کر گھمن صاحب نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔

مجمع الزوائد میں علامہ بیہقی نے لکھا ہے: ”وفیہ عمیر بن عمران وهو ضعیف“

(ج ۲ ص ۱۰۲)

اس جرح کو گھسن صاحب نے کس مقصد کے لئے چھپایا ہے؟

۶) گھسن صاحب نے تاریخ جرجان للسمعی (ص ۱۴۲) کے حوالے سے لکھا ہے:

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ فی رمضان فصلی الناس اربعۃ وعشرین رکعۃ واوتر بثلاثۃ... نبی ﷺ رمضان المبارک میں ایک رات تشریف لائے اور لوگوں کو چار (فرض)، بیس رکعت (تراویح) اور تین وتر پڑھائے۔“ (گھسنی نماز ص ۱۳۹)

گھسن صاحب کے غلط ترجمے سے قطع نظر عرض ہے کہ اس روایت کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے جس کے بارے میں ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

”اسحاق کو سج کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں وہ کذاب تھا۔ صالح بن محمد اسدی کہتے ہیں

کہ وہ حدیثوں میں رد و بدل کر دیتا تھا اور بڑا دروغ گو تھا...“ (تجلیات صفحہ ۳ ص ۲۲۴)

جمہور کے نزدیک مجروح اور اس کذاب کی روایت کو بطور حجت پیش کرنا گھسن صاحب کی کذب نوازی کی ”عظیم“ مثال ہے، نیز اس روایت کی باقی سند بھی مردود ہے۔

(دیکھئے ماہنامہ الحدیث صفحہ ۶ ص ۳۵)

اگر کوئی دیوبندی شاذ اقوال کے ذریعے سے اس راوی (محمد بن حمید) کا دفاع کرنے کی کوشش کرے تو اسے کہیں کہ وہ تجلیات صفحہ کی تیسری جلد لے آئے اور پھر اس سے مذکورہ حوالہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیں اور کہیں: امین اوکاڑوی نے جو جرح لکھی ہے وہ سچ ہے یا اوکاڑوی نے جھوٹ بولا ہے؟!

۷) گھسن صاحب نے سنن ترمذی (۱/۱۰۸ [ج ۹ ص ۴۷]) سنن ابن ماجہ (۱/۹۸ [ج

۱۳۸۳]) اور الترغیب والترہیب للمذہبی (۱/۲۷۳) کے حوالے سے فائد بن عبد الرحمن

الکوفی ابو الورقاء عن عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک روایت لکھی ہے، جس میں

صلوٰۃ الحاج کا ذکر ہے۔ اس روایت کے راوی فائد ابو الورقاء کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ”متروک الحدیث“ (کتاب الجرح والتعديل ۸۳/۷ ص ۲۷۵)

امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: ”واحادیثہ عن ابن ابی اوفیٰ بواطیل، لا تکاد تری لها أصلاً کأنه لا یشبه حدیث ابن ابی اوفیٰ ولو ان رجلاً حلف ان عامة حدیثہ کذب لم یحنت.“ اور ابن ابی اونی (رحمۃ اللہ علیہ) سے اس (فائد) کی حدیثیں باطل ہیں، تم ان کی کوئی اصل نہیں پاؤ گے، گویا کہ وہ ابن ابی اونی (رحمۃ اللہ علیہ) کی حدیثوں سے مشابہ نہیں اور اگر کوئی آدمی قسم کھائے کہ اس (فائد) کی عام حدیثیں جھوٹ ہیں تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ (کتاب الجرح والتعديل ۸۳/۷)

حاکم نیشاپوری نے اپنے تساہل کے باوجود فرمایا: ”یروی عن ابن ابی اوفیٰ احادیث موضوعۃ“ وہ ابن ابی اونی (رحمۃ اللہ علیہ) سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا۔

(المدخل الی الصحیح ص ۱۸۲ ت ۱۵۵)

۸) گھسن صاحب نے السنن الکبریٰ للبیہقی (۲۸۴/۲) اور مشکوٰۃ المصابیح (۹۱/۱) [۹۹۶ ح] سے علیہ بن بدر ثنا عنطوانہ عن الحسن عن انس رضی اللہ عنہ کی سند والی ایک روایت پیش کی ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس! اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھ۔“ (گھسنی نماز ص ۳۵)

علیہ یعنی ربیع بن بدر بن عمرو بن جراد التمیمی السعدي البصري کے بارے میں امام ابو زرعہ الرازی، امام نسائی اور امام دارقطنی نے فرمایا: ”متروک الحدیث“ (علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۱۳۷، الضعفاء والترکین للنسائی: ۲۰۰، سنن دارقطنی ۹۹/۱ بحوالہ الجامع فی الجرح والتعديل ۲۳۷)

علیہ (متروک) کا استاد عنطوانہ مجہول ہے۔ (دیکھئے لسان المیزان ۳۸۵/۴ دوسرا نسخہ ۳۴۸/۵)

اس سخت مردود و متروک روایت کے بغیر بھی یہ ثابت ہے کہ (حالت نماز میں) اپنی نظریں نیچی رکھنی چاہیں۔ دیکھئے شرح الترمذی لابن سید الناس (۲/۲۱۷) اور نور العینین فی اثبات رفع الیدین (ص ۲۰۳) وسند حسن۔

لیکن یاد رہے کہ میری پیش کردہ حسن روایت میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا ذکر بھی موجود ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ”کان یصلی ویامر بہا“ آپ (ﷺ) ایسی نماز پڑھتے تھے اور اس کا حکم دیتے تھے۔ (نور العین ص ۱۹۵)

۹) گھسن صاحب نے امام اصہبانی کی کتاب الترغیب والترہیب (۲/۴۲۱ [ج ۱۹۱۰]) سے ایک روایت پیش کی ہے: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ پر جمالیتے۔“ (گھسن نماز ص ۴۶)

اس روایت کی سند میں ابو عمر نصر بن عبد الرحمن الخزاز الکوفی متروک ہے۔

امام نسائی نے فرمایا: ”متروک الحدیث“ (کتاب الفقہاء والترمذی وکین: ۵۹۴)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”لا یحل لأحد أن یروی عن النضر أبي عمر الخزاز“ کسی کے لئے یہ حلال نہیں کہ ابو عمر نصر الخزاز سے روایت بیان کرے۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۸/۴۷۵)

امام بخاری نے فرمایا: ”منکر الحدیث“ (کتاب الفقہاء الصغیر للبخاری: ۳۷۵، تاریخ الکبیر ۸/۹۱) اس سند کا دوسرا راوی محمد بن سلیمان بن ہشام الخزاز چور تھا۔

امام ابن عدی نے فرمایا: ”یوصل الحدیث ویسرقہ“ وہ حدیثیں ملاتا تھا اور حدیثیں چوری کرتا تھا۔ (اکال لابن عدی ۶/۲۲۷۹، دوسرا نسخہ ۷/۵۳۱)

اور مزید فرمایا: ”وأحادیثه عامتها مسروقة سرقها من قوم ثقات ویوصل الأحادیث“ اس کی بیان کردہ عام حدیثیں چوری شدہ ہیں، اس نے انھیں ثقہ لوگوں سے چوری کیا ہے اور وہ حدیثیں ملاتا تھا۔ (ایضاً ص ۲۲۷۹)

احادیث میں سرقہ (چوری) ایک خاص اصطلاح ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کذاب راوی ادھر ادھر سے مختلف متون و عبارات بن کر ان کے ساتھ اپنی تیار کردہ سندیں ملا کر ایک حدیث تیار کر دے۔ ایسی روایت موضوع و متروک ہوتی ہے اور اس کا بغیر جرح کے بیان کرنا حلال نہیں ہوتا، جیسا کہ حافظ ابن حبان نے اسی راوی (محمد بن ہشام بن

سلیمان) کے بارے میں لکھا ہے: ”... لا يجوز الاحتجاج به بحال“ اور کسی حال میں بھی اس سے حجت پکڑنا حلال نہیں۔ (کتاب البحر وحین ۲/۳۰۵ دوسرا نسخہ ۲/۳۲۲)

کیا گھمن صاحب کو کذابین، متروکین اور چوروں کی روایتیں جمع کرنے کا بہت شوق ہے یا ان کی ”زنبیل“ ہی خالی ہے۔ واللہ اعلم

۱۰) گھمن صاحب نے سنن ترمذی (۱/۵۵ [ج ۲۳۸]) اور سنن ابن ماجہ (۱/۶۰ [ج ۸۳۹]) کے حوالے سے سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب درج ذیل روایت لکھی ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو فرض نماز یا اس کے علاوہ نفل وغیرہ میں الحمد للہ اور کوئی دوسری سورت نہ پڑھے۔“ (گھمنی نماز ص ۵۷)

اس روایت کی سند کا ایک راوی ابوسفیان طریف بن شہاب السعدی ہے، جس کے بارے میں امام نسائی نے فرمایا: ”متروک الحدیث“ (کتاب الضعفاء والمترکین: ۳۱۸)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ”لیس بشی لا یکتب عنہ“ وہ کوئی چیز نہیں، اس سے (روایات کو) نہ لکھا جائے۔ (کتاب البحر والتعذیل ۲/۳۹۳)

دوسرے یہ کہ یہ سخت ضعیف و مردود روایت صحیح بخاری کی اس حدیث کے سراسر خلاف ہے، جس میں آیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”وإن لم تذد علی أم القرآن أجزأت وإن زدت فهو خیر“ اور اگر تو سورہ فاتحہ سے زیادہ نہ پڑھے تو نماز جائز ہے اور اگر زیادہ پڑھے تو بہتر ہے۔ (ج ۷۲ باب القراءة فی الفجر)

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور اس سے زیادہ پڑھنا واجب نہیں، بلکہ سنت ہے۔

گھمن صاحب کی اس کتاب میں اور بھی بہت سی ضعیف و مردود روایات موجود ہیں، مثلاً:

۱: کتاب مذکور کے مقدمے ”چند گزارشات“ میں ”الترغیب والترہیب للمنذری“ (۱/۲۳۶ [ج ۵۴۱]) کے حوالے سے مذکور ہے: ”نماز کا مقام دین میں ایسا ہے جیسا کہ سرکا

مقام جسم میں ہوتا ہے۔“ (گھسن صاحب کی نماز کی کتاب ص ۱۳)  
یہ روایت انجم الاوسط للطبرانی (۲۳۱۳) اور مجمع الزوائد (۲۹۲/۱) میں موجود ہے اور  
اس کا بنیادی راوی مندل بن علی العزبی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے، نیز دوسرے راویوں  
احمد بن محمد الشیرازی (۲) الحسین بن الحكم الکوفی اور (۳) حسن بن حسین الانصاری  
میں بھی نظر ہے۔ دوسرے الفاظ میں، گھسن صاحب نے اپنی کتاب کا آغاز ہی ضعیف و  
مردود روایت سے کیا ہے۔

۲: گھسن صاحب نے النسخ والمنسوخ لابن شاپین (ص ۱۵۳) [وفی نسخنا ص ۳۲۹  
ج ۲۲۸] سے ایک روایت پیش کی ہے: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع  
کرتے تو اپنے ہاتھ سینہ تک اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور نہ اس کے بعد  
کرتے۔“ (گھسنی نماز ص ۹۰)

ترجمے سے قطع نظر عرض ہے کہ اس روایت کی سند میں احمد بن عبد اللہ بن محمد الرقی  
راوی ہے، جس کی توثیق نامعلوم ہے۔ [مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ص ۵۶۵]  
۳: گھسن صاحب نے مسند ابی حنیفہ لابی نعیم الاصبہانی (ص ۳۴۴ ج ۲۲۵) اور سنن ابی  
داؤد (۱/۱۷۱ ج ۴۷۵۲) کے حوالے سے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک  
روایت لکھی ہے:

”... اور نماز کا سلام پھیرنے تک دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“ (گھسنی نماز ص ۶۹)

مسند ابی حنیفہ والی روایت کے امام ابو حنیفہ تک سارے راوی مجہول ہیں۔

(دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات ج ۳ ص ۳۱۹-۳۲۰)

اور سنن ابی داؤد والی روایت کے فوراً بعد خود امام ابو داؤد نے فرمایا:

”هذا الحديث ليس بصحيح“ یہ حدیث صحیح نہیں۔ (۷۵۲ ج ۷)

دوسرے یہ کہ محمد بن ابی لیلیٰ (ضعیف عند الجمہور) کی یہ روایت یزید بن ابی زیاد سے ہے،  
جس کا ذکر اس سند میں رہ گیا ہے۔ (دیکھئے کتاب العلل لامام احمد ۱/۱۳۳ ت ۶۹۳، نور العینین ص ۱۵۰)

اس راوی یزید بن ابی زیاد پر خود الیاس گھمن صاحب کے رسالے سے جرح پیش خدمت ہے:

”یہ حدیث بھی بطور حجت پیش نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ امام زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں یزید بن زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (نصب الراية للزیلعی ج ۱ ص ۱۸۶، ۱۸۵) (۲) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یزید ضعیف تھا، آخری عمر میں اس کی حالت بدل گئی تھی اور وہ شیعہ تھا۔ (تقریب ج ۲ ص ۳۶۵)“

(دیوبندی ”قافلہ حق“ ج ۶ شمارہ ۱: ص ۲۵، جنوری تا مارچ ۲۰۱۲ء)

اس طرح کی بہت سی مثالیں اور بھی موجود ہیں، یعنی گھمن صاحب کی کتاب ”نماز اہل السنۃ والجماعۃ“ میں بہت سی موضوع، مردود، ضعیف اور بے سند روایات و اقوال موجود ہیں۔ بلکہ امام ابوحنیفہؒ پر بھی بہتان باندھنے سے گریز نہیں کیا گیا، مثلاً:

گھمن صاحب نے فتاویٰ قاضی خان (ج ۱ ص ۱۱۲) کے حوالے سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں لکھا ہے:

”آپ رمضان مبارک میں اکٹھ (61) قرآن مجید ختم کرتے تھے.....“ (گھمنی نماز ص ۱۵۳) چھٹی ہجری کے قاضی خان کی پیدائش سے صدیوں پہلے امام ابوحنیفہؒ فوت ہو گئے تھے اور اس واقعے کی کوئی صحیح یا حسن سند متصل موجود نہیں لہذا یہ روایت امام ابوحنیفہؒ پر بہتان ہے۔

تنبیہ: ان موضوع، مردود، ضعیف اور بے اصل روایات کی وجہ سے گھمن صاحب کی کتاب کا نام ”گھمنی نماز“ یا ”گھمن صاحب کی دیوبندی نماز“ مناسب ہے۔ واللہ اعلم آخر میں گھمن صاحب اور آل دیوبند سے مطالبہ ہے کہ اس کتاب کی مذکورہ روایات اور دیگر ضعیف و مردود حدیثوں کا صحیح یا حسن ہونا اصولی محدثین کی رُو سے ثابت کریں اور اگر نہ کر سکیں تو علانیہ توبہ کریں ورنہ سوچ لیں کہ موت کا وقت ایک دن آنے والا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری ہوگی۔ وما علینا الا البلاغ

(۱۵/ جنوری ۲۰۱۲ء، مکتبۃ الحدیث حضرو)

## الیاس گھمن صاحب کے ”رفع یدین نہ کرنے“ کا جواب

محمد الیاس گھمن صاحب دیوبندی نے ایک اشتہار شائع کیا ہے:

”نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے دلائل“!

اس اشتہار میں گھمن صاحب نے اپنے زعم میں ”دس دلائل“ پیش کئے ہیں، ان مزعومہ دلائل میں سے ایک ”دلیل“ بھی اپنے مدعا پر صحیح نہیں اور نہ امام ابو حنیفہ سے ان مزعومہ ”دلائل“ کے ساتھ استدلال ثابت ہے۔

درج ذیل تحقیقی مضمون میں ان گھمنی دلائل کو ذکر کر کے ان کا جواب پیش خدمت ہے:

تفسیر: ”قال ابن عباس رضی اللہ عنہما: متواضعون لا يلتفتون يمينا ولا شمالا ولا يرفعون ايديهم في الصلوة.....“

(تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما: ص ۲۱۲)

**ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”خشوع کرنے والے سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز میں تواضع اور عاجزی اختیار کرتے ہیں اور وہ دائیں بائیں توجہ نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔“

### دلیل نمبر ①

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

”قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ“

(سورہ مؤمنون: ۲۱)

**ترجمہ:** ”پکی بات ہے کہ وہ ایمان لانے والے کامیاب ہو گئے جو نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔“

گھمن صاحب نے اپنی پہلی ”دلیل“ میں سورہ مؤمنون کی دو پہلی آیات لکھی ہیں، جن میں (رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے) ترک رفع الیدین کا نام و نشان تک نہیں اور پھر سیدنا بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف مکذوبہ طور پر منسوب ”تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما“ کا حوالہ پیش کیا گیا ہے، حالانکہ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں بلکہ اس کا مرکزی راوی محمد بن مروان السدی الصغیر کذاب ہے اور باقی سند بھی سلسلۃ الکذب ہے۔

آل دیوبند کے ”شیخ الاسلام“ محمد تقی عثمانی دیوبندی نے فتویٰ دیتے ہوئے لکھا ہے:

”رہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، سو اگرچہ وہ باتفاق مفسرین کے امام ہیں، لیکن اول تو ان



کی تفسیر کتابی شکل میں کسی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے، آج کل ”تنویر المعباس“ کے نام سے جو نسخہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف منسوب ہے اس کی سند سخت ضعیف ہے، کیونکہ یہ نسخہ محمد بن مروان السدی الصغیر عن الکھی عن ابی صالح کی سند سے ہے، اور اس سلسلہ سند کو محدثین نے ”سلسلۃ الکذب“ قرار دیا ہے۔“ (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۲۱۵)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج ۲ ص ۴۰۸-۴۱۰، ۵۰۳-۵۰۵) اور نور العینین (طبع جدید ص ۲۳۸-۲۴۶)

اس موضوع اور من گھڑت کتاب کے مقابلے میں یہ ثابت ہے کہ سیدنا ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ روکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(دیکھئے جزء رفع الیدین للمخاری: ۲۱، اور نور العینین ص ۲۴۶)

لم یعد:

(سنن انسائی ج ۱ ص ۱۵۸، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۱۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں اس بات کی خبر نہ دوں کہ رسول اللہ ﷺ کیسے نماز پڑھتے تھے؟ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے پہلی مرتبہ رفع یدین کیا (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) پھر (پوری نماز میں) رفع یدین نہیں کیا۔“

## دلیل نمبر ②

”قال الامام الحافظ المحدث احمد بن شعيب النسائي اخبرنا سويد بن نصر حدثنا عبد الله بن المبارك عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد الله بن مسعود قال الاخير كم بصلوة رسول الله ﷺ قال؛ فقام فرفع يديه اول مرة ثم

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: امام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری رحمہ اللہ ثقہ عابد ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے، جیسا کہ حسین احمد مدنی دیوبندی نے کہا:

”اور سفیان مدلس کرتا ہے۔“ الخ (تقریر ترمذی اردو ص ۳۹۱، ترتیب محمد عبدالقادر قاسمی دیوبندی)

ابن الترمذی حنفی نے ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

”الثوري مدلس و قد عنعن.“

ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے۔ (الجوہر النقی ج ۸ ص ۳۶۲)

امام سفیان ثوری کو ماسٹر امین اوکاڑوی نے بھی مدلس قرار دیا ہے۔

(دیکھئے تجلیاتِ صفحہ ص ۵ ص ۷۷۰)

یہ روایت عن سے ہے اور اصول حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (مثلاً دیکھئے زہدہ النظر شرح نخبہ الفکر ص ۶۶ مع شرح الملا علی القاری ص ۴۱۹)

دوم: اس روایت کو جمہور محدثین نے ضعیف، خطا اور وہم وغیرہ قرار دیا ہے، جن میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

عبد اللہ بن المبارک، شافعی، احمد بن حنبل، ابو حاتم الرازی، دارقطنی، ابن حبان، ابو داود البجستانی، بخاری، عبدالحق اشملی، حاکم نیشاپوری اور بزار وغیرہم۔

(دیکھئے نور العینین ص ۱۳۰-۱۳۳)

### دلیل نمبر ③

یسلم من صلاتہ۔

(مسند ابی حنیفہ روایہ الیہم بیحد ص ۳۳۳، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۱۶)

**ترجمہ** حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین

کرتے، (اس کے بعد پوری نماز میں) سلام

پھیرنے تک دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“

”الامام الحافظ ابو حنیفہ نعمان،

بن ثابت یقول سمعت الشعبي یقول

سمعت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ یقول: کان

رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلاة رفع یدیه

حتى یحاذی منکبیه لا یعود برفعهما حتی

امام ابو نعیم سے لے کر امام ابو حنیفہ تک اس روایت کے سارے راوی: ابو القاسم بن

بالویہ النیسابوری، بکر بن محمد بن عبد اللہ الحبال الرازی، علی، علی بن محمد بن روح بن ابی الحرش

المصیصی، محمد بن روح اور روح بن ابی الحرش (چھ کے چھ) سب مجہول ہیں، لہذا یہ سند مردود

ہے۔ (دیکھئے مسند ابی حنیفہ لابی نعیم الاصبہانی ص ۱۵۶، ارشیف ملتقی اہل الحدیث عدد ۲ ج ۱ ص ۹۲۶، تحقیق

مقالات ج ۳ ص ۱۲۳)

تنبیہ: گھمن صاحب نے روایت مذکورہ میں سنن ابی داؤد (ج ۱ ص ۱۱۶) کا بھی حوالہ دیا

ہے، حالانکہ سنن ابی داؤد میں امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب یہ روایت قطعاً موجود نہیں، بلکہ

ساری سنن ابی داؤد میں ابو حنیفہ کا نام و نشان تک موجود نہیں۔

سنن ابی داؤد میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب دوسری روایت دو

سندوں سے موجود ہے، جس کی ایک سند میں یزید بن ابی زیاد جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے اور دوسری سند میں محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۱۲۳)

معلوم نہیں کہ دیوبندیوں کی ”قسمت“ میں اتنی زیادہ ضعیف، مردود اور موضوع روایات کیوں ہیں یا انھیں ایسی روایات جمع کرنے اور ان سے استدلال کا وہابانہ جنون ہے؟! صحیح احادیث کو چھوڑ کر ضعیف و مردود روایات کی طرف جانے والے آلِ تقلید کس زعم باطل میں اہل حدیث کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں؟

اعلان: اگر الیاس گھسن صاحب اور ان کے جعلی ذہبی دوران سب مل کر امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب یہ روایت اس سند کے ساتھ سنن ابی داود سے، حوالہ نکال کر پیش کر دیں تو ان کے نام صحیحین اور سنن اربعہ کا تحفہ روانہ کر دیا جائے گا۔ ہمت کریں!

#### دلیل نمبر 4

يرفع ولا بين السجلتين.

(مسند حمید ج ۳ ص ۲۷۷، مسند ابی حنوفہ ج ۳ ص ۳۳۳)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے۔ رکوع کی طرف جاتے ہوئے، رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اور سجود کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“

”قال الامام الحافظ المحدث ابو بكر عبد الله بن الزبير الحميدي لنا الزهري قال اخبرني سالم بن عبد الله عن ابيه رضي الله عنه قال (صلى الله عليه وسلم) اذا افتتح الصلوة رفع يديه حدو منكبيه واذا اراد ان يسركع وبعد ما يرفع راسه من الركوع فلا

اس استدلال میں الیاس گھسن صاحب نے سات غلطیاں کی ہیں:

اول: جس نسخے کا حوالہ دیا گیا ہے وہ حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی کا شائع کردہ نسخہ ہے، جبکہ ملک شام سے مسند حمیدی کا جو نسخہ شائع کیا گیا ہے اُس میں یہ عبارت نہیں بلکہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا اثبات ہے۔

(دیکھئے مسند حمیدی ج ۱ ص ۵۱۵ ج ۲ ص ۶۲۶)

دوم: مسند حمیدی کے قدیم قلمی نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں، بلکہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا اثبات ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۷۰-۷۱)

سوم: امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی یہی روایت صحیح مسلم میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے اثبات سے موجود ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۳۹۰)

چہارم: اس حدیث کے مرکزی راوی سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین باسند صحیح ثابت ہے۔ (دیکھئے سنن ترمذی: ۲۵۶؛ تحقیق احمد شاہ رحمہ اللہ)

پنجم: اسخرج لابی نعیم الاصبہانی میں یہی حدیث امام حمیدی کی سند سے رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے اثبات سے موجود ہے۔ (دیکھئے ج ۲ ص ۱۲)

مزید تفصیل کے لئے نور العینین (ص ۶۳-۷۶) کا مطالعہ مفید ہے۔

ششم: مسند ابی عوانہ والے مطبوعہ نسخے سے واورہ گئی ہے اور صحیح مسلم میں واو موجود ہے، جس سے رفع یدین کا اثبات ہوتا ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۷۶-۸۱)

ہفتم: مسند ابی عوانہ کے قلمی نسخے میں ”و“ موجود ہے، جس سے دیوبندی استدلال کا ”لک“ ٹوٹ جاتا ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۷۸-۷۹)

مسند حمیدی اور مسند ابی عوانہ کے محرف نسخوں سے گھمنی استدلال کے مقابلے میں عرض ہے کہ صحیح بخاری اور دوسری کتابوں سے ثابت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

حدیث السراج اور المخلصیات وغیرہما کتب حدیث سے ثابت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جلیل القدر فقیہ بیٹے امام سالم بن عبد اللہ المدنی التابعی رحمہ اللہ بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ کیا گھمن صاحب اور ان کی ساری پارٹی امام سالم بن عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ سے ترک رفع یدین باسند صحیح یا حسن لذاتہ ثابت کر سکتے ہیں؟!؟

ابلیہم فقال قد رفعوها كأنها ذناب خيل  
شمس اسكونا في الصلاة

(صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۱۷۸، صحیح سلج ص ۱۸۱)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے

لوگوں کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا

”انہوں نے اپنے اہل بیت کو کشتہ گزینوں کی طرح دیکھا“

⑤

”قال الامام الحافظ المحدث ابن

حبان اخبرنا محمد بن عمر بن يوسف قال

حدثنا بشر بن خالد العسكري قال حدثنا

محمد بن جعفر عن شعبة عن سليمان قال

سمعت المسيب بن اذينة عن ثوبان

طوفلعتن جابر بن سمرة عن عنتی ﷺ کی طرح اٹھایا ہے تم نماز میں سکن اختیار کرو۔  
انه دخل المسجد فابصر قوما قتلوا (نماز میں رُخ یہ بن نہ کرو)

اس صحیح حدیث میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا ذکر نہیں، بلکہ محمود حسن دیوبندی ”اسیر مالٹا“ نے کہا:

”باقی اذناں خیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم بوقت سلام نماز اشارہ بالید بھی کرتے تھے۔ آپ نے اس کو منع فرمادیا۔“ (الورد الشذی ص ۶۳، تقاریر ص ۶۵)

محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا: ”لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ استدلال مشتبہ اور کمزور ہے۔“ (درس ترمذی ۲/۳۶)

ثابت ہوا کہ محمود حسن اور تقی عثمانی دونوں کے نزدیک الیاس مہسن صاحب بے انصاف ہیں۔

## دلیل نمبر ⑥

”قال الامام الحافظ المحدث  
محمد بن اسماعیل البخاری حدثنا يحيى  
بن بكير قال حدثنا الليث عن خالد عن  
سعيد عن محمد بن عمرو بن حنبل عن  
محمد بن عمرو بن عطاء انه كان جالسا  
مع نفر من اصحاب النبی ﷺ فذكرنا  
صلوة النبی ﷺ فقال ابو حميد  
الساعدي ﷺ انا كنت احفظكم لصلوة  
رسول الله ﷺ، رايته اذا كبر جعل يديه  
حذو منكبيه واذا ركع امكن يديه من  
ركبتيه ثم هصر ظهروه فاذا رفع راسه استوى  
حتى يعود كل فكار مكانه واذا سجد وضع  
يديه غير مغنر ولا قابضهما.....“  
(صحیح بخاری: ج ۱ ص ۱۱۳، صحیح ابن خزیمہ: ج ۱ ص ۲۹۸)

محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ، آپ ﷺ کے  
صحابہ کرام رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے  
فرماتے ہیں: ”ہم نے حضور ﷺ کی نماز کا ذکر کیا  
(کہ حضور ﷺ کیسے نماز پڑھتے تھے؟) تو حضرت  
ابو حمید الساعدی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”میں تم سے حضور ﷺ  
کی نماز پڑھنے کے طریقے کو زیادہ یاد رکھنے والا  
ہوں پھر رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کے  
طریقے کو بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو  
دیکھا جب تکبیر خریمہ کی تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں  
کے برابر اٹھایا اور جب رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں  
سے اپنے کندھوں کو منبویٰ سے بکڑا بھرا جی پیٹنے کو  
جھکا یا جب سر کو رکوع سے اٹھایا تو سیدھے کھڑے  
ہو گئے حتیٰ کہ ہر پڑی اپنی جگہ پر لوٹ آئی اور جب  
سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں کو اپنے حال پر رکھنا پھیلا یا  
اور نہ ہی ملایا۔“

صحیح بخاری کی اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے ترک کا  
کوئی ذکر نہیں اور محمد قاسم نانوتوی (بانی مدرسہ دیوبند) نے لکھا ہے:

”مذکورہ ہونا معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہے... جناب مولوی صاحب معقولات کے طور پر تو اتنا ہی جواب بہت ہے کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الہی پر دلالت نہیں کرتا۔“

(ہدیۃ الشیعہ ص ۱۹۹، ۲۰۰)

فائدہ: صحیح بخاری والی روایت دوسری سند سے سنن ابی داد اور سنن ترمذی وغیرہ میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے اثبات سے موجود ہے اور یہ سند صحیح ہے۔ والحمد للہ

7

”قال الامام الحافظ المحدث ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا نعيم بن حماد قال ثنا الفضل بن موسى قال ثنا ابن ابی لیلی عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما وعن الحكم رضی اللہ عنہ عن مقسم رضی اللہ عنہ عن ابن

عباس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ترفع الایدی فی سبع مواطن: فی افتتاح الصلوة وعند البیت وعلى الصفاء والمروة وبعرفات والمزدلفة وعند الجمرتين.

(سنن طحاوی ج ۱ ص ۲۱۶)

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سات جگہوں پر ہاتھوں کو اٹھایا جاتا ہے

اس روایت کی سند میں محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ (دیکھئے فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۸)

ضعیف راویوں کی ضعیف و مردود روایات سے استدلال کرنا الیاس گھمن جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔

8

”قال الامام ابو بکر اسماعیلی حدثنا عبد الله صالح بن عبد الله ابو محمد البخاری قال حدثنا اسحاق بن ابراهيم المروزی حدثنا محمد بن جابر السحیمی عن حماد (ابن ابی سلیمان) عن ابراهيم (نخعی) عن علقمة (بن قیس) عن عبد الله (بن مسعود رضی اللہ عنہ) قال صلیت مع

رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہما وعمر رضی اللہ عنہ فلم يرفعوا ایدیهم الا عند افتتاح الصلاة.

(کتاب التہجد امام اسماعیلی: ج ۳ ص ۶۹۲، سنن کبریٰ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۷۹)

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے پوری نماز میں صرف تکبیر تحریر کے وقت رفع یدین کی۔“

یہ روایت کئی وجہ سے ضعیف و مردود ہے، مثلاً:

۱: اس کا بنیادی راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔

حافظ بیہقی نے فرمایا: ”وہو ضعیف عند الجمهور“

(نور العینین ص ۱۵۳، مجمع الزوائد ۵/۱۹۱)

۲: جمہور محدثین نے خاص اس روایت پر جرح کی مثلاً اہل سنت کے مشہور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ روایت منکر ہے۔

(کتاب العلل ۱/۱۳۳ رقم ۷۰۱)

۳: الیاس گھسن صاحب نے روایت مذکورہ میں امام بیہقی کا حوالہ بھی لکھا ہے اور اسی حوالے میں امام بیہقی نے محمد بن جابر پر جرح نقل کر رکھی ہے۔  
مزید تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۱۵۱-۱۵۳)

### دلیل نمبر 9

”الصلاة لم لا يعود.....“

(المدوۃ الکبریٰ: ج ۱ ص ۱۰۰)  
”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“

”قال الامام ابن قاسم (حدثنا) وكيع عن ابي بكر بن عبد الله بن قطاف النهشلي عن عاصم بن كليب عن ابيه ان علياً رضي الله عنهما كان يرفع يديه اذا افتتح

مدوۃ کبریٰ ناقابل اعتبار اور بے سند مروی کتاب ہے اور مسند زید اہل سنت کی کتاب نہیں بلکہ زیدی شیعوں کی من گھڑت کتاب ہے، لہذا یہ دونوں حوالے غلط اور مردود ہیں۔  
تنبیہ: ابوبکر النہشلی والی روایت جو دوسری کتابوں میں ہے، وہ اس کے وہم و خطا کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۵)

### دلیل نمبر 10

”عمر رضی اللہ عنہ یرفع یدیه الا فی اول ما یفتتح.“

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۸ حدیث نمبر ۱۳)  
”معروف تابعی حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شروع نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔“

”قال الامام الحافظ المحدث ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا ابو بكر بن عياش عن حصين عن مجاهد قال ما رايت ابن

مصنف ابن ابی شیبہ والی یہ روایت قاری ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کے وہم و خطا کی وجہ سے ضعیف ہے اور دو وجہ سے مردود ہے:

۱: امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام دارقطنی نے اس روایت کو وہم اور باطل وغیرہ قرار دیا اور کسی ایک قابل اعتماد محدث نے اس کی تصحیح نہیں کی اور اگر کسی چھوٹے سے

محدث سے ثابت بھی ہو جائے تو جمہور کے مقابلے میں مردود ہے۔

۲: بہت سے ثقہ راویوں اور صحیح و حسن لذاتہ سندوں سے ثابت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، جن میں سے ان کے چند شاگردوں کے حوالے درج ذیل ہیں:

امام نافع المدنی رحمہ اللہ، امام محارب بن دثار الکوفی رحمہ اللہ، امام طاؤس بن کیسان الیمانی رحمہ اللہ، امام سالم بن عبد اللہ بن عمر المدنی رحمہ اللہ اور امام ابوالزبیر الحکی رحمہ اللہ۔

(دیکھئے نور العین ص ۱۵۹)

ثقہ راویوں کے خلاف وہم و خطا والی روایت منکر و مردود ہوتی ہے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ الیاس گھمن صاحب اور آل دیوبند کے پاس ترک رفع الیدین قبل الکرکوع و بعدہ کی ایک صحیح یا حسن لذاتہ روایت نہیں ہے۔

رفع یدین پر خیر القرون میں مسلسل عمل: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے، رکوع کرتے وقت بھی آپ اسی طرح کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ ج ۲ ص ۳۶، صحیح مسلم: ۳۹۰)

اس حدیث کے راوی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دور کعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے کہ نبی ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۳۹، شرح الیہ للبخاری ۳/۲۱ ج ۲ ص ۵۶۰، قال: هذا حديث صحيح)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے راوی اُن کے جلیل القدر بیٹے امام سالم بن عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ بھی شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (حدیث السراج ۲/۳۳-۳۵ ج ۱۱۵، وسندہ صحیح)

و ما علينا إلا البلاغ

(۲۱/ نومبر ۲۰۱۱ء سرگودھا)



## ابڑ و دیوبندی کی ”تحقیق حق“ کی دس باطل و مردود روایتیں

گھمن پارٹی کے ابڑ و نامی ایک دیوبندی نے ایک کتاب ”تحقیق حق تحقیق سے تقلید تک...؟“ لکھی ہے، جس میں ابڑ و صاحب نے اہل حدیث (محدثین کرام اور متبعین حدیث) کے مقابلے میں دیوبندی مذہب کو ثابت کرنے کے لئے پانچ قسم کے ”دلائل“ پیش کئے ہیں:

۱: اکاذیب و افتراءات

۲: ضعیف و مردود روایات

۳: غیر متعلقہ دلائل

۴: منطقی مغالطے

۵: فلسفیانہ دھوکے

ابڑوی اکاذیب و مردود روایات کے دس نمونے مع رد پیش خدمت ہیں:

(۱) ابڑ و صاحب نے نماز میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کی دلیل کے طور پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت (بحوالہ سنن ابی داؤد، مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند احمد) پیش کی ہے:

”چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھا جائے۔“

(تحقیق حق ص ۷۱)

اس کے بعد ابڑ و صاحب نے لکھا ہے: ”سنت دائمی عمل کو کہتے ہیں...“ (ایضاً ص ۷۱)

عرض ہے کہ تینوں مذکورہ کتابوں میں اس روایت کی سند میں ابوشیبہ عبد الرحمن بن اسحاق الکوفی الواسطی راوی ہے، جسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف و مجروح قرار دیا ہے، نیز

سنن ابی داؤد کے مذکور مقام پر لکھا ہوا ہے کہ امام احمد بن حنبل اسے ضعیف کہتے تھے۔

(۷۵۸ج)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے اس کے بارے میں لکھا ہے: ”وہو ضعیف“

(بذل المجہود ۳۸۱/۳)

اس راوی کے بارے میں محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا:

”اگرچہ اس روایت کا مدار عبدالرحمن بن اسحاق پر ہے جو ضعیف ہے۔۔۔“

(درس ترمذی ج ۲ ص ۲۴)

اس روایت اور راوی کے بارے میں سعید احمد پالنپوری دیوبندی نے لکھا ہے:

”اس کے ایک راوی ابو شیبہ عبدالرحمن بن اسحاق واسطی متروک ہیں اور۔۔۔“

(ادلہ کاملہ کی شرح تسہیل اول ص ۵۵)

ایسے ضعیف و متروک راوی کی روایت پیش کر کے ابڑو صاحب نے تحقیق حق نہیں بلکہ ترویج باطل کی ہے، نیز ان کا یہ کہنا کہ ”سنت دائمی عمل کو کہتے ہیں“ بھی قابل غور ہے، کیونکہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کو سنت قرار دیا ہے۔ (۱۳۳۵ج)

کیا گھسن صاحب اور آل دیوبند اپنے اس اصول پر سورۃ الفاتحہ فی الجنازہ کو دائمی عمل

تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں!؟

۲) ابڑو صاحب نے لکھا ہے: ”حضرت انسؓ نے فرمایا تین باتیں سب نبیوں کے اخلاق

میں سے ہیں جلد افطار کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پرز پر ناف

رکھنا۔ (۳۲/۲ بحوالہ ابن حزم ۴/۱۱۳)“ (تحقیق حق ص ۱۷)

عرض ہے کہ الجوهري التقي لابن الترمذی الحنفی اور المحلی لابن حزم میں یہ روایت بے سند

ہے اور الخلافيات للبيهقي میں اس کی سند مذکور ہے، لیکن اس میں سعید بن زری راوی جمہور

محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔ (مثلاً دیکھئے میزان الاعتدال ۲/۱۳۶ تا ۱۷۷ ص ۳۱)

۳) ابڑو صاحب نے مزید لکھا ہے:

”حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ہاتھ کو ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھا جائے۔“

(الجوہر بحوالہ ابن حزم، بحوالہ مجموعہ رسائل ج ۲، ص ۳۰۳) (تحقیق حق ص ۷۲)

عرض ہے کہ اس کی سند میں بھی عبدالرحمن بن اسحاق الواسطی الکوفی راوی ہے جو کہ

ضعیف و متروک تھا۔ (دیکھئے یہی مضمون فقرہ نمبر ۱)

۴) ابڑو صاحب نے لکھا ہے:

”ابن حزم نے حضرت عائشہؓ سے تعلیقاً اور مسند الامام زید میں سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے

روایت کی ہے کہ تین باتیں تمام انبیاء کرام کے اخلاق سے ہیں افطار میں جلدی کرنا، سحری

میں تاخیر کرنا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔“ (تحقیق حق ص ۷۲)

سیدہ عائشہؓ کی طرف منسوب یہ روایت (ناف کے نیچے رکھنا کی صراحت کے

ساتھ) بے سند ہے، لہذا ثابت نہیں بلکہ مردود ہے۔

۵) ابڑو صاحب نے زیدی شیعوں کی کتاب ”مسند الامام زید“ کا حوالہ پیش کیا ہے۔

(تحقیق حق ص ۷۲، فقرہ سابقہ: ۴)

عرض ہے کہ مسند زید کا بنیادی راوی ابو ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی کذاب ہے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: متروک

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: کذاب (دیکھئے کتاب الجرح والتعديل ۶/۲۳۰)

کذاب راویوں کی روایت پر ”تحقیق حق“ نہیں بلکہ ترویجِ باطل ہوتی ہے۔

۶) ابڑو صاحب نے لکھا ہے:

”امام ترمذیؒ اور امام نوویؒ کی تحقیق کے مطابق سینے پر ہاتھ باندھنا کسی بھی امام کا مسلک

نہیں بلکہ اس سلسلہ میں دو ہی مذہب ہیں۔

(۱) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

(۲) ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا۔“ (تحقیق حق ص ۷۰)

اس عبارت میں ابڑ و صاحب نے دو جھوٹ، ایک مغالطہ اور ایک خلافِ حقیقت بات لکھی ہے:

۱: امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ کہیں بھی نہیں لکھا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا کسی بھی امام کا مسلک نہیں۔

۲: متاخرین میں سے علامہ نووی شافعی نے یہ کہیں بھی نہیں لکھا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا کسی بھی امام کا مسلک نہیں۔

۳: فوق السرة کا اردو ترجمہ صرف ”ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا“ نہیں بلکہ ”ناف سے اوپر ہاتھ باندھنا“ بھی ہے اور سینہ ناف سے اوپر ہی ہوتا ہے، لہذا قول مذکور میں سینے کے اوپر یا اس سے نیچے والے حصے پر ہاتھ باندھنا مراد ہے جو کہ ناف سے اوپر ہوتا ہے۔

۴: یہ کہنا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا کسی امام کا مسلک نہیں، دو وجہ سے باطل ہے:

اول: ہدایہ وغیرہ حنفی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل تھے اور عبد الشکور لکھنوی تقلیدی نے لکھا ہے:

”اس مسئلہ میں بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مخالف ہیں۔ ان کے نزدیک مردوں کو بھی سینے پر ہاتھ باندھنا چاہیے۔“ (علم الفقہ کا حاشیہ ص ۲۱۰ طبع اپریل ۲۰۰۳ء)

دوم: امام بیہقی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ”باب وضع الیدین علی الصدر فی الصلوۃ من السنۃ“ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا سنت میں سے ہے۔

(اسنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۳۰، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۲۶ قبل ج ۲۳۳۵)

۷) ابڑ و صاحب نے رفع یدین کے خلاف اپنی دلیل کے طور پر لکھا ہے:

”حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں تو یہ حضرات شروع نماز کے بعد کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے۔“ (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵، ابولیل ج ۸ ص ۲۵۳)

(تحقیق حق ص ۱۷۸)

اس روایت کا راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے اور خود سنن دارقطنی کے اسی مذکورہ صفحے پر اسے ضعیف لکھا ہوا ہے۔

اس راوی پر آل دیوبند کی شدید جرحوں کے لئے دیکھئے عبدالقدوس قارن کی کتاب: ”ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع“ (ص ۲۸۱) سرفراز خان صفدر کی خزائن السنن (ص ۱۷۳) زیلعی حنفی کی نصب الراية (۱/۶۱) اور خلیل احمد سہارنپوری کی بذل المجہود (۱/۱۱۱) جروح محدثین کی تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۱۵۱-۱۵۳) ۸) ابڑو صاحب نے لکھا ہے:

”حضرت علی المرتضیٰ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی پہلی تکبیر کے بعد ساری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔“ (المعلل دارقطنی ج ۴ ص ۲۶) (نوٹ اس روایت میں عبدالرحیم ثقفہ راوی ہے) (تحقیق حق ص ۱۷۸)

ثقفہ والی بات تو بعد کی ہے، پہلے تو عبدالرحیم بن سلیمان المروزی (متوفی ۱۸۷ھ) تک امام دارقطنی کی سند پیش کریں۔

امام دارقطنی کی پیدائش ۳۰۶ھ ہے، یعنی آپ عبدالرحیم مذکور کی وفات کے ۱۱۹ سال بعد پیدا ہوئے تھے اور کتاب العلل للدارقطنی میں یہ روایت بغیر کسی متصل سند کے مذکور ہے، لہذا بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

گھسن صاحب اور آل دیوبند کی ”خدمت“ میں عرض ہے کہ پورا زور لگا کر اس بے سند روایت کی سند کہیں سے تلاش کر کے پیش کر دیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو لوگوں کے سامنے علانیہ توبہ کریں۔

۹) ابڑو صاحب نے ترک رفع یدین ثابت کرنے کے لئے بحوالہ نصب الراية لکھا ہے: ”حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے پھر ساری نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔“ (بیہقی فی الخلائیات زیلعی ج ۴ ص ۴۰۴) (تحقیق حق ص ۱۷۹)

نصب الراية کے اسی صفحے پر اس روایت کے راوی امام بیہقی نے لکھا ہے:

”قال الحاكم: هذا باطل موضوع ولا يجوز أن يذكر إلا على سبيل القدح...“ حاکم نے فرمایا: یہ باطل موضوع ہے اور جرح کے بغیر اس کا ذکر کرنا جائز نہیں۔ (نصب الراية ج ۱ ص ۴۰۴)

دوسرے یہ کہ اس روایت کی مکمل متصل سند بھی موجود نہیں، لہذا یہ منقطع مردود ہے۔  
 (۱۰) ابو ذر صاحب نے مردوں عورتوں کے طریقہ نماز میں اختلاف ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے: ”... حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب نماز میں بیٹھے تو ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ ملا لے جو زیادہ ستر کی حالت ہے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتے ہیں اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ میں نے اس عورت کو بخش دیا۔“ (بیہقی ج ۲، ص ۲۲۳)

(تحقیق حق ص ۱۹۱-۱۹۲)

اس روایت کا ایک راوی ابو مطیع البلخی جمہور محدثین کے نزدیک سخت مجروح راوی ہے۔ دوسرے راوی (محمد بن القاسم البلخی) کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا: اس کا ذکر کیا جانا حلال نہیں۔

تیسرے راوی عبید بن محمد السرخسی کی توثیق نامعلوم ہے۔

(دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات ج ۳ ص ۵۰۹-۵۱۰)

ثابت ہوا کہ یہ روایت بھی مردود ہے۔

ابو ذر کی دیگ سے یہ دس حوالے بطور نمونہ اور مشتے از خروارے پیش کئے گئے ہیں، تاکہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ ابو ذر یو بندی اور ان جیسے دیگر آل دیوبند اپنی کتابوں کے ذریعے سے عوام کو کتنے دھوکے دیتے ہیں اور یہ کہ ایسے دھوکا بازوں سے بچنا ضروری ہے۔ و ما علينا إلا البلاغ

(۲۶/ جنوری ۲۰۱۲ء)

[مرکز الامام البخاری اہل حدیث، مقام حیات، سرگودھا]

## صلوٰۃ الرسول پر دیوبندی نظر کا جواب

ہندوستان پر انگریزی قبضے کے دور: ۱۸۶۷ء میں پیدا ہو جانے والا دیوبندی فرقہ وہ بد نصیب فرقہ ہے جس کے بانی: محمد قاسم نانوتوی ”صاحب“ نے اعتراف کیا تھا کہ ”میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بجز اس کے کچھ بن نہ پڑا کہ میں جھوٹ بولوں اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا“ (ارواح ثلاثہ ص ۳۹۰ حکایت نمبر ۳۹۱، معارف الاکابر ص ۲۶۰)

یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ نانوتوی صاحب نے یہ صریح جھوٹ اسی روز بولا تھا، یا اس سے پہلے بھی بہت سے جھوٹ بول رکھے تھے۔ واللہ اعلم  
اس نومولود دیوبندی فرقے کے دوسرے رکن رکیں: رشید احمد گنگوہی ”صاحب“ نے علی الاعلان لکھا: ”جھوٹا ہوں۔ کچھ نہیں ہوں“ (مکاتیب رشیدہ ص ۱۰، فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶)  
اس ہندوستانی فرقے کے تیسرے رکن: محمد اشرف علی تھانوی ”صاحب“ نے کہا:  
”اور میں بھی بیوقوف ہی سا ہوں مثل خد خد کے“

(الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ ج ۱ ص ۲۶۶ ملفوظ نمبر ۴۰۰)  
اور بغیر کسی لگی لپٹی کے مزید کہا: ”اور اگر مجھ پر اطمینان ہو تو میں مطلع کرتا ہوں کہ میں جو لاہا نہیں ہوں۔ رہا جاہل ہونا اس کا البتہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں جاہل بلکہ آجہل ہوں“ (اشرف السوانح ج ۱ ص ۱۲۰ ادنیٰ نسخہ ص ۶۹)

محمد زکریا تبلیغی دیوبندی نے لکھا ہے: ”یہ اللہ کا محض لطف و کرم ہے کہ ان ساری برکات میں اس ناپاک کی گندگی حائل نہ ہوئی“ (تبلیغی نصاب ص ۶۸۲، فضائل درود ص ۴)  
نانوتوی صاحب نے بغیر کسی جھجک کے صاف کہا:

”میں بے حیا ہوں اس لئے وعظ کہہ لیتا ہوں“ (قصص الاکابر لخص الاصار ص ۱۵۶، حوالہ نمبر ۲۹)  
ان بقلم خود: جھوٹوں، بے وقوفوں، جاہلوں، ناپاکوں اور بے حیاءوں کے نقش قدم پر

چلتے ہوئے پر انمیری ماسٹر محمد امین اوکاڑوی حیاتی دیوبندی نے ”صلوة الرسول“ کا ”جواب“ دیوبندی رسالہ ”الخیر“ ملتان ۱۴۲۰ھ میں لکھا ہے۔

راقم الحروف نے ”صلوة الرسول“ کی تخریج کے مقدمہ میں لکھا تھا:

”ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی صاحب کی کتابوں میں موضوع بلکہ بے اصل روایات موجود ہیں مثلاً دیکھئے مجموعہ رسائل جلد دوم (ص ۱۶۹)

حدیث: ”لا جمعه الا بخطبه“

والمتهم بوضعه الا وکاروی“ (ص ۱۹)

یعنی یہ حدیث کہ ”لا جمعه الا بخطبه“ امین اوکاڑوی نے گھڑی ہے۔

اس اعتراض کا اوکاڑوی صاحب نے کوئی جواب نہ دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اپنے اسلاف کی طرح اوکاڑوی صاحب بھی کذاب اور ساقط العدالت ہے۔

اس تمہید کے بعد اوکاڑوی اعتراضات پر دندان شکن تبصرہ پیش خدمت ہے:

۱: امام ابو حنیفہ کو قاضی ابو یوسف اور ابن فرقد کے مقابلے میں ”امام اعظم“ کہنا ضروری نہیں، لہذا اگر ناشر نے بعض مقامات پر ”اعظم“ کا لفظ کاٹ دیا ہے تو اس میں غصہ ہونے کی کیا بات ہے۔

یاد رہے کہ امام ابو حنیفہ بذاتِ خود ”غیر مقلد“ تھے۔ دیکھئے حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار (ج ۱ ص ۵۱) معین الفقہ (ص ۸۸) اور مجالس حکیم الامت (ص ۳۳۵)

اگر ایک ”غیر مقلد“ نے ایک ”غیر مقلد“ کے سلسلے میں عوامی غلط فہمی کی اصلاح کر دی تو اس معاملہ میں غیر خفی اور گاندھوی دیوبندیوں کو دخل دینے کی کیا ضرورت ہے؟

۲: بعض جگہ کسی قرینہ کی وجہ سے ایک لفظ مخدوف ہو جاتا ہے مثلاً:

﴿واسئل القرية التي كنا فيها﴾ اور جس (گاؤں) میں ہم تھے اس گاؤں سے پوچھو۔  
یعنی اہل القریہ سے پوچھو۔

بعینہ مسند امام ابی حنیفہ (جو کہ مکذوب طور پر امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہے) سے



یہاں مراد حاشیہ ہے۔

محمود حسن دیوبندی نے ”الزائد فی کتاب اللہ“ بنئے ہوئے قرآن مجید کی آیت کریمہ میں اضافہ کر دیا تھا۔ (دیکھئے ایضاح الادلہ ص ۹۷-۹۸ مطبوعہ دیوبند)

اس پر ادا کاڑوی صاحب کو کوئی اعتراض نہیں لیکن انھیں صرف حکیم صاحب اور جماعت اہل حدیث پر ”غصہ شریف“ ہے۔

اگر دیوبندی علماء (یعنی جبلاء) سے کوئی شخص اُن کے اکابر کی کسی غلطی، باطل اور توہین آمیز عبارت پر فتویٰ پوچھ لے، بشرطیکہ انھیں اس عبارت کا پہلے سے علم نہ ہو اور استفتاء میں اس کتاب و صاحب کتاب کا ذکر نہ ہو تو جھٹ اپنے اکابر پر فتویٰ لگا دیں گے۔ ان شاء اللہ یہ عملاً ہوا بھی ہے جس کا ہمارے پاس ثبوت ہے اور آئندہ کے لئے بھی تجربہ شرط ہے۔

۳: فتاویٰ قاضی خان، وغیرہ کے حوالے ان لوگوں پر بطور الزام و اتمام حجت پیش کئے جاتے ہیں جو ان کتابوں کو وحی الہی یا حجت کا درجہ دیتے ہیں۔

۴: یہ عام لوگوں کو معلوم ہے کہ کتابت اور کمپوزنگ میں کئی غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ مثلاً راقم الحروف نے سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۱۷ وغیرہ کے حوالے سے مدرسہ دیوبند کے بارے میں لکھا تھا کہ ”اس مدرسہ کے قیام میں ہندوؤں نے بھی خوب چندہ دیا۔ چندہ دینے والوں کی فہرست منشی رام، رام سہائے، منشی ہر دواری لال، لالہ بیجنا تھ، پنڈت سری رام، منشی موتی لال، رام لال، وغیرہ کے نام ملتے ہیں“ (تعداد و کعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ ص ۴۸)

میں جب حج کے لئے جزیرۃ العرب میں تھا تو یہ کتاب شائع ہوئی۔ کمپوزر کی غلطی سے ”ہندوؤں“ کے بجائے ”ہندوں“ کا لفظ چھپ گیا۔ کیا یہ میری غلطی ہے؟

پنڈت سری رام کے چندہ خور مدرسے کے غالی حامی ادا کاڑوی صاحب نے کتابت کی غلطیوں کی بنیاد پر یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ حکیم صاحب نے ”جندب کسری“ لکھا تھا۔

۵: تبلیغی جماعت کے ”شیخ الحدیث“ ذکر کیا صاحب نے ”فضائل نماز“ میں ص ۳۳۶ تا ۳۳۸ ص ”حدیث کی کتابوں“ سے نماز کے چالیس (۴۰) فضائل لکھے ہیں۔ حکیم صاحب

نے زکریا صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے یہ فضائل ”صلوٰۃ الرسول“ میں نقل کر دیئے ہیں۔ فضائل والی ان ”احادیث“ پر اوکاڑوی صاحب بہت چمیں بہ جبین ہیں، مگر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ ان کا یہ حملہ بالواسطہ طور پر اپنے ”شیخ الحدیث“ پر ہے۔

مدرسہ ”خیر المدارس“ کے ان کارپردازوں سے درخواست ہے، جو کہ اوکاڑوی صاحب کو ان حرکتوں کی تنخواہ دیتے ہیں، کہ زکریا صاحب کے خلاف اوکاڑوی صاحب کے حملے کا نوٹس لیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی جو کہ محمد حسین بنالوی کے مقابلے میں دیوبندی مناظر تھا۔ دیکھئے بشیر قادری کی ”ترک تقلید کے بھیا نک نتائج“ (ص ۴۷-۴۸)

اس قادیانی کذاب نے ایک کتاب ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ لکھی ہے۔ اس کے ص ۲۴ (دنی نسخہ ص ۴۱) کی عبارت تھانوی صاحب کو اتنی پسند آئی کہ اسے بغیر کسی حوالہ کے اپنی کتاب ”احکام اسلام عقل کی نظر میں“ ص ۲۰۴ پر نقل کر لیا۔ نیز دیکھئے:

تھانوی صاحب کی کتابیں      مرزا کی کتابیں

۱: نمازوں کا فلسفہ ص ۵۱      کشتی نوح ص ۶۵

۲: فلسفہ اخلاق ص ۲۲۴      نسیم دعوت ص ۷۲

۳: عفت کا فلسفہ ص ۱۶۶      اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۳۰

نیز دیکھئے مولانا محمد یحییٰ گوندلوی حفظہ اللہ (رحمہ اللہ) کی کتاب ”مطرقۃ الحدید بر فتویٰ مولوی رشید“ ص (۵۴)

اوکاڑوی صاحب کو تھانوی صاحب پر، مرزا کی عبارتیں نقل کرنے پر کوئی غصہ نہیں آتا۔ غصہ صرف حکیم صاحب پر آتا ہے کہ جنہوں نے زکریا (صاحب) دیوبندی پر حسن ظن رکھتے ہوئے تبلیغی نصاب کی بیان کردہ احادیث کو نقل کر دیا ہے۔

یاد رہے کہ مرزا ”صاحب“ کی موت ۱۹۰۸ء کے بعد ۱۹۳۰ء میں کسی شخص نے اسے بُرا کہا تو تھانوی صاحب ناراض ہو گئے تھے اور کہا تھا: ”یہ زیادتی ہے، تو حید میں ہمارا ان کا

کوئی اختلاف نہیں، اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدہ ختم رسالت میں“ (نچی باتیں ص ۲۱۳ مصنف: عبدالماجد دریا آبادی)

۶: ابن خزیمہ، ابن حبان نے جس حدیث کو بغیر تنقید کے اپنی صحیح کتابوں میں روایت کیا ہے اس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ تمام علماء کا اسی پر عمل ہے۔

صحیح ابن حبان (ج ۲ ص ۲۷۸ حدیث ۱۲۵۷) میں سیدنا الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے، جس کے بارے میں نیوی تقلیدی صاحب نے لکھا ہے: ”و صححه ابن حبان“ اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ (آثار السنن ص ۵۰ حدیث نمبر ۵۸)

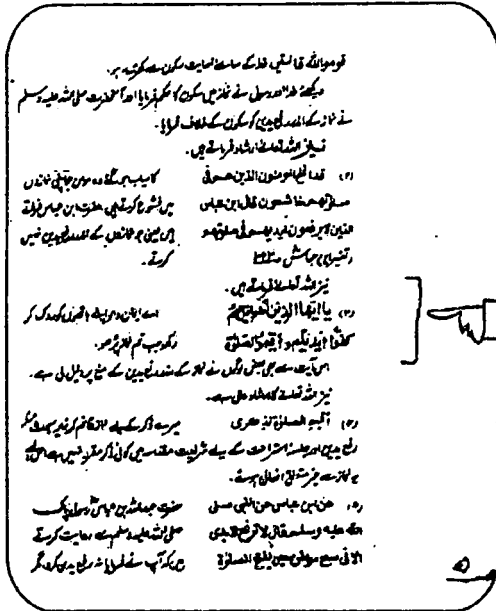
اسی طرح صحیح ابن خزیمہ (ج ۱ ص ۵۷-۵۸ ج ۱۰۹) کی ایک حدیث کے بارے میں نیوی صاحب نے لکھا ہے: ”و صححه الترمذی و ابن خزیمہ“ ترمذی اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (آثار السنن ص ۵۱-۵۲ ج ۶۱)

اتنی معمولی بات بھی اوکاڑوی کو معلوم نہیں، لہذا اوکاڑوی نے وہ اپنی جہالت سے یہ لکھا ہے کہ ”لیکن یہ جھوٹ ہے انہوں نے اسے صحیح نہیں کہا“ (رسالہ الخیر ص ۶۴۹/۳۳) معلوم ہوا کہ نیوی صاحب، اوکاڑوی کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اوکاڑوی صاحب کے ممدوح ظفر احمد تھانوی نے بلوغ المرء سے ”و صححه ابن خزیمہ“ نقل کر کے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی: ”یعنی اوردہ فی صحیحہ“ (اعلاء السنن ج ۱ ص ۹۷)

ابوداؤد کی جس حدیث (تسہیل الوصول ص ۱۳۹/۲۱-۲۰۲) کے بارے میں راقم الحروف نے لکھا ہے کہ اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے تو عرض ہے کہ یہی روایت صحیح ابن خزیمہ (ج ۲ ص ۵۹ ج ۹۱۴) اور صحیح ابن حبان (ج ۴ ص ۲۰ ج ۲۲۷) میں موجود ہے۔

تنبیہ: کتابت سے ”وغیرہا“ کا لفظ گر گیا تھا جس کا اضافہ ناگزیر ہے اور کتابت کے اس سہو پر اوکاڑوی صاحب نے شور مچانا شروع کر دیا۔ سبحان اللہ!

۷: حافظ قرآن بھی بعض اوقات قرآن پڑھتے پڑھتے بھول جاتا ہے۔ بعض مقامات پر حکیم صاحب یا ناشر سے حوالے کا تسامح ہوا ہے، جس پر اوکاڑوی صاحب ”جھوٹ“ کا فتویٰ داغتے ہیں حالانکہ تقلیدی حضرات کی کتابوں میں اتنے غلط حوالے ہیں کہ اللہ کی پناہ! (۱) اوکاڑوی صاحب! تمہاری وہ کتاب میرے سامنے پڑی ہے جس میں تم نے قرآن مجید پر جھوٹ بولا ہے۔ اوکاڑوی صاحب کی کتاب کا عکس (SCAN) درج ذیل ہے:



(کتاب کا نام: تحقیق مسئلہ رفع یدین، مصنف ابو معاویہ محمد امین صفدر جالندھری، اوکاڑوی، ناشر: ابو حنیفہ اکیڈمی۔ فقیر والی، ضلع بہاولنگر)

ذرا ہمت کریں اور قرآن مجید سے اپنی پیش کردہ ”آیت“ کا ثبوت تو پیش کریں! (۲) اصول شاشی کے حاشیہ نمبر ۲ ص ۶ پر فاعر ضوہ علی کتاب اللہ والی حدیث کو بخاری سے منسوب کیا گیا ہے۔ تمام آل دیوبند سے عرض ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں کہاں لکھی ہوئی ہے؟ حوالہ پیش کریں۔

آل دیوبند ان باتوں کا جو جواب دیں گے، ہمارا بھی وہی جواب ہے۔

۸: تراویح کے سلسلے میں آپ پر میرے رسالے ”تعدادِ رکعات قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ“ اور پچاس صفحوں کے ”اکاڑوی کا تعاقب“ کا جواب باقی ہے، جسے آپ شیر... سمجھ کر پی گئے ہیں!!

۹: کئی دیوبندی ”حضرات“ نے یہ تسلیم کر رکھا ہے کہ اہل حدیث، اہل سنت اور اہل حق ہیں۔ دیکھئے کفایت المفتی (ج ۱ ص ۳۲۵ جواب نمبر ۳۷۰) احسن الفتاویٰ (ج ۱ ص ۳۱۶) جبکہ دیوبندیوں کا نہ تو اہل سنت ہونا ثابت ہے اور نہ خفی ہونا۔

رسول اللہ ﷺ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کو مشکل کشا سمجھنے والے دیوبندی حضرات کس طرح اہل سنت ہو سکتے ہیں؟ (دیکھئے کلیات امدادیہ ص ۱۰۳، ۱۰۴، تعلیم الدین ص ۱۷۱)

۱۰: صلوٰۃ الرسول میں فضائل کے سلسلے میں بعض ضعیف روایات آگئی تھیں جن کی نشاندہی راقم الحروف نے حتی الوسع کر دی تھی:

”فضائل میں ضعیف احادیث کا لے آنا صرف حکیم محمد صادق رحمہ اللہ پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ دیوبندیوں و بریلویوں کے مستند علماء اور خفی فقہاء نے اپنی تصانیف کو ضعیف بلکہ موضوع روایات سے بھر رکھا ہے مثلاً شیخ زکریا سہارنپوری صاحب کی کتاب ”فضائل اعمال“ وغیرہ“ (تہذیب الوصول ص ۱۹)

اس کا اکاڑوی صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا مگر ”ضعیف احادیث“ کی رٹ شروع کر دی ہے؟

ماسٹر صاحب! کیا ”فضائل اعمال“ کی ساری احادیث صحیح ہیں؟

۱) تبلیغی نصاب (ص ۳۹۸) اور فضائل نماز (ص ۸۲) میں لکھا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ”جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کوری سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں“ یہ حدیث کہاں لکھی ہوئی ہے؟ اس کی پوری سند لکھیں اور صحیح ہونا بھی ثابت کریں اور اگر نہ کر سکیں تو صحیح بخاری (ج ۱ ص ۶۲۵، کتاب التہجد باب ۱۸، ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ) پڑھ لیں۔

تنبیہ: زکریا صاحب کی پیش کردہ روایت تاریخ دمشق لابن عساکر میں موجود ہے۔

(ج ۳ ص ۱۳۲)

اور اس میں عبد الوہاب بن مجاہد راوی سخت مجروح و متروک ہے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: ”متروک و کذبہ الثوری“ متروک ہے اور (سفیان) ثوری نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ (تقریب التہذیب: ۴۷۷۸)

اس موضوع روایت کو صحیح بخاری کی حدیث کے مقابلے میں پیش کر کے زکریا صاحب

نے کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے؟!

۲) فضائل ذکر (ص ۱۲۱) و تبلیغی نصاب (ص ۵۹۹ ج ۳۵) میں طبرانی کی حدیث کے بعد لکھا ہوا ہے کہ ”فیہ قائد ابو الورداء متروک“ فائدہ کو رکاء اسماء الرجال سے تعارف کرائیں اور پھر اصول حدیث سے ثابت کریں کہ متروک کی روایت کا کیا حکم ہے؟

۳) تبلیغی نصاب (ص ۳۵۵) فضائل نماز (ص ۳۹) میں ”من ترک الصلاة حتی مضی وقتها ثم قضی عذب فی النار حقاً ...“ والی جو حدیث لکھی ہوئی ہے اس کی سند اور حوالہ پیش کریں۔ خود زکریا صاحب نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے، ”لم اجده فیما عندی من کتب الحدیث ...“ الخ اس کا پورا ترجمہ بھی لکھیں۔

شرم نہیں آتی! ششے کے مکان میں بیٹھ کر پتھر بربار ہے ہوا!

پہلے اپنے اکابر کی کتابوں سے موضوع، بے اصل اور ضعیف روایات کا خاتمہ کریں

پھر حکیم صاحب پر تنقید کرنا!

یاد رہے کہ حکیم صاحب کی بیان کردہ ضعیف احادیث میں سے ایک حدیث بھی ایسی

نہیں جس پر مسلک اہل حدیث کے کسی بنیادی مسئلہ کا دار و مدار ہے۔

☆ فاتحہ (صحیح بخاری: ۷۵۶)

☆ رفع یدین (صحیح بخاری: ۷۳۶)

☆ آمین بالجہر (ابوداؤد: ۹۳۲-۹۳۳ اور صحیح البخاری: قتل ج ۸۰)

☆ سینے پر ہاتھ (صحیح بخاری کی ذراغ والی حدیث: ۷۴۰، اور مسند احمد: ۲۲۶۵)

☆ تراویح (صحیح بخاری: ۲۰۱۳)

جبکہ دیوبندیوں کے بہت سے مسائل ضعیف احادیث پر مشتمل ہیں مثلاً ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اور ترک رفع یدین، وغیرہ

۱۱: اوکاڑوی صاحب کو تقلید کا معنی ہی معلوم نہیں، اس لئے بعض محدثین کو بغیر کسی دلیل کے شوافع قرار دے کر ”مقلدین“ بنا رہے ہیں۔ حالانکہ اوکاڑوی صاحب کے سراسر برعکس، شوافع کا یہ نعرہ ہے: ”لسنا مقلدین للشافعی۔“ ہم امام شافعی کے مقلد نہیں ہیں۔ (تقریرات الرافعی ج ۱ ص ۱۱)

شوافع تو یہ کہتے تھے کہ ہم مقلدین نہیں ہیں اور اوکاڑوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ وہ مقلدین ہیں!

[ثابت ہوا کہ اوکاڑوی صاحب نے کذب و افتراء کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا۔]

۱۲: ص ۶۵۹/۴۳ پر اصول حدیث سے جاہل، اوکاڑوی نے تدلیس کے مسئلے میں یہ تاثر دیا ہے کہ راقم الحروف نے بعض مدلسین کی روایات کو صحیح کہا ہے۔

اوکاڑوی کی ذکر کردہ پہلی تین روایتوں میں تصریح سماع درج ذیل ہے:

۱) بحوالہ (ص ۱۵۲) اسے قتادہ سے شعبہ نے روایت کیا ہے، اور سنن ابی داؤد میں قتادہ کے سماع کی تصریح موجود ہے۔ حدیث نمبر ۳۹۶

تنبیہ: شعبہ کی قتادہ سے روایت تصریح سماع پر محمول ہوتی ہے۔

۲) بحوالہ (ص ۱۶۰) رواہ شعبہ عن قتادہ احمد (۲۸۲/۳) وصرح بالسماع عند البخاری (۵۹۷)

۳) بحوالہ (ص ۳۷۷) رواہ شعبہ عن قتادہ بہ

یہ تینوں روایتیں صحیح مسلم کی ہیں اور اوکاڑوی کے ”بزرگ“ سرفراز خان صفدر نے کہا ہے: ”صحیحین میں تدلیس مضمر نہیں“

(خزائن السنن ج ۱ ص ۱، بحوالہ مقدمہ نووی ص ۱۸، فتح المغیث ص ۷۷، و تدریب الراوی ص ۱۴۴)

اوکاڑوی صاحب، حکیم محمد صادق صاحب (رحمہ اللہ) کے غصے میں، صحیحین کی روایات کو بھی ضعیف قرار دینا چاہتے ہیں۔!

۱۳: ص ۶۶۰/۳۴ پر اوکاڑوی صاحب نے دیوبندی ظن و تخمین سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے کہ ”اور یہ سینے کا لفظ بھی کاتب کی غلطی سے معلوم ہوتا ہے“

حالانکہ یہ لفظ مسند احمد کے تمام نسخوں میں موجود ہے۔ اسے علامہ ابن جوزی نے متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسے مسند احمد سے نقل کیا ہے۔

یہاں تو اوکاڑوی کے نزدیک کاتب کی غلطی ہو گئی، مگر صلوٰۃ الرسول میں اگر کتابت یا سہو بشری سے کوئی حوالہ غلط ہو گیا ہے تو اوکاڑوی صاحب نے شور مچانا شروع کر دیا ہے۔

کیا دیوبندی انصاف اسی کا نام ہے۔!؟

۴: صحیح بخاری میں تعلیقاً مروی ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتدی آمین بالجہر کہتے تھے۔ یہ روایت مصنف عبدالرزاق میں ابن جریج کے سماع کی تصریح کے ساتھ موجود ہے۔

اس کی سند میں مسلم بن خالد کا نام و نشان نہیں، مگر اوکاڑوی صاحب نے سلسلہ ضعیفہ (ج ۲ ص ۳۶۸) سے مسلم بن خالد پر جرح اور تہلیل ابن جریج کا اعتراض کیا ہے، حالانکہ چند

سطریں بعد البانی صاحب رحمہ اللہ اسے امام بخاری سے نقل کرتے ہیں اور صفحہ ۳۶۹ پر فرماتے ہیں کہ ابن جریج نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

اسی قسم کے دھوکے دیوبندیت کی گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دینے کے لئے روارکھ جا رہے ہیں۔ اوکاڑوی صاحب! میرے پچاس صفحات کے خط کا لفظ بلفظ جواب دو۔

صلوٰۃ الرسول کی تخریج میں سے صرف ایک ایسی حدیث نکالو، جس کا راوی مدلس ہو، عن سے روایت کر رہا ہو، سماع یا متابعت ثابت نہ ہو اور راقم الحروف نے اسے صحیح یا حسن کہا

ہو۔ و ما علینا إلا البلاغ (ربیع الاول ۱۴۲۱ھ)

[ یہ مضمون تقریباً ۱۲ سال پہلے لکھا گیا تھا۔ (۲۰/فروری ۲۰۱۲ء) ]



## ایک جھوٹی روایت اور الیاس گھمن صاحب کا قافلہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الامين، أما بعد:  
اہل سنت والجماعت کے نزدیک جس روایت کی سند میں درج ذیل پانچ شرطیں  
موجود ہوں، وہ صحیح ہوتی ہے:

۱: ہر راوی عادل (مثلاً سچا مسلمان) ہو۔

۲: ہر راوی ضابط (مثلاً صحیح حافظے والا) ہو۔

۳: سند متصل ہو۔

۴: شاذ نہ ہو۔

۵: معلول (بعلت قاذحہ) نہ ہو۔

جس روایت میں یہ پانچوں شرائط پائی جائیں تو اس کے صحیح ہونے پر اہل حدیث یعنی  
صحیح العقیدہ اہل سنت محدثین کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ۱/۹۹-۱۰۰، اردو مترجم ص ۱۶)

اس اتفاقی و اجماعی تعریف کے مقابلے میں بعض الناس ضعیف اور موضوع وغیرہ  
روایات کو ”صحیح“ یا ”حسن“ قرار دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، مثلاً دنیاوی حیاتی  
دیوبندیوں کے محمد الیاس گھمن صاحب نے لکھا ہے:

”امام موفق مکی سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

”(امام ابو حنیفہ کے قول کی تقویت میں) کبھی مجھے دو احادیث ملتی اور کبھی تین میں انہیں

امام صاحب کے پاس لاتا تو آپ بعض کو قبول کرتے بعض کو نہیں اور فرماتے کہ یہ حدیث صحیح

نہیں یا معروف نہیں، تو میں عرض کرتا حضرت آپ کو کیسے پتا چلا؟ تو فرماتے کہ میں اہل کوفہ

کے علم کو جانتا ہوں۔“ (مناقب موفق مکی ج ۲ ص ۱۵۱، مناقب کردری ج ۲ ص ۱۰۳)

(رسالہ ”قافلہ حق سرگودھا“ جلد ۵ شمارہ ۳ ص ۸-۹، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۱ء)

مناقب کردری میں یہ روایت بغیر سند کے بحوالہ سمعانی مذکور ہے اور سمعانی سے لے کر محمد (بن الحسن بن فرقد) عن ابی یوسف تک کوئی سند موجود نہیں، لہذا یہ بے سند حوالہ ہے۔  
مناقب موفق کی میں یہ روایت باسند مذکور ہے جو درج ذیل ہے:

”وبہ قال: أخبرنا أحمد بن علي المروزي ويوسف بن يعقوب وإبراهيم بن منصور البخاريان وغيرهم قالوا: حدثنا سعد بن معاذ أبو عصمة: سمعت أبا سليمان: سمعت محمد بن الحسن: سمعت أبا يوسف ....“ (۱۵۱/۲)

اس میں ”وبہ قال“ کا قائل (موفق کا ”الامام“) ابو محمد الحارثی ہے۔

دیکھئے المناقب لموفق الہکی (ج ۲ ص ۱۳۸)

ابو محمد الحارثی تک موفق کی سند درج ذیل ہے:

”أخبرني الإمام أبو سعد الحافظ السمعاني في كتابه إليّ: أنا أبو الفرج الصيرفي بأصبهان إذنا: أنا أبو الحسين الأسكاف قراءة عليه: أنا الإمام أبو عبد الله بن مندة الحافظ: أنا الإمام أبو محمد الحارثي“ (۱۳۸/۲)

اب گھسن صاحب کی پیش کردہ روایت کی اہل سنت اصول حدیث اور اہل سنت اسماء الرجال کی رُو سے تحقیق درج ذیل ہے:

۱: اس روایت کا پہلا راوی موفق کی معتزلی اور رافضی تھا، جیسا کہ راقم الحروف کی درج ذیل عبارت سے ثابت ہے:

ابوالمؤید موفق بن احمد الہکی الخوارزمی أخطب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ) کی کتاب: ”مناقب الامام ابی حنیفہ“ مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ، کوئٹہ سے شائع شدہ ہے۔

اس کے مصنف موفق بن احمد کی کوئی توثیق کسی معتبر محدث سے ثابت نہیں ہے بلکہ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ذہبی نے اُس کی روایات پر جرح کی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ کردری خفی نے موفق بن احمد کے بارے میں لکھا ہے: ”المعتزلي القائل بتفضيل

علی علی کل الصحابة “ یعنی وہ معتزلی تھا، تمام صحابہ پر (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کا قائل تھا۔ (مناقب الکردی ج ۱ ص ۸۸)

یعنی یہ شخص رافضی اور معتزلی تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں اُس نے ایک کتاب لکھی، جس میں موضوع (جھوٹی) روایات ہیں۔

دیکھئے منہاج السنۃ النبویہ لابن تیمیہ (۱۰/۳) اور المستفی من منہاج السنۃ للذہبی (ص ۳۱۲) حافظ ابن تیمیہ نے فرمایا کہ وہ علمائے حدیث میں سے نہیں اور نہ اس فن میں اس کی طرف کبھی رجوع کیا جاتا ہے۔ (منہاج السنۃ ۱۰/۳)

حافظ ذہبی نے فرمایا: اس کی کتاب فضائل علی میں نے دیکھی ہے، اس میں انتہائی کمزور روایتیں بہت زیادہ ہیں۔ (تاریخ الاسلام ۳۹/۳۲۷)

لہذا ایسے شخص کو (معتزلیوں کا) علامہ، ادیب فصیح اور مفوہ کہہ دینے سے اُس کی توثیق ثابت نہیں ہو جاتی۔ نیز دیکھئے المستفی من منہاج السنۃ للذہبی (ص ۳۱۲، دوسرا نسخہ ص ۱۵۳) مختصر اُعرض ہے کہ موفق بن احمد معتزلی اور رافضی ہونے کی وجہ سے مجروح ہے، لہذا اس کی ساری کتاب ناقابلِ اعتماد ہے۔ (ماہنامہ الحدیث حضور: ۸ ص ۴۳-۴۴)

۲: ابو محمد الحارثی [نہیں، بلکہ احمد بن محمد الحمانی] کے بارے میں امام ابن عدی نے فرمایا: وہ بغداد کے مشرقی محلے میں رہتا تھا، میں نے اسے ۲۹۷ (ہجری) میں دیکھا.... میں نے جھوٹے لوگوں میں اتنا بے حیا اور کوئی نہیں دیکھا۔

حافظ ابن حبان نے فرمایا: وہ عراقیوں سے روایات بیان کرتا تھا، وہ احادیث گھڑ کر ان کی طرف منسوب کرتا تھا۔

امام دارقطنی نے فرمایا: وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

امام ابن ابی الفوارس نے فرمایا: وہ (حدیثیں) گھڑتا تھا۔

خطیب بغدادی نے فرمایا: اس نے حدیثیں بیان کیں، ان میں اکثر باطل ہیں، انھیں اُس نے گھڑا تھا۔

حاکم نیشاپوری نے کہا: اس نے قعنبی، مسدد، اسماعیل بن ابی اویس اور بشر بن الولید سے حدیثیں بیان کیں جنہیں اُس نے (خود) گھڑا تھا، اُس نے ان سے ملاقات [کا دعویٰ کرنے] کے جھوٹ کے علاوہ روایتوں کے متن بھی بنائے۔

ابونعیم الاصبہانی نے فرمایا: وہ ابن ابی اویس، قعنبی اور ایسے شیوخ سے مشہور اور منکر روایتیں بیان کرتا تھا جن سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی، وہ کوئی چیز نہیں ہے۔

حافظ ابن الجوزی نے اسے حدیث کا چور قرار دیا۔

حافظ ذہبی نے فرمایا: ”کان يضع الحديث“ وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

اور فرمایا: ”کذاب وضاع“ وہ بڑا جھوٹا (اور) حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے فرمایا: وہ حدیثیں گھڑنے والوں میں سے ایک تھا۔ ان تمام جروح کے حوالوں کے لئے دیکھئے الکامل لابن عدی، المعجم لابن حبان، الضعفاء والمترکین للدارقطنی، تاریخ بغداد، الموضوعات لابن الجوزی، المدخل للحاکم، الضعفاء لابن نعیم، المغنی للذہبی، میزان الاعتدال، البدایہ والنہایہ، لسان المیزان اور ماہنامہ الحدیث: ۲ ص ۱۲-۱۳

[یہ جرح احمد بن محمد الحمانی پر ہے اور الحارثی بھی کذاب ہے۔ دیکھئے ص ۲۳۵]

مرجیہ تقلید یہ ہے کہ اس کذاب وضاع شخص کو ”الامام، الفقیہ، الاستاذ“ کے القاب کا کوئی فائدہ نہیں، ورنہ اسماء الرجال کا علم بے فائدہ بن جاتا ہے اور یہ بات محال و باطل ہے۔ یاد رہے کہ راوی پر جرح ثابت ہونے کے بعد امام، فقیہ، اور استاذ کے الفاظ تو ثبوت نہیں بلکہ مردود ہوتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے میری کتاب تحقیقی مقالات (ج ۲ ص ۳۵، ۳۶، ۳۷)

۳: ابو عصمہ سعد بن معاذ المروزی کے بارے میں کسی محدث سے کوئی توثیق ثابت نہیں بلکہ حافظ ذہبی نے فرمایا: ”مجهول وحديثه باطل“ وہ مجہول ہے اور اس کی حدیث باطل ہے۔ (میزان الاعتدال مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور ج ۳ ص ۱۸۵، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۱۲۵)

محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی اور ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم کے بارے میں مفصل تحقیق کے لئے دیکھئے: میری کتاب تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات جلد اول، دوم، سوم

ابوسلیمان سے مراد اگر موسیٰ بن سلیمان الجوز جانی رحمہ اللہ ہیں تو عرض ہے کہ ابن ابی حاتم الرازی نے فرمایا: ”وكان يكفر القائلين بخلق القرآن“  
اور وہ ان لوگوں کو کافر کہتے تھے جو قرآن کو مخلوق قرار دیتے تھے۔

امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: ”كان صاحب الرأي صدوقاً“

وہ اہل رائے میں سے تھے اور وہ سچے تھے۔ (کتاب الجرح والتعديل ج ۸ ص ۱۳۵)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ”وكان صدوقاً محبوباً إلى أهل الحديث“

وہ سچے تھے، وہ اہل حدیث کے نزدیک محبوب (پیارے) تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱۹۴)

ثابت ہوا کہ اہل حدیث (محدثین کرام) بہت انصاف والے اور غیر جانبدار تھے۔  
ابوسلیمان الجوز جانی (حنفی عالم) سے محبت کرنا اور انھیں سچا قرار دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ محدثین کرام میں بحیثیت جماعت و بحیثیت جمہور کسی قسم کا تعصب نہیں تھا، ظلم و نا انصافی کا نام و نشان تک نہ تھا اور بعض افراد کی بعض اوقات جمہور کے خلاف چند انفرادی غلطیاں معدوم اور ناقابل التفات ہوتی ہیں۔

آخر میں بطور خلاصہ التحقیق عرض ہے کہ الیاس گھمن صاحب نے جس روایت کو اپنے رسالے میں علانیہ طور پر ”سند صحیح“ قرار دیا ہے، وہ ابو محمد الحارثی (کذاب) اور ابو عصمہ الروزی (مجہول و حدیث باطل) نیز موفقی کی معتزلی و مجروح کی وجہ سے موضوع، من گھڑت اور باطل ہے۔

ایسی من گھڑت اور جھوٹی روایت کو گھمن صاحب کا ”سند صحیح“ کہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ اہل سنت کی معتبر کتابوں، اسماء الرجال کے علم اور اصول حدیث سے جاہل یا متجاہل ہیں اور اپنی مرضی کی جھوٹی روایات کو بھی صحیح قرار دیتے ہیں۔

قارئین کرام! خود فیصلہ کر لیں کہ وہ اہل سنت کی معتبر کتابوں، اسماء الرجال کے مستند اماموں اور اصول حدیث پر عمل کرنا چاہتے ہیں، یا سلف صالحین کے راستے کو چھوڑ کر جدید متحقیقین اور باغیان سلف صالحین کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں جو انھیں صراط مستقیم اور عدل

وانصاف سے ہٹا کر ہلاکت و گمراہی کی پگڈنڈیوں پر گرانا چاہتے ہیں؟  
خود فیصلہ کر لیں، کیونکہ وقت موعود قریب ہے۔!

تنبیہ: بعض لوگ امام ابو حنیفہ کے بارے میں انتہائی غلو سے کام لیتے ہیں، اپنی تحریروں اور تقریروں میں غیر ثابت کتابوں اور مجروح مصنفین کے حوالے دیتے ہیں، نیز بعض تاریخی وغیرہ کتابوں سے جھوٹی اور مردود روایتیں پیش کرتے ہیں، حالانکہ یہ طرز عمل عدل و انصاف کے سراسر خلاف اور ظلم ہے۔

راقم الحروف نے اس بارے میں ”کلید التحقیق: فضائل ابی حنیفہ کی بعض کتابوں پر تحقیقی نظر“ کے عنوان سے عدل و انصاف اور غیر جانبداری پر مبنی ایک مضمون لکھا جو ماہنامہ الہدایت حضور (شمارہ نمبر ۷۸) میں شائع ہوا۔ ہمارے علم کے مطابق ابھی تک اس تحقیقی مضمون کا کوئی جواب کسی طرف سے نہیں آیا۔

مناقب ابی حنیفہ کے سلسلے میں گھمن صاحب وغیرہ جو بھی جھوٹی، من گھڑت اور مردود روایتیں پیش کرتے ہیں، ان کا دندان شکن جواب اسی تحقیقی مضمون میں موجود ہے۔

(۲۲/ جولائی ۲۰۱۱ء)

## ایک جھوٹی روایت اور حنیف قریشی بریلوی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسولہ الامين ، أما بعد :  
محمد حنیف قریشی بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: ”یونہی جامع صغیر کی روایت ہے ارشاد فرمایا:  
”ذرو العارفين المحدثين عن امتی لا تنزلوهم الجنة ولا النار حتی يكون  
الله هو الذي يقضى فيهم يوم القيامة“۔<sup>(۱)</sup>

یعنی ایسے عارفین جن سے غیب کی باتیں کی جاتی ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ان کو  
اپنے فتوے سے نہ جنت میں نازل کرو اور نہ ہی دوزخ میں حتی کہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان  
قیامت کے دن فیصلہ کر دے۔

(۱) کنز العمال حدیث نمبر ۱۲۱، الکامل لابن عدی ۴/۱۲۱، میزان الاعتدال از علامہ ذہبی (متوفی ۷۴۸)  
۵۰۵/۲، تاریخ بغداد ۸/۱۲۹۲ از خطیب بغدادی، لسان المیزان ۲/۳۶۰، فیض القدیر شرح جامع الصغیر از علامہ عبد  
الرؤف مناوی ۳/۷۵۳، التیسیر بشرح الجامع الصغیر ۲/۳۵ از علامہ عبدالرؤف مناوی “

(شطیبات اولیاء ص ۹، رویداد مناظرہ راولپنڈی گستاخ کون ص ۲۳۵)

اس روایت کو حنیف قریشی نے اپنی اس کتاب کے سرورق (ٹائٹل) پر بھی لکھا ہے۔  
عرض ہے کہ حنیف قریشی صاحب کی مذکورہ روایت درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:  
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی (۴/۱۳۳۱-۱۳۳۲، دوسرا نسخہ ۵/۱۹۳) تاریخ بغداد  
(۸/۲۹۲ ت ۳۳۹۵ خالد بن ابی کریم) الفوائد العوالی المتشقة للشفی / اثقیات (ج ۶)  
رقم ۱۰، بحوالہ السلسلۃ الضعیفۃ للالبانی ۲/۹۵ ح ۶۳۳ وقال: (موضوع) التیسیر بشرح  
الجامع الصغیر (۲/۳۵ وقال: فیہ متهم)

اس روایت کی بنیادی سند درج ذیل ہے:

”أیوب بن سويد: حدثني سفيان (الثوري) عن خالد بن أبي كريمة عن

عبداللہ بن مسور۔ بعض ولد جعفر بن أبي طالب عن محمد بن علي بن الحنفية عن أبيه.....“

اس سند کے بنیادی راوی ابو جعفر عبداللہ بن مسور بن عبداللہ بن عون بن جعفر بن ابی طالب البہاشی المدائنی کے بارے میں اسماء الرجال کی کتابوں سے تحقیق درج ذیل ہے:

اہل سنت کے مشہور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسور کے بارے میں اپنے بیٹے سے فرمایا: ”اضرب علی حدیثہ، أحادیثہ موضوعۃ“ اس کی حدیثیں کاٹ دو، اس کی حدیثیں موضوع (من گھڑت) ہیں۔ (کتاب اللعل و معرفۃ الرجال ۱/۳۳۵ رقم ۶۳۶)

اور فرمایا: ”کان یضع الحدیث و یکذب“ وہ حدیثیں گھڑتا تھا اور جھوٹ بولتا تھا۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۵/۱۶۹ تا ۷۸۲ و سندہ صحیح)

امام رقبہ بن مصقلہ رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسور کے بارے میں فرمایا:

”کان یضع أحادیث کلام حق و لیست من أحادیث النبی ﷺ و کان یرویہا عن النبی ﷺ“ وہ برحق کلام (یعنی صحیح مفہوم اور حکمت والے کلام) کی روایتیں گھڑتا تھا اور وہ نبی ﷺ کی احادیث نہیں ہوتی تھیں اور وہ انھیں نبی ﷺ سے بیان کرتا تھا۔ (مقدمہ صحیح مسلم ج ۱۶/۱۷، ۱۷، و سندہ صحیح)

مغیرہ بن مقسم رحمہ اللہ نے فرمایا: ”کان عبد اللہ بن مسور (صح) یفتعل الحدیث“ عبداللہ بن مسور حدیثیں گھڑتا تھا۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۵/۱۶۹، و سندہ صحیح)

ابو نعیم اصبہانی نے کہا: ”وضاع للأحادیث. لا یسوی شیء“ وہ حدیثیں گھڑنے والا ہے، وہ کسی چیز کے برابر نہیں ہے۔ (کتاب الضعفاء ص ۹۹ تا ۱۱۱، المسند المستخرج ج ۱/۷۰ تا ۱۱۳)

جوز جانی نے کہا: اس کی حدیثیں موضوع ہیں۔ (احوال الرجال ص ۱۹۶ تا ۳۵۹)

حافظ ذہبی نے کہا: ”یکذب“ وہ جھوٹ بولتا تھا۔ (دیوان الضعفاء ج ۲/۶۷ تا ۲۳۱۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: ”کذبوہ و لہ ذکر فی مقدمۃ صحیح مسلم“ محدثین نے اسے جھوٹا کہا ہے اور صحیح مسلم کے مقدمے میں اس کا ذکر موجود ہے۔



(الاصابہ ۳/۱۴۱ تا ۶۶۳)

امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فعلى نحو ما ذكرنا من الوجوه تؤلف من الأخبار عن رسول الله ﷺ فأما ما كان منها عن قوم هم عند أهل الحديث متهمون أو عند الأكثر منهم فلسنا نتشاغل بتخريج حديثهم كعبد الله بن مسور أبي جعفر المدائني و عمرو بن خالد و عبد القدوس الشامي و محمد ابن سعيد المصلوب و غياث بن إبراهيم و سليمان بن عمرو أبي داود النخعي و أشباههم ممن اتهم بوضع الأحاديث و توليد الأخبار و كذلك من الغالب على حديثه المنكر و الغلط أمسكنا أيضاً عن حديثهم“

”اس قاعدہ مذکورہ کے مطابق (اے شاگرد عزیز!) ہم تمہاری خواہش کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی احادیث جمع کریں گے۔ رہے وہ لوگ جو تمام علماء حدیث یا اکثر کے نزدیک مطعون ہیں جیسے عبد اللہ بن مسور، ابو جعفر مدائنی، عمرو بن خالد، عبد القدوس شامی، محمد بن سعید مصلوب، غیاث بن ابراہیم، سلیمان بن عمرو ابی داؤد نخعی اور ان جیسے دوسرے لوگ جن پر موضوع (من گھڑت) حدیث بیان کرنے کی تہمت ہے اور وہ از خود احادیث وضع کرنے یا بنانے میں بدنام ہیں اسی طرح وہ لوگ جن کی غالب روایات منکر ہوتی ہیں یا جن کی روایات میں بہ کثرت اغلاط ہیں تو ایسے لوگوں کی روایات کو ہم اپنی کتاب میں جمع نہیں کریں گے۔“ (صحیح مسلم، المقدمة ج ۱ ص ۵۰۴، شرح صحیح مسلم از غلام رسول سعیدی بریلوی ج ۱ ص ۲۰۷)

ثابت ہوا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن مسور پر سخت جرح کر رکھی ہے۔

عبد اللہ بن مسور کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا: ”كان ممن يروي الموضوعات عن الأثبات ....“ وہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرنے والوں میں سے تھا.... (المجرحین ۲/۲۳، دوسرا نسخہ ۱/۵۱۷)

محمد بن اسحاق بن محمد بن منہ نے فرمایا: ”المشهورون بوضع الأسانيد و المتون عبد الله بن مسور و عمرو بن خالد و أبو داود النخعي سليمان بن عمرو

وغیاث بن ابراہیم و محمد بن سعید الشامی و عبد القدوس بن حبیب و غالب بن عبید اللہ الجزری "اسانید اور متون گھڑنے کے ساتھ عبد اللہ بن مسور، عمرو بن خالد، ابو داود النخعی سلیمان بن عمرو، غیاث بن ابراہیم، محمد بن سعید الشامی، عبد القدوس بن حبیب اور غالب بن عبید اللہ الجزری مشہور ہیں۔ (فضل الاخبار و شرح مذاہب الآثار ۸۱/۱ مکتبہ شاملہ) عبد الرؤف المناوی (صوفی) نے اس روایت کی بحث میں عبد اللہ بن مسور پر محدثین کی شدید جرح نقل کی۔ (دیکھئے فیض القدر ۳/۵۲ ج ۴ ص ۳۳۳)

روایت مذکورہ کو اس کتاب سے نقل کرنے کے باوجود حنیف قریشی نے اس جرح کو چھپا لیا ہے۔ نسائی نے عبد اللہ بن مسور کے بارے میں فرمایا: "متروک الحدیث" (کتاب الفقہاء والمرتزکین: ۳۳۳)

دارقطنی نے فرمایا: "متروک" (کتاب العلل الواردہ ۵/۱۹۰ ص ۸۱۲) عراقی نے کہا: "عبد اللہ بن مسور الهاشمی ضعیف جداً" (تخریج الاحیاء ۳/۱۸۵) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے لسان المیزان (۳/۳۶۰-۳۶۱، دوسرا نسخہ ۳/۱۶۲-۱۶۵) خلاصہ یہ کہ حنیف قریشی صاحب نے جس روایت کو اپنی کتاب میں بطورِ حجت پیش کیا ہے، وہ موضوع (من گھڑت) ہے اور اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ موضوع روایت کا بیان کرنا حرام ہے الا یہ کہ اس پر جرح کی جائے اور اس کا موضوع (جھوٹی روایت) ہونا بیان کیا جائے۔ (دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، عربی ص ۸۴، اردو ص ۵۳) تنبیہ: جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جھوٹی روایت بطورِ حجت پیش کرنے سے شرم نہیں کرتا، وہ کس طرح "مناظر، علامہ اور مفتی" کہلائے جانے کے لائق ہے؟! آخر میں میری طرف سے حنیف قریشی اور تمام آلِ بریلی سے مطالبہ ہے کہ اپنی بیان کردہ اس روایت کا موضوع نہ ہونا ثابت کریں، عبد اللہ بن مسور الهاشمی المدائنی کا کذاب نہ ہونا ثابت کریں یا اس روایت کا کوئی صحیح یا حسن شاہد پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو پھر علانیہ توبہ کریں۔ (۱۵/ اگست ۲۰۱۱ء)

## امتیاز حسین کاظمی بریلوی کا صحیح مسلم پر افتراء

الحمد لله رب العالمين وصلى الله وسلم على رسوله الأمين ورضي الله عن أصحابه أجمعين ورحمة الله على التابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد: محمد حنيف قریشی بریلوی رضا خانی کے معاون مناظر امتیاز حسین کاظمی بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: ”مسلم شریف جلد اول صفحہ 117 پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے آپ فرماتے ہیں، خطبنا رسول اللہ ا فاسند ظہرہ الی قبہ آدم فقال الا لا یدخل الجنة الانفس مسلمة۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قبہ آدم علیہ السلام کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا آگاہ رہو جنت میں سوائے مسلمان کے کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ (الحديث)

ثابت ہوا قبہ گرانہ واجب نہیں اگر واجب ہوتا تو رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمانے سے پہلے اس قبہ کو گرانے کا حکم ارشاد فرماتے، اسی طرح مشہور محدث علامہ سخاوی رحمہ اللہ الباری متوفی 902 ہجری حضرت امیر حمزہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ”وجعل علی قبرہ قبہ فہو

یزار و یتبرک بہ“ (الحقہ الملطیفہ فی تاریخ المدینۃ الشریفہ جلد اول صفحہ 307)

ان کی قبر مبارک پر قبہ بنایا گیا ہے اس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ جلیل القدر محدثین وائمہ تو ”قبہ“ سے برکات کی حکایت کریں اور وہابیہ خبیثہ ان کو گرانے کی مذموم حرکات؟۔ ”فیا للعجب“ (گستاخ کون اشاعت اول ص ۱۵۸-۱۵۹) اس عبارت میں امتیاز صاحب نے صحیح مسلم پر صریح جھوٹ بولا ہے، افتراء کا ارتکاب کیا ہے اور حدیث کے لفظ و مفہوم دونوں میں تحریف کر دی ہے۔

۱۔ صحیح مسلم کے محمولہ بالادری نسخے میں ”قبہ آدم“ کے الفاظ نہیں، بلکہ ”قبہ أَدَمَ“ کے الفاظ ہیں۔ دیکھئے (ج ۱ ص ۱۱۷ سطر ۱۵)

۲: قاضی عیاض مالکی (م ۵۴۴ھ) کی شرح والے نسخے میں بھی ”قبة آدم“ نہیں، بلکہ ”قُبَّةُ آدَمَ“ کے الفاظ ہیں۔ (اکمال المعلم ج ۱ ص ۶۰۸ ح ۲۲۱/۲۲۱)

۳: محمد بن خلیفہ الوشتانی اللأبی (م ۸۲۸ھ) کی شرح والے نسخے میں بھی ”قبة آدم“ کے الفاظ نہیں، بلکہ ”قُبَّة من آدَمَ“ کے الفاظ ہیں۔ (اکمال المعلم ج ۱ ص ۶۲۲ ح ۲۲۱/۲۲۱) اور شرح میں بھی ”قبة من آدم“ لکھا ہوا ہے۔

۴: غلام رسول سعیدی بریلوی نے صحیح مسلم کی اس حدیث کا ترجمہ درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے: ”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک چمڑے کے خیمہ میں رسول اللہ ﷺ ٹیک لگائے خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا یاد رکھو جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے۔“ (شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۳۶ ح ۳۲۹)

۵: عزیز الرحمن دیوبندی نے اس حدیث کا ترجمہ درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے: ”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک چمڑے کے خیمے میں ٹیک لگا کر ایک خطبہ دیا اور فرمایا آگاہ رہو کہ جنت میں سوائے مسلمان کے کوئی داخل نہیں ہوگا۔“ الخ (صحیح مسلم شریف مترجم ج ۱ ص ۲۸۱ ح ۵۳۱)

نیز دیکھئے محمد زکریا اقبال دیوبندی کی تفہیم المسلم (ج ۱ ص ۳۳۶ ح ۴۲۹)

اور احسان اللہ دیوبندی کی مترجم کنز العمال (ج ۷ ص ۳۵۱)

ثابت ہوا کہ امتیاز حسین کاظمی بریلوی نے ”آدَمَ“ کے لفظ کو ”آدم“ سے بدل کر تحریف لفظی بھی کی ہے اور صحیح مسلم پر افتراء بھی کیا ہے، نیز ترجمے میں ”آدم علیہ السلام“ کے الفاظ لکھ کر مفہوم حدیث بھی بدل دیا ہے اور جھوٹ کا ”لک“ توڑ دیا ہے (!)، نیز یہ انھی لوگوں کا کام ہے جنہیں بند روخنا زیر بنا دیا گیا تھا۔ نیز بطور تنبیہ عرض ہے کہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر نویں دسویں صدی کے صوفی سخاوی کے دور میں بعض مبتدعین کا قبہ بنانا اور اس سے تبرک حاصل کرنا کوئی شرعی دلیل نہیں اور نہ خیر القرون کے کسی صحیح العقیدہ ثقہ و صدوق عالم سے قبروں پر قبہ بنانا ثابت ہے، لہذا یہاں سخاوی کا حوالہ مردود ہے۔ (۱۲/اپریل ۲۰۱۲ء)



متفرق مضامین



## مسجد میں ذکر بالجہر اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن بن الفضل بن بہرام الدارمی رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۵ھ) نے فرمایا: ”أخبرنا الحكم بن المبارك: أنبأنا عمرو بن يحيى قال: سمعت أبي يحدث عن أبيه قال: كُنَّا نَجْلِسُ عَلَى بَابِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ ، فَإِذَا خَرَجَ ، مَشِينَا مَعَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ ، فَجَاءَنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - فَقَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْكُمُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ قُلْنَا: لَا ، بَعْدُ. فَجَلَسَ مَعَنَا حَتَّى خَرَجَ ، فَلَمَّا خَرَجَ ، قُمْنَا إِلَيْهِ جَمِيعًا ، فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، إِنِّي رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ آتِفًا أَمْرًا أَنْكَرْتُهُ وَلَمْ أَرَ - وَالْحَمْدُ لِلَّهِ - إِلَّا خَيْرًا. قَالَ: فَمَا هُوَ؟ فَقَالَ: إِنُّ عِشْتُ فَسْتَرَاهُ .

قَالَ: رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ قَوْمًا حَلَقًا جُلُوسًا يَنْتَظِرُونَ الصَّلَاةَ فِي كُلِّ حَلَقَةٍ رَجُلٌ ، وَفِي أَيْدِيهِمْ حَصَا ، يَقُولُ: كَبَرُوا مِئَةً ، فَيُكَبِّرُونَ مِئَةً ، يَقُولُ: هَلِّلُوا مِئَةً ، فَيَهْلِلُونَ مِئَةً ، وَيَقُولُ: سَبِّحُوا مِئَةً ، فَيَسْبِّحُونَ مِئَةً . قَالَ: فَمَاذَا قُلْتُمْ لَهُمْ؟ قَالَ: مَا قُلْتُ لَهُمْ شَيْئًا أَنْتَظَرُ رَأْيَكَ أَوْ أَنْتَظَرُ أَمْرِكَ . قَالَ: أَفَلَا أَمَرْتَهُمْ أَنْ يَعُدُّوا سَيِّئَاتِهِمْ ، وَضَمِنْتَ لَهُمْ أَنْ لَا يَضِيعَ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ ، ثُمَّ مَضَى وَمَضِينَا مَعَهُ حَتَّى أَتَى حَلَقَهُ مِنْ تِلْكَ الْحَلَقِ ، فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ ، فَقَالَ: مَا هَذَا الَّذِي أَرَاكُمْ تَصْنَعُونَ؟ قَالُوا: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَصَا نَعُدُّ بِهِ التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ وَالتَّسْبِيحَ . قَالَ: فَعُدُّوا سَيِّئَاتِكُمْ ، فَإِنَّا ضَامِنٌ أَنْ لَا يَضِيعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَيْءٌ وَيُحَكِّمُ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ! مَا أَسْرَعَ هَلَكَتُكُمْ! هُوَ لَا إِصْحَابَةَ نَبِيِّكُمْ ﷺ مَتَوَافِرُونَ ، وَهَذِهِ ثِيَابُهُ لَمْ تَبَلْ ، وَآيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، إِنَّكُمْ لَعَلَى مِلَّةٍ هِيَ أَهْدَى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْ مُفْتَتِحُو بَابِ ضَلَالَةٍ .؟ قَالُوا: وَاللَّهِ يَا



أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَا أَرَدْنَا إِلَّا الْخَيْرَ. قَالَ: وَكَمْ مِنْ مُرِيدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُصِيبَهُ،  
إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَدَّثَنَا أَنَّ قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يَجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، وَإِنَّمَا  
اللَّهُ مَا أَدْرِي لَعَلَّ أَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ، ثُمَّ تَوَلَّى عَنْهُمْ. فَقَالَ عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ: رَأَيْنَا  
عَامَّةَ أَوْلِيكَ الْحِلَقِ يُطَاعِنُونَا يَوْمَ النَّهْرِ وَإِن مَعَ الْخَوَارِجِ.”

ہمیں حکم بن المبارک نے روایت بیان کی، (کہا): ہمیں عمرو بن یحییٰ نے روایت بیان کی، کہا: میں نے اپنے والد (یحییٰ بن عمرو بن سلمہ الہمدانی) کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا، انھوں نے اپنے والد (عمرو بن سلمہ الہمدانی) سے، انھوں نے کہا: ہم صبح کی نماز سے پہلے (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے کے پاس بیٹھتے تھے، پھر جب وہ باہر تشریف لاتے تو ہم پیدل چل کر ان کے ساتھ مسجد جایا کرتے تھے۔

پھر (ایک دن) ہمارے پاس (سیدنا) ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو کہا: کیا ابوعبدالرحمن (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) تمھارے پاس باہر تشریف لائے ہیں؟ ہم نے کہا: ابھی تک نہیں آئے۔ پھر وہ ہمارے پاس بیٹھ گئے، حتیٰ کہ آپ (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ) باہر تشریف لائے۔ پھر جب وہ آئے تو ہم سارے (مسجد کو پیدل جانے کے لئے) کھڑے ہو گئے اور آپ کے پاس گئے تو (سیدنا) ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) نے آپ سے کہا: اے ابوعبدالرحمن! میں نے تھوڑی دیر پہلے مسجد میں ایک چیز دیکھی ہے، جسے میں نے ناپسند کیا ہے اور الحمد للہ میری نیت خیر کی ہی ہے۔ انھوں (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: وہ کیا ہے؟

(ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ) نے کہا: آپ اگر زندہ رہے تو غنقریب دیکھ لیں گے۔ (ان شاء اللہ) میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو دیکھا ہے، وہ نماز کے انتظار میں حلقوں کی صورت میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ہر حلقے میں ایک آدمی (ان کا سربراہ) ہے۔ لوگوں کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں۔ پھر وہ (سربراہ) آدمی کہتا ہے: سودفعہ اللہ اکبر کہو، تو وہ سودفعہ اللہ اکبر کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے: سودفعہ لا الہ الا اللہ پڑھو، تو وہ سودفعہ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے: سودفعہ سبحان اللہ کہو تو وہ سودفعہ سبحان اللہ کہتے ہیں۔ انھوں (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے پوچھا:

آپ نے اُن سے کیا کہا ہے؟ انھوں (سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا: میں نے آپ کی رائے یا آپ کے حکم کا انتظار کرتے ہوئے انھیں کچھ بھی نہیں کہا۔ انھوں نے فرمایا: آپ نے انھیں یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ اپنے گناہ شمار کریں اور یہ ضمانت کیوں نہیں دی کہ ان کی نیکیاں ضائع نہیں ہوں گی۔ پھر وہ چلے تو ہم بھی آپ کے ساتھ چلے، حتیٰ کہ وہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے پاس پہنچے تو وہاں کھڑے ہو کر اُن سے پوچھا: تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: اے ابو عبد الرحمن! ہم کنکریوں پر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ پڑھ رہے ہیں۔ انھوں (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: پس تم اپنے گناہ شمار کر لو اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کچھ بھی ضائع نہیں ہوگا۔

اے محمد (ﷺ) کے اُمتیو! تمہاری خرابی ہو، تم کتنی تیزی سے ہلاک و برباد ہو رہے ہو۔ دیکھو! تمہارے نبی ﷺ کے یہ صحابہ کثرت سے موجود ہیں، آپ (ﷺ) کے کپڑے ابھی تک بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ جو برتن استعمال کرتے تھے وہ ابھی تک نہیں ٹوٹے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کیا تم ایسی ملت پر ہو جو محمد ﷺ کی ملت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا کہ تم گمراہی کے دروازے کھولنے والے ہو؟!

انھوں نے کہا: اے ابو عبد الرحمن! اللہ کی قسم! ہمارا ارادہ تو صرف خیر کا ہی تھا۔ انھوں (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو خیر کا ارادہ رکھتے ہیں اور خیر سے محروم رہتے ہیں۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جو حدیث سنائی کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے، وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور اللہ کی قسم! مجھے پتا نہیں کہ شاید ان لوگوں میں تمہاری کثرت ہو۔ پھر وہ ان سے ہٹ کر چلے گئے۔ عمرو بن سلمہ نے کہا: ان حلقوں والے عام لوگوں کو میں نے دیکھا، وہ جنگ نہروان والے دن خوارج کے ساتھ مل کر ہم سے جنگ کر رہے تھے۔ (سنن دارمی ج ۱ ص ۲۸۶-۲۸۷ باب فی کراہیۃ اخذ الرأی، وسند حسن)

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ و توثیق درج ذیل ہے:

۱) ابوصالح الحکم بن المبارک الباہلی البغی الخاشی الخواشتی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ)

میرے علم کے مطابق آپ کی توثیق درج ذیل ہے:

- ۱: حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (۱۹۵/۸)
- ۲: امام ترمذی نے ان کی بیان کردہ ایک منفرد اور ضعیف السند روایت کے بارے میں فرمایا: ”هذا حديث حسن غريب“ (ح ۲۲۳۸ باب ما جاء في علامات خروج الدجال) ثابت ہوا کہ وہ امام ترمذی کے نزدیک صدوق و حسن الحدیث راوی تھے۔
- ۳: یاقوت بن عبد اللہ الحموی الرومی البغدادی اللادیب نے فرمایا: ”وكان ثقة“ (معجم البلدان ۲/۳۳۸ غاشت)
- ۴: حافظ ذہبی نے فرمایا: ”ثقة“ (الکاشف ۱/۱۸۳ تا ۱۱۹۸)
- ۵: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”صدوق ربما وهم“ (تقریب التہذیب: ۱۳۵۸) ایسا راوی حسن الحدیث ہوتا ہے، بشرطیکہ جمہور محدثین نے اس کی توثیق کی ہو۔
- ۶: ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن منددہ الاصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۹۵ھ) نے فرمایا: ”أحد الثقات“ وہ ثقہ راویوں میں سے ایک ہیں۔ (فتح الباب فی الکنی والألقاب ص ۲۳۳ تا ۳۹۲)
- ☆ ابو سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور السمعانی (متوفی ۵۶۲ھ) نے حکم بن المبارک کے بارے میں امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا: ”هو عندنا ثقة“ (الانساب ۲/۳۰۹، الخاشی) یہ قول با سند صحیح ثابت نہیں۔

جمہور کی اس توثیق و تعدیل کے مقابلے میں حافظ ابن عدی کا درج ذیل قول ہے:

”هذا الحديث رواه نعيم بن حماد عن عيسى والحديث له وأنكره عليه، وسرقه منه جماعة منهم: عبد الوهاب (بن) الضحاك وسويد بن سعيد وأبو صالح الخراساني الخاستي والحكم بن المبارك...“

(الکامل فی ضعفاء الرجال ۱/۱۸۹، دوسرا نسخہ ۳۰۳)

اس عبارت میں امام ابن عدی نے حکم بن مبارک پر سرقة الحدیث (احادیث چوری کرنے) کا سنگین الزام لگایا ہے اور خود انھوں نے دوسری جگہ فرمایا:

”وہذا إنما يعرف بنعيم بن حماد ورواه عن عسی بن یونس فتکلم الناس فيه مجراه ثم رواه رجل من أهل خراسان يقال له الحكم بن المبارك یکنی أبا صالح الخواشטי، يقال انه لا بأس به، ثم سرقة قوم ضعفاء ممن یعرفون بسرقة الحديث منهم: عبد الوهاب بن الضحاک والنضر بن طاهر وثالثهم سويد الأنباری.“ (الکامل ۳/۱۲۶۵، دوسرا نسخہ ۳/۳۹۸)

اس عبارت میں حافظ ابن عدی نے حکم بن المبارک کو سرقة الحديث کی تہمت سے باہر نکالا اور ”لا بأس به“ قرار دیا، لہذا جرح و تعدیل والے دونوں اقوال باہم متعارض ہو کر ساقط ہو گئے اور اگر متعارض نہ بھی ہوتے تو جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام ابن عدی کا پہلا قول منسوخ ہو اور دوسرا قول (بعد میں ہونے کی وجہ سے) ناخ ہو۔ واللہ اعلم

خلاصۃ التحقيق: حکم بن المبارک موثق عند الجمہور ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

اختصار اور تفصیل کے ساتھ درج ذیل راویوں نے حکم بن المبارک کی متابعت کر رکھی ہے:

اول: علی بن الحسن بن سلیمان الحضرمی (تاریخ واسطہ لاسلم بن ہبل الواسطی ص ۱۹۸-۱۹۹)

دوم: امام ابو بکر بن ابی شیبہ (المصنف ۵/۳۰۶ ج ۳۷۸-۳۷۹)

۲) عمرو بن یحییٰ رحمہ اللہ (دیکھئے سنن دارمی بنحو حسین سلیم اسد ۱/۲۸۶-۲۸۷ ج ۲۱۰)

سنن دارمی کے بعض نسخوں میں ”عمر بن یحییٰ“ ہے جو کہ خطا ہے، جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ سے ثابت ہے۔ (نیز دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ للالبانی ۵/۱۲ ج ۲۰۰۵)

عمرو بن یحییٰ بن عمرو بن سلمہ الہمدانی کے بارے میں جرح و تعدیل کے اقوال درج ذیل ہیں:

۱: امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”صالح“ (کتاب الجرح والتعدیل ۶/۲۶۹)

اس کے مقابلے میں ابن عدی نے احمد بن ابی یحییٰ (الانماطی البغدادی) کی سند سے نقل کیا

کہ یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”لیس بشی“ (اکال ۵/۱۷۷۳، دوسرا نسخہ ۶/۲۱۵)

ابوبکر احمد بن ابی یحییٰ الانماطی کے بارے میں حافظ ابن عدی نے فرمایا:

”ولأبي بكر بن أبي يحيى هذا غير حديث منكر عن الثقات، لم أخرجه هاهنا وقد روى عن يحيى بن معين وأحمد بن حنبل تاريخاً في الرجال.“

(اکال ۱/۱۹۹، دوسرا نسخہ ۱/۳۲۲)

ابراہیم بن اورمہ الاصبہانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”أبو بكر بن أبي يحيى كذاب“

(اکال ۱/۱۹۸، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۱/۳۲۲)

اسے ابن الجوزی نے کتاب الضعفاء والمتر وکین (۱/۹۲ ت ۲۷۲) میں ذکر کیا اور ذہبی نے

فرمایا: ”بغدادی متهم“ (دیوان الضعفاء والمتر وکین ۱/۳۸ ت ۱۲۲)

ثابت ہوا کہ امام ابن معین کی طرف منسوب یہ جرح، غیر ثابت ہونے کے وجہ سے

مردود ہے۔

تنبیہ: احمد بن ابی یحییٰ کا شاگرد ابن ابی عصمہ العکبری مجہول الحال ہے، لہذا یہ سند

ظلمات ہے۔

لیث بن عبدہ سے روایت ہے کہ یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”عمرو بن يحيى بن سلمة،

سمعت منه، لم يكن يرضى“ (اکال ۵/۱۷۷۵، دوسرا نسخہ ۶/۲۱۵)

لیث بن عبدہ المصری البصری المروزی شیخ الطحاوی کی توثیق نامعلوم ہے، لہذا یہ جرح بھی

ثابت نہیں۔

☆ ابن عدی نے فرمایا: ”وعمر وهذا ليس له كثير رواية ولم يحضرني له شيء

فأذكره“ (اکال ۵/۱۷۷۳، دوسرا نسخہ ۶/۲۱۵)

یہ عبارت نہ جرح ہے اور نہ تعدیل، لہذا توثیق و تضعیف سے خارج ہے۔

☆ کہا گیا ہے کہ ابن خراش (رافضی) نے کہا: ”ليس بمرضي“

(لسان المیزان ۳/۳۷۸، دوسرا نسخہ ۵/۳۳۵)

یہ جرح دو وجہ سے ساقط ہے:

اول: یہ بے سند ہے، ابن خراش سے باسند صحیح ثابت نہیں۔

دوم: ابن خراش رافضی تھا۔

۲: حافظ ابن حبان نے عمرو بن یحییٰ مذکور کو کتاب الثقات میں داخل کیا ہے۔ (۸/۳۸۰)

☆ حافظ ابن الجوزی نے امام یحییٰ بن معین وغیرہ کی طرف غیر ثابت جرح کی بنیاد پر عمرو بن یحییٰ کو کتاب الضعفاء والمترکین (۲/۲۳۳ تا ۲۶۰) میں ذکر کیا اور اصل بنیاد کا لعدم ہونے کی وجہ سے یہ جرح بھی کالعدم ہے۔

☆ حافظ ذہبی نے بھی عمرو بن یحییٰ کو ابن معین کی طرف غیر ثابت جرح کی وجہ سے دیوان الضعفاء والمترکین (۲/۲۱۲ تا ۳۲۹) وغیرہ میں ذکر کیا اور اصل بنیاد منہدم ہونے کی وجہ سے یہ جرح بھی منہدم ہے۔

خلاصۃ التحقيق: حافظ ذہبی اور حافظ ابن الجوزی کی جرح مرجوح ہے اور ابن حبان و ابن معین کی توثیق کی وجہ سے عمرو بن یحییٰ صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

۳) یحییٰ بن عمرو بن سلمہ الہمدانی کے بارے میں امام عسکری نے فرمایا: ”کوفي ثقة“

(التاریخ المشہور بالثقات: ۱۹۹۰)

ان سے شعبہ نے روایت بیان کی۔ (کتاب الجرح والتعديل ۱۷۶/۹)

اور شعبہ (اپنے نزدیک، عام طور پر) صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب کا مقدمہ ج ۱ ص ۱۰)

امام یعقوب بن سفیان الفارسی کی کتاب المعرفة والتاریخ میں یحییٰ بن عمرو بن سلمہ کے بارے میں لکھا ہوا ہے: ”لا بأس به“ (ج ۳ ص ۱۰۴)

خلاصۃ التحقيق: یحییٰ بن عمرو بن سلمہ ثقہ و صدوق تھے۔

۴) عمرو بن سلمہ بن حرب الہمدانی الکوفی الکندی: ثقة (تقریب التہذیب: ۵۰۴)

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ امام دارمی کی بیان کردہ سند حسن لذاتہ ہے اور خفیوں کے ایک

بقیہ ابن عابدین شامی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورہ کو درج ذیل الفاظ میں صحیح قرار دیا ہے:

”لما صح عن ابن مسعود أنه أخرجه حاعة من المسجد يهللون و...“

(رد المحتار علی الدر المختار ۵/۲۸۱-۲۸۲ باب الاستبراء وغیرہ)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ”قلت بسند صحیح“

(راہ سنت ص ۱۲۳، طبع نیم ۱۹۷۵ء)

اب اس روایت کے بعض شواہد پیش خدمت ہیں:

۱: ”أنس عن عبد الله بن رجاء عن عبيد الله بن عمرو عن يسار أبي الحكم أن عبد الله بن مسعود حدث ...“

(البدع والنهي عنها تحقيق عمرو بن عبد المنعم بن سليم: ۲۱)

یہ سند منقطع ہے اور یسار ابوالحکم کی توثیق معلوم نہیں، لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

۲: ”نا محمد بن سعيد قال: نا أسد بن موسى عن يحيى بن عيسى عن الأعمش عن بعض أصحابه ...“ (البدع والنهي عنها: ۲۳)

اعمش مدلس ہیں اور ”بعض اصحابہ“ مجہول ہیں، لہذا یہ سند بھی ضعیف ہے۔

۳: ”نا أسد عن محمد بن يوسف عن الأوزاعي عن عبد الله بن أبي لبابة ...“  
یہ سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۴: ”محمد بن وضاح قال: نا موسى بن معاوية عن عبد الرحمن بن مهدى عن سفيان عن سلمة بن كهيل عن أبي الزعراء قال ...“ (البدع والنهي عنها: ۲۷)  
امام سفیان ثوری کی سلمہ بن کھیل سے روایت قوی ہوتی ہے، لہذا یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

فائدہ: کتاب البدع والنہی عنہا کے راوی ابو القاسم اصبح بن مالک بن موسی القرطبی رحمہ اللہ کے بارے میں حافظ ابوالولید عبد اللہ بن محمد بن یوسف الازردی: ابن القرضی نے فرمایا: ”وكان ابن وضاح يجلّه ويعظمه... وكان إماماً في قراءة نافع، وكان

عابدًا زاهدًا يجتمع إليه أهل الزهد والفضل ويسمعون منه ، توفي (رحمه الله) ببشتر سنة أربع وثلاث مائة ذكره أحمد وقال الرازي : توفي يوم الاثنين لثلاث خلون من رجب سنة تسع وتسعين و مائتين .“

(تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس ۱/۹۵ ت ۲۵۰)

ابن عذارى نے (وفیات ۲۹۹ھ کے تحت) کہا: ”وفیها توفي أصبغ بن مالك الزاهد الفقيه .“ (البيان المغرب فی اخبار الاندلس ۱/۲۰۳، مکتبہ شامہ)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ”أصبغ بن مالك أبو القاسم المالکی الزاهد نزیل قرطبة ، أصله من قبرة وصحب ابن وضاح أربعين سنة. وكان ابن وضاح يجعله و يعظمه وسمع من ابن وضاح وابن القزاز وكان إماماً في قراءة نافع...“

(تاریخ الاسلام ۲۳/۱۳۸، وفیات ۳۰۱-۳۱۰ھ)

ابن الجزری (متوفی ۸۳۳ھ) نے لکھا ہے: ”الزاهد... توفي سنة أربع وثلاثمائة“

(غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ۱/۱۷۱ ت ۷۹۹)

محمد بن حارث بن اسد الخشنی القیری وانی کی طرف منسوب مشکوک کتاب : اخبار الفقہاء والمحدثین میں لکھا ہوا ہے: ”وكان عابداً زاهداً ورعاً خيراً... وكان ابن وضاح له مكرماً معظماً...“ (ص ۲۹ ت ۳۳)

خلاصہ یہ ہے کہ اصبغ بن مالک القرطبی صدوق حسن الحدیث راوی ہیں اور ان پر کسی محدث یا مستند عالم کی کوئی جرح ثابت نہیں۔

اس شاہد کے ساتھ سنن داری والی روایت صحیح لغیرہ ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو اپنے السلسلۃ الصحیحہ میں ذکر کیا ہے۔ (۵/۱۱۲ ح ۲۰۰۵)

آل بریلی کا مذہب ضعیف وموضوع روایات پر قائم ہے اور ان کے اصول پر بھی یہ روایت پانچ سندوں کے ساتھ حسن لغیرہ یا صحیح لغیرہ یعنی حجت ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۵/فروری ۲۰۱۲ء حضور)



## جبری طلاق واقع نہیں ہوتی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين، أما بعد:  
طلاق مکڑہ یعنی جبری طلاق کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ کسی شخص کو اسلحے وغیرہ کے زور پر پکڑ لیں، قتل اور مار کٹائی کی دھمکی دیں اور پھر زجر، زور، ظلم و زیادتی کے ذریعے سے اس بیچارے مجبور و مقہور کو حکم دیں کہ ابھی ہمارے سامنے اپنی بیوی کو طلاق دے دو اور وہ بیچارہ مجبور و مقہور شخص موت یا پٹائی کے خوف سے مجبور ہو کر اس حالتِ اضطراب میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے، حالانکہ اس کی نیت طلاق دینے کی نہ ہو۔

شریعت اسلامیہ میں ایسی جبری طلاق ہرگز واقع نہیں ہوتی، لیکن حنفیہ و دیوبندیہ و بریلویہ تینوں فرقوں کا یہ موقف ہے کہ جبری طلاق واقع ہو جاتی ہے۔!

ایک شخص نے محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب سے سوال پوچھا: ”طلاق مکڑہ کے بارے میں زید کہتا ہے کہ واقع نہیں ہوتی، اور دلیل میں مشکوٰۃ کی حدیث: ”لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق“ (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۰۵ طبع مکتبہ حقانیہ ملتان) پیش کرتا ہے جبکہ حنفیوں کے نزدیک طلاق مکڑہ واقع ہو جاتی ہے، لہذا حنفیوں کی کون سی حدیث سے دلیل ہے؟“

اس سوال کا جواب مسئول مذکور (تقی عثمانی) نے درج ذیل الفاظ میں لکھا:

”حنفیہ کے نزدیک طلاق مکڑہ واقع ہو جاتی ہے، حنفیہ کے دلائل درج ذیل ہیں:-

الف: قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث جدھن جد و ہزلھن جد النکاح و الطلاق و الرجعة...“ (فتاویٰ عثمانی جلد دوم ص ۳۲۲-۳۲۵)

تقی عثمانی صاحب نے اپنے مذکورہ فتوے میں جو ”دلائل“ یعنی شبہات پیش کئے ہیں، ان پر علی الترتیب تبصرہ اور رد درج ذیل ہے:

۱: رسول اللہ ﷺ کی جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے، اس کا مفہوم درج ذیل ہے:

”تین اشیاء ایسی ہیں اگر ان کو جان بوجھ کر یا ہنسی مذاق میں کرے (تو بھی) وہ درست ہو جائیں گی: (۱) نکاح، (۲) طلاق، (۳) رجعت۔“

(سنن ابی داؤد مترجم ج ۲ ص ۲۷۷ ح ۴۲۸، ترجمہ خورشید حسن قاسمی رفیق دارالافتاء دارالعلوم دیوبند)

حدیث کا ترجمہ و مفہوم آپ نے پڑھ لیا، اس روایت میں جبری طلاق کا نام و نشان نہیں ہے، بلکہ صرف دو باتوں کا ذکر ہے:

(۱) جان بوجھ کر طلاق دینا۔ (۲) ہنسی مذاق میں طلاق دینا۔

جبری طلاق نہ تو جان بوجھ کر اپنی مرضی سے دی جاتی ہے اور نہ یہ ہنسی مذاق ہے، لہذا اس حدیث کو بے موقع و بے محل پیش کیا گیا ہے۔ ہمارے علم کے مطابق سلف صالحین اور غیر جانبدار فقہائے محدثین نے اس حدیث سے جبری طلاق واقع ہونے کا مسئلہ ثابت نہیں کیا، لہذا محدثین کے خلاف صرف طحاوی کا استدلال ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔

امام بغوی نے فرمایا: ”اتفق أهل العلم على أن الطلاق الهازل يقع ... و اتفق أهل العلم على أن طلاق الصبي و المجنون لا يقع“ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ ہنسی مذاق میں طلاق دینے والے کی طلاق واقع ہو جاتی ہے... اور اہل علم کا اتفاق ہے کہ چھوٹے بچے اور مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (شرح السنہ ج ۹ ص ۲۲۰ تحت ج ۲۵۶)

جب بعض لوگوں نے ہنسی مذاق والی طلاق پر قیاس کر کے جبری طلاق کو واقع قرار دیا تو امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) نے فرمایا: ”و هذا قياس باطل“ اور یہ قیاس باطل ہے۔ (المجامع لاحکام القرآن یعنی تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۱۸۴)

تنبیہ: روایت مذکورہ کے راوی عبد الرحمن بن حبیب بن اردک کونسا ئی نے منکر الحدیث، حافظ ذہبی نے ”صدوق فیہ لین“ اور حافظ ابن حجر نے ”لین الحدیث“ کہا، جبکہ ابن حبان، ترمذی، تحسین حدیثہ اور حاکم نے بذریعہ تصحیح ثقہ و صدوق قرار دیا، لہذا جہور کو ترجیح کے اصول سے یہ سند حسن ہے۔

۴: ”عن عمر قال: أربع واجبات على كل من تكلم بهنّ العتاق والطلاق

و النکاح والنذر۔“ بحوالہ احکام القرآن للجصاص (فتاویٰ عثمانی ۲/۲۲۲)

یہ روایت احکام القرآن للجصاص المعزلی (ج ۲ ص ۹۹) میں بغیر سند ہے اور جصاص سے ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے اپنی اعلاء السنن (ج ۱۱ ص ۱۷۹) میں نقل کر رکھی ہے۔

امام بخاری نے التاريخ الکبیر (۶/۵۰۲ ت ۳۱۱۶) میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ”أربع مقفلات (صح) النذر والطلاق والعق والنکاح۔“

اور اسے بیہقی نے امام بخاری کی سند سے روایت کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۳۳۱) اس کی سند میں محمد بن اسحاق بن یسار صدوق مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے، لہذا یہ سند ضعیف و مردود ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”أربع جائزات علی کل أحد : العتاق والطلاق والنذور والنکاح۔“

(سنن سعید بن منصور ۱/۳۷۱ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۱۰۵ ج ۱ ص ۱۸۳۹۷)

اس کی سند میں حجاج بن ارطاة مدلس ہے اور سند عن سے ہے، لہذا ضعیف و مردود ہے۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ثلاث اللعاب فیہن والجماد سواء : الطلاق والصدقة والعتاق، قال عبد الکرم و قال طلق بن حبیب : والهدی والنذر“ (مصنف عبدالرزاق ۱/۳۳۸ ج ۱، درمنثور ۱/۲۸۶، اعلاء السنن ۱۱/۱۷۹)

اس روایت کی سند میں ابوامیہ عبدالکرم بن ابی الخارق ضعیف ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۴۱۵۶)

جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور باقی سند میں بھی نظر ہے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ یہ سب روایتیں ضعیف و مردود ہیں، لیکن ظفر احمد تھانوی نے اپنی دیوبندیت بچانے کے لئے یہ لکھ دیا: ”و هذه طرق یقوي بعضها بعضاً“

اور یہ سندیں ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں۔ (اعلاء السنن ۱۱/۱۷۹)

تھانوی مذکور کا یہ دعویٰ سراسر غلط ہے اور مجھے الشیخ الصدوق عبدالاول بن حماد بن محمد

الانصاری المدنی نے بذریعہ کتاب خبر دی، کہا: میں نے اپنے والد (شیخ حماد انصاری رحمہ اللہ) کو فرماتے ہوئے سنا: ”إن کتاب ”اعلاء السنن“ ملّی بالموضوعات و أغلب أدلته أحادیث کذب أو ضعیفة.“ بے شک کتاب: اعلاء السنن موضوع روایات سے بھری ہوئی ہے اور اس کی عام دلیلیں جھوٹی یا ضعیف روایات ہیں۔

(دیکھئے المجموع فی ترجمہ حماد الانصاری ج ۲ ص ۲۶ فقرہ: ۱۳۹)

شیخ عذاب محمود الحمش نے اعلاء السنن کے بارے میں فرمایا: ”و فی هذا الكتاب بلایا و طامات مخجلة!“ اور اس کتاب میں مصیبتیں اور رسوا کن تباہیاں ہیں۔

(حاشیہ رداۃ المحدثین ص ۱۸۱، الجرح والتعديل بن التوثیق والتجلیل ص ۲۷)

یاد رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ سب روایات جبری طلاق کے موضوع سے غیر متعلق ہیں، کیونکہ ان میں طلاق المنکرہ کا ذکر تک نہیں ہے اور موضوعات کی ترویج دینے والے لوگوں کا تحریفات کے ذریعے سے خود ساختہ مفہوم تراشنا علمی میدان میں ناقابل قبول اور مردود ہوتا ہے۔

۳: بحوالہ محمد بن الحسن الشیبانی (یعنی ابن فرقد) اور عقیلی صفوان بن عمران الطائی سے روایت ہے کہ ایک آدمی سویا ہوا تھا تو اس کی بیوی ایک چھری لے کر اس کے سینے پر چڑھ گئی اور کہا: مجھے تین طلاق دے دو، ورنہ میں تجھے ذبح کر دوں گی۔ پھر اس نے طلاق دے دی اور بعد میں نبی ﷺ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: ”لا قیلولة فی الطلاق“

(دیکھئے مرآة الفاتح ۶/۳۸۸)

یہ روایت کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی (۲/۲۱۱، دوسرا نسخہ ۲/۵۹۶-۵۹۷، تیسرا نسخہ ۳/۱۲۶-۱۲۷) سنن سعید بن منصور (۱/۲۷۵-۲۷۶ ج ۱۱۳۰-۱۱۳۱) اور العلل لابن الجوزی (۲/۱۵۹ ج ۱۰۷) وغیرہ میں موجود ہے اور اس کی سند دو وجہ سے سخت ضعیف ہے: (۱) صفوان الاصم الطائی بذات خود ضعیف ہے۔ اسے امام بخاری (تحفۃ الاقویاء: ۱۷۲) اور عقیلی وغیرہم نے ضعفاء میں شمار کیا ہے، بلکہ امام بخاری نے فرمایا: ”حدیثہ منکر“

اس کی بیان کردہ حدیث منکر ہے۔ (کتاب الضعفاء ص ۵۶)

ابوحاتم الرازی نے فرمایا: ”یکتب حدیثہ ولیس بالقوی“ اس کی حدیث لکھی جاتی ہے اور وہ القوی نہیں ہے۔ (کتاب الجرح والتعديل ۴/۳۲۲ تا ۱۸۵۱)

نیز انھوں نے طلاق مکہ کے بارے میں اس کی روایت کو منکر قرار دیا۔ (ایضاً ص ۳۲۲)

ابن حزم نے کہا: ”وصفوان منکر الحدیث“ (المجلد ۱۰/۲۰۳ مسئلہ: ۱۹۶۶)

(۲) غاز بن جبلة مجروح راوی ہے، اسے بخاری نے ضعفاء میں ذکر کر کے فرمایا کہ طلاق مکہ کے بارے میں اس کی حدیث منکر ہے۔ (رقم ۳۰۵)

ابوحاتم الرازی نے فرمایا: ”هو منکر الحدیث“ وہ منکر الحدیث ہے۔ الخ

(کتاب الجرح والتعديل ۷/۵۹ تا ۳۳۷)

بہت سے علماء مثلاً امام بخاری، ابوحاتم الرازی اور ابن الجوزی وغیرہم نے اس روایت کو منکر و غیر صحیح قرار دیا ہے۔

ابن حزم نے کہا: غاز بن جبلة مغموز (یعنی مجروح) ہے۔ (المجلد ۱۰/۲۰۳ مسئلہ: ۱۹۶۶)

تقی صاحب نے یہ عجیب و غریب بات لکھ دی ہے کہ ”اور علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے ”اعلاء السنن“ ج ۱۱ ص ۱۲۵ میں اس بات پر دلائل دیئے ہیں کہ یہ حدیث سنداً قابل استدلال ہے۔“ (فتاویٰ عثمانی ج ۲ ص ۳۲۲)

عرض ہے کہ ”اعلاء السنن“ نامی کتاب (۱۱/۱۷۷) کے مذکورہ صفحے پر کسی قسم کے دلائل نہیں بلکہ الفاظ کی شعبہ بازی ہے اور آخر میں بغیر دلیل کے اسے ”صالح للاحتجاج“ لکھ دیا گیا ہے۔ تقی صاحب یا ان کے متبعین ہمت کریں اور درج ذیل دونوں راویوں کی جمہور محدثین سے توثیق ثابت کر دیں:

(۱) الغاز بن جبلة (۲) صفوان الاصم الطائی

اور اگر ثابت نہ کر سکیں تو پھر یہ روایت ضعیف و مردود ہی ہے اور ناقابل احتجاج ہے یعنی اس سے حجت پکڑنا ناجائز ہے۔

۴: ”مصنف عبدالرزاق میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ مکہ کی طلاق کو واقع قرار دیتے تھے، اور یہی مذہب....“

عرض ہے کہ یہ روایت ”طلاق المکرہ جائز“ کے الفاظ سے مروی ہے اور اس کے راوی ایوب السخثانی البصری (ولادت ۶۶ھ) کی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (وفات ۷۴ھ) سے ملاقات ثابت نہیں ہے، لہذا یہ سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

فائدہ: طحاوی حنفی کی ایک عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ (امام) ابوحنیفہ منقطع کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ دیکھئے شرح معانی الآثار (طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ج ۲ ص ۱۶۳، باب الرجل یسلم فی دار الحرب وعنده اکثر من اربع نسوة)

باقی رہے تابعین کے آثار تو ان کے صحیح ہونے میں بھی نظر ہے اور قرآن، حدیث و آثار صحابہ کے بعد تابعین کے مختلف فیہ و باہمی متعارض آثار کی کیا ضرورت ہے؟!

۵: تقی صاحب نے لکھا ہے: ”اور اگر بالفرض ”اکراہ“ ہی کے معنی میں لئے جائیں تو مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت سے اس کا منسوخ ہونا سمجھ میں آتا ہے، اور وہ روایت یہ ہے: ”عن سعید بن جبیر أنه بلغه قول الحسن ليس طلاق المکره بشئٍ..“

(قادیانی ج ۲ ص ۳۸۵)

عرض ہے کہ اس کی سند میں معمر بن سلیمان التیمی کے والد سلیمان التیمی مدلس تھے اور سماع کی تصریح نہیں ہے، لہذا ہماری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ضعیف روایت سے منسوخیت ثابت کرنا ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

مذکورہ فتوے پر مختصر جامع تبصرہ ختم ہوا اور اب وہ دلائل پیش خدمت ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبری طلاق واقع نہیں ہوتی:

۱) قرآن مجید کی ایک آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کافر لوگ پکڑ لیں اور طاقت کے ذریعے سے کفر کہنے پر مجبور کر دیں تو وہ شخص کافر نہیں ہوتا۔ (دیکھئے سورۃ النحل: ۱۰۶)

مفسر قرآن امام ابو عبداللہ القرطبی نے اس آیت سے اکیس (۲۱) مسئلے نکالے، جن

میں سے ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ امام شافعی اور ان کے ساتھیوں نے فرمایا: ”لا يلزمه شيء“ اس پر (جبری طلاق میں سے) کوئی چیز بھی لازم نہیں ہوتی۔ (تفسیر قرطبی ۱۰/۱۸۴)

بلکہ قرطبی اور ان سے پہلے قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی نے جبری طلاق کے بارے میں امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب قیاس کو باطل (وہذا قیاس باطل) قرار دیا۔

(ایضاً ص ۱۸۴، احکام القرآن لابن العربی المالکی ج ۳ ص ۱۱۸۱)

مشہور تابعی امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا:

”الشرك أعظم من الطلاق“ شرک طلاق سے بڑا ہے۔ (سنن سعید بن منصور ۱/۲۷۸)

ح ۱۱۴۳، وسندہ صحیح ومصحح الحافظ ابن حجر فی فتح الباری ۹/۳۹۰ تحت ح ۵۲۶۹-۵۲۷۲)

جب حالتِ اکراہ میں کلمہ کفر کہنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا تو اسی طرح حالتِ اکراہ میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

۲) ثابت بن عیاض بن اخف رحمہ اللہ (ثقة تابعی) کے اپنے بیان کردہ واقعے سے ثابت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدنا عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جبری طلاق نہیں ہوتی۔ (دیکھئے موطأ امام مالک روایت یحییٰ بن یحییٰ ۱/۵۸۷ ح ۱۲۸۰، وسندہ صحیح ودر طریق آخر صحیح فی السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/۳۵۸ وسندہ صحیح)

۳) تابعین کرام میں جبری طلاق کے بارے میں اختلاف ہے۔

امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ جبری طلاق کو کچھ چیز نہیں سمجھتے تھے۔

(سنن سعید بن منصور ۱/۲۷۷ ح ۱۱۴۱، وسندہ صحیح ودر شاہد صحیح فی مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۳۹ ح ۱۸۰۲۸)

امام عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ بھی جبری طلاق کے قائل نہیں تھے۔

دیکھئے سنن سعید بن منصور (۱/۲۷۶ ح ۱۱۳۲، وسندہ حسن)

تابعین میں سے امام عامر الشعمی رحمہ اللہ بادشاہ کی طرف سے جبری طلاق کو جائز اور چوروں ڈاکوؤں کی طرف سے جبری طلاق کو ناجائز سمجھتے تھے۔

(سنن سعید بن منصور ۱۱۳۶، وسندہ صحیح، ۱۱۳۷، وسندہ صحیح)

یعنی وہ بھی حنفیہ کی مروجہ جبری طلاق کے واقع ہونے کے قائل نہیں تھے اور حافظ ابن حجر نے فرمایا: ”و ذهب الجمهور إلى عدم اعتبار ما يقع فيه“ اور جمہور کے نزدیک (بادشاہ ہویا چور ڈاکو) جبری طلاق واقع ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(فتح الباری ۹/۳۹۰ طبع دار المعرفۃ)

فائدہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکہ یعنی مجبور کی طلاق نہیں ہوتی۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۱۳۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/۳۵۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۳۳۰)

اس روایت کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن طلحہ الخزاعی ہیں جنہیں درج ذیل علماء

نے ثقہ و صدوق وغیرہ قرار دیا ہے:

(۱) ابن حبان

(۲) بخاری علق لہ فی صحیحہ

(۳) ابن القیم (صح لہ فی اعلام الموقعین ۳/۳۸)

(۴) عینی (صح لہ فی عمدۃ القاری ۲۰/۲۵۲)

(۵) ابن حزم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور فرمایا: یہ ابن عباس سے ثابت ہے۔

(المحلی ۱۰/۲۰۴ مسک: ۱۹۶۶)

ابن حجر العسقلانی سکت علی حدیثہ فی فتح الباری .

(و سکوتہ لیس بشی عندنا و لکنہ حجة عند الديوبندیۃ!)

یاد رہے کہ امام عجل سے اس راوی کی توثیق ثابت نہیں، لیکن سیدنا ابن عمر اور سیدنا

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہما کے آثار (جن کا کوئی صحابی مخالف نہیں) سے ثابت ہوا کہ جبری طلاق کے واقع نہ ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے۔

(۴) امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور بہت سے اماموں کا یہ مسلک ہے کہ

جبری طلاق واقع نہیں ہوتی اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔ (مجموع فتاویٰ لابن تیمیہ ۳/۱۱۰)

امام بخاری وغیرہ کی بھی یہی تحقیق ہے۔



امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل مدینہ پر (جعفر بن سلیمان بن علی) الہاشمی حکمران تھا، پھر اس نے (امام) مالک کو بلایا اور کہا: ”تم وہ ہو جو اکراہ (طلاق کمرہ کے واقع نہ ہونے) اور بیعت کے باطل ہونے کا فتویٰ دیتے ہو؟!

پھر اس نے آپ کی نگلی پیٹھ پر سو کوڑے لگوائے، حتیٰ کہ آپ کا کندھا اتر گیا اور آپ خود اپنے ہاتھ سے اپنے مٹن بند نہیں کر سکتے تھے۔ (آداب الشافعی لابن ابی حاتم ص ۱۵۶، وسندہ صحیح) ۵ حافظ ابن حزم نے اہل الرائے کے باطل قیاس کا رد قیاس سے بھی کیا ہے، کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جبری خرید و فروخت نہیں ہوتی۔ جب جبری خرید و فروخت نہیں ہوتی تو پھر جبری طلاق کس طرح ہو جاتی ہے؟ (دیکھئے المحلی ۸/۳۳۲ مسئلہ ۱۴۰۶)

جبری طلاق کے سلسلے میں ایک اہم بات پیش خدمت ہے:

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

” لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق“

اغلاق (حالت جبر یا غصے) میں نہ طلاق ہوتی ہے اور نہ غلام آزاد ہوتا ہے۔

(سنن ابی داؤد: ۲۱۹۳ وکت عنود صحیح الحاكم ۲/۱۹۸ ج ۲۸۰۲ علی شرط مسلم فقہیہ الذہبی)

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ دیکھئے انوار الصحیفہ (ص ۸۳)

اگر یہ روایت صحیح، حسن ہوتی تو اس سے دوسرے صاف طور پر ثابت ہو جاتے:

(۱) جبری طلاق نہیں ہوتی

(۲) غصے کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی۔

چونکہ ہم اصول حدیث، علم اسماء الرجال اور انصاف کے پابند ہیں، لہذا اس ضعیف روایت سے استدلال نہیں کرتے۔

خلاصۃ التحقیق: جبری طلاق واقع نہیں ہوتی جیسا کہ عموم قرآن اور اجماع صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے ثابت ہے اور اس سلسلے میں تقی عثمانی صاحب کا فتویٰ بالکل غلط ہے۔

(۸/اگست ۲۰۱۱ء)

وما علینا الا البلاغ

## لا یرفع بعد ذلك کی تحقیق

صفحہ ۵۰۵ کے سلسلے میں عرض ہے کہ احمد بن عبد اللہ الرقی کی توثیق بعد میں مل گئی۔

(دیکھئے تاریخ بغداد ۴/۲۲۹-۲۳۰-۱۹۳۶)

نیز اس روایت کی دوسری سندیں بھی مل گئی ہیں:

دیکھئے الجزء العاشر من الفوائد الموثقة لابن ابی الفوارس (۱/۱۷۱ ح ۱۷۰)

المخلصیات (۳/۲۲۹ ح ۲۳۹۵)

تاریخ دمشق لابن عساکر (۵۱/۴۸)

کتاب الضعفاء للعقيلي (۲/۶۹ مختصراً، دوسرا نسخہ ۲/۴۲۲، تیسرا نسخہ ۲/۳۵۸)

اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج ۲ ص ۲۲۱ تحت ح ۷۳۷) میں ”بإسناد حسن“

قرار دیا، لیکن لسان المیزان میں لکھا: ”رزق اللہ بن موسیٰ الكلواذاني عن يحيى

بن سعيد و بقية أحاديثه منكروة وهو بصري لا بأس به“

رزق اللہ بن موسیٰ الكلواذاني نے یحییٰ بن سعید اور بقیہ سے منکر حدیثیں بیان کیں اور وہ

بصری لا بأس بہ ہے۔ (ج ۲ ص ۴۵۹، دوسرا نسخہ ج ۳ ص ۹۵-۹۶)

اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت جرح خاص ہونے کی وجہ سے منکر یعنی ضعیف ہے۔



فہارس



## فهرس الآيات والا حاد يث والآ ثار

- (آخر الأنبياء) ..... صفحہ ۱۷
- ابو بكر افضل هذه الامۃ ..... ۵۲
- أبو بكر خير الناس بعدي إلا أن يكون نبي ..... ۵۲
- أبو بكر و عمر خيرا أهل الأرض ..... ۵۲
- (أجمع الفقهاء على أن المفتي يجب) ..... ۳۰۷
- (أجمع المسلمون على قبول ما أخرج في الصحيحين) ..... ۱۰۱
- (أجمع الناس أن هذه ( الآية ) في الصلوة) ..... ۹۰
- (أجمع أهل العلم على ترك حديثه) ..... ۹۳
- (أجمعوا على أن قول الصحابي سنة حديث مسند) ..... ۹۷
- أجمعوا على أنه إذا تكلم استأنف ..... ۹۲
- إذا استفتح أحدكم (الصلوة) فليرفع يديه ..... ۵۰۰
- (أربع جائزات على كل أحد) ..... ۵۵۸
- (أربع مقفلات) ..... ۵۵۸
- (أربع واجبات على كل من تكلم) ..... ۵۵۷
- ﴿اِسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ ..... ۱۳۱
- ﴿اَفْتَحْذُوْنَهٗ وَ ذُرِيَّتَهٗ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِي وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ﴾ ..... ۳۰۰
- (الا اخبركم بصلوة رسول الله ﷺ) ..... ۲۹۳
- ﴿اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ﴾ ..... ۱۳۰
- ﴿اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ..... ۱۳۰

- إلا أنه ليس بعدي نبي ..... ١٥
- ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى ..... ٢٨، ١٦، ١٥
- إلا لا يدخل الجنة النفس مسلمة ..... ٥٣٢
- (الأصل قرآن أو سنة فإن لم يكن فقياس عليهما) ..... ١١٥، ٣٥
- (الأمر المجتمع عليه عندنا أن المسلم) ..... ٨٩
- (الأمر عندنا الذي لا اختلاف فيه) ..... ٨٩
- الأنبياء إخوة من علات وأمهاتهم شتى ودينهم واحد ..... ٢٤
- الجماعة ..... ٩١
- الحائل لا يخرج بالليل ..... ٣٣٥
- (الذي ليس بعده نبي) ..... ١٦
- (الرب حق والعبد حق) ..... ٦٠
- (الشرك أعظم من الطلاق) ..... ٥٦٢
- الصلاة في أول وقتها ..... ٣٨٠
- الغلام مرتنه بعقيقته ..... ٢١٢-٢١١
- اللهم إني أعوذ بك من عذاب جهنم ..... ١٣١
- (المصلون) ..... ١٣٢
- (المؤمن يطبع على الخلال كلها إلا الخيانة والكذب) ..... ٢٤٤
- (الإستناد من الدين) ..... ٢٥٥
- أما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى ..... ١٥
- (أَمَّا النَبِيُّ ﷺ فَكَانَ يَنْصَرِفُ عَنْ جَانِبَيْهِ جَمِيعًا) ..... ٣٥٣
- إنَّ الرجل إذا نظر إلى امرأته ونظرت إليه ..... ١/٣
- إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول ..... ٢٥

- ٣٣٢ ..... إن الريح من روح الله تأتي بالرحمة
- ٢٠٦ ..... (أن النبي ﷺ) عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ مَا بَعَثَ نَبِيًّا
- ٢٤٦ ..... (أن صَلَّى الظَّهْرَ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ)
- ٢١ ..... إِنَّ لَهُ مُرَضِعًا فِي الْجَنَّةِ تُرْمُ رَضَاعُهُ
- ١٣٢ ..... إِنْ لِي أَسْمَاءَ: أَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا مُحَمَّدٌ
- ٣٩٤ ..... (أَنْ مَا يَتَّخِذُ مِنَ الْحَنْطَةِ وَالشَّعِيرِ)
- ٢٠ ..... إِنْ مِثْلِي وَ مِثْلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمِثْلِ رَجُلٍ
- ٢٣٢ ..... إِنْ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسَ مِنْ كَلَامِ النَّبَوَةِ
- ٢٣ ..... إِنَّهُ لَيْسَ يَبْقَى بَعْدِي مِنَ النَّبَوَةِ
- ١٨ ..... أَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ
- ٢١ ..... أَنَا أَجَائِيهِ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ
- ٢٤ ..... أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ
- ١٩ ..... أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي
- ١٣٢ ..... أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَالْمَقْفِيُّ
- ١٨ ..... أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَالْمَقْفِيُّ
- ١٥ ..... أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى
- ١٣٠ ..... ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾
- ١٤ ..... (أَنَّهُ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ)
- ٢٣ ..... أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ إِلَّا عَاشَ نِصْفَ عُمَرِ الَّذِي قَبْلَهُ
- ٢٨ ..... إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنْ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
- ٣٣ ..... ﴿إِنِّي مُتَوَقِّئُكَ﴾
- ٥٠ ..... أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى عَيْسَى أَنْتَقِلَ مِنْ مَكَانٍ



- ٨٢ ..... (أوصيك بتقوى الله ولزوم الجماعة)
- ١٦ ..... أو ما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون
- ١٢٩ ..... أيما رجل مسلم أكفر رجلاً مسلماً
- ١٨ ..... أيها الناس! إنه لاني بعدي ولا أمة بعدكم
- ٢٦ ..... أيها الناس! إنه لم يبق من مبشرات النبوة
- ١٣٢ ..... (باب ما يتخير من الدعاء بعد التشهد)
- ٣٠ ..... بعثت أنا والساعة كهاتين
- ٣٩٣ ..... ترفع الأيدي في سبعة مواطن
- ٣٣٥ ..... تشاورون الفقهاء
- ١٣٦ ..... تفرق أمتي فرقتين فتمرق بينما مارقة
- ١٣٨-١٣٤، ٩١ ..... تلزم جماعة المسلمين وإمامهم
- ١٨٦ ..... تمرّة طيبة وماء طهور
- ٥٥٨ ..... (ثلاث اللاعب فيهن والجاذ سواء)
- ٥٥٢ ..... ثلاث جدهن جد
- ٣٥٠ ..... (ثم انصرف إلى المنبر)
- ١٣٢ ..... ثم ليتخير من الدعاء أعجبه إليه فيدعوا
- ٢٦٠ ..... ﴿ثُمَّ نَكْسُوْا عَلَى رُءُوسِهِمْ﴾
- ٣٢ ..... ثم ينزل عيسى بن مريم عليه السلام من السماء
- ٣٢ ..... (حسبك إذا قلت خاتم الأنبياء)
- ٥٠١ ..... (خرج النبي صلى الله عليه وسلم ذات ليلة)
- ٣٣ ..... (خروج عيسى قبل يوم القيامة)
- ٥٣٨ ..... ذرو العارفين المحدثين عن امتي

- ٢٦ ..... ذهبت النبوة فلا نبوة بعدي إلا المبشرات
- ٢٥ ..... ذهبت النبوة و بقيت المبشرات
- ٣٥٣ ..... (رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَ اضْعَأُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ)
- ٣٩٢ ..... (رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ)
- ٣٩٠ ..... رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ
- ٣٥٠ ..... (زِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُولَةٌ)
- ٣٩٠ ..... سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ
- ٣٤٤ ..... (سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَلَا الضَّالِّينَ)
- ٦٣ ..... ﴿سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا﴾
- ٣٥١ ..... (صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى جَنَازَةٍ)
- ٣٨٩ ..... (صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ)
- ١٤٨ ..... طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ
- ١٤٩ ..... (طَلَبُ الْعِلْمِ وَالْجِهَادِ فَرِيضَةٌ)
- ٢١٠ ..... (عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٍ)
- ١٣٦ ..... فَادْعُوا بِدَعْوَى اللَّهِ الَّذِي سَمَّاكُمْ الْمُسْلِمِينَ
- ٢٣ ..... (فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ)
- ١٣٨ ..... فَإِنْ لَمْ تَجِدْ يَوْمَئِذٍ خَلِيفَةً فَاهْرَبْ حَتَّى تَمُوتَ
- ٢٥ ..... فَأَنَا مَوْضِعُ اللَّبَنَةِ ، جَنَّتْ فَخْتَمْتُ
- ٨٤ ..... فَإِنَّهُ مِنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ
- ٢٣ ..... فَإِنِّي آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَ إِن مَسْجِدِي آخِرُ الْمَسَاجِدِ
- ١٣٤ ..... (فَجَهْرٌ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ)
- ٢٢ ..... فَضَّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بَسْتَ : أَعْطَيْتِ

- ٨٢ ..... (فما رأى المسلمون حسناً فهو عند الله حسن)
- ٨٦ ..... فمن أحب منكم بحبة الجنة فليزِم الجماعة
- ١٣٣ ..... (فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم)
- ٥٢٣ ..... (قبة من آدم)
- ٩١ ..... (قد أجمع أهل العلم أن الخفة في القيامة خير)
- ١٣٠ ..... ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ﴾
- ١٣١ ..... ﴿قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَدْعُوا الرِّحْمَنَ﴾
- ٢٢ ..... (قولوا خاتم النبيين)
- ٢٩٣ ..... (كان إذا افتتح الصلوة رفع يديه الى قريب)
- ٢٩٠، ٢٨٩ ..... (كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ)
- ٣٥٢ ..... (كان رسول الله ﷺ يؤمنا فيأخذ شماله بيمينه)
- ٢٩١ ..... (كان يرفع يديه عند التكبير للركوع)
- ٢٩١ ..... (كان يرفع يديه عند كل خفض ، ورفع)
- ٢٩٢ ..... (كان يرفع يديه في اول تكبيرة من الصلوة ثم لا)
- ١٥٨ ..... (كان يرفع يديه في كل خفض و رفع)
- ٢٠٩ ..... كل غلام مرتهن بعقيقته
- ٢٢ ..... كلما ذهب نبي خلفه نبي
- ٢٦١ ..... (كَانُوا يُصَلُّونَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً)
- ٥٢٢ ..... (كُنَّا نَجْلِسُ عَلَى بَابِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ)
- ١٢٦ ..... لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين
- ٥٢٣ ..... لا جمعه الا بخطبه
- ١٢٠ ..... لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب

- لا طلاق ولا عتاق في اغلاق ..... ٥٦٢، ٥٥٦
- لا قيلولة في الطلاق ..... ٥٥٩
- (لأن نبيكم آخر الأنبياء) ..... ٢١
- لا نبي بعدي ولا أمة بعدكم ..... ٢٩
- لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه ..... ١٤٣
- لا يبقى بعدي من النبوة شيء إلا المبشرات ..... ٢٦
- لَا يَجْمَعُ اللَّهُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ أَبَدًا ..... ٤٤
- لا يكمل إيمان المرء حتى يكون الناس ..... ٣٠٢
- (لسنا مقلدين للشافعي) ..... ٥٣٠
- لم يبق من النبوة إلا المبشرات ..... ٢٢
- لَنْ تَجْتَمِعَ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ أَبَدًا ..... ٨٠
- لَوْ بَقِيَ يَعْنِي إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ..... ٣٩
- لو كان موسى حيًّا ما وسعه ..... ٢٢
- لو كان موسى وعيسى حين ..... ٢٢
- لو كان نبي بعدي لكان عمر بن الخطاب ..... ٢٠
- لو لم أبعث فيكم لبعث عمر بن الخطاب ..... ٢٩
- (ليس طلاق المكره بشيء) ..... ٥٦١
- (ليس في الدنيا مبتدع إلا وهو يبغيض أهل الحديث) ..... ١٢٤
- (ليس كل شيء عندي صحيح وضعته ههنا) ..... ٩٢
- (ليقتضى كل قوم بما اجتمع عليه فقهاؤهم) ..... ٨٨
- ما بالمدينة رجل إلا أن يكون نبي ..... ٥٣
- ما بعث الله نبيًّا إلا عاش نصف عمر ..... ٢٤

- ٢٦ ..... (مات صغيراً ولو قضى أن يكون)
- ٥١ ..... ما حدثكم عن الله سبحانه، فهو حقٌ
- ٣٢٥ ..... (ما رأيت أحداً أكذب من جابر الجعفي)
- ٥٣ ..... ما طلعت الشمس ولا غربت على أحد أفضل من
- ١١ ..... ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ﴾
- ١٦٤ ..... (ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره)
- ٣٩٣ ..... مالي أراكم رافعي أيديكم كأنها اذنان خيل شمس
- ٥٣٤ ..... (مَا هَذَا الَّذِي أَرَأَكُم تَصْنَعُونَ)
- ٣٣ ..... (متوفيك من الدنيا وليس بوفاة موت)
- ٣٣ ..... (متوفيك من الأرض)
- ٢٤ ..... مثلي و مثل النبيين من قبلي كمثلي رجل
- ٩٠ ..... (من ادعى الاجماع فهو كاذب)
- ١٨١ ..... (من السنة أن لا يتطوع الإمام حتى يتحول من مكانه)
- ١٣٦ ..... من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا
- ٣٣٣ ..... (من صلى وفي كفه جرو تجوز صلاته)
- ١٢٨ ..... من عادى لي ولياً فقد آذنته بالحرب
- ١٣٠ ..... من مات وليس له إمام مات ميتة جاهلية
- ٣٣ ..... (موت عيسى)
- ٣٠٣ ..... ﴿وَاتَّبِعُوهُ﴾
- ٩٣ ..... (و اتفاق أهل الحديث على شيء يكون حجة)
- ٣٥ ..... (وأجمعت الأمة على أن الله عز وجل رفع)
- ٣٣ ..... (وأجمعت الأمة على ما تضمنه الحديث المتواتر)

- ٩٤ ..... (و أجمعوا على أن حكم الجواميس حكم البقر)
- ٣٣٩ ..... وإذا خاصم فجر
- ٥٢٣ ..... ﴿وَاسْتَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا﴾
- ٣٥ ..... (والاجماع أكبر من الخبر المنفرد)
- ٨٤ ..... والتارك لدينه المفارق للجماعة
- ٣٥ ..... (والحديث على ظاهره)
- ٣٦ ..... والذي نفسي بيده! ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم
- ٨٩ ..... (والعلم طبقات شتى : الأولى الكتاب والسنة)
- ٣٤ ..... والله! لينزلن ابن مريم حكمًا عادلاً
- ٥٦ ..... (والمرسل من الروايات في أصل قولنا)
- ٨٦ ..... (وأمر رسول الله بلزوم جماعة المسلمين)
- ٢٤٩ ..... ﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْخَاطِئِينَ﴾
- ٣٣ ..... ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾
- ٣١ ..... (وإن الوحي قد انقطع)
- ١٨ ..... وأنا آخر الأنبياء وأنتم آخر الأمم
- ١٦ ..... وأنا العاقب
- ١٤ ..... وأنا المقفئ
- ١٩ ..... وإنه سيكون في أمتي كذابون ثلاثون
- ٢٢ ..... وإنه لا نبي بعدي
- ٣٣ ..... ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ الْبَشَرَ لَلَّسَّاعَةِ﴾
- ٥٥ ..... ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى﴾
- ٩٢ ..... (وقد أجمع أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ والتابعين)

- ٣١١ ..... (وكان لا يفعل ذلك في السجود)
- ٨٦ ..... ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ﴾
- ١٣٠ ..... ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَى إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾
- ٣٨ ..... ولا مهدي إلا عيسى بن مريم
- ٢٥ ..... (ولكن أبكى أن الوحي قد انقطع)
- ١٣١ ..... ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾
- ٣٣٥ ..... (ولو ترك وضع اليدين والركبتين جازت)
- ٣٨ ..... ولو عاش لكان صديقاً نبياً
- ٢٨ ..... وليس بيني وبين عيسى نبي
- ٤٥ ..... ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ﴾
- ٢٥٤ ..... ﴿وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾
- ١١٣، ١٠٢ ..... ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾
- ٨٨ ..... ويحك يا ابن جمهان! عليك بالسواد الأعظم
- ٢٥٦ ..... هو الطهور ماؤه
- ١٢٩ ..... ﴿هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمِينَ﴾
- ٢٨ ..... يا علي! أنت مني بمنزلة هارون من موسى
- ١٣٢ ..... (يا معشر الأنصار)
- ١٣٢ ..... (يا معشر قريش)
- ٩٠ ..... (يقرأ بفاتحة الكتاب)
- ١٣٦ ..... يكون في أمتي فرقان فيخرج من بينهما مارقة
- ٩٠ ..... (ينتهي في القرآن إلى ما أجمعوا عليه)
- ١٥٦ ..... (يَحْقُ عَلَى الْإِمَامِ أَنْ يَسْكُتَ سَكْتَةً بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى)

## اسماء الرجال

- آصف دیوبندی ..... ۳۰۶
- ابان بن صالح عن الحسن ..... ۳۸
- ابراہیم بن بشار ..... ۳۱۷، ۳۱۷
- ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص ..... ۱۶
- ابراہیم بن سیار ..... ۱۰۲
- ابراہیم بن عثمان الواسطی ..... ۱۶۰، ۳۹
- ابراہیم بن علی الآمدی ..... ۲۳۳
- ابراہیم بن محمد الاسلمی ..... ۲۵۸
- ابراہیم بن میمون العدنی ..... ۸۰
- ابراہیم بن یزید النخعی ..... ۳۹۲، ۳۲۲، ۳۱۳
- ابزو ..... ۵۱۶
- ابن ابی العز ..... ۶۰
- ابن ابی عصمہ العکمری ..... ۵۵۲
- ابن ابی لیلیٰ ..... ۳۹۳
- ابن الجوزی ..... ۱۳
- ابن العربی ..... ۱۳
- ابن القیم ..... ۲۸۸
- ابن بطہ ..... ۲۳۳
- ابن تیمیہ ..... ۲۸۹، ۲۸۸



- ابن جریر طبری ..... ۱۱
- ابن حجر عسقلانی ..... ۲۹۲، ۱۲۸
- ابن حجر ہیتمی ..... ۲۸۸
- ابن حزم ..... ۱۰۳
- ابن حماد الدولابی ..... ۷۹-۷۸
- ابن خاموش عن ابی زرہ ..... ۲۴۶
- ابن خراش ..... ۵۵۳
- ابن خزیمہ کی روایت ..... ۵۲۶
- ابن زنجلیہ ..... ۱۴
- ابن شاہین ..... ۱۲۵
- ابن شہاب ..... ۱۶
- ابن طولون ..... ۲۹۱
- ابن عابدین ..... ۲۹۱، ۲۹۰
- ابن عدی ..... ۲۸۴
- ابن عربی ..... ۶۰
- ابن عطیہ ..... ۲۶۲
- ابن عقدہ ..... ۴۲
- ابن فارس ..... ۱۳
- ابن فرقد ..... ۳۶۱، ۳۲۴، ۳۲۳، ۱۵۴
- ابن قتیبہ ..... ۹۶
- ابن کثیر ..... ۳۵۲، ۱۴
- ابن لہیعہ ..... ۱۸۶، ۱۲۵، ۱۲۴، ۴۷

- ابن ماجہ القزوينی ..... ۲۴۵
- ابن منظور ..... ۱۴
- ابن ہمام ..... ۱۱۱
- ابو اسحاق الاسفرائینی ..... ۱۰۰
- ابو اسحاق السبئی ..... ۱۶۶-۱۶۳
- ابو اسحاق الشیبانی ..... ۸۴، ۸۲
- ابو البرکات الحرانی ..... ۱۰۲
- ابو التیاح ..... ۱۳۸
- ابو الحسن الاشعری ..... ۳۵
- ابو الحسن بن القطان القزوينی ..... ۲۴۵
- ابو الحسناء ..... ۱۶۳
- ابو الزبیر ..... ۳۱۳
- ابو الطفیل رضی اللہ عنہ ..... ۲۶
- ابو العباس الرازی الصغیر ..... ۲۱۹-۲۱۸
- ابو امیہ ..... ۵۵۸
- ابو بشر المروزی ..... ۲۴۳
- ابو بکر الاسکاف ..... ۳۳۲
- ابو بکر البکری ..... ۵۲
- ابو بکر النہشلی ..... ۵۱۴، ۴۹۲، ۳۲۲
- ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی مریم ..... ۴۹
- ابو بکر بن عیاش ..... ۵۱۴، ۴۸۹، ۳۲۳، ۳۱۴، ۳۱۲، ۸۴، ۱۷
- ابو جعفر الرازی عن الربیع ..... ۱۶۰

- ابو حمزہ الشامی ..... ۴۲
- ابو حنیفہ ..... ۴۶۶
- ابو حیان الاندلسی ..... ۳۳
- ابو خالد الواسطی ..... ۵۱۸، ۱۶۳-۱۶۲
- ابو خثیمہ المصیمی ..... ۴۹
- ابو داود النخعی ..... ۵۴۱، ۹۳
- ابو رافع عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ..... ۱۸۷
- ابو زرعة الرازی الصغیر ..... ۲۳۵
- ابو زرعة الرازی ..... ۲۸۴
- ابو زہرہ مصری ..... ۲۹۰
- ابو زید ..... ۲۲۴، ۱۸۶
- ابو سعید الکبری ..... ۵۲
- ابو سعید الرواس ..... ۲۴۱، ۲۳۹
- ابو سفیان السعدی ..... ۵۰۴
- ابو سلیمان الجوزجانی ..... ۵۳۶
- ابو شامہ ..... ۳۶۱، ۱۴
- ابو شیبہ ..... ۱۶۰، ۳۹
- ابو عاتشہ ..... ۲۲۵
- ابو عبیدہ الآجری ..... ۴۸۵، ۴۸۳
- ابو عثمان الصابونی ..... ۱۳۴
- ابو عصمہ الروزی ..... ۵۳۵، ۲۵۳، ۲۲۹
- ابو عمر النخزازی ..... ۵۰۳

- ۴۸۱..... ابو عمرو الشیبانی
- ۱۸۶..... ابو خزازه
- ۵۰، ۴۹..... ابو قتاده الحرانی
- ۴۹..... ابو قتیلہ
- ۳۳۹، ۳۱۲، ۹۸، ۲۰، ۱۹..... ابو قلابہ
- ۵۳۳، ۲۵۳، ۲۳۵..... ابو محمد الحارثی
- ۸۴..... ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ
- ۵۲۱، ۴۹۹..... ابو مطیع اللیثی
- ۱۶۶، ۸۳..... ابو معاویہ الضری
- ۴۷..... ابو معشر
- ۱۷..... ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ
- ۳۳..... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
- ۲۰۸..... ابو یحییٰ نور پوری
- ۵۵۲..... احمد بن ابی یحییٰ الانماطی
- ۹۸..... احمد بن الحسین بن علی البیہقی
- ۳۳۰..... احمد بن الصلت الحماني
- ۲۸۸..... احمد بن حجر
- ۲۸۳..... احمد بن حنبل
- ۱۲۶..... احمد بن شان
- ۵۳۳، ۲۵۳..... احمد بن محمد الحماني
- ۲۱۸..... احمد بن محمد بن الحسین
- ۴۲..... احمد بن محمد بن سعید الکوفی

- ۲۳۳ ..... احمد بن محمد بن عمرو بن مصعب
- ۲۶۷ ..... احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان
- ۲۰۸ ..... احمد بن مسعود الدمشقی
- ۶۳ ..... اختر کاشمیری؟
- ۲۵۹ ..... اخطب خوارزم
- ۲۹، ۱۹ ..... ازدی
- ۱۲ ..... ازہری
- ۳۲۵ ..... اسحاق بن ابی اسرائیل
- ۵۰ ..... اسحاق بن نجیح الملطی
- ۱۹ ..... اسد بن وداعہ
- ۱۹۳، ۱۷۵ ..... اسرائیل بن یونس
- ۳۲۵، ۳۱۲ ..... اسماعیل بن ابی خالد
- ۵۲ ..... اسماعیل بن زیاد
- ۱۸ ..... اسماعیل بن عیاش
- ۲۸۴ ..... اسماعیل بن یحییٰ التیمی
- ۱۵۲ ..... اشرفی
- ۳۲۲ ..... اشعث بن سوار
- ۵۵۴ ..... اصغ بن مالک القرطبی
- ۱۳۵ ..... اصمعی
- ۳۲۰، ۸۵، ۲۸ ..... اعمش
- ۴۲ ..... الحسن بن ابی عبد اللہ الفراء
- ۱۲ ..... الفراء

۴۹۶، ۳۳۰، ۳۲۸، ۱۵۹	الیاس گھمن
۲۵	ام ایمن رضی اللہ عنہا
۵۳۲، ۳۰۴	امتیاز حسین کاظمی
۴۰۳، ۵۹	امداد اللہ
۲۰۷	انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۱۱۷	انوار اللہ فاروقی
۵۲۳	اوکاڑوی
۳۰۶، ۲۸۴، ۱۱۹، ۱۱۷	بخاری
۴۶۶	برکتہ الواسطی
۹۱	بشر بن الحارث الحافی
۲۶۹	بشیر احمد قادری
۱۳	بغوی
۲۹	بقیہ بن الولید
۵۰۹، ۳۱۶	بکر بن محمد الحبال
۱۵	بکیر بن مسمار
۶۱	بلقینی
۴۸۱، ۲۳۹	بندار بن علی
۹۸	بیہقی
۷۲، ۷۱	پامر
۷۱	پگاٹ
۷۱	پی سی پگاٹ
۴۶۵	پیالی ملا

٢٨٦، ١٥٠	تحمل حسين
٢٨٩	تقی الدین الحصنی
٥٢٢، ٣٩٤، ١٥٢	تھانوی
٣٢	ثابت بن ابی صفیہ
٥٦٢	ثابت بن عیاض بن احنف
١٣	ثعلبی
٢٠٤	ثمامہ بن عبد اللہ بن انس
٥٨	ثناء اللہ امرتسری
١٩	ثوبان بن سعید
٢٠، ١٩	ثوبان رضی اللہ عنہ
٣٢٥، ٣٢	جابر جعفی
٥٢	جبرون بن واقد
١٤، ١٦	جبیر بن مطعم
٣٢	جریر بن حازم عن عائشہ
١٢	جوہری
٣٠٣	حاجی امداد اللہ
١٦٦	حارث اعور
٣٣٢	حافظ ولید رانا
٥٥٨، ٣٢٥، ٣٢٣، ١٦٦	حجاج بن ارطاة
٣٣٣	حجاج
١٤	حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ
١٦٢	حسن بصری عن عمر رضی اللہ عنہ

- ۳۸،۳۳ ..... حسن بصری
- ۲۰۸ ..... حسن بن عبداللہ بن منصور
- ۲۸۱ ..... حسن بن مکرم
- ۲۱۰ ..... حسین بن ذکوان المعلم
- ۲۱۰ ..... حسین بن محمد بن ایوب الذارع
- ۲۳۳ ..... حسین بن منصور الحلاج
- ۴۹۳، ۳۱۴ ..... حفص بن غیاث
- ۵۵۰-۵۴۹ ..... حکم بن المبارک
- ۳۱۴، ۳۹، ۱۶ ..... حکم بن عتیہ
- ۲۷۴ ..... حکیم نورالدین
- ۳۲۴ ..... حماد بن ابی سلیمان
- ۵۳۴، ۳۲۴ ..... حمانی
- ۵۵ ..... حمود بن عبداللہ التوہجری
- ۳۱۴، ۲۱۵ ..... حمید الطویل
- ۱۸۶ ..... حنش بن المعتمر
- ۵۳۸، ۲۸۳ ..... حنیف قریشی
- ۴۳، ۴۰ ..... خادم قادیانی
- ۴۸ ..... ضییب احمد فیصل آبادی
- ۱۶۴ ..... خلف
- ۱۳ ..... خلیل بن احمد
- ۲۸۴ ..... دارقطنی
- ۱۳ ..... دامغانی



- داوودی ..... ۱۳۵
- دورقی ..... ۱۶
- دوست محمد مزاری ..... ۴۸۶
- دولابی ..... ۷۸، ۴۵
- دیباچ ..... ۴۷، ۴۴
- دینوری ..... ۹۶
- ذوالفقار بن ابراہیم الاثری ..... ۳۷۹
- راغب اصبہانی ..... ۱۳
- رب نواز دیوبندی ..... ۳۶۵، ۳۵۹، ۵۴
- ربیع بن بدر ..... ۵۰۲
- ربیع ..... ۱۶۴
- رزق اللہ بن موسیٰ ..... ۵۶۵، ۵۰۵
- رشیدین بن سعد ..... ۴۹
- رشید احمد گنگوہی ..... ۵۲۲
- روپڑی ..... ۵۸
- روح بن ابی الحرش ..... ۵۰۹
- زبیدی ..... ۱۴
- زجاج ..... ۱۲
- زر بن حیش ..... ۸۴
- زکریا بن یحییٰ الوقار ..... ۴۹
- زہری ..... ۳۱۴، ۱۶
- زید بن علی ..... ۱۶۲

۲۹۴	ساتی بریلوی
۲۲۳	سبکی
۱۳۸	سبیح بن خالد
۱۲	سجستانی
۲۸۴	سحادی
۵۰۷	سدی صغیر
۴۹۷	سدی
۵۴	سرفراز حسن
۲۶۲	سرفراز خان صفدر
۱۵	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۵۳۵	سعد بن معاذ المروزی
۱۵۳	سعید الرحمن بہبودی
۳۱۲	سعید بن ابی عروبہ
۱۴۸	سعید بن ابی ہلال
۱۱۶، ۲۴، ۱۶، ۱۵	سعید بن المسیب
۸۸	سعید بن جہمان
۵۱۷	سعید بن زربی
۸۳	سعید بن منصور
۱۷	سفیان بن حسین
۳۱۴، ۱۰۴	سفیان بن عیینہ
۳۲۵	سفیان بن مسلم
۵۰۸، ۴۹۴، ۳۲۴، ۳۱۵، ۳۱۲، ۱۶۴، ۱۵۴، ۴۸	سفیان ثوری

۵۵۴	سفیان عن سلمہ
۵۵	سلطان کوہاٹی
۹۹	سلم بن سالم النخعی
۱۵۲	سلمیٰ
۵۶۱	سلیمان التیمی
۲۹۲	سلیمان الطوفی
۸۲	سلیمان بن ابی سلیمان
۵۴۱، ۹۳	سلیمان بن عمرو التیمی
۳۱۵	سلیمان شاذکونی
۱۲	سمرقندی ابواللیث
۱۳	سمعانی
۴۷۶	سوید بن غفلہ
۳۲۴، ۳۱۴، ۲۹۰، ۲۵۵	سیوطی
۴۶۶	شافعی
۲۵۳	شبیر احمد دیوبندی
۲۶۳	شبیر احمد میرٹھی
۵۹	شرف الدین دہلوی
۳۲۸	شرعیانی
۸۴، ۸۱	شرح ابن الخارث
۴۷۵	شریف رضی
۱۵۴	شریک القاضی
۸۲	شععی

- شوکانی ..... ۱۰۸
- صحر بن بدر ..... ۱۳۸
- صدیق حسن خان ..... ۴۶۶، ۵۲، ۵۷
- صفوان الاصم الطائی ..... ۵۵۹
- ضامن علی جلال آبادی ..... ۶۷
- طارق جمیل ..... ۳۳۱
- طالب الرحمن ..... ۵۵
- طاووس ..... ۳۵۴
- طائفی ..... ۲۳۲
- طاووس بن کیسان ..... ۸۰
- طحطاوی ..... ۱۶۸
- طریف بن شہاب ..... ۵۰۴
- طریف بن عیسیٰ ..... ۲۱۱
- طلحہ بن عبد اللہ بن عوف ..... ۳۵۱
- طوبی ..... ۲۹۴
- ظہور احمد الحسنی ..... ۴۵۹، ۳۹۸، ۳۸۰
- عاصم بن ابی النجود ..... ۸۴، ۱۷
- عامر بن سعد ..... ۱۶، ۱۵
- عامر بن شراحیل الشعمی ..... ۸۲
- عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص ..... ۱۶
- عائشہ بنت عجر د ..... ۲۲۴
- عباد بن الزبیر ..... ۴۹۳

- ٢٨٣ ..... عباد بن صہیب
- ٤٨ ..... عباس بن عبد العظیم
- ٢٩ ..... عباس بن محمد المجاشعی
- ٣٣٤ ..... عباس رضوی
- ٥٥٨ ..... عبد الاول بن حماد الانصاری
- ٢٨٠-٢٤٩ ..... عبد الرحمن بن اسحاق الکوفی
- ٥٥٤ ..... عبد الرحمن بن حبیب بن اردک
- ١٨ ..... عبد الرحمن بن عبد اللہ المسعودی
- ٢١ ..... عبد الرحمن بن ہرمز
- ٢١٩ ..... عبد الرحمن بن یحییٰ المعلمی
- ٢٢٣ ..... عبد الرحمن بن یزید بن عقبہ
- ١٩ ..... عبد الرحمن خادم قادیانی
- ٤٨ ..... عبد الرزاق بن ہام
- ٢٣٤-٢٣٦ ..... عبد الرشید نعمانی
- ٥٣١ ..... عبد الروف المناوی
- ١٦٩ ..... عبد الشکور لکھنوی
- ١٦٣ ..... عبد العزیز بن رفیع عن علی بن النضر
- ٥٣١ ..... عبد القدوس بن حبیب
- ٥٥٨ ..... عبد الکریم بن ابی الحارث
- ٢٤ ..... عبد الکریم بن یعقوب!
- ٨٠ ..... عبد اللہ بن احمد بن حنبل
- ٢٥٥ ..... عبد اللہ بن المبارک

- ۲۰۷ ..... عبد اللہ بن الحشاش بن انس
- ۱۹ ..... عبد اللہ بن زید الجرمی
- ۸۰ ..... عبد اللہ بن طاوس
- ۵۶۳ ..... عبد اللہ بن طلحہ الخزاعی
- ۸۰ ..... عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
- ۲۳۲ ..... عبد اللہ بن عبد الرحمن بن یعلیٰ
- ۴۷ ..... عبد اللہ بن عبد اللہ بن الاسود
- ۸۱ ..... عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
- ۲۳۰ ..... عبد اللہ بن عیاش القصبانی
- ۳۱۵، ۲۵۳، ۲۳۵ ..... عبد اللہ بن محمد بن یعقوب
- ۴۸۱، ۸۵ ..... عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- ۹۶ ..... عبد اللہ بن مسلم بن قتیبة
- ۵۴۱، ۵۳۹ ..... عبد اللہ بن مسور المدائنی
- ۵۰، ۴۹ ..... عبد اللہ بن واقد
- ۵۶ ..... عبد اللہ بہاؤ پلوزی
- ۶۶، ۵۸ ..... عبد اللہ روپڑی
- ۱۳۵ ..... عبد الملک بن قریب الاصمعی
- ۳۵۹ ..... عبد المنان نور پوری
- ۳۲۲ ..... عبد الواحد قریشی دیوبندی
- ۱۳۹ ..... عبد الوارث بن سعید
- ۵۲۹ ..... عبد الوہاب بن مجاہد
- ۵۱۸، ۵۱۶ ..... عبد الرحمن بن اسحاق الکوفی

- عبيد بن ابراهيم النخعي ..... ٢٢
- عبيد بن اسحاق الطار ..... ٢٢
- عبيد بن محمد السرخسي ..... ٥٢١، ٢٩٩
- عثمان بن عمر بن فارس ..... ٢٨١
- عجلي ..... ١٣٩
- عدي بن الفضل ..... ٣٢١
- عطاء الله حنيف ..... ٩١
- عطاء الله سنهتي ..... ١٥٠
- عطاء بن ابي رباح ..... ٢١١
- عطاء بن السائب ..... ٣١٩
- عطاء بن عجلان ..... ٢٩٩
- عقبة بن عامر رضي الله عنه ..... ٢٠
- عقبة بن عمرو رضي الله عنه ..... ٨٣
- علاء بن صالح ..... ٢٢٩، ٢٢٢
- علي بن ابراهيم بن سلمة القطان ..... ٢٣٥
- علي بن ابي طالب رضي الله عنه ..... ١٥
- علي بن الحسين الحسيني ..... ٢٢٥
- علي بن الديني ..... ١٢٦
- علي بن زيد بن جدعان ..... ١٨٦
- علي بن محمد بن روح ..... ٥٠٩، ٣١٦
- علي بن مسهر ..... ٨٢
- عليه ..... ٥٠٢

۲۶۳-۲۶۲	عمار خان ناصر
۵۰	عمر بن الحسن بن نصر الحسبی
۸۲	عمر بن الخطاب <small>رضی اللہ عنہ</small>
۳۵۰	عمر بن شبہ
۸۸	عمر بن عبدالعزیز
۱۵۹	عمر بن ہارون
۵۴۱، ۵۱۸، ۴۹۸، ۳۲۲، ۱۶۳-۱۶۲	عمر بن خالد الواسطی
۸۱	عمر بن دینار
۵۵۳	عمر بن سلمہ بن خرب
۱۸	عمر بن عبداللہ انصاری
۱۸۳	عمر بن مالک النکری
۲۰۸	عمر بن محمد الناقہ
۵۵۱	عمر بن یحییٰ
۵۰۱، ۵۰۰	عمیر بن عمران
۱۶۸	عیسیٰ بن جاریہ
۵۶۰	غاز بن جبلة
۲۶۸	غازی احمد
۵۴۱	غالب بن عبید اللہ الجزری
۳۰۴	غزالی
۲۶۳	غطفان شہباز
۲۶۵	غلام احمد قادیانی
۲۹۳	غلام مرتضیٰ ساقی



۵۴۱	غیاث بن ابراہیم
۴۶	فاطمہ بنت الحسین عن فاطمۃ الزہراء علیہا السلام
۵۲۹، ۵۰۲	فائدہ ابو الورقاء
۱۳	فراہیدی
۲۳۹	فضل الرحمن گنج مراد آبادی
۱۸۷	فلان بن غیلان
۱۴	فیروز آبادی
۲۷۷	فیصل خان بریلوی
۷۲	فیض عالم صدیقی
۲۶۵	قادیانی
۱۴	قالون
۳۰۱، ۱۳۹، ۳۰	قادرہ
۱۵۲، ۱۴	قرطبی
۵۴۲، ۳۰۴	کاظمی
۴۲-۴۱	کدی
۴۹۷	کلبی
۲۱۹	کوثری
۴۴۱، ۴۳۲	گنگوہی
۲۴۴	گوہر
۸۸	مالک بن انس
۴۸۱	مالک بن مغول
۱۲	مباشعی قیروانی

- مجالد بن سعید ..... ۴۴، ۴۳
- محمد احسن نانوتوی ..... ۷۱
- محمد احمد بن محمد قاسم نانوتوی ..... ۷۱
- محمد بن ابان بن صالح ..... ۳۲۴، ۳۲۳
- محمد بن ابراہیم بن زیاد الرازی ..... ۳۱۵
- محمد بن ابی بکر المقدی ..... ۸۱
- محمد بن ابی یسٰی ..... ۵۱۳، ۴۹۴، ۳۱۹، ۳۱۶
- محمد بن احمد بن بالویہ ..... ۷۷
- محمد بن اسحاق بن یسار ..... ۵۵۸، ۲۵۹، ۲۳۳، ۱۶
- محمد بن اسحاق؟ ..... ۴۹۳
- محمد بن الحسین الازدی ..... ۲۹
- محمد بن السائب الکفسی ..... ۴۹۷
- محمد بن القاسم البغی ..... ۵۲۱
- محمد بن بشار ..... ۴۸۱
- محمد بن جابر ..... ۵۲۰، ۵۱۳، ۳۱۷
- محمد بن جبیر بن مطعم ..... ۱۷
- محمد بن حسین بن موسیٰ ..... ۴۷۵
- محمد بن حمید الرازی ..... ۵۰۱، ۱۵۹
- محمد بن خازم ..... ۸۳
- محمد بن خالد الجندی ..... ۳۸
- محمد بن سعید الشامی ..... ۵۴۱
- محمد بن سلیمان بن ہشام ..... ۵۰۳-۵۰۴

۱۳۳، ۹۲	محمد بن سیرین
۱۰۱	محمد بن طاہر المقدسی
۵۱۳، ۴۹۴، ۳۱۹، ۳۱۶	محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ
۴۹	محمد بن عبداللہ بن سعید الغزی
۴۷-۴۴	محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان
۴۶۷	محمد بن عبدالوہاب
۴۹	محمد بن عبید اللکونی
۱۳۵	محمد بن عمر الداودی
۵۰۷، ۴۹۷	محمد بن مروان السدی
۲۴۵	محمد بن یزید: ابن ماجہ
۴۲-۴۱	محمد بن یونس الکدیی
۴۷۱	محمد تقی عثمانی
۲۸۳	محمد حنیف قریشی
۲۶۱	محمد رضوان دیوبندی
۵۲۱	محمد زکریا
۱۴۲	محمد صادق سیالکوٹی
۵۸	محمد صدیق سرگودھوی
۲۷۹	محمد عابد سندھی
۲۹۳	محمد عبدہ مصری
۳۶۴، ۳۳۱	محمد عیسیٰ خان دیوبندی
۲۱۸	محمود بن اسحاق الخزاعی
۳۶۲	محمود حسن دیوبندی

۸۱	مرزوق
۳۸۶	مزاردی دیوبندی
۱۸۳	مستمر بن الریان
۱۴۱	مسعود احمد بی الیس سی
۱۸	مسعودی
۳۱۹	مسلم بن خالد
۲۰	مشرح بن ہاعان
۵۰	مصعب بن سعد المصیعی
۱۶، ۱۵	مصعب بن سعد بن ابی وقاص
۳۳	مطر بن طہمان الوراق
۸۱	معتمر بن سلیمان
۳۳۱-۳۳۰	معراج ربانی
۲۱۹	معلی
۳۲۳	مغیرہ بن مقسم
۵۵	ملا علی قاری
۷۰	مملوک علی
۵۴۱	مناوی
۵۰۵	مندل بن علی
۵۲۳	منشی رام
۴۷۰	موسیٰ بن عمیر
۷۸	موسیٰ بن ہارون
۱۵	موسیٰ علیہ السلام

۵۳۳، ۵۳۲، ۲۵۳	موفق کی
۴۶۵	مومگ پھلی استاد
۱۷	نافع بن جابر بن مطعم
۴۸۲	نافع بن محمود
۵۲۲، ۴۴۱، ۴۳۲	نانوتوی
۶۳	نثار احمد الحسینی
۴۵۰	نثار احمد کا جھوٹ
۹۹، ۱۲	نحاس
۵۶	نذیر حسین دہلوی
۵۰۳	نضر بن عبد الرحمن
۱۰۳	نظام
۲۸۰-۲۷۹	نعمان بن سعد
۱۴۸	نعیم المجر
۴۷۴	نور احمد یزدانی
۲۷۴	نور الدین بھیروی
۱۲	واحدی
۷۲، ۵۷	وحید الزمان
۱۳	فرش
۴۷۷	وکبج بن الجراح
۳۳۵	ولید بن صالح
۴۸۱	ولید بن نزار
۱۸۷	ولید بن مسلم

- ۳۳۷ ..... ولید رانا
- ۱۵ ..... ہارون علیہ السلام
- ۵۱، ۵۰ ..... ہانی بن التوکل
- ۲۱ ..... ہمام بن منبہ
- ۲۰۷ ..... ہشتم بن جہیل
- ۲۷ ..... یحییٰ بن ابی کثیر
- ۱۲-۱۱ ..... یحییٰ بن زیاد الدیلی الفراء
- ۳۲۳ ..... یحییٰ بن عبدالحمید الحماني
- ۵۵۳ ..... یحییٰ بن عمرو بن سلمہ
- ۵۱۰، ۵۰۶، ۳۱۶، ۳۱۳ ..... یزید بن ابی زیاد
- ۱۳۸ ..... یزید بن حمید
- ۲۱۰ ..... یزید بن زریع
- ۸۲-۸۳ ..... یسیر بن عمرو
- ۴۰ ..... یعقوب بن المبارک

## اشاریہ

۴۲۰	آٹھویں تحریر
۳۵۰	آثار سلفیہ
۳۳۹	آثار سے استدلال
۳۵۰	آثار صحابہ
۲۹۶	آثار صحابہ اور آل تقلید
۲۳	آخر المساجد
۲۳	آخری مسجد
۱۱	آخری نبی
۳۰۶	آصف دیوبندی اور آل دیوبند کی شکست فاش
۳۳۱	آل بریلی کے دلائل
۶۹	آل دیوبند اور انگریز
۴۶۳	آل دیوبند کے تین سوجھوٹ
۵۴	آل دیوبند
۶۳	آل دیوبند اور وحدت الوجود
۱۲۰	آمین بالجبر
۴۶۵	آنجمانی
۵۱۷	ابڑو دیوبندی کی ”تحقیق حق“ کی دس باطل و مردود روایتیں
۵۲۱	ابڑو کی دیگ
۱۲۸	ابن حجر کی تکفیر

- ۱۸۶ ..... ابن حرم اور ضعیف + ضعیف کی مروجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ
- ۳۳۲ ..... ابن عباس کی انفرادی رائے
- ۴۰۵ ..... ابن عربی کا کشف
- ۲۳۰ ..... ابو حفص عبداللہ بن عیاش التتیبانی المصری رحمہ اللہ
- ۴۶۶ ..... ابو حنیفہ اور اجتہاد
- ۴۶۶ ..... ابو حنیفہ اور فقہ
- ۲۳۵ ..... ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری اور محدثین کی جرح
- ۲۳۲ ..... ابو یعلیٰ عبداللہ بن عبدالرحمن بن یعلیٰ بن کعب الطائفی الشافعی
- ۴۶۸ ..... اتباع
- ۳۰۷ ..... اجتہاد بند
- ۴۷۵، ۳۵۷ ..... اجتہاد
- ۱۱۵ ..... اجماع اور خبر واحد
- ۸۱ ..... اجماع اور عمر رضی اللہ عنہ
- ۱۱۵ ..... اجماع خبر واحد سے بڑا ہے
- ۱۰۲ ..... اجماع کا ترک
- ۷۵ ..... اجماع کی اقسام
- ۷۴ ..... اجماع کی تعریف
- ۲۵۸، ۲۵۷، ۷۴، ۳۵ ..... اجماع
- ۷۴ ..... اجماع امت حجت ہے
- ۲۰۸ ..... احتمال
- ۵۲۵ ..... احکام اسلام عقل کی نظر میں
- ۱۰۸ ..... ارشاد الفحول



۵۳۵، ۲۴۲	..... استاذ
۴۷۱	..... استفادے کے اصول
۵۲۵	..... اسلامی اصول کی فلاسفی
۴۷۴	..... اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ
۵۲۷	..... اصول شاشی
۴۷۵-۴۷۴	..... اصول شرع
۱۷۱	..... اصول حدیث کے بعض اہم مباحث
۸۹	..... اعتکاف
۵۵۹	..... اعلاء السنن
۴۶۸	..... اقتداء
۷۲	..... اکابر
۵۶۱	..... اکراہ
۱۲۱	..... اکبری اقامت
۵۲۴	..... الزائد فی کتاب اللہ
۴۷۱	..... السنن الکبریٰ للنسائی
۱۴۳	..... الفرقۃ الجدیدہ
۱۱۸	..... اللہ عرش پر مستوی
۳۲۸	..... اللہ ہر جگہ؟
۴۷۱	..... المجتبى للنسائی
۴۵۹، ۷۲	..... المہند الدیوبندی
۳۳۰	..... الیاس گھمن صاحب کے قافلے (جلد ۶ شمارہ نمبر ۱) کا جواب
۵۰۸	..... الیاس گھمن صاحب کے ”رفع یدین نہ کرنے“ کا جواب

- الیاس گھسن کی دیوبندی نماز اور موضوع و متروک روایات ..... ۴۹۷
- الیاس گھسن کے ”بیس رکعات تراویح کے (۱۵) دلائل“ اور ان کے جوابات ..... ۱۵۹
- امام ابن ماجہ القزوی رحمہ اللہ ..... ۲۴۵
- امام ابو حنیفہ پر الیاس گھسن کی دیوبندی کا بہت بڑا جھوٹ اور بہتان ..... ۳۲۸
- امام سے مراد ..... ۹۱
- امام کی طرف منسوب ..... ۲۵۵
- امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم ..... ۱۵۰
- امام مالک کا آخری قول ..... ۳۸۸
- امام ..... ۵۳۵، ۲۵۹، ۲۴۳، ۲۴۲، ۱۴۰
- امتی اور انبیاء ..... ۳۸۷
- امتیاز حسین کاظمی بریلوی کا صحیح مسلم پر افتراء ..... ۵۴۳
- امتیاز حسین کاظمی بریلوی کے تین جھوٹ ..... ۳۰۴
- امتیازی مسائل ..... ۱۱۷
- امریکی صدر ریگن ..... ۴۵۸
- امکان کذب باری تعالیٰ ..... ۳۸۹
- امکان کذب ..... ۴۵۷
- امہات المؤمنین پر تہمت اور آل تقلید ..... ۲۹۹
- انبیاء اور امتی ..... ۳۸۷
- انسانی گوشت ..... ۹۷
- انکار حدیث اور دیوبندیت ..... ۲۶۳
- اہل الحدیث سے دشمنی کا انجام ..... ۱۲۷
- اہل الحدیث کی فضیلت ..... ۱۲۶

- ۱۲۷ ..... اہل الحدیث کے دشمن
- ۸۶ ..... اہل العلم
- ۵۴۹ ..... اہل بدعت کا رد
- ۷۲ ..... اہل حدیث اکابر
- ۹۱ ..... اہل حدیث اور اجماع
- ۵۳۶ ..... اہل حدیث کا انصاف
- ۱۱۸ ..... اہل حدیث کا صفاتی نام
- ۱۲۷، ۱۲۵ ..... اہل حدیث کا مطلب
- ۲۵۵ ..... اہل حدیث کی فضیلت
- ۳۴۴ ..... اہل حدیث کے خلاف حوالے
- ۱۲۴، ۱۱۷، ۱۱۳ ..... اہل حدیث
- ۲۵۵ ..... اہل سنت سے خارج
- ۱۲۵ ..... اہل قرآن
- ۱۱۷ ..... اہل حدیث کے پندرہ امتیازی مسائل اور امام بخاری رحمہ اللہ
- ۵۳۳ ..... ایک جھوٹی روایت اور الیاس گھمن صاحب کا قافلہ
- ۵۳۹ ..... ایک جھوٹی روایت اور حنیف قریشی بریلوی
- ۱۱۸ ..... ایمان زیادہ و کم
- ۱۱۳ ..... ایمان کم
- ۳۷۹ ..... ایمان میں کمی بیشی
- ۲۵۳ ..... اہل باطل کا رد
- ۱۸۰ ..... بارہ نکمیریں
- ۲۵۰ ..... بارہویں تحریر

- ۲۵۱ ..... باطل مذاہب و مسالک کا رد
- ۳۸۳ ..... باطن میں خدا
- ۱۱۳ ..... بالوں کو مہندی
- ۳۵۸ ..... بانی اسلام کا ثانی
- ۳۵۹ ..... بٹالوی کی بات
- ۱۱۷ ..... بخاری اور اہل حدیث
- ۳۰۸ ..... بددیانتی
- ۳۰۰، ۷۲ ..... بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم
- ۳۲۲ ..... بریلوی عقیدہ
- ۱۳۷ ..... بسم اللہ بالجہر
- ۱۱۹ ..... بعض الناس
- ۳۷۱ ..... بعض آل تھلید کا مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے محرفانہ استدلال
- ۱۱۳ ..... بغلوں کے بال نوچنا
- ۲۹ ..... بقیہ کی بحیر سے روایت
- ۳۳۵، ۳۹۷ ..... بکی
- ۹۷ ..... بندروں کا حرام ہونا
- ۳۸۰ ..... بندہ خدا
- ۱۹۰ ..... بوسہ بیوی کا
- ۱۱۲، ۱۰۸، ۹۷ ..... بھینیس
- ۹۶ ..... بیت المال
- ۳۸۸ ..... بیداری میں زیارت
- ۳۸۷ ..... بیڑا پار

۱۵۹.....	بیں تراویح اور گھمن
۳۵۹.....	بے بسیاں
۵۲۲، ۴۴۱، ۴۴۱.....	بے حیا
۳۰۵.....	بے سند روایت
۴۹۸، ۵۲.....	بے سند
۴۰۳.....	پانچویں تحریر
۱۱۲.....	پانی میں نجاست
۱۱۷.....	پندرہ امتیازی مسائل
۲۵۵، ۴۸.....	پھکی
۳۹۰.....	پیر کی بیعت
۳۳۲.....	پیشاب سے فاتحہ
۳۲۵.....	تابعیت ابی حنیفہ
۷۰.....	تبلیغی جماعت اور انگریزی روپیہ
۵۲۸.....	تبلیغی نصاب
۳۳۲.....	تجنیس
۴۷۰.....	تحت السرة
۲۶۱.....	تحریف
۲۲۰.....	تحسین و تصحیح
۴۶۲.....	تحقیق بدل جانا
۳۶۵.....	تحقیق و تنقید
۲۰۸.....	تخصیص
۲۱۳.....	تذکرۃ الراوی

۱۱۲	تراویح باجماعت
۳۹۸	تراویح
۴۶۲	تضعیف وتوثیق
۱۸۷	تعلیم قرآن پراجرت
۵۰۷، ۴۹۷، ۴۹۶	تفسیر ابن عباس
۴۹۷	تفسیر ابن کثیر
۴۹۷	تفسیر کلبی
۷	تقدیم
۳۵۹، ۳۳۸، ۱۱۳	تقلید
۱۳۹، ۱۳۷	تکرم جماعت المسلمین کا مفہوم
۲۵۶	تلقی بالقبول
۵۰۸، ۴۹۷	تنویر المقباس
۶۶، ۵۸	توحید الہی
۳۸۹	توحید میں غرق
۲۶۰	تورزن
۴۳۳	تھانوی کا ماموں
۳۸۳	تیسری تحریر
۴۳۱	ثقة وصدق کی روایت
۱۰۰	ثوری وشعبہ
۵۶۳	جبری طلاق اور امام مالک
۵۵۶	جبری طلاق واقع نہیں ہوتی
۳۳۴، ۲۵۷، ۱۱۳، ۱۰۹	جراہوں پر مسح

- ۸۷ ..... جماعت سے دور
- ۳۳۳ ..... جماعتیں
- ۲۴۲ ..... جمہور کی توثیق و تضعیف
- ۳۵۱ ..... جنازہ سرأ
- ۳۳۱ ..... جواب
- ۱۷۹ ..... جوتے پہننا
- ۲۲۳ ..... جہالت عین کا ارتقا
- ۷۵ ..... جہری تکبیریں
- ۲۴۴ ..... جھوٹ بولا
- ۴۴۲، ۴۴۳ ..... چار پائی پر لیٹنا
- ۹۶ ..... چالیس دن کی نمازیں
- ۲۷ ..... چالیس سال
- ۱۱۱ ..... چالیس (۴۰) مسائل جو صرف اجماع سے ثابت ہیں
- ۷۱ ..... چندہ اور انگریز
- ۳۹۶ ..... چوتھی تحریر
- ۴۱۴ ..... چھٹی تحریر
- ۴۰۷ ..... چھس
- ۳۰۳، ۳۰۲ ..... حاضر و ناظر
- ۲۵۵ ..... حاطب اللیل
- ۶۱ ..... حافظ ابن حجر کا مبادلہ
- ۳۷۹ ..... حافظ زبیر علی زئی کی دوسری تحریر
- ۳۵ ..... حدیث ظاہر پر

- ۲۵۷..... حدیث کے مطابق فتویٰ
- ۹۹..... حدیث مقبول
- ۳۵۲، ۳۳۸..... حسن لذاتہ
- ۱۹۵، ۱۸۶، ۱۷۳..... حسن الخیرہ (مردجہ)
- ۳۹۰..... حق اور رشید احمد
- ۷۱..... حکومت سے بغاوت
- ۴۷۵..... حکیم نور احمد یزدانی اور اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ؟
- ۵۷..... حلول
- ۲۱۵..... حمید بن ابی حمید الطویل رحمہ اللہ
- ۲۸۳..... حنیف قریشی بریلوی اپنی کتاب کے آئینے میں
- ۳۹۹..... حوالہ تائید میں
- ۵۲۳..... حوالے
- ۴۳..... خاتم الانبیاء
- ۴۲..... خاتم النبیین
- ۳۸۶..... خاتمیت محمدی
- ۱۱..... ختم نبوت
- ۱۱..... ختم نبوت پر چالیس دلائل
- ۳۸۶..... خدا تم میں ہے
- ۳۰۳، ۳۰۱..... خدا ہر جگہ
- ۴۰۶..... خضر علیہ السلام انگریزی فوج میں
- ۱۱۳..... خطبۃ النکاح
- ۴۶۹..... خطیب بغدادی سے اختلاف



۱۹۳	.....	خلال
۸۲	.....	خلفائے راشدین
۱۴۰	.....	خلیفہ
۳۳۵	.....	خوبصورت بیوی
۳۳۲	.....	خون سے فاتحہ
۳۲۰	.....	خیر سگالی
۱۷۳	.....	واڑھی کا خلال
۳۳۶	.....	درنا یاب
۳۵۶	.....	دریا "شریف"
۳۰۳	.....	دستخط
۳۹۱	.....	دستگیری کیجئے میرے نبی
۱۳۳	.....	دستورالکھتی
۳۳۱	.....	دسویں تحریر
۳۳۷	.....	دلہن کے پاؤں دھونا
۳۸۳	.....	دماغی کام
۳۳۴	.....	دوبارہ نماز جنازہ
۶۹	.....	دیوبندی اور انگریز
۴۵۶	.....	دیوبندی فرقے کا آغاز
۴۹۶	.....	دیوبندی نماز
۴۲۲	.....	دیوبندیوں کی اقتداء
۴۳۱	.....	ڈھاک کے تین پات
۳۵۳	.....	ذراع

- ۵۴۷ ..... ذکر بالجہر
- ۱۱۹ ..... رائے کی مذمت
- ۳۵۹ ..... رب نواز دیوبندی اور بے بسیاں!؟
- ۳۶۶ ..... رب نواز دیوبندی کا تعاقب
- ۴۶۳، ۴۶۲ ..... رجوع
- ۴۵۹ ..... رحمۃ اللعالمین صفۃ خاصہ
- ۳۵۵ ..... رخ
- ۲۲ ..... رسول سب کے لئے
- ۴۷۹ ..... رفع بھاصوتہ
- ۱۵۸ ..... رفع یدین اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
- ۵۰۷ ..... رفع یدین اور گھسن
- ۳۹۵ ..... رفع یدین پر درس نیکیاں
- ۳۳۶ ..... رفع یدین پر نیکیاں
- ۳۸۶، ۳۰۶، ۱۱۹ ..... رفع یدین
- ۶۷ ..... رنڈیاں
- ۲۸۳ ..... روئیداد مناظرہ راولپنڈی
- ۳۸۸ ..... زانیہ عورت
- ۹۲ ..... زچہ بچہ
- ۹۷ ..... زکوٰۃ سال بعد
- ۲۲ ..... زمین مسجد
- ۳۳۹ ..... زیادت لثقہ
- ۹۸ ..... زیور

- ۴۱۷ ..... ساتویں تحریر
- ۲۰۶ ..... ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنا، جائز ہے
- ۲۹۴ ..... ساتی بریلوی کے مزید پانچ جھوٹ
- ۹۹ ..... سبحانک اللہم
- ۴۵۰ ..... ستر سوالات
- ۱۱۲ ..... سجدوں کے درمیان رانوں پر ہاتھ
- ۳۱۱ ..... سجدوں میں رفع یدین
- ۵۰۲ ..... سجدے کی جگہ پر نظر
- ۳۳۵ ..... سجدے میں ہاتھ
- ۲۶۲ ..... سرفراز خان صفدر کے دفاع میں ناکامی
- ۹۴-۹۳ ..... سرکامح
- ۲۹۵ ..... سراجی
- ۳۶۴ ..... سرفراز خان صفدر کا علمی و تحقیقی مقام
- ۵۰۳ ..... سرقہ
- ۱۵۷ ..... سلکات میں قراءت
- ۵۶۳ ..... سکوت ابن حجر
- ۱۷۷ ..... سلام ایک طرف
- ۵۱۶ ..... سنت دائمی عمل
- ۳۰۶ ..... سنت رسول ﷺ
- ۲۵۳ ..... سند
- ۲۴۵ ..... سنن ابن ماجہ کا راوی
- ۲۴۶ ..... سنن ابن ماجہ

- ۹۹ ..... سنہ
- ۸۸ ..... سواد اعظم
- ۳۸۳ ..... سوال جواب
- ۱۱۲ ..... سورۃ ق اور خطبہ جمعہ
- ۱۵۶ ..... سیاسی پارٹیاں
- ۱۵۸ ..... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور رفع یدین
- ۴۵۶ ..... سیف الجبار فی جواب ظہور و ثار (تیرہویں اور آخریں تحریر)
- ۳۶۷ ..... سیف الجبار فی جواب ظہور و ثار
- ۵۱۹ ..... سینے پر ہاتھ اور امام شافعی
- ۵۱۸، ۱۲۱ ..... سینے پر ہاتھ
- ۴۹۲، ۳۰۹-۳۰۸ ..... شاذ
- ۲۶۳ ..... شبیر احمد میرٹھی دیوبندی اور انکار حدیث
- ۹۶ ..... شرابی اور نمازیں
- ۳۹۷ ..... شراہیں
- ۲۳۸ ..... شروح سنن ابن ماجہ
- ۸۹ ..... شکاری کتا
- ۴۴۵، ۳۴۲، ۳۴۰ ..... شمالی ہوا
- ۷۱ ..... شمس العلماء دیوبندی
- ۳۸۵ ..... شہ نور محمد اور امداد
- ۳۵۰ ..... شہدائے احد کی نماز جنازہ
- ۳۸۹ ..... شیخ کی روح
- ۴۵۷ ..... شیطان کا علم

۲۹۸	شیعہ
۱۲۷	صاحب الحدیث
۲۶۷	صالح مسلمان
۱۰۴	صحابہ عدول
۳۳۳	صحابی کا قول
۵۳۶	صحیح ابن خزیمہ کی روایت
۱۱۷	صحیح بخاری اور اہل حدیث
۱۱۱	صحیح بخاری کی مسند متصل احادیث
۵۳۲	صحیح حدیث کی شرائط
۱۱۲	صحیح حدیث کی شرطیں
۱۱۳	صحیح خبر واحد
۹۲	صحیح مسلم پر اجماع
۵۳۲	صحیح مسلم پر افتراء
۱۱۱	صحیح مسلم کی مسند متصل احادیث
۵۳۰	صحیحین میں تدلیس
۲۷	صحیحین میں مدلسین
۱۰۱-۱۰۰	صحیحین
۳۳۷	صف بندی
۱۱۳	صفائی نام
۵۰۲	صلوٰۃ الحاجہ
۵۲۳	صلوٰۃ الرسول پر دیوبندی نظر کا جواب
۲۹۶	ضعف کے درجات

- ۳۴۱ ..... ضعیف روایت
- ۱۷۳ ..... ضعیف + ضعیف
- ۱۲۱ ..... طاق رکعت میں دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اٹھنا
- ۸۷ ..... طائفہ
- ۳۸ ..... طبقاتی تقسیم
- ۵۵۶ ..... طلاق مکروہ
- ۹۵ ..... طلاق
- ۶۴ ..... ظاہر میں بندہ
- ۳۹۶، ۶۵، ۵۹ ..... عابد و معبود میں فرق
- ۴۶۰، ۴۴۴ ..... عادت بد
- ۴۵۷ ..... عالم الغیب
- ۳۵۲، ۳۳۸ ..... عام و لیل
- ۴۶۸ ..... عامی
- ۳۹۹ ..... عبارت نقل کرنا
- ۳۳۷ ..... عباس رضوی صاحب جواب دیں!
- ۱۰۳ ..... عبدالمصطفیٰ
- ۱۰۳ ..... عبدالنبی
- ۵۱۳، ۳۱۶ ..... عدم ذکر
- ۳۲۸ ..... عرش آسمانوں پر
- ۳۲۸ ..... عرش باری تعالیٰ
- ۱۱۸ ..... عرش
- ۹۶ ..... عصبہ

- ۹..... عقائد (توحید و سنت) سے متعلق مسائل
- ۵۴..... عقیدہ وحدت الوجود اور آل و یوبند
- ۲۰۶..... عقیقہ
- ۲۳۲..... علامہ
- ۴۵۷..... علم غیب اور تھانوی
- ۳۳۲..... علمائے اہل حدیث کے فتاویٰ
- ۳۴۰..... عن والی روایت
- ۶۷..... عوارف المعارف
- ۳۳۰..... عورت مرد کی نماز
- ۱۱۴..... عورت مردوں کی امام
- ۱۱۲..... عورتوں کا سر منڈانا
- ۹۸..... عورتوں کے لئے زیور
- ۲۵۹..... غالی زیدی
- ۴۰۴..... غلطیاں
- ۶۳..... غیر مفتی بہا
- ۵۴..... غیر مقلدین تناہز باللقاب
- ۱۵۳..... فاتحہ خلف الامام فی الجمعۃ
- ۱۵۰، ۱۲۰، ۹۰..... فاتحہ خلف الامام
- ۵۲۷..... فاعرضوہ علی کتاب اللہ
- ۲۳..... فاء تعلیل
- ۵۲۴..... فتاویٰ قاضی خان کے حوالے
- ۲۶۶..... فتح الاسلام: مرزا کی کتاب

- فرقہ کی بحث ..... ۱۳۶
- فرقہ مسعودیہ اور اہل الحدیث ..... ۱۴۴
- فضائل اعمال ..... ۵۲۸
- فضائل اور ضعیف روایات ..... ۵۲۸
- فقیہ ..... ۵۳۵، ۲۵۹، ۲۳۳، ۲۳۲
- فیصل خان بریلوی رضا خانی کی دو بڑی خیانتیں ..... ۲۷۷
- فیہ بعض بالنظر ..... ۱۵
- قادیانی اور دیوبندی ..... ۵۲۵
- قادیانیوں کی مستدل مردود روایات اور ان کا رد ..... ۳۸
- قافلہ باطل ..... ۲۵۳
- قبر میں میت کا رخ ..... ۱۱۱
- قبر والے کو پکارنا ..... ۳۸۸
- قبروں پر نماز ..... ۳۳۴
- قبرِ آدم ..... ۵۳۳
- قرآن ..... ۲۵۳
- قرآن مجید کے اعراب ..... ۱۱۳
- قرآن مخلوق نہیں ..... ۱۱۲
- قرآن و سنت اصل ہیں ..... ۳۵
- قربانی اور عقیقہ کے مسائل ..... ۱۹۷
- قربانی سنت ..... ۱۹۹
- قربانی کا اصطلاحی مفہوم ..... ۲۰۰
- قربانی کا مقصد ..... ۲۰۱



- ۲۰۰ ..... قربانی کرنے والے کے لئے اہم شرائط
- ۲۰۲ ..... قربانی کی کھالیں
- ۱۹۹ ..... قربانی کے احکام و مسائل (بادلائل)
- ۲۰۱ ..... قربانی کے جانور کی شرائط
- ۲۰۳ ..... قربانی کے حصے اور شراکت
- ۲۰۳ ..... قربانی کے متفرق مسائل
- ۳۶ ..... قسم اور پیشین گوئی
- ۳۵۲ ..... قنوت نازلہ میں آمین
- ۳۴۷ ..... قنوت نازلہ
- ۱۸۹ ..... قوم لوط کا عمل
- ۱۰۸ ..... قہقہہ اور نماز
- ۳۵ ..... قیاس
- ۱۱۴ ..... قے اور روزہ
- ۳۳۴ ..... کاغذی جماعتیں
- ۲۹۵ ..... کافر کا وارث مسلم؟
- ۱۱۱ ..... کان میں اذان
- ۳۴۴ ..... کتا آستین میں
- ۴۷۲ ..... کتاب سے استفادے کے اصول
- ۴۰۴ ..... کتابت کی غلطیاں
- ۴۷۳-۴۷۲ ..... کتب ستہ کے مقابلے میں
- ۱۱۱ ..... کثیر التذلیس
- ۳۸۹ ..... کذب باری تعالیٰ

- ۴۵۶ ..... کذب
- ۳۸۵ ..... کشتی کنارے پر
- ۴۰۵ ..... کشف
- ۴۹۷ ..... کلبی کی تفسیر
- ۵۳۷، ۴۶۴ ..... کلید التحقیق
- ۳۲۵ ..... کم عقل
- ۵۲۴ ..... کمپوزنگ کی غلطیاں
- ۴۶۰ ..... کمر بند کھولنا
- ۳۳۷، ۱۲۲ ..... کندھے سے کندھا
- ۵۵ ..... کوہاٹ والا مناظرہ
- ۱۹۳، ۱۷۷ ..... کہنیوں تک تیمم
- ۳۴۰ ..... گالی نامہ
- ۱۲۲ ..... گاؤں میں نماز جمعہ
- ۳۴۶ ..... گدھوں کا گوشت
- ۳۹۰ ..... گروناک
- ۳۶۴ ..... گستاخی
- ۳۹۷ ..... گندم کی شراب
- ۲۰۳ ..... گوشت کی تقسیم
- ۱۱۳ ..... گونگے مسلمان کا ذبیحہ
- ۱۲۱ ..... گیارہ رکعات تراویح
- ۱۶۷ ..... گیارہ رکعات قیام رمضان (تراویح) کا ثبوت اور دلائل
- ۴۴۱ ..... گیارہویں تحریر

۳۳۷	.....	لانڈھب
۵۶۵	.....	لا یرفع بعد ذلك کی تحقیق
۵۶۵، ۵۰۵	.....	لا یرفع بعد ذلك
۱۵۶	.....	لقیمہ دینا
۱۱۴	.....	مال تجارت پر ہر سال زکوٰۃ
۳۹۸	.....	ماہنامہ الحدیث کی تیاری
۲۸۷، ۶۱	.....	مباہلہ
۵۴۵	.....	متفرق مضامین
۲۵۷	.....	مجتہد کا استدلال
۵۷	.....	مجرور عند الجہور
۸۹	.....	مجوسی کا شکاری کتاب
۲۲۸، ۲۲۷	.....	مجهول الحال
۲۲۸	.....	مجهول العين
۲۲۳	.....	مجهول
۱۷۳	.....	محدثین کرام اور ضعیف + ضعیف کی مروجہ حسن الخیر کا مسئلہ؟
۲۴۲	.....	محدث
۲۹۱	.....	محل حوادث
۲۶۱	.....	محمد رضوان دیوبندی کی ایک تازہ تحریف
۱۳۲	.....	محمد صاق سیالکوٹی
۲۱۸	.....	محمود بن اسحاق البخاری الخزازی القواس رحمہ اللہ
۲۸۶	.....	مدد کراے کرم احمدی
۴۹۳	.....	مدلس کی معترض

- ۳۸ ..... مدلس
- ۲۷ ..... مدلسین
- ۵۱۴، ۳۲۶-۳۲۵ ..... مدونہ
- ۱۱۱ ..... مراہیل صحابہ
- ۲۰۲ ..... مرتبین والی حدیث
- ۳۲۰ ..... مرد عورت کی نماز
- ۴۴۱، ۳۳۲ ..... مرد کا مرد سے نکاح
- ۲۶۵ ..... مرزا غلام احمد قادیانی کون تھا؟
- ۲۶۷ ..... مرزائی توحید اور آل دیوبند
- ۵۶ ..... مرسل
- ۳۵۰ ..... مرفوع موقوف کا اختلاف
- ۲۶۰، ۲۲۸ ..... مستور اور ابو حنیفہ
- ۲۲۷ ..... مستور
- ۳۳۵ ..... مسجد میں اذان
- ۵۴۷ ..... مسجد میں ذکر بالجبر اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ
- ۵۴۷ ..... مسجد میں مبتدعین
- ۱۴۱ ..... مسعود احمد بن الیسری
- ۱۸ ..... مسعودی کا اختلاط
- ۱۲۳ ..... مسعودیہ فرقہ
- ۲۹۵ ..... مسلم کا وارث کا فر؟
- ۱۳۲ ..... مسلمین کے القاب
- ۵۲۳، ۲۳۴ ..... مسند ابی حنیفہ

۵۰۱.....	مسند حمیدی
۵۱۴، ۴۹۸، ۳۲۲ .....	مسند زید
۴۸۷ .....	مسئلہ رفع یدین اور مزارعی دیوبندی کے شبہات
۱۱۲ .....	مشروبات سے وضو
۴۵۹، ۳۸۳ .....	مشکل کشا
۱۱۲ .....	مصنف عثمانی
۴۷۰ .....	مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت
۳۹۹ .....	مصنف کا حوالہ
۴۶۳ .....	مصنف کا رجوع
۲۸۱ .....	مضطرب الحدیث
۴۳۶ .....	معائدہ!
۴۳۶ .....	معابدہ
۲۸۴ .....	معتدل علمائے حدیث
۱۱۳، ۱۰۲ .....	معکم
۹۸-۹۷ .....	معنعن
۳۰۷ .....	مفتی: مجتہد
۱۷ .....	مقتفی
۵۶۱ .....	منقطع
۳۳۴ .....	موجودہ جماعتیں
۴۹۶ .....	موضوع روایات
۵۴۱ .....	موضوع روایت
۱۷۵ .....	میت کو نہلانا اور غسل

۳۸۸	میں تو.....
۱۱۳	نابالغ قاری کی امامت.....
۳۳۲	ناباک سے علاج.....
۴۴۵	ناباک.....
۴۵۶، ۳۸۶	نبی پیدا ہو.....
۱۸۶	نبیز سے وضو.....
۳۷۰	نثار احمد الحسینی الدیوبندی کا جواب: پہلی تحریر.....
۶۳	نثار احمد حضروی کے نام.....
۳۸۱	نثار احمد کی دوسری تحریر.....
۴۵۰	نثار کا جھوٹ.....
۴۲۳	نثار کی آنکھیں تحریر.....
۴۵۲	نثار کی بارہویں تحریر.....
۴۱۰	نثار کی پانچویں تحریر.....
۳۹۳	نثار کی تیسری تحریر.....
۴۰۱	نثار کی چوتھی تحریر.....
۴۱۵	نثار کی چھٹی تحریر.....
۴۳۷	نثار کی دسویں تحریر.....
۴۱۸	نثار کی ساتویں تحریر.....
۴۳۷	نثار کی گیارہویں تحریر.....
۴۲۸	نثار کی نویں تحریر.....
۱۸۱	نماز تسبیح.....
۱۲۲	نماز جنازہ میں فاتحہ.....

- نماز سے متعلق بعض مسائل ..... ۱۳۵
- نماز ظہر اول وقت پر ..... ۴۷۶
- نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم، سر آیا جہر؟ ..... ۱۳۷
- نماز میں جان بوجھ کر کلام ..... ۹۳
- نماز میں تہقبہ ..... ۱۱۲
- نماز میں کھانا پینا ..... ۱۱۲
- نماز میں ہنسنا ..... ۷۵
- نور بصیرت رسالہ ..... ۴۶۹
- نومولود کے کان میں اذان ..... ۷۵
- نویں تحریر ..... ۴۲۷
- نیچ البلاغہ ..... ۴۷۵
- نیک خواب ..... ۲۴
- نیند سے وضو ..... ۱۹۱
- وحدت الوجود اور آل دیوبند ..... ۶۳، ۵۳
- وحدت الوجود اور بہاولپوری ..... ۵۶
- وحدت الوجود اور صدیق حسن خان ..... ۶۲، ۵۷
- وحدت الوجود کا لغوی معنی ..... ۶۴، ۵۷
- وحدت الوجود ..... ۳۸۵
- وجی منقطع ..... ۴۵
- وضو پر بسم اللہ ..... ۱۷۳
- وفات النبی ﷺ کا انکار ..... ۳۸۷
- ہاتھ زمین پر رکھنا ..... ۱۴۱

- ۵۹ ..... ہمہ دوست
- ۳۳۵، ۳۳۰ ..... ہواشمالی
- ۳۹۷ ..... ہد ہد
- ۳۸۴ ..... ہو ہو کا ذکر
- ۳۹۶ ..... ہو ہو کے نعرے
- ۴۳۵ ..... یا پولیس مدد
- ۲۳۷ ..... شیخ الحدیث
- ۳۶۳ ..... یحییٰ بن معین اور توثیق ابی حنیفہ
- ۲۳۶ ..... شیخ الحدیث
- ۲۳۶ ..... شیخ الحدیث







مكتبة التراث العلمی  
للأمة

الشیخ محمد صدیق حسن ابن القنوجی

# مجموعہ سائل عقیدہ

(جلد سوم)

نواب سید محمد پور حسن خان

( ۱۸۹۰ - ۱۹۳۲ )

تہیہ و تخریج

حافظ عبد اللہ سلیم      حافظ شاہد محمود

الکتاب انٹرنیشنل

جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

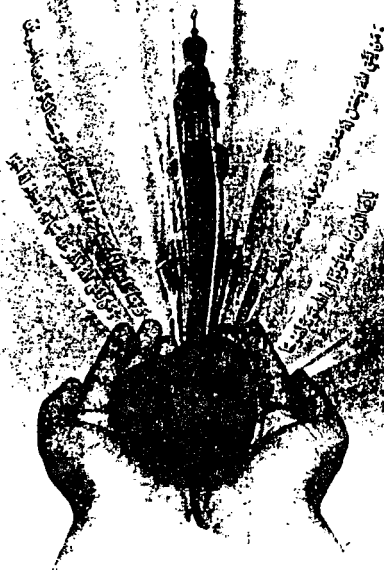
Ph. 26986973, 26985534

# توبہ و تقویٰ

اسباب و مسائل اور ثمرات

تالیف

ابو شریحہ حبیب بن یوسف الرضی اللہ عنہ



مراجعة وتصحيح

مولانا عبدالبہادی عبدالحق مدنی مولانا قاری محمد شعیب مدنی

الکتاب انٹرنیشنل، جامعہ مگرینی دہلی ۲۵

# آئینہ دیوبندیت

تالیف  
ابونعمان محمد زبیر صادق آبادی



